تذکرہ
مانکیال اکوزئی یوسف زئی

تذکرہ نگار

علامہ مفتی **عنایت الرحمان** ہزاروی گولڑوی
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان
علاقہ وادی تناول U/C شیر گڑھ خاص گاؤں گلی راحم کوٹ
تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ (ہزارہ ڈویژن)

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی
نام مصنف	علامہ مفتی عنایت الرحمن ہزاروی گولڑوی
پروف ریڈنگ	مولانا عطاء الرحمن (گلی رحم کوٹ، برادر اکبر مؤلف کتاب)
سن طباعت	جولائی ۲۰۱۷ء
کمپوزنگ	محمد تصدق رضا (واہ کینٹ)
قیمت	500

برائے حصول کتاب

اسامہ سٹیشنری اینڈ یونیفارم سنٹر اوگی

0343-4527664,0341-8359946

مولانا محمد زاہد (گلبند شریعت چمراسی) 0341-2970361

حافظ محمد لقمان (برادر اصغر مؤلف کتاب) 0344-9315842

محمد طارق (گاؤں ڈمکہ) 0346-2019013

استدعا

کتاب کی پروف ریڈنگ کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے
اگر قارئین دوران مطالعہ پھر بھی کوئی کمی بیشی پائیں تو اطلاع دیں
اگلے ایڈیشن میں اس کمی کو دور کر دیا جائے گا

تذکرہ نگار مولانا مفتی عنایت الرحمٰن

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

(تذکرہ نگار کے والد گرامی قدر)

حافظ محمد لقمان اپنے برادر اکبر مولانا عطاء الرحمٰن کے ساتھ

تذکرہ نگار کے چھوٹے بھائی حافظ محمد لقمان ضلع ایبٹ آباد میں

مولانا عطاء الرحمٰن (تذکرہ نگار کے برادر اکبر)

مولانا عطاالرحمٰن کے صاحبزادے
(دائیں) حسن عطاء (بائیں) عبداللہ عطاء

حافظ محمد لقمان

محمد نعمان

تذکرہ نگار کے (برادران اصغر)

انتساب

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو بصد ادب و نیاز والد گرامی قبلہ عالم حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان ہزاروی مدظلہ العالی و دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔جن کی دینداری اور نیک نفسی مجھے اکابر اہلسنت و جماعت کثرھم اللہ تعالی کی خدمت میں لے آئی ورنہ نہ معلوم کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھانا پڑتیں ۔مولائے کریم جل مجدہ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے ۔آمین

احقر العباد: عنایت الرحمان ہزاروی
وادی تناول خاص گاؤں گلی رحمکوٹ
تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ (ہزارہ ڈویژن)

آیت قرآنی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهۡرًا ؕ
وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيۡرًا۔ ۱

اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال پیدا کیے اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

حدیث پاک

تَعَلَّمُوا مِنۡ اَنۡسَابِكُمۡ مَا تَصِلُوۡنَ بِهٖ اَرۡحَامَكُمۡ ۲

اپنے انساب کے متعلق اس قدر علم (ضرور) حاصل کرو جس سے تم صلہ رحمی (یعنی رشتہ داری کے حقوق کا خیال) کرسکو۔

---

۱ الفرقان ۵۴/۲۵

۲ امام ولی الدین ابو عبداللہ تبریزی: محدث مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۰
جامع ترمذی (ت: بشار عواد) جلد ۳، رقم: ۱۹۷۹، دار الغرب اسلامی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں	۱۸
۲	محسن قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی (افضل شاہد اعوان)	۲۷
۳	تقریظ (ملک محمد عظیم ناشاد اعوان)	۳۱
۴	تبصرہ کتاب (محمد کریم خان اعوان)	۳۴
۵	تقدیم (سید صابر حسین شاہ بخاری)	۳۸
۶	اعتذار	۴۸
۷	عرض مصنف	۴۹
۸	وجہ تالیف	۵۳
۹	اظہار تشکر	۵۵
۱۰	تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی تبویب	۵۷
۱۱	**باب اول**	۵۹
۱۲	لفظ پٹھان کی وجہ تسمیہ	۶۰
۱۳	لفظ افغان	۶۳
۱۴	لفظ خان	۶۹
۱۵	پٹھانوں (افغانوں) کی اصلیت	۷۱

۱۶	ان کا قبول اسلام	۷۶
۱۷	دوسرا مکتب فکر	۷۷
۱۸	راقم کی رائے	۸۰
۱۹	پٹھان قوم	۸۱
۲۰	اکوزئی پٹھان	۸۴
۲۱	مانکیال کی وجہ تسمیہ	۸۵
۲۲	پٹھان قوم کے مساکن	۸۸
۲۳	مانکیال قوم کے جدامجد کا تناول میں داخلہ	۹۲
۲۴	مانکیال کا اکوزئی یوسف زئی سے ہونا	۱۰۰
۲۵	مانکیال کا تنولی قوم سے ہونا	۱۰۳
۲۶	تنولی قوم	۱۱۰
۲۷	مانکیال کا سواتی قوم سے ہونا	۱۱۱
۲۸	سواتی قوم	۱۱۲
۲۹	مانکیال کا کوہستانی قوم سے ہونا	۱۱۳
۳۰	کوہستانی قوم	۱۱۶
۳۱	مانکیال کا تراوڑہ قوم سے ہونا	۱۱۷
۳۲	تراوڑہ قوم	۱۱۸
۳۳	قوم مانکیال اکوزئی کی زبان	۱۲۴

۳۴	پشتو زبان	۱۲۸
۳۵	سامی نظریہ	۱۳۰
۳۶	آریائی نظریہ	۱۳۶
۳۷	جنت نظیر وادی (گاؤں ڈنہ)	۱۳۸
۳۸	لطیفہ	۱۴۰
۳۹	اہلیان ڈنہ کی دلچسپ و منفرد زبان	۱۴۴
۴۰	قوم کاڑنگہ اور ان کا شجرہ نسب	۱۵۹
۴۱	حضرت قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ	۱۶۵
۴۲	حضرت اخون سالک رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۲
۴۳	میرے جد امجد مولانا عبد الکریم قدس سرہ السامی	۱۷۸
۴۴	**اہل کُلْبَنْد** کون؟	۱۹۲
۴۵	**کُلْبَنْڑِیں** کہنے کی وجہ تسمیہ	۲۰۹
۴۶	**باب دوم**	۲۱۱
۴۷	ایک نظر ادھر بھی	۲۱۳
۴۸	علماء و صوفیاء قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی	۲۱۷
۴۹	**الف**	
۵۰	ولی کامل حضرت علامہ قاضی محمد اسماعیل المعروف **چھڑِیٔ** والا بابا	۲۱۹
۵۱	مناظر یگانہ علامہ مولانا قاضی محمد اسماعیل (گاؤں گلی شریف)	۲۲۳

۵۲	مولانا محمد ایوب (گلبند شریف چمراسی)	۲۲۷
۵۳	مولانا مفتی محمد اقبال صدیقی (گلبند شریف چمراسی)	۲۲۹
۵۴	مولانا محمد ایوب (چچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک)	۲۳۲
۵۵	مولانا محمد اسحاق (گاؤں ڈنہ)	۲۳۳
۵۶	مولانا اعجاز احمد (گاؤں ڈمکہ)	۲۳۴
۵۷	مولانا محمد اقبال جمیل (گاؤں چمراسی)	۲۳۶
۵۸	مولانا مفتی انوار الحق (ضلع تورغر، کالا ڈھاکہ)	۲۳۸
۵۹	مولانا انور زیب (گاؤں پوریاں)	۲۳۹
۶۰	ت	
۶۱	مولانا تاج الرحمان (گاؤں سُنج)	۲۴۰
۶۲	ج	
۶۳	مولانا محمد جہانزیب (گاؤں ڈمکہ)	۲۴۱
۶۴	ح	
۶۵	مولانا حبیب اللہ حسینی (گاؤں جبڑ)	۲۴۳
۶۶	مولانا محمد حسین (چچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک)	۲۴۵
۶۷	مولانا حبیب الرحمان (گاؤں جبڑ)	۲۴۶
۶۸	خ	
۶۹	مولانا خطاب گل (گاؤں ڈنہ)	۲۴۷

۷۰	ر	
۷۱	مولانا رحیم اللہ (گاؤں ڈنہ)	۲۴۸
۷۲	مولانا محمد ریاض (گاؤں رحمکوٹ)	۲۴۹
۷۳	ز	
۷۴	مولانا محمد زاہد (گلبند شریف چمراسی)	۲۵۰
۷۵	س	
۷۶	مولانا سعید الرحمان (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۲۵۲
۷۷	مولانا سمیع الحق (رحمکوٹ)	۲۵۳
۷۸	ش	
۷۹	مولانا محمد شریف (گاؤں جبڑ)	۲۵۴
۸۰	ص	
۸۱	علامہ مولانا قاضی صفی اللہ (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۲۵۶
۸۲	ض	
۸۳	مولانا ضیاء الحق (گاؤں رحمکوٹ)	۲۵۸
۸۴	ط	
۸۵	مولانا طاہر صدیقی (گلبند شریف چمراسی)	۲۶۰
۸۶	ع	
۸۷	علامہ قاضی عزیز اللہ (گاؤں شوشنی)	۲۶۱

۸۸	ولی کامل علامہ قاضی علی بابا المعروف شھید بابا (گنبند شریف چھراسی)	۲۶۳
۸۹	علامہ مولانا قاضی عبد المستعان (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۲۶۹
۹۰	علامہ مولانا قاضی عصمت اللہ (گنبند شریف چھراسی)	۲۷۸
۹۱	علامہ مولانا عزیز الرحمان (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۲۸۰
۹۲	مولانا عطاء الرحمان (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۲۸۵
۹۳	علامہ مولانا عظیم اللہ (گنبند شریف چھراسی)	۲۸۶
۹۴	مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد (گنبند شریف چھراسی)	۲۸۷
۹۵	مولانا غازی عبد المنان (چھچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک)	۲۹۶
۹۶	مولانا محمد عارف (گنبند شریف چھراسی)	۳۰۵
۹۷	مولانا عبد الرزاق قادری (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۳۰۷
۹۸	مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمان (مردان)	۳۰۸
۹۹	مولانا عبد الرحمان گوہر (مردان)	۳۱۰
۱۰۰	مولانا عبد الحق (گاؤں شوشنی)	۳۱۲
۱۰۱	مولانا عبد القیوم (گاؤں شوشنی)	۳۱۴
۱۰۲	مولانا عبد المتین (گاؤں شوشنی)	۳۱۵
۱۰۳	مولانا عمر خطاب (گاؤں شوشنی)	۳۱۶
۱۰۴	مولانا عمر صدیق (گاؤں شوشنی)	۳۱۸
۱۰۵	مولانا عبد العزیز (گاؤں رحمکوٹ)	۳۱۹

۱۰۶	مولانا عبدالرشید (گاؤں رحمکوٹ)	۳۲۱
۱۰۷	مولانا عبدالحفیظ (گاؤں رحمکوٹ)	۳۲۲
۱۰۸	مولانا عبدالحمید (گاؤں رحمکوٹ)	۳۲۲
۱۰۹	مولانا عبدالحکیم (گاؤں رحمکوٹ)	۳۲۳
۱۱۰	مولانا عبدالقاسم (گاؤں سُنج)	۳۲۵
۱۱۱	مولانا عبدالباقی (گاؤں سُنج)	۳۲۶
۱۱۲	مولانا عبدالسلام (گاؤں سُنج)	۳۲۷
۱۱۳	مولانا عبدالستار (گاؤں سُنج)	۳۲۸
۱۱۴	مولانا عبدالحسن عرف شاعر سُنمبل بوٹ (گاؤں سُنمبل بوٹ اوگی)	۳۲۹
۱۱۵	خانان سیری کوہانی کا شجرہ نسب	۳۳۵
۱۱۶	مولانا عالم زیب (گاؤں پوریاں)	۳۳۷
۱۱۷	مولانا عبدالجبار (گاؤں ڈنہ)	۳۳۸
۱۱۸	مولانا عبدالغفار (گاؤں ڈنہ)	۳۳۹
۱۱۹	مولانا عبدالعزیز (گاؤں ڈنہ)	۳۴۰
۱۲۰	مولانا عبدالرزاق (گاؤں ڈنہ)	۳۴۱
۱۲۱	مولانا عبدالحیٔ (گاؤں ژیالی)	۳۴۲
۱۲۲	غ	
۱۲۳	مولانا غلام داؤد (گلبند شریف چراسی)	۳۴۳

۱۲۴	مولانا غلام محمد (چھچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک)	۳۴۴
۱۲۵	مولانا غلام سرور (گاؤں سُنج)	۳۴۶
۱۲۶	مولانا غلام جان (گاؤں رحمکوٹ)	۳۴۷
۱۲۷	ف	
۱۲۸	مولانا فضل الرحمان (گاؤں جبڑ)	۳۴۸
۱۲۹	گ	
۱۳۰	مولانا گوہر رحمان (مردان)	۳۴۹
۱۳۱	مولانا گل رزاق صدیقی (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۳۵۶
۱۳۲	م	
۱۳۳	مولانا محمد جان (گاؤں گلی رحمکوٹ)	۳۶۱
۱۳۴	مولانا محب الحق (گاؤں شوشنی)	۳۶۳
۱۳۵	مولانا محمد مسکین (گاؤں شنگاری)	۳۶۵
۱۳۶	ن	
۱۳۷	مولانا نعمت الرحمان (ایڈوکیٹ) (گاؤں شوشنی)	۳۶۶
۱۳۸	ی	
۱۳۹	مولانا محمد یونس (گاؤں ڈمکہ)	۳۶۸
۱۴۰	سیاسی ومعروف شخصیات قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی	۳۶۹
۱۴۱	آ	

۱۴۲	محمد آفتاب (گاؤں برہ زئی حضرو ضلع اٹک)	۳۷۱
۱۴۳	**ت**	
۱۴۴	تاج محمد (گاؤں ڈنہ)	۳۷۱
۱۴۵	**خ**	
۱۴۶	ملک خلیل الرحمان (گاؤں ڈنہ)	۳۷۲
۱۴۷	**ع**	
۱۴۸	ملک عبدالمالک (گاؤں ڈنہ)	۳۷۳
۱۴۹	مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمان (مردان)	۳۷۴
۱۵۰	کرنل عبدالوحید (گاؤں برہ زئی تحصیل حضرو ضلع اٹک)	۳۷۵
۱۵۱	**غ**	
۱۵۲	مولانا غلام الرحمان (گاؤں گلی جمکوٹ)	۳۷۷
۱۵۳	ممبر غلام رسول (گاؤں چھراسی)	۳۷۸
۱۵۴	**گ**	
۱۵۵	مولانا گوہر رحمان (مردان)	۳۷۹
۱۵۶	**م**	
۱۵۷	ملک ممتاز (گاؤں ڈنہ)	۳۸۰
۱۵۸	**باب سوم**	۳۸۱
۱۵۹	وجہ تالیف	۳۸۲

۱۶۰	حسب ونسب کا معانی ومطلب	۳۸۷
۱۶۱	شجرہ نسب کی شرعی حیثیت	۳۹۱
۱۶۲	اہمیت نسب	۳۹۵
۱۶۳	افتخار نسبی کی ممانعت	۴۰۰
۱۶۴	نسب بدلنا گناہ عظیم	۴۱۱
۱۶۵	پیشہ نسب نہیں	۴۱۴
۱۶۶	خلاصہ کلام	۴۱۸
۱۶۷	قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں پر ایک نظر	۴۲۱
۱۶۸	مکمل شجرہ نسب قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی	۴۳۷
۱۶۹	ایک گزارش	۴۷۹
۱۷۰	حرف آخر	۴۷۹
۱۷۱	تذکرہ نگار کا شجرہ نسب	۴۸۱
۱۷۲	اقوال ہزاروی	۴۸۲
۱۷۳	قوم مانکیال اکوزئی کے اعلام کتاب کے سنین وفات اور مدفن	۴۸۳
۱۷۴	ماخذ ومراجع	۴۸۹
۱۷۵	مصنف کی دیگر کتب	۴۹۲

کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں

ازقلم: مولانا محمد زاہد ربانی

(کلبند شریف چمراسی)

مفتی عنایت الرحمان ہزاروی ایک ایسی شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ مفتی صاحب ۱۴ نومبر ۱۹۹۰ء کو ضلع مانسہرہ تحصیل اُوگی کے موضع رحمکوٹ میں مولانا عزیز الرحمان اطال اللہ عمرہ کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ گھرانہ صدیوں سے علم و زہد اور تقوی و شرافت جیسے اوصاف سے متصف چلا آرہا ہے اسی علمی گھرانے میں مفتی عنایت الرحمان نے آنکھ کھولی۔ ایام طفولیت میں اپنے والد محترم سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں ۲۰۰۳ء میں دنیائے اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں داخلہ لیا۔ جہاں قاری محمد الیاس ہزاروی اور قاری محمد شکیل ہزاروی سے حفظ کرتے رہے۔

بعد ازاں کچھ عوارض اور گھریلو مصروفیات کی وجہ سے اپنے آبائی گاؤں "گلی رحمکوٹ" منتقل ہونا پڑا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دارالعلوم ضیاء القرآن بازار گے اُوگی میں استاذ العلماء مفتی محمد ادریس صابری اور مولانا قاضی انوار الحق اور پھر دارالعلوم پھام گلی اُوگی میں علامہ قاری احسان اللہ اور علامہ مفتی اظہار اللہ کی زیر تربیت رہتے ہوئے انتہائی شوق و ذوق سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں ۲۰۰۹ء میں مدرسۃ الاسلام جامعہ نظامیہ رضویہ ایبٹ آباد میں داخلہ لیا۔ جہاں علم سے طبعی شوق کی وجہ سے دوبارہ صرف ونحو میں داخلہ لیا اور رابعہ تک تمام مروجہ کتب یادگار اسلاف پیکر اخلاص ومحبت حضرت علامہ مولانا حافظ حق نواز جدون سے بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھیں۔ اور تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے امتحانات میں شرکت فرما کر اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ مفتی صاحب دوران تعلیم ضلع ایبٹ آباد کے

مشہور سیاحتی مقام ''ھرنو'' کے گاؤں موھار کلاں میں امامت اور جامعہ میں ہی خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔موصوف تقریباً چار سال کا عرصہ جامعہ نظامیہ رضویہ ایبٹ آباد میں اپنے شعلہ بیان خطاب سے لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے گرماتے رہے۔رابعہ تک کی تمام مروجہ کتب یہاں پڑھنے کے بعد دوبارہ ۲۰۱۲ء میں اپنی مادرِ علمی اور عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کی طرف متوجہ ہوئے۔جہاں ۳ سال مزید تعلیم حاصل کی۔بعدازاں درسِ نظامی کی تکمیل کے لئے ۲۰۱۵ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث شریف کیا۔بخاری شریف کی آخری حدیث مفتی اعظم پاکستان استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی نے پڑھانی تھی۔تاہم مفتی صاحب بامر مجبوری حاضر نہ ہوسکے تو مولانا عنایت الرحمان نے بخاری شریف کی آخری حدیث بھی عمدۃ الازکیاء شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

آپ نے تقریباً (۲۲) اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں

۱۔استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی۔لاہور

۲۔امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی۔لاہور

۳۔استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الحنان سعیدی ہزاروی۔لاہور

۴۔مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبدالتواب صدیقی اچھروی۔لاہور

۵۔مفتی اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری۔لاہور

۶۔فخر السادات حضرت علامہ پیر سید غلام مصطفےٰ شاہ۔شیخوپورہ

۷۔فخر السادات حضرت علامہ پیر سید تصدق حسین شاہ۔شیخوپورہ

۸۔استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد سلیم۔شیخوپورہ

۹۔استاذ الاساتذہ ولی کامل حضرت علامہ مفتی محمد جنید القادری۔شیخوپورہ

۱۰۔فخر العلماء پیکر اخلاص ومحبت حضرت علامہ مولانا حق نواز جدون ۔ایبٹ آباد

آپ اپنے تمام اساتذہ کرام سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں ۔

شرف بیعت:

علوم دینیہ کی تکمیل وتحصیل کے بعد مفتی صاحب نے عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید عبد الحق شاہ گولڑہ شریف کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی ۔اساتذہ کرام کی محنت وشفقت اور پیر ومرشد کی نگاہ کرم کا ہی نتیجہ ہے کہ مفتی عنایت الرحمان ہزاروی نے اپنے اکابر کی طرح ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو صدیوں سے کوئی نہیں دے سکا اور یہ کارنامہ صدیوں تک باقی رہے گا ان شاء اللہ ۔موصوف بڑی مصروف زندگی گزارتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے ان کے وقت میں برکت رکھی ہے ۔امامت ،خطابت درس وتدریس اور تحریکی ذمہ داریوں کے باوجود تصنیف وتالیف کا اہم کام بھی کرتے ہیں ۔

آپ نے زمانہ طالب علمی میں ''الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو راقم کی نظر سے گزری ہے اور یہ کتاب مفتی صاحب کی پہلی تصنیف تھی ۔اس کے بعد موصوف کا قلم چلتا ہی رہا اور یکے بعد دیگرے کئی علمی اور تحقیقی کتابیں تصنیف کرڈالیں ۔

موصوف کی تصانیف کے نام یہ ہیں ۔

۱۔الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ

۲۔اربعین رحمانیہ

۳۔اوضح البیان فی جواز الحیلۃ والاسقاط مع دوران القرآن

۴۔عنایت الفتاوٰی

۵۔دھوکہ مت کھائیے

ان تصانیف میں ''**تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی**'' ایک ایسا کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے ۔اور آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔مولانا عنایت الرحمان صاحب نے کتاب کو تین ابواب

میں مرتب ومدون کیا ہے ۔ پہلے باب میں لفظ پٹھان ، خان اور افغان پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کے قبول اسلام اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف کا ان کے ساتھ تعلق ، قوم مانکیال کے جدامجد مولانا عبدالکریم اور حضرت اخون سالک رحمۃ اللہ علیہما کا ذکر خیر کیا ہے ۔

موصوف نے بڑی تحقیق وجستجو کے بعد پٹھانوں ، افغانوں کو بنی اسرائیل سے ملایا ہے ۔ مفتی صاحب کی تحقیق کے مطابق پٹھان ضرور بنی اسرائیل سے ہیں ۔ موصوف نے یہ رائے بڑی تحقیق وجستجو کے بعد قائم کی ہے جو قابل داد ہے ۔ مفتی صاحب کے اصول وانصاف پسندی کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ موصوف اپنی کتاب میں جابجا قارئین اور صاحب علم افراد سے صرف یہی التماس کرتے ہیں کہ وہ خالی الذہن ہو کر انصاف کے ساتھ میری تحقیق پر غور کریں وہ یہ بات ہرگز نہیں کہتے کہ ان کی بات کو ضرور تسلیم کریں اور پھر کمال دیکھئے کہ موصوف ہر صاحب علم اور محقق کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ میری رائے وتحقیق سے اختلاف کیا جا سکتا ہے ۔ اور کہتے ہیں اگر میری تحقیق و رائے غلط ثابت ہو جائے تو میں اپنی بات کاٹ کر معترض کی بات لکھ دوں گا ۔

مفتی صاحب کے اس انداز فکر سے ان کے اصول وانصاف پسندی کا پتہ چلتا ہے ۔ دوسرے باب میں اس قوم کے علماء وسیاسی حضرات کے حالات وکوائف لکھے ہیں ۔ اس باب کی خصوصیت یہ کہ مفتی صاحب کا تعلق بریلوی مسلک سے ہونے کے باوجود انہوں نے اس باب میں دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء وسیاسی حضرات کے حالات زندگی بھی پوری دیانت داری اور بڑے اچھے پیرائے میں درج کیے ہیں ۔ ان علمائے کرام میں بہت سے ایسے علماء بھی ہیں جو محتاج تعارف نہیں لیکن ماضی کے بعض ایسے علماء بھی تھے جنہیں گزرے ایک عرصہ بیت چکا اور ان کے کارنامے اور واقعات آج بھی زندہ وتابندہ ہیں ۔ مگر ان کے بارے میں تحریری سطح پر کوئی مواد نہیں ملتا تھا ۔ مفتی صاحب نے دور ونزدیک سفر کر کے ان

کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے قلم بند فرمائی ہیں ۔ان اسلاف کے کارنامے آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں ۔خصوصاً مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک درجنوں علمائے کرام جن کے حالات زندگی پہلی مرتبہ مفتی صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تحریر کیے ہیں اور بلاتفریق مسلک تحریر کیے ہیں ۔قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا مکمل شجرہ نسب بھی مفتی صاحب نے بڑی محنت اور تحقیق کے بعد مرتب کیا ہے ۔تیسرے باب میں مفتی عنایت الرحمان ہزاروی نے شجرہ نسب کی شرعی حیثیت قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے انداز سے واضح کی جس سے علماء حضرات بھی مستفید ہو نگے ۔

موصوف نے یہ باب بڑی عرق ریزی سے لکھا ہے اور شجرہ نسب کو محفوظ رکھنے اور لکھنے سے متعلق دلائل کے انبار لگائے ہیں ۔اس کے علاوہ مفتی صاحب نے گاؤں ڈنہ کی زبان پر بھی تحقیق کی ہے ۔ یہ وہ واحد زبان ہے جو دنیا میں اس گاؤں کے علاوہ کہیں بھی نہیں بولی جاتی ۔دنیا بھر کی زبانوں کے کیٹلاگ ایتھنولاگ میں ۶۹۰۷ زبانیں درج ہیں ۔لیکن اس میں بھی اہلیان ڈنہ کی زبان کا اندراج نہیں ۔

موصوف نے ملک پاکستان کی مختلف لائبریریوں کے چکر لگائے کالج و یونیورسٹیوں میں رابطے کیے ۔انٹرنیٹ پر بھی اس مقصد کے لئے تگ و دو کی ۔مگر مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا ۔ہاں اتنا ضرور ہوا کہ اسلام آباد کی رہائشی ماہر لسانیات محترمہ ڈاکٹر عظمہ انجم صاحبہ وادی تناول کے معروف اور سرسبز وشاداب پہاڑوں کے دامن میں واقع اس گاؤں ڈنہ ضرور پہنچیں اور وعدہ کیا کہ اس زبان کے متعلق ضرور تحقیق وریسرچ کریں گی ۔مگر محترمہ نے بھی اس زبان کو کوہستانی زبان کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی ۔اسی طرح ہمارے علاقے کے نواب محمد جہانگیر خان کے صاحبزادے محمد جان داد خان نے اس زبان کے متعلق اقوام متحدہ میں ماہرین لسانیات کے سامنے ذکر کیا کہ ہمارے علاقے تناول میں ایک ایسی زبان بولی جاتی ہے جو دنیا میں اور کہیں نہیں بولی جاتی ۔مگر ابھی تک ان ماہرین

لسانیات نے بھی چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔مگر ادھر جب مفتی عنایت الرحمان ہزاروی نے اس زبان کے متعلق قلم اٹھایا تو حق ادا کر دیا نہ صرف یہ کہ اس زبان کے متعلق تحقیق و ریسرچ کی بلکہ اس زبان کا نام بھی تجویز فرمایا۔موصوف نے اس زبان کو" دلچسپ ومنفرد زبان" کا نام دیا ہے۔راقم الحروف محمد زاہد بصد ادب واحترام یہ کہتا ہے کہ مفتی صاحب ''دلچسپ ومنفرد زبان '' کے بجائے اگر ''حیران کن'' نام تجویز فرماتے تو زیادہ بہتر تھا۔اس لئے کہ اس زبان نے دنیا کو حیران کیا ہوا ہے۔اور پھر اس زبان کے ماہر اور گاؤں ڈنہ کے ایک سکول ٹیچر محمد عطاء الرحمان اپنی نظم "میرا گاؤں" میں اس زبان کے متعلق کچھ یوں لب کشائی کرتے ہیں کہ

کوئی بھی نہ جانے یہاں ایسی ایک زبان ہے

جس نے بھی یہ سنی ہے بندہ وہ حیران ہے

بہرحال موصوف نے اس کتاب کے لئے جو محنت کی وہ کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں۔اس میں خاص کر جو سفر کیے وہ اکثر پہاڑی علاقوں میں پیدل اور تھکا دینے والے سفر تھے۔دو مرتبہ راقم الحروف کا بھی مفتی صاحب کے ہمراہ گاؤں شیڑھ کو جانا ہوا۔گرمی اور پسینہ ایک طرف مگر قوم کی خدمت کے جذبے نے یہ سفر بڑی آسانی سے طے کرائے۔چند ماہ قبل وادی سوات ضلع شانگلہ علاقہ کا بلگرام کے سفر میں بھی راقم الحروف محمد زاہد ربانی اور ملک خلیل الرحمان (گاؤں ڈنہ) مفتی صاحب کے ہمراہ تھے۔بہت سردی تھی ہر طرف یخ بستہ ہوائیں چل رہیں تھیں۔ہم اُوگی سے دربند کے راستے جدباء اور پھر وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر کا بلگرام حضرت اخون سالک، اپنے جد امجد مولانا عبد الکریم اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوئے اور فاتحہ شریف پڑھی۔مزے کی بات یہ کہ اس قبرستان میں بہت زیادہ قبریں ہیں۔قبرستان کی بنسبت آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔یہ شہداء کا قبرستان ہے۔جنہوں نے دین اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔یہ قبرستان صدیوں پرانا ہے۔قبروں پر کتبے اتنے لمبے ہیں کہ شاید اتنے لمبے کتبے پوری دنیا میں آپ کو نظر نہ آئیں۔آٹھ اور دس فٹ کا کتبہ دیکھ کر

عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ ان مجاہدین کی کرامت ہے یا معماروں کی فنکاری ۔اس قبرستان میں کتبوں پر جا بجا کلمہ طیبہ، آیات کریمہ اور سورتیں لکھی ہوئیں بالکل واضح نظر آتی ہیں ۔اس قبرستان میں تمام قبور کچی ہیں ۔صرف حضرت اخون سالک بابا اور ان کی قبر کے قریب مدفون ان کے خلفاء کی قبریں زمانہ قریب میں پختہ کی گئی ہیں ۔مگر اس طرح اب بھی پختہ نہیں جس طرح آجکل قبور پختہ ہوتی ہیں ۔

مفتی عنایت الرحمان ہزاروی نے اس کے علاوہ کراچی ،لاہور ،راولپنڈی ،اسلام آباد ،مردان ،صوابی ،چھچھ برہ زئی حضرو اٹک اور اگرور (اوگی) وتناول کے مختلف مقامات کے سفر کیے ۔اسکا نتیجہ آپ کے ہاتھوں میں کتاب کی صورت میں موجود ہے ۔موصوف کی ایک اور انتھک محنت یہ بھی ہے کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جو افراد وفات پا چکے ان کی قبور پر حاضر ہو کر ان کی تاریخ وفات اور مدفن کو لکھا اسکے علاوہ اہل گُلبَند کون؟ لفظ گلبَند پر تحقیق ،وجہ تسمیہ اور اکابرین اہل گُلبَند شریف کے کارناموں کو بھی صفحہ قرطاس کیا ہے ۔

مفتی صاحب سے مسلکی اختلاف اپنی جگہ مگر میں (محمد زاہد ربانی) سمجھتا ہوں کہ یہ کارنامہ جو موصوف نے کتاب کی صورت میں دیا ہے ۔اسلاف کی یاد تازہ کی ہے ۔مفتی صاحب کا یہ احسان پوری قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی دُعاؤں کی صورت میں ہی چکا سکتی ہے ۔اس قوم میں بڑے بڑے علماء مفکرین اور صاحب علم حضرات گزرے ہیں اور حالاً بھی ہیں مگر یہ کام اللہ تعالیٰ نے مفتی عنایت الرحمان ہزاروی سے لیا ۔یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مستقبل میں مفتی صاحب قوم کے لئے عظیم سرمایہ ثابت ہونگے ۔اس میدان میں موصوف سے پہلے بھی چند افراد نے قسمت آزمائی کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے ۔قوم مانکیال کے جد امجد مولانا عبد الکریم کے اخلاف کے ناموں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ کافی عرصہ بیت چُکا اور شومئ قسمت کہ شجرہ نسب کو محفوظ کرنے کے بارے میں خاطر خواہ کوشش نہیں کی گئی ۔مولانا

کے بیٹوں کے بارے میں تین روایات ملتی ہیں کہ موصوف کے دو بیٹے، یا چار بیٹے اور ایک قول کے مطابق تین بیٹے متولد ہوئے۔ مفتی صاحب نے ان قلمی شجروں پر زبردست تجزیہ کیا اور آخر صحیح روایت کے مطابق شجرہ نسب کو مرتب کیا۔ ان قلمی شجروں میں میرے والد محترم شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالقیوم ہزاروی کا مرتب شدہ شجرہ بھی تھا جو میں نے عند الملاقات مفتی صاحب کو دیا۔ موصوف نے اس شجرے سے بھی استفادہ کیا۔ مفتی صاحب نے مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر کے نام حضرت آدم علیہ السلام تک اور نیچے کے نام موجودہ نسلوں تک درج کر کے شجرہ نسب مرتب کیا ہے۔ جو پہلی مرتبہ منصہ شھود پر جلوگر ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔

اس کتاب کو تالیف کرنے میں مفتی صاحب نے کتنی کتابوں سے استفادہ کیا ہے یہ ایک لمبی فہرست ہے یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ پھر بھی راقم الحروف اس بات کو قارئین پر چھوڑتا ہے کہ وہ کتاب کا مطالعہ کر کے خود اندازہ لگالیں کہ مصروفیت کے اس دور میں جہاں ہر بندہ مصروف ہے۔ وہاں کون ہے جو قوم کے لئے اتنا وقت نکالتا ہے۔ پھر مفتی صاحب جیسے مصروف انسان جو ہمہ وقت دین کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ جن کا ہر منٹ بڑا قیمتی ہے۔ آپ کتاب کا مطالعہ کر کے خود اندازہ لگالیں کہ مفتی صاحب نے کتنی محنت اور جانفشانی سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ بہر حال اس کام میں موصوف کے معاون خصوصی ملک خلیل الرحمان (گاؤں ڈنہ) رہے۔ جو موصوف کے دست و بازو بنے رہے۔ تاریخی کتب مہیا فرمائیں اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ سفر و حضر اور گرمی و سردی میں ملک خلیل الرحمان، موصوف کے ساتھ رہے۔ آخر میں راقم الحروف محمد زاہد ربانی، مفتی صاحب کو مسلکی اختلاف کے باوجود اس علمی، تحقیقی اور تاریخی کارنامے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی گوناگو مصروفیات کے باوجود اس طرف توجہ فرمائی اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور عقل و دانش دونوں کے لئے متاع عزیز فراہم کی۔ موصوف نے یہ تذکرہ

نہایت محنت اور کمال توجہ سے مرتب کیا ہے۔امید ہے کہ ان کی یہ کوشش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔اللہ کریم اسے قبول دوام کا شرف بخشے۔آمین ثم آمین

والسلام

(مولانا)محمد زاہد ربانی گُلبَند شریف
چمراسی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

محسن قوم مانکیال اکوزئی

مولانا مفتی عنایت الرحمان ہزاروی

تاثرات: افضل شاہد اعوان

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا عنایت الرحمان ہزاروی ایک علم دوست ملنسار اور مخلص انسان ہیں ۔ انتہائی متحرک اور پرعزم شخصیت کے مالک ہیں ۔ ۱۴ نومبر ۱۹۹۰ء کو خیبر پختونخواہ کے ضلع مانسہرہ کی تحصیل اوگی کے ایک گاؤں گلی رحمکوٹ کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے ۔ ان کے والد محترم مولانا عزیز الرحمان کا بھی منبر و محراب سے ہی تعلق ہے ۔ اپنے والد محترم کی خواہش اور ترغیب پر ہی آپ نے اہل سنت و جماعت کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ/شیخوپورہ لاہور میں داخلہ لیا ۔ تقریباً ۸ سال کی شبانہ روز محنت کے بعد تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان سے الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ کا امتحان پاس کیا ۔

اگرچہ آپ کی یہ سند ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے برابر ہے لیکن آپ نے عصری تعلیم کو بھی ساتھ ساتھ جاری رکھا اور ۲۰۱۷ء میں ہزارہ یونیورسٹی سے پرائیوٹ طور پر B/A کا امتحان اوّل پوزیشن میں پاس کیا ۔ دوسری طرف انہوں نے درس نظامی کی تکمیل کے بعد معروف عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے مدرسہ "انوار رضا" راولپنڈی سے دوسالہ مفتی کورس تخصص فی الفقہ بھی ۲۰۱۷ء میں پاس کیا ۔ اس دوران آپ باقاعدہ فتویٰ نویسی کا کام بھی سرانجام دیتے رہے ۔ اور ان فتاویٰ کو جمع بھی کرتے رہے اور "عنایت الفتاویٰ" کے نام سے پوری جلد تیار ہوگئی جو کہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے ۔ زمانہ طالب علمی میں بھی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی آپ کا تعلق منبر و

محراب اور درس وتدریس سے مسلسل رہا۔آپ مختلف مقامات پر مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اوراب بھی دے رہے ہیں ۔آپ کا مزاج علمی ،تحقیقی اورمناظرانہ ہے اس لئے مطالعہ سے خصوصی شغف رکھتے ہیں ۔قلم وقرطاس سے گہرے تعلق کی وجہ سے ہی ''تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی'' سے قبل بھی پانچ کتب سپرد قلم فرما چکے ہیں جن میں سے ''الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ'' اور ''اربعین رحمانیہ'' زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں ۔

''اوضح البیان فی جواز الحیلۃ والاسقاط مع دوران القرآن'' ''عنایت الفتاوٰی'' اور ''دھوکہ مت کھائیے'' غیر مطبوعہ ہیں ۔مولانا مفتی عنایت الرحمان ہزاروی مدظلہ العالی ایک نڈر اور بے باک عالم ہیں ۔تحریکی اور تنظیمی جذبہ بھی رکھتے ہیں سیاسی معاملات کا شعور بھی رکھتے ہیں اور سیاست کا شوق بھی ۔ پاکستان سنی تحریک علماء بورڈ ہزارہ ڈویژن کے رکن ہیں اور پانچ رکنی کمیٹی کے ممبر بھی ہیں ۔سیاسی اور مذہبی حوالے سے آپ کے بیانات آئے روز قومی اور ایبٹ آباد ہزارہ ڈویژن کے مقامی اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں جن سے آپ کی قائدانہ صلاحیت کا پتہ چلتا ہے ۔

اس میدان میں آپ کے خیالات بہت بلند اور قابل قدر ہیں اور دلچسپ بات یہ کہ آپ کا گھرانہ ہی مذہبی نہیں ہے بلکہ آپ کا سارا خاندان اہل کلبند بھی مذہبی افکار و معاشرت سے مالامال ہے ۔آج بھی درجنوں علماء وحفاظ اس خاندان میں پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل آپ کتاب میں اہل کلبند کون؟ کے عنوان کے تحت پڑھیں گے ۔اگرچہ ان کا تعلق مختلف مکاتب فکر سے ہے تاہم انہوں نے اپنی حیثیت کو اپنے اپنے مکتبہ فکر میں منوایا ہے ۔قوم مانکیال اکوزئی، یوسف زئی قوم کی شاخ ہے ۔اور یوسف زئی قوم خیبر پختونخواہ کی سب سے بڑی قوم ہے ۔جس کے لوگ اس صوبہ کے علاوہ افغانستان اور ہندوستان تک پھیلے ہوئے ہیں یہ قوم بہت سی خوبیوں اور اوصاف کی مالک ہے ۔اپنے اپنے علاقوں میں نمایاں اثر ورسوخ رکھتی ہے ۔اس قوم کی معروف شاخ مانکیال اکوزئی کے خاندان ملک

پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ تناول تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہیں۔قوم مانکیال اکوزئی کا ایک معروف خاندان اہل کلبند ہے جسے اتنا وقار حاصل ہے کہ آج بھی وادی تناول میں اہل کلبند کے اکابرین کے بغیر کوئی جرگہ ممکن نہیں چاہے وہ سیاسی ہو مذہبی ہو یا معاشرتی۔ایک زمانہ تھا کہ قوم مانکیال کے کئی خاندان تلاش روزگار اور فکر معاش میں اپنے آبائی علاقے کو چھوڑ کر ہزارہ،تناول اور کالاڈھاکہ(موجودہ ضلع تورغر) کے مختلف علاقوں میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔چونکہ اس قبیلے کے زیادہ تر لوگ مذہب سے گہرا تعلق اور لگاؤ رکھتے تھے اس لئے وہ بالعموم امامت وخطابت کے پیشے سے ہی وابستہ تھے اور نئے علاقوں میں جا کر بھی انہوں نے یہی فریضہ سرانجام دیا۔آج بھی اس قبیلے کی اکثریت بارِیش ہے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔ان کی شادی بیاہ میں آج بھی ڈھول،باجے اور گانے بجانے والے نہیں آسکتے اگر کوئی منچلا بلالے تو یہ لوگ اس شادی کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔

قوم مانکیال کے جو لوگ اپنا آبائی علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں جا بسے تھے۔مولانا عنایت الرحمان ہزاروی کے آباؤ اجداد نے اپنی پرخلوص اور بےلوث کاوشوں سے دوبارہ ان لوگوں کو اپنے اصلی اور آبائی علاقے میں جمع کیا جو کہ اپنے قبیلے کے ساتھ محبت وہمدردی کی ایک عمدہ مثال ہے۔مولانا عنایت الرحمان کے والد محترم مولانا عزیز الرحمان دامت برکاتہم العالیہ بھی اپنے آباءواجداد جیسے ہی جذبات واحساسات رکھتے ہیں۔چنانچہ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کے قبیلہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا تذکرہ مرتب ہو۔انہوں نے یہ ذمہ داری اپنے ہونہار اور فاضل بیٹے مولانا عنایت الرحمان پر ڈالی۔فرمانبردار بیٹے نے اپنے والد محترم کی اس خواہش کو کمال خلوص،لگن اور محنت سے پایہ تکمیل تک پہنچادیا۔ان کے خاندان کے بزرگوں نے مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے قوم مانکیال کے خاندانوں کو ایک جگہ لا کر اکٹھا آباد کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔تو انھی بزرگوں کے قابل فخر چشم و چراغ

نے اپنے اسلاف کی روش پر چلتے ہوئے ''تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی''، لکھ کر ان لوگوں (قوم مانکیال) کی تاریخ کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ کام کوئی آسان کام نہیں تھا اس کے لیے مولانا موصوف نے مالی قربانی کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ قیمتی وقت بھی صرف کیا۔ کئی سال اس پر صرف کیے، راتوں کو جاگے ہیں۔ ذہنی پریشانی سے اپنا خون جلایا ہے۔ خاندانوں کے بزرگوں سے معلومات اور شجرے جمع کرنے کے لئے دور دراز کے کئی سفر کیے اور دوسری بہت سی پریشانیوں کا سامنا کیا۔ تب جا کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا ہے قوم مانکیال کے ہر ہر فرد کو مولانا موصوف کا احسان منداور شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے ان کے آباؤ اجداد کی تاریخ اور کئی شجروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے قبیلے ہیں کہ ان کے پاس اپنا کوئی تاریخی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ بس سنی سنائی کہانیاں ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مولانا عنایت الرحمان ہزاروی کی یہ کتاب مستقبل میں قوم مانکیال پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک بنیادی ماخذ ہوگی۔ اس حوالے سے کوئی بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکے گا۔

تقریظ

ازقلم: ملک محمد عظیم ناشاد اعوان

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہوا کہ مفتی عنایت الرحمان ہزاروی نے اپنی کتاب تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی بڑی محنت اور تگ و دو کے بعد مکمل کی۔ جو چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کافی عرصے سے موصوف مانکیال اکوزئی قبیلے پر مواد جمع کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ قارئین! یقین جانیے تاریخ اور علم الانساب کا علم بڑی مشقت اور جانی و مالی قربانی مانگتا ہے۔ قرآن و احادیث کے مطابق قبائل کا تصور صرف پہچان کی خاطر ہے اشرف المخلوقات کو قوموں اور قبیلوں میں صرف پہچان کی خاطر منقسم کیا گیا ہے۔ کسی قبیلے یا قوم کو ایک دوسرے پر برتری نہیں۔ برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ مفتی صاحب نے باب سوم میں اس کی بڑی عمدہ تفصیل کی ہے۔

بہرحال پٹھان قبیلہ K-P-K کا سب سے بڑا قبیلہ ہے جو کہ حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ کی اولاد ہے۔ جب کے اعوان قبیلہ K-P-K کا دوسرا بڑا قبیلہ ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد الاکبر المعروف امام حنیف کی اولاد ہے۔ مفتی صاحب کا قبیلہ اکوزئی ہے۔ پٹھان قبیلہ مزید گوتوں/خیلوں میں تقسیم ہے۔ یوسف زئی پٹھان قبیلے کی گوت ہے اور اکوزئی، یوسف زئی قبیلے کی شاخ ہے۔ یوسف زئی ابن مند کے پانچ بیٹے اکو، موسیٰ، عیسیٰ، ملی اور اوریا یوسف کے بیٹے اکو کی اولاد اکوزئی سے مشہور ہے۔

اکو بن یوسف نے دو شادیاں کی تھیں۔ زوجہ اوّل سے چار اور زوجہ ثانی سے تین بیٹے متولد ہوئے۔ مفتی عنایت الرحمان ہزاروی کا تعلق اکوزئی قبیلے سے ہے۔ موصوف کے والد محترم مولانا عزیز الرحمان ایک جید عالم دین ہیں۔

مفتی صاحب ۱۴ نومبر ۱۹۹۰ء کو علاقہ تناول U/C شیر گڑھ کے موضع رحمکوٹ

گاؤں گلی شریف میں پیدا ہوئے۔ابتدائی عصری تعلیم اقراء اکیڈمی ٹینڈ کی رمکوٹ [1] میں مولانا عبدالرزاق قادری (گلی رمکوٹ) محمد منیر (ٹینڈ کی رمکوٹ) محمد نثار (ٹینڈ کی رمکوٹ) محمد مسکین (رُگ رمکوٹ) اور دیگر اساتذہ سے حاصل کی۔بعدازاں G-M-S گلی رمکوٹ میں پڑھتے رہے۔اب یہ ہائی سکول کا درجہ رکھتا ہے۔مفتی صاحب نے ۲۰۱۲ء میں Abbotabad بورڈ سے میٹرک، ۲۰۱۴ء میں ایبٹ آباد بورڈ سے ہی F-A کیا اور ۲۰۱۷ء میں ہزارہ یونیورسٹی سے B-A کی ڈگری حاصل کی۔موصوف نے مانکیال اکوزئی قبیلے کے اکابرین اور علماء کا تذکرہ بڑے عمدہ طریقے سے کیا ہے۔حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا ہے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

مفتی عنایت الرحمان نے بڑی عرق ریزی سے اپنے قبیلے مانکیال اکوزئی پر تحقیق کی ہے۔ اور جانفشانی سے بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کر کے کتابی شکل دی ہے۔جو کہ اپنے قبیلے کے

---

[1] یہ پرائیوٹ سکول تھا جس کے پرنسپل محترم المقام جناب محمد منیر صاحب تھے۔موصوف کے مجھ پر بہت احسان ہیں۔میرا طالب علمی کا زمانہ انتہائی افلاس اور ابتلاء کا زمانہ تھا۔اگر محترم المقام جناب محمد منیر صاحب کا میرے ساتھ انتہائی مشفقانہ تعلق اور سلوک نہ ہوتا تو شاید آج میں اس مقام پر نہ ہوتا جس پر ہوں۔موصوف نے پانچ سال اپنے ادارے میں بغیر داخلہ فیس اور ماہانہ فیس لیے مجھے بڑی شفقت سے پڑھایا مجھے اچھی طرح یاد ہے جب موصوف کلاس میں تشریف لاتے تو فرماتے۔عنایت، بہت ذہین ہے اگر ان کے والد مفلس نہ ہوں تو یہ ڈاکٹر بننے کے قابل ہے۔میرے پاس دعاؤں سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز نہیں جو اپنے استاذی مکرم جناب محمد منیر صاحب کے انتہائی مشفقانہ سلوک اور ان کے احسانات کے صلے میں پیش کی جائے۔مولا کریم اپنے مقبول بندوں کے طفیل محمد منیر صاحب کی دنیا و آخرت اچھی کرے اور انھیں عمر خضر عطا فرمائے۔آمین۔عنایت الرحمان ہزاروی

محسن ہیں ۔آپ کی خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کے لیے میری طرف سے علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کا یہ شعر پیش خدمت ہے۔

ے پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آسان کر کے چھوڑوں گا

آپ نے باریک بینی، لگن اور محنت سے یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے ۔آپ اپنے قبیلے کا قیمتی اثاثہ ہیں ۔آئندہ نسلوں میں یہ کتاب ایک دستاویز ثابت ہوگی ۔قبیلے کے تمام افراد اس کتاب کا مطالعہ کریں ۔مفتی عنایت الرحمان کا تمام مواد نیک نیتی پر مبنی ہے ۔انسان پھر بھی خطا کا پتلا ہے غلطی ہو سکتی ہے آپ کے نزدیک سب لوگ قابل احترام ہیں پھر بھی اگر کوئی غلطی ہو تو مصنف کے نوٹس میں لائی جائے ۔تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے ۔آخر میں اس شعر پر اختتام کرتا ہوں کہ

ے عزم کامل ہو تو طوفان بھی ٹل جاتے ہیں
جذبے صادق ہوں تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں

والسلام

ملک محمد عظیم ناشاد اعوان

ہزارہ علم وادب اکیڈمی اینڈ لائبریری ہڑیالہ مانسہرہ
چیف آرگنائزر ادارہ تحقیق الاعوان ہزارہ ڈویژن

تبصرہ کتاب

از قلم: محمد کریم خان اعوان

تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی، مفتی عنایت الرحمان کی تالیف ہے۔کتاب ہذا میں افغان قبیلہ کی شاخ اکوزئی کا احوال بیان کیا گیا ہے۔راقم نے تحقیق الانساب جلد اوّل صفحہ ۳۰۸ و تحقیق الانساب جلد دوم صفحہ ۴۴۱ پر افغان، پٹھان، ترین، یوسف زئی، اسم زئی سندھن (سدوزئی) امازئی و خٹک وغیرہ کا مختصر احوال درج کیا ہے اور مزید تحقیق الانساب جلد سوم میں بھی زیر کار ہے۔تحقیق الانساب میں راقم نے تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی، تحقیق الا فغان، تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ، تاریخ ملکان جموں و کشمیر کے حوالہ سے درج کیا تھا کہ یہ قبیلہ قیس عبد الرشید کی اولاد سے ہے۔

قیس نے ستر آدمیوں کی قیادت کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور اسلامی نام قیس عبد الرشید رکھا۔اور قیس عبد الرشید صحابی رسول ﷺ حضرت یعقوب علیہ السلام بن حضرت اسحاق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔بلاشبہ افغان قوم ایک معزز، بہادر، جنگجو و دلیر قوم کے طور پر جانی جاتی ہے اور اس کی بے شمار شاخیں ہیں۔اس قبیلہ نے غزوہ ہند میں سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ بھی بھرپور شرکت فرمائی اور زبردست کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔جہاد ہند میں افغان قبائل کے علاوہ ترک اور علوی قطب شاہی قبیلہ کے سپہ سالار مسعود غازی بن سالار ساہو غازی بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ علی غازی بن محمد آصف غازی بن عون قطب شاہ غازی بن علی عبد المنان غازی بن حضرت محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔سالار مسعود غازی اور سالار ساہو غازی قطب شاہی علوی اعوان کے علاوہ سالار سیف الدین غازی و سالار قطب حیدر شاہ

غازی علوی قطب شاہی اعوان پسران عطاء اللہ غازی وغیرہ نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ جس کا ذکر منبع الانساب فارسی ۸۳۰ ھ مرات مسعودی فارسی ۱۰۳۷ ھ، مرات الاسرار فارسی ۱۰۶۵ ھ، مخزن افغانی، ریاض المحبت اور تاریخ علوی اعوان و تاریخ قطب شاہی علوی اعوان میں بھی درج ہے۔ اس طرح افغانی اور علوی آل ابراہیم سے بھی تعلق اور جہاد سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔

مفتی عنایت الرحمان جو کہ فارغ التحصیل مفتی عالم و فاضل ہیں نے نہایت ہی خوش اسلوبی سے مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے انساب پر قرآن و سنت کی روشنی میں تذکرہ قلمبند کیا ہے۔ کتاب ہذا اور خلاصۃ الانساب و مخزن افغانی کے مطابق قیس عبد الرشید کے چار فرزند سڑبن (سربنی)، بیٹن، بتنی (شیخ بیت)، غورغشت (غرغشتی) و کرلانی (کورکہ) تھے سڑبن کا خاص نام ابراہیم تھا لیکن حلم و تحمل کی بناء پر خواہ کوئی اسے کتنا ہی سخت و برا کہے اس کو ہرگز غصہ اور قہر نہ آتا تھا چنانچہ اس سبب کہ اس کے ماں باپ اسے کہتے تھے کیا سڑبنی ہے کہ اسے کوئی چیز گرم نہیں کرتی یہ کس قسم کی سرد طبیعت ہے۔ بیٹن کا اصل نام شیخ بیت تھا لیکن بیٹن کہلا کر مشہور ہو گیا اور اس کی اولاد کو بیٹنی کہتے ہیں۔ بیٹن ایک نیک شخص اور نورانیت مبتدین تھا۔ غورغشت (غرغشتی) کا اصل نام اسماعیل تھا لیکن بہت زیادہ لہو و لہب اور ضد بازی جو بچوں کی عادت ہے کی وجہ سے ماں، باپ اس کو کہا کرتے تھے جو بھی کام کرتا ہے آخر میں غورغشت کر دیتا ہے۔

سڑبن کے دو فرزند شرف الدین (شرجنون) و خیر الدین (خرشبون) تھے۔
شرف الدین کے پانچ فرزند شیرانی، ترین، میانی، بڑیچ و امر الدین تھے۔ شیرانی غورغشت کا نواسہ تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی اولاد غورغشتیوں میں بھی شمار ہونے لگی۔ سریانی، جلوانی، سیدانی و بابڑ وغیرہ اس کی اولاد سے ہیں۔ بابڑ کوہ کیسنہ ڈی۔ آئی۔ خان میں آباد ہیں۔ ان کے بڑے خیل بیان کیے جاتے ہیں جو مشہور نہیں ہیں لیکن ان کی اولاد شیرانی مشہور ہے۔ شیرانی

کے تین فرزند ودم، جلوانی، ہرپال تھے۔ ودم کے عمر، سیدانی، بابرومیانی تھے۔ عمر کے سات فرزند حمیم، ماہین، ابوالفرد، متخاز، جہن، یعقوب وکیپ تھے۔ سیدانی کے فرزند احمہ تھے جس کے فرزند ہوزم تھے۔ ہوزم کے پانچ فرزند یعقوب خیل، اسماعیل خیل، ابراہیم خیل، غوریا خیل ومسعود خیل تھے۔ جلوانی کی اولاد سے بکنی خیل، نسری، کونکری، مہیار، اسپندری، سروب خیل، سلار خیل، سنی خیل، بویا خیل، موسیٰ خیل وغیرہ ہیں۔ خرشبون (خیرالدین) کے تین فرزند کند، زمند (جمند) وکاسی تھے۔ کند کے دو فرزند شیخا یا شیخی (خشی) وغورا یاغوری (شیخ ابراہیم) تھے۔ شیخا (خشی) کے تین فرزند مند، مک وترک تھے۔ مند کے چار فرزند یوسف زئی، عمر کلیانی وترکلانی تھے یوسف زئی قابل ذکر گزرے ہیں ان کے نام کی مناسبت سے ان کی اولاد یوسف زئی مشہور ومعروف ہے۔ یوسف زئی کے پانچ فرزند اکو، موسیٰ، عیسیٰ، ملی اور اوریا تھے۔ اکو کی اولاد اکوزئی کہلاتی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا، تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا تعلق بھی اسی اکوزئی شاخ سے ہے اور کتاب ہذا میں بھی اس شاخ کا زیادہ تر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اکو کے فرزند شادک یا خادک (شادک زئی یا خادک زئی) ابا (ابازئی) بازید (بائی زئی) اور خواجہ (خواجہ زئی) اور رانی زئی قابل ذکر گزرے ہیں۔ پاکستان میں قطب شاہی علوی اعوان، سید آرائیں، پٹھان اور کئی خاندان شجرہ نسب کی اشاعت کا کام کرتے چلے آرہے ہیں۔ یورپین، امریکن، رشین، جاپانی یا اعلیٰ ترقی یافتہ اقوام، ذات، قوم قبیلے کے چکر سے نکل چکے ہیں وہ ولدیت میں ماں کا نام لکھتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے معاشرے میں ماں بھی اچھی طرح یہ نہیں جانتی کہ کون سا بچہ اس کے کس بوائے فرینڈ کا ہے۔ الحمدللہ مسلمان اور خاص طور پر عرب میں نسب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ میراث، شادی بیاہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے علم الانساب سے آگہی ہونا ناگزیر ہے۔ علم الانساب کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا بے شمار کتب اس موضوع پر دستیاب ہیں لیکن ۲۲ کروڑ آبادی میں اس قدر وسیع وعریض اور لامتناہی مواضع ہیں اور

افغان قبائل کی بے شمار شاخوں اور کروڑوں کی آبادی میں چند ہی لوگ ہیں جو اس کٹھن اور مشکل اور جان جوکھوں کے کام میں کودتے ہیں ۔ جناب مفتی صاحب نے نہایت ہی عمدگی سے اور اپنے اسلوب بیان سے موتی چن کر ایک لڑی میں پروئے ہیں بلاشبہ داد تحسین کے مستحق ہیں ۔کتاب ہذا لائبریریوں اور انساب کی تحقیق سے وابستہ حضرات کے لیے گراں قدر تحفہ ہے اور خاص طور پر اکوزئی شاخ کے افراد کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے ۔کتاب ہذا میں ان کے اور ان کے آباء واجداد کی تاریخ محفوظ کردی گئی ہے ۔

محمد کریم خان اعوان

ساکن سنگولہ تحصیل راولاکوٹ ضلع پونچھ آزاد کشمیر

حال پرائیوٹ سیکرٹری محکمہ مالیات

آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر مظفر آباد

تقدیم

سید صابر حسین شاہ بخاری (گولڈ میڈلسٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

علامہ مفتی عنایت الرحمن ہزاروی قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے چشم و چراغ ہیں۔آپ کے والد گرامی مولانا عزیز الرحمن ہزاروی نیک نامی میں شہرت رکھتے ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔عصری تعلیم کا آغاز اقراء اکیڈمی ٹینڈ کی رحم کوٹ سے کیا۔۲۰۱۲ء میں میٹرک، ۲۰۱۴ء میں ایف اے اور ۲۰۱۷ء ہزارہ یونیورسٹی سے بی اے کے امتحانات پاس کیے۔

دینی تعلیم جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ، دارالعلوم ضیاء القرآن اوگی، جامعہ نظامیہ رضویہ ایبٹ آباد اور اہل سنت کی مرکزی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے درس نظامی کی تکمیل کی۔آپ کے نامور اساتذہ کرام میں مولانا عزیز الرحمن ہزاروی (آپ کے والد گرامی)، علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی، مفتی محمد سلیمان رضوی، علامہ حافظ خادم حسین رضوی، علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، علامہ محمد عبد التواب صدیقی اچھروی، علامہ محمد طاہر تبسم قادری، علامہ پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ، علامہ پیر سید تصدق حسین شاہ، علامہ محمد سلیم، علامہ مفتی محمد جنید القادری اور علامہ مولانا حق نواز جدون کے اسمائے گرامی نہایت روشن اور نمایاں ہیں۔سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے وابستہ ہیں اور حضرت پیر سید عبد الحق شاہ دامت برکاتہم العالی کے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔

مفتی موصوف زمانہ طالب علمی سے ہی امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں اور اسی دوران قلم وقرطاس سے بھی رشتہ جوڑ لیا تھا۔آپ کے قلم فیض اثر سے"الدعاء

بعد صلوٰۃ الجنازۃ، اربعین رحمانیہ اور اوضح البیان‘‘ جیسی کتابیں ترتیب پائی ہیں۔

۲۰۱۷ء سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا اور اب تک آپ کے قلم سے کئی فتاویٰ سامنے آچکے ہیں۔’’عنایت الفتاویٰ‘‘ کے نام سے ان کو یکجا کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔فتاویٰ کی دنیا میں یہ یقیناً ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔

تاریخ وتذکرہ کی اہمیت وافادیت اظہر من الشمس ہے۔حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آدمیت کا آغاز ہوا آپ کی اولاد امجاد پھیلی پھولی اور آج سرزمین پر ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔آپ کی اولاد جہاں جہاں گئی قبیلے بنتے گئے۔الگ الگ خطے معرض وجود میں آتے گئے اور شناخت ہوتی گئی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ماضی کی مختلف اقوام کی تاریخ وتذکرہ واضح فرمایا ہے۔قصص القرآن، عجائب القرآن اور غرائب القرآن کے نام سے کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

تواریخ میں تاریخ ابن خلدون، تاریخ فرشتہ اور تاریخ طبری وغیرہ کے تراجم منظر عام پر آچکے ہیں۔برصغیر پاک وہند میں تاریخ وتذکرہ کی روایت کو ہر دور میں زندہ رکھا گیا ہے۔

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء) نے ’’تاریخ اسلام‘‘ اور ’’تاریخ اقوام عالم‘‘ لکھیں جنہیں شہرت عام حاصل ہوئی۔اسی طرح انجم سلطان شہباز نے ’’اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا‘‘ لکھ کر اہم کارنامہ سرانجام دیا۔

مختلف اہل قلم نے مختلف اقوام کی الگ الگ تاریخیں بھی لکھی ہیں۔مولانا ابو البرکات محمد عبد المالک کھوڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) نے ’’شاہان گجر‘‘ میں قوم گجر کی مستند تاریخ رقم فرمائی ہے۔ملک محبت حسین نے ’’تاریخ اعوان‘‘ پر کئی کتابیں مرتب کی ہیں جن میں اعوانوں کے علماء وصوفیاء کی تاریخ وتذکرہ کو بھی احسن انداز میں سامنے لایا گیا ہے۔مراد علی

نے تاریخ تناولیاں میں ''تنولی خاندان'' کی کہانی سنائی ہے۔شریف احمد شرافت نوشاہی نے ''شریف التواریخ ''، میں خاندان نوشاہی کی تاریخ محفوظ کی ہے۔اسی طرح حافظ عبد الحق سیالکوٹی نے ''تاریخ گوجراں'' میں قوم گجر کی تاریخ مرتب کی ہے ۔راجہ دائر الزمان نے ''تاریخ گھکڑاں'' میں گھکڑ قوم کی تاریخ ترتیب دی ہے۔اور پروفیسر منظور الحق صدیقی نے ''مآثر الاجداد'' میں صدیقی خاندان کی سرگزشت سنائی ہے۔سادات کرام کی تاریخ وتذکرہ پر تو بے شمار کتابیں چھپ چکی ہیں ،اولیاء کرام کے تذکار پر بھی کتابوں کی تعداد لامحدود ہے۔پٹھانوں کی تاریخ و تذکرہ پر مختلف اہل قلم نے اپنے اپنے انداز میں قلم اٹھایا ہے۔خان روشن خان نے ''پٹھانوں کی اصلیت'' اور یوسف زئی قوم کی سرگزشت'' مرتب کی ہیں۔

محمد اسلم خان جدون نے ''تاریخ الافغانی ''غلام نبی خان نے ''الافغانی تنولی'' اللہ بخش یوسفی نے ''یوسف زئی افغان'' میں پٹھانوں کی مختلف شاخوں پر قلم اٹھایا ہے۔

علامہ مفتی عنایت الرحمن ہزاروی بچپن سے ہی اپنے والد گرامی سے اپنے اجداد کے علمی کارناموں اور دینی خدمات کے واقعات سنا کرتے تھے پھر آپ نے جب خود اپنے اسلاف کی روشن تاریخ میں دل چسپی لینی شروع کی تو والد گرامی نے آپ کو حکم فرمایا کہ تم'' قوم مانکیال اکوزئی'' کا تذکرہ مرتب کرو۔چنانچہ آپ نے اپنے والد گرامی کے حکم کی تعمیل میں ۲۰۱۱ء سے اس تذکرہ کو ترتیب دینا شروع کیا۔آپ نے دور دراز علاقوں کے سفر کیے،مختلف اہل علم سے ملاقاتیں کیں، لائبریریوں کو کھنگالا، تاریخ وتذکرہ پر لکھی گئی کتابوں کی ورق گردانی کی۔الغرض اپنے جداعلیٰ حضرت مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف کا شجرہ نسب اور اس قوم کے علماء وصوفیاء، ادباء اور سیاستدانوں کے حالات جمع کرنے میں آپ نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی مختلف دیہاتوں، قصبوں، اور شہروں میں جاجا کر اس قوم کے نامور افراد سے معلومات اکٹھی کیں۔آپ کو اس دوران بعض تلخ تجربات سے بھی گزرنا پڑا لیکن آپ نے حوصلہ نہ ہارا اور

بالآخر ''تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی'' مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

فاضل تذکرہ نگار نے ''وجہ تالیف'' میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ ۱۹۴۰ء سے قبل قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے تمام بزرگان دین اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور ''راہ ورسم منزل ہا'' کے راہی تھے مگر افسوس کے اس کے بعد اس قوم کے بعض لوگ اس میخانے کے ساقی نہ رہے اور دوسرے فرقوں میں داخل ہو گئے۔

؎ بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

چاہیے تو یہ تھا کہ فاضل تذکرہ نگار ان اسباب کا جائزہ لیتے جن کی وجہ سے اس قوم کے لوگوں نے دوسرے فرقوں کو قبول کیا اور پھر ان کا ازالہ کرتے اور ایسے نتائج مرتب کرتے تا کہ آئندہ اس قوم کے مزید افراد کسی کے چنگل میں جانے سے باز رہتے۔

فاضل تذکرہ نگار نے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا تذکرہ و تعارف کرانے میں زرا بھی بخل سے کام نہیں لیا۔حالانکہ موصوف خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن تذکرہ میں اس قوم سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات کے حالات و کوائف دے دیے ہیں۔آپ نے اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیوبندی، اہل حدیث، جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والی تمام اہم شخصیات کو بھی اس تذکرہ میں مناسب جگہ دی ہے۔

علامہ مفتی عنایت الرحمن ہزاروی نے اپنا رہوار قلم چلایا اور تذکرہ کو مرتب کر کے نہایت طریقہ وسلیقہ سے اپنی قوم کے سامنے لایا ہے۔البتہ یہ کتاب چونکہ ایک تاریخ ہے اس لیے اس کا اسلوب بیان بھی مؤرخانہ ہونا چاہیے تھا تاہم بعض مقامات پر اس میں جارحانہ اور مناظرانہ انداز بیان اختیار کیا گیا ہے جو کہ مناسب نہیں ہے۔بہر حال اپنی پوری قوم کی طرف سے موصوف یقیناً مبارک باد اور ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔

یہ تذکرہ تین ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اپنے دامن میں معلومات کا خزینہ لیے ہے۔ پہلے باب میں آپ نے پٹھان، افغان اور خان کی وضاحت فرمائی ہے۔ پٹھانوں

کی اصلیت بتائی ہے۔مانکیال کی وجہ تسمیہ،اکوزئی یوسف زئی،ہتولی قوم،کوہستانی قوم،تراوڑہ قوم کی وضاحت فرمائی ہے پشتو زبان اور گاؤں ڈنہ کا تعارف دیا ہے،شجرہ نسب نقل کیا ہے۔

حضرت سیدنا قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ،حضرت اخون سالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس قوم کے جد امجد مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دیے ہیں۔نیز اہل کلبند کا تعارف بھی کرایا ہے۔

دوسرے باب میں اس قوم کے تمام نامور علماء کرام،صوفیاء عظام اور سیاستدانوں کا تعارف کرایا ہے۔اگرچہ اس باب میں بلاتفریق مسلک تمام کا تعارف کرایا ہے لیکن یہاں صرف چند علماء کرام اور صوفیاء عظام کے اسمائے گرامی پر اکتفا کیا جاتا ہے جنھوں نے مختلف ملی اور اسلامی تحریکوں میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

علامہ مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ برہ زئی چھچھ کے نامور عالم دین تھے آپ نے کم و بیش پچاس حج ادا کیے اور دربار رسالت ﷺ پر حاضری دی اور آپ جنت البقیع میں محو خواب ہیں۔عارف کامل علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ(م:۱۳۱۵ھ/ ۱۸۷۹ء) کے ہم نوا تھے۔غیر مقلدین کے ساتھ مناظرے میں آپ بھی ان کے ہمراہ تھے اس کی تفصیل ''ابحاث فرید کوٹ''،میں دیکھی جاسکتی ہے۔

علامہ قاضی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (چھری والا بابا) عالم فاضل اور عارف کامل تھے۔علامہ قاضی محمد اسماعیل (م:۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء) (گاؤں گلی شریف) متبحر فاضل اور بے مثل مناظر تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

مولانا محمد ایوب برہ زئی سے تعلق رکھتے ہیں،کتاب دوست اور کتاب شناس ہیں راقم کے مہربان اور قدردان ہیں۔احقاق حق اور ابطال باطل میں اسم با مسمیٰ ہیں۔

مولانا رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) ایک عظیم قاری اور مبلغ تھے اور

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے حصہ لیا تھا۔

مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) کا گاؤں جبڑ سے تعلق ہے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ نے حصہ لیا تھا۔

مولانا قاضی صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مقتدر عالم، مفتی اور قاضی تھے اصلاح معاشرہ میں آپ نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

علامہ قاضی علی بابا المعروف شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور صوفی با صفا تھے۔ اسلام کی تبلیغ میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔علامہ مولانا قاضی عبدالمستعان رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) ایک عالم باعمل،فقیہ زماں اور مناظر اسلام تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کا کردار نمایاں رہا ہے۔

علامہ مولانا قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء) عالم فاضل تھے، خدمت خلق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے حصہ لیا تھا۔

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم العالی تذکرہ نگار کے والد گرامی ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں معروف ہیں۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے حصہ لیا تھا۔

غازی اسلام مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) برہ زئی کے وہ مرد مجاہد ہیں جنھوں نے ایک گستاخ رسول بشن داس عرف بشو کو واصل جہنم کیا تھا۔آپ نے جس وقت اس شاتم رسول کو واصل جہنم کیا تھا اُس وقت آپ ایک طالب علم تھے اور برہ زئی میں حضرت مولانا صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زیر تعلیم تھے۔ ۴، اگست ۱۹۳۷ء کو آپ کو سات سال قید بامشقت سنائی گئی۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو راولپنڈی سنٹرل جیل سے آپ رہا ہو گئے تھے۔آپ کی رہائی کی صورت احوال راولپنڈی صدر گوالمنڈی سے مولانا حافظ غلام محمود

رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاتقیاء حضرت علامہ مولانا میاں عبد الحق غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء) کے نام ایک خط میں تحریر فرمائی ہے۔ یہ خط ۹ پیسے کے پوسٹ کارڈ پر تحریر کیا گیا تھا اس پر حضرت کا پتا یوں درج کیا گیا تھا:

تحصیل و ضلع کیمبل پور

ڈاکخانہ غورغشتی بمقام ایضاً

مسجد ڈھیری سروالی بخدمت

جناب مخدومنا میاں عبد الحق کے مشرف ہو۔

قارئین کی ضیافت طبع کے لیے یہ یادگاری خط من وعن پیش خدمت ہے تاکہ ناموس رسالت ﷺ کے یادگار لمحات ملاحظہ کر کے آپ کا ایمان تازہ ہو سکے کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی میں ایسے ایسے عظیم فرزند سامنے آئے ہیں جنھوں نے تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔

۷۸۶

احقر حافظ غلام محمود ۴۲۔۱۰۔۲

از راولپنڈی صدر گوالمنڈی

بحضور جناب مخدومنا دام فیوضلکم!

بعد از السلام علیکم کے واضح ہو کہ ۴۲۔۱۰۔ا تاریخ کو یعنی بروز جمعرات برخوردار غازی عبد المنان بفضل خدا اور آپ لوگوں کی دعا سے رہا ہو کر فی الحال رمضان شریف کی وجہ سے مصلحتاً طور پر جڑانوالہ کو اسی وقت گاڑی پر سوار کر کے بھیج دیا ہے۔ عید الفطر کے بعد ان شاء اللہ راولپنڈی اور حضرو میں بھی جلوس نکالا جائے گا۔ تاریخ مقررہ کے بعد آپ کی خدمت میں ان شاء اللہ عریضہ ارسال کیا جائے گا۔ فقط میری

طرف سے برخوردار محمد نعمان کی خدمت میں بھی اور ڈاکٹر عبدالشکور کو
دعا سلام و مبارک ہو، جملہ محبان کو دعا سلام قبول ہو۔ رہائی کے وقت
افسران جیل کی طرف سے بھی عبدالمنان کو پھولوں کے ہار گلے میں
پہنائے گئے۔

احقر حافظ غلام محمود

از راولپنڈی صدر گوالمنڈی ۴۲-۱۰-۲ [1]

ایک دوسرے بزرگ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ (م: ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء) کا تعلق تناول کے گاؤں شوشنی سے تھا۔ آپ عالم فاضل اور درویش صفت تھے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ کا کردار رہا ہے۔

مجموعی طور پر اس باب میں ستر (۷۰) علمائے کرام وصوفیاء کرام اور غازیان اسلام کے احوال شامل کیے گئے ہیں۔ باب کے آخر میں دس مختلف سیاسی شخصیات کے احوال دیے ہیں جن کا تعلق قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے ہے۔

تیسرے اور آخری باب میں حسب ونسب، شجرہ نسب کی شرعی حیثیت، قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں پر ایک نظر ڈالی گئی ہے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے اعلام کتاب کے سنین وفات اور مدفن کی تفصیل دی ہے۔

کتاب کے آخر میں ماخذ و مراجع کی فہرست بھی دے دی ہے جو محققین کے لیے مشعل راہ ہوتی ہے۔

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا یہ تذکرہ علامہ مفتی عنایت الرحمن ہزاروی نے ۲۰۱۱ء سے مرتب کرنا شروع کیا اور مئی ۲۰۱۷ء کو اس کی تکمیل ہوئی۔ درمیان میں کئی سال موصوف اس کتاب کی طرف توجہ نہ کر سکے جس کا ذکر انھوں نے ''عرض مصنف کے تحت کیا

---

[1] نوٹ: یہ نادر و نایاب خط راقم کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ صابر۔

ہے''۔مفتی صاحب نے خون جگر سے اس تذکرہ کو ترتیب دیا ہے قوم کو آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انھوں نے سلک مروارید کی طرح بکھری قوم کے علماء وصوفیاء کے تذکرہ کو صفحۂ قرطاس پر لایا۔یقیناً یہ ان کی اچھی کاوش ہے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔فاضل تذکرہ نگار سے کسی کو اختلاف تو ہوسکتا ہے لیکن ان کی اس محنت،لگن اور تحقیق سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔یہ اس قوم کے تذکرہ کا نقش اوّل ہے،اُمید ہے فاضل تذکرہ نگار اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش جاری وساری رکھیں گے۔اس تذکرہ میں فاضل تذکرہ نگار نے صوفیاء کرام علماء کرام اور غازیان اسلام کے احوال قلم بند فرمائے ہیں یہ کاوش اس تذکرہ کی روح ہے۔دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ان کے احوال کو شرف قبولیت سے نوازے اور انھیں شہرت عام اور بقائے دوام بخشے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء اُمتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

گدائے کوئے مدینہ شریف
سید صابر حسین شاہ بخاری
ادارہ فروغ افکار رضا برھان شریف ضلع اٹک پنجاب

عکس خط مولانا حافظ غلام محمود بنام مولانا عبد الحق غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہم

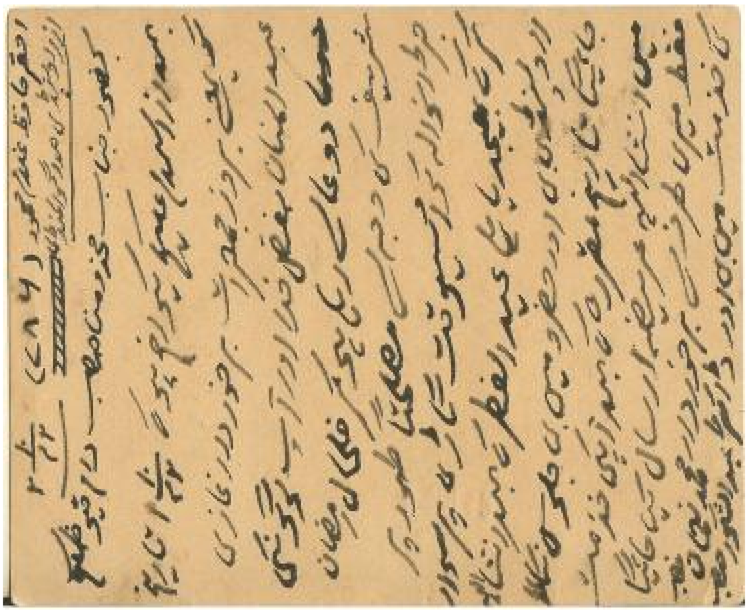

اعتذار

بندہ پر تقصیر کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ فن تصنیف و تالیف کی مجھ گہنگار میں اہلیت نہیں۔ فقط اس نیت سے قلم اٹھایا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کا ذکر ہو جنہوں نے ساری زندگی اس علاقے (تناول) میں قال اللہ و قال الرسول کی صدا سے لوگوں کے دل نور ایمان سے گرمائے۔ اور والد محترم کا حکم بھی یہی تھا کہ میں اپنے آباء و اجداد اور قوم کے اکابرین کا ذکر خیر قلمبند کروں۔ میں نے ان دو وجوہات کی وجہ سے اپنے قلم کو حرکت دی۔ ہو سکتا ہے میرے قلم کو حرکت دینے کی وجہ سے مجھ گنہگار کا نام بھی ان نفوس قدسیہ کے ناموں کے ساتھ شامل ہو جائے جنہوں نے شب و روز محنت شاقہ سے دین متین کا کام کیا۔ کیونکہ حدیث پاک ہے! "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" جو کسی قوم سے مشابہت کرے تو وہ انہیں میں سے ہے۔

لہذا قارئین کرام اور بالخصوص اہل علم حضرات کی بارگاہ میں ملتمس ہوں کہ اس سیاہ کار کی کوتاہیوں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے دامن عفو میں جگہ عنایت فرمائیں اور دعائے خیر سے نوازیں۔ اور اگر کوئی خیر اور بھلائی کی بات دیکھیں تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اگر غلطی دیکھیں تو وہ میری طرف سے ہے۔ آپ بس اتنی نوازش فرمائیں کہ مطلع فرما کر اجر عظیم حاصل کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کا ازالہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ میری اس تاریخی اور تحقیقی کتاب کو قبول فرمائے اور میری، میرے والدین میرے اساتذہ اور پوری امت مسلمہ کی مغفرت فرمائیں۔ آمین

خادم العلماء والطلباء
عنایت الرحمان ہزاروی عفی عنہ

عرضِ مصنف

راقم الحروف ایامِ طفولیت میں اپنے والد محترم پیکرِ اخلاص ومحبت حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان اَطَالَ اللّٰہُ عُمُرَہٗ سے اپنے اسلاف کے علمی کارناموں اور دینی خدمات کے واقعات سنا کرتا تھا۔ مراہقانہ عمر میں ان واقعات میں دلچسپی لیتے ہوئے اکثر والد محترم سے اپنے اسلاف کے علمی کارناموں کے بارے میں استفسار کرتا اور وہ بڑی محبت وشفقت سے ان کے حالات وواقعات بیان کرتے۔ لیکن ۲۰۰۳ء میں عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں حفظ قرآن کے لئے داخلہ لیکر اپنے دینی تعلیمی سفر کا آغاز کیا تو والد گرامی سے کچھ عرصہ کے لئے جدائی کا غم اور اسلاف کے علمی کارناموں کے واقعات سننے سے بظاہر دور رہنا پڑا۔

البتہ سالانہ چھٹیوں میں جب گھر آتا تو بزرگوں کے حالات سننے کا موقع ملتا رہتا یوں ہی وقت گزرتا رہا اور زندگی اپنے کرتب دکھاتی رہی کہ ۲۰۱۰ء میں راقم درس نظامی کے مروجہ تعلیمی نصاب میں درجہ ثالث کی کتب پڑھ کر امتحان میں پاس ہوگیا تو والد محترم نے حکم ارشاد فرمایا کہ بیٹا! قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا شجرہ نسب مرتب کر کے اسکو کتابی صورت میں لانے کا بندوبست کرو۔ بظاہر یہ کام آسان لگ رہا تھا لیکن جب راقم نے اس کام میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ یہ کام اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بہر حال تائید خداوندی اور رسول محتشم ﷺ کی نظر کرم پر تکیہ کرتے ہوئے خدا کا نام لے کر سلسلہ تالیف شروع کر دیا۔ اس کام کے لئے ارض پاکستان کے مختلف شہروں، گاؤں اور دیہاتوں کیلئے رخت سفر باندھنا پڑا مثلاً کراچی، لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، مردان، صوابی، چھچھ برہ زئی اٹک اور سوات کے علاوہ بھی مختلف شہروں دیہاتوں اور قصبوں میں جا کر قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مجاہد اسلام حضرت مولانا عبد الکریم قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز کے اخلاف کا مکمل شجرہ نسب بمطابق ۵ فروری ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ کو مرتب کر دیا تھا اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے بزرگوں

سے تائید وتوثیق بھی کروالی تھی۔لیکن پوری قوم کے علماء وسیاسی قائدین کے حالات وکوائف قلمبند کرنے کا کام ابھی باقی تھا۔راقم نے حالات وکوائف جمع کرنے کا کام بھی شروع کرلیا تھا لیکن تعلیمی مشاغل کی وجہ سے پوری توجہ اوریکسوئی کے ساتھ اس پر کام نہیں کرسکا۔اللہ کا کرنا کہ غالباً جون ۲۰۱۲ء کو مجھ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا جس کی وجہ سے پورے ۸ ماہ راولپنڈی ہسپتال میں ایڈمٹ ہونا پڑا۔۸ ماہ کے علاج اور آرام سے اللہ سبحانہ نے اپنے فضل وکرم سے صحت وقوت بحال کردی اور تعلیمی سفر پھر جاری رکھا تعلیمی مشاغل کی وجہ سے اس کتاب کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۰۱۵ء میں عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، امام المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی، شیخ الحدیث مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالتواب صدیقی اچھروی اور پیکر اخلاص ومحبت شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل الحنان سعیدی سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر امامت، خطابت اور درس و تدریس میں ایسا مصروف ہوا کہ اس کام (تذکرہ مانکیال اکوزئی) کی طرف توجہ ہی نہ گئی۔

جنوری ۲۰۱۷ء کو والد گرامی مدظلہ العالی نے شجرہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے متعلق استفسار کیا تو بندہ ناچیز کو ندامت اٹھانا پڑی ۔تاہم اس دوران راقم کی دوسری کتابیں ''اوضح البیان فی جواز الحیلۃ والاسقاط مع دوران القرآن'' اور ''دھوکہ مت کھائیے'' مکمل ہوئیں جن کے قلمی نسخے راقم کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں مگر افسوس کہ وسائل کی کمی کے باعث یہ کتابیں ابھی تک منصہ شہود پر جلوہ گر نہ ہوسکیں ۔جنوری ۲۰۱۷ء میں اس تذکرہ کے کام کی تکمیل کیلئے میں نے عزم مصمم کرتے ہوئے لوگوں سے رابطے کرنے شروع کیے۔

علماء وسیاسی حضرات کے حالات وکوائف جمع کیے بعض تاریخی حوالہ جات سے اور بعض اپنی بساط کے مطابق ورثاء سے رابطہ کرکے انتہائی احتیاط سے اکٹھے کیے ہیں ۔مگر افسوس کہ بعض حضرات نے اپنے بزرگوں کے حالات کی فراہمی کی یقین دہانی کرائی لیکن بار بار یاد دہانی کے باوجود اب تک ہمیں کوائف نہیں مل سکے ۔اس باب میں ماضی کے علماء کے حالات و

کوائف نقل کرنے سے مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ کسی کی سوانح عمری مرتب کرنا تالیف کے میدان میں مشکل ترین کام ہے۔خاص کر جب صاحب سوانح کے بارے میں کوئی تحریری مواد سامنے موجود نہ ہو۔ایسی صورت میں تذکرہ نگاری کے لئے واقعات چن چن کر لینے پڑتے ہیں۔کیونکہ ہر منسوب واقعہ کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ درست ہو اس کے لئے بسا اوقات واقعہ کو داخلی اور خارجی قرائن کی روشنی میں پرکھنا پڑتا ہے۔ورنہ کسی غیر مستند واقعہ کے نقل کرنے سے عند اللہ مسئولیت کے علاوہ نتائج اور اثرات وثمرات کی ذمہ داری قبول کرنی پڑتی ہے جو انسانی طاقت سے بالا ہے۔راقم الحروف کو ماضی بعید کے علماء و صوفیاء کے حالات وکوائف کے لئے جگہ جگہ، گلی گلی محلوں اور شہروں میں بزرگوں سے ملنا پڑا جو کچھ ہاتھ لگا۔اسکو داخلی وخارجی قرائن کی روشنی میں پرکھنے کے بعد آپ کے سامنے پیش کر دیا اور ساتھ حاشیہ میں راویوں کے نام بھی درج کر دیے۔شاید بندہ ناچیز کی اس حقیر کوشش سے کسی خود ستائی یا اپنے اسلاف کے کارناموں پر بے جا فخر کرنے کا شبہ ہو یا کہیں علو نسب کی خوش فہمی میں ابتلاء کا دھوکہ ہو۔لیکن ان تمام امکانی بے بنیاد شبہات کے خدشہ کے باوجود مجھے اپنے اسلاف اور خاندان وقوم کا تاریخی اور علمی تذکرہ مرتب کرنے پر اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہی جواب دہرانا ہے جو مجھ سے قبل عالم اسلام کے مفکرین و مصنفین نے فرمایا ہے وہ یہ کہ کسی صاحب قلم فرزند کے لئے یہ بات شرم اور معذرت کی نہیں سمجھی گئی کہ وہ اپنے نامور اور صاحب کمال باپ یا خاندانی علماء کی سوانح لکھے اور ان کے صحیح حالات زندگی علمی و دینی خدمات اور تصنیفی کارنامے دنیا کے سامنے پیش کرے جن میں نئی نسل کے لئے استفادہ و رہنمائی کا وافر سامان ہو۔اس لئے اخلاقی طور پر ہم بھی اس بات کے مکلف تھے کہ اپنے اسلاف کے حالات اور علمی خصوصیات آئندہ نسل کے لئے محفوظ کر لیں۔سو یہ ہماری ابتدائی کوشش ہے۔اس قوم کے درجنوں ایسے علماء کے حالات شامل نہیں جنکی علمی عظمت کے باوجود رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے حالات سے واقف نہ ہو سکے تاہم ایسے نامور علماء کے حالات ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں کتاب کا حصہ ہونگے۔اس کتاب میں قوم مانکیال

اکوزئی یوسف زئی سے تعلق رکھنے والے بلاتفریق مسلک علماء وصوفیاء اور سیاسی حضرات کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس سے قبل ان کے حالات اور علمی وسیاسی کارناموں کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی جس کی بڑی وجہ وسائل کی کمی اور فرصت کی قلت ہے۔جیسا کہ ہم پہلے نقل کر چکے کہ بہت سے علماء کا ذکر اس کتاب میں شامل نہیں کیا جاسکا اور اس کی وجہ بھی ہم بیان کر آئے ہیں تاہم آثار قدیمہ کے ماہرین اس زمانے میں دور دراز کھنڈرات اور ویرانوں میں محنت کرتے ہیں اور قدیم ثقافت کے ورثہ کو تلاش کرتے ہیں اس مقصد کیلئے سرکاری سطح پر زر کثیر خرچ کر کے جو مل جائے اس کو منظر عام پر ضرور لاتے ہیں تو ہم بھی اس قاعدے پر فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے تکمیل اور جامعیت کی الجھنوں میں پڑے بغیر اس کی اشاعت کو مزید التواء میں نہیں ڈالنا چاہتے راقم کو یہ اقرار ہے کہ یہ کتاب میرے خاندان اور قوم کے اجداد کے بارے میں ہے ۔اس لئے اگر قاری کو کہیں مبالغہ آمیزی کا احساس ہو یا سیاق و سباق کے حوالہ سے کہیں تاریخی حوالہ غیر معیاری نظر آئے تو اپنی مسئولیت کا احساس کر کے اطلاع دینے کی ذمہ داری قبول فرمائیں ۔تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے ۔ہاں یاد آیا حوالے براہ راست کتب سے دیئے گئے ہیں البتہ جب اصل مصدر راقم کو دستیاب نہیں ہوسکا تو اسکے بالواسطہ حوالے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

احقر العباد عنایت الرحمن ہزاروی گولڑوی غفرلہ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

گاؤں گلی رحمکوٹ u/c شیر گڑھ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

۲۳ مئی ۲۰۱۷ء

وجہ تالیف

تذکرہ مانکیال (المعروف مانٹرکیال) اکوزئی یوسف زئی کو تالیف کرنے کی ایک وجہ تو آپ ”عرض مصنف“ کے تحت پڑھ آئے کہ والد گرامی فخر العلماء حضرت علامہ عزیز الرحمن حفظہ اللہ تعالی نے ضرورت وقت کے خیال سے مجھے قوم مانکیال کا شجرہ نسب اکٹھا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔اس عظیم ذمہ داری کے برداشت سے خود کو عاجز پا کر بھی معذرت نہ کرسکا۔ بالآخر اللہ کی تائید اور اساتذہ وعلمائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر کرم پر تکیہ کرتے ہوئے خدا کا نام لے کر سلسلہ تالیف شروع کر دیا۔ بہر حال یہ قوم مانکیال کے ان اکابر علماء واولیاء کی محض نگاہ کرم کا صدقہ ہے جن کی ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کرتے ہوئے گزری۔ان کے طفیل یہ کتاب تالیف ہوئی ورنہ!!

من آنم کہ من دانم

کہاں اس قوم کے علماء وصوفیاء کی سوانح حیات کی ترتیب وتدوین اور کہاں یہ ظلوم وجہول بے بضاعت!!! چہ نسبت خاک راعالم پاک

کتاب تالیف کرنے کی دوسری وجہ حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عِندَ ذِکْرِ الصَّالِحِینَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ [1] کے صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے تقریباً ۱۹۴۰ء سے قبل تمام بزرگان دین اہل حق کے طائفہ سے تھے،ان کا خوارج وروافض سے کوئی تعلق نہ تھا۔قوم مانکیال کے موجودہ بزرگوں کا بیان ہے کہ ہم اور ہمارے آباء واجداد وہ تمام معمولات کرتے تھے جو آجکل اہلسنت وجماعت کرتے نظر آتے ہیں۔مگر افسوس کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبدالکریم قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز کے اخلاف میں اندازاً ۱۹۴۰ء کے بعد بعض احباب

---

[1] حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۳۵ رقم ۱۰۷۵

نے اسلاف کے مسلک کو ترک کر کے وہابی مذہب اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ بہر حال یہ تاریخی حقائق ہیں جو کسی بھی اہل علم اور صاحب ذوق و منصف مزاج تاریخ دان سے کیونکر او جھل اور مخفی ہو سکتے ہیں؟ سینوں اور سفینوں سے تاریخ کے یہ سنہری نقوش کیسے مٹ سکتے ہیں۔ جو اپنی تابانی لہروں میں پکار پکار کر یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ

؎ گو کہ ہم صفحہ ہستی پر تھے اک حرف غلط
لے کر اٹھے بھی تو نقش اپنا بٹھا کے اٹھے

یاد رہے کہ اس قوم کی اکثریت پھر بھی قدیم طریقوں پر شدت کے ساتھ قائم رہی اور الحمد اللہ آج بھی اہلسنت و جماعت کے مسلک پر قائم و دائم ہے اگر ہماری اس تحقیق پر کوئی صاحب معترض ہو تو ہم پہلے عرض کر دیتے ہیں کہ تاریخی حقائق عقائد نہیں ہوتے اگر ہماری بات غلط ثابت ہو جائے تو ہم اپنی بات کاٹ کر معترض کی بات لکھ دیں گے یہ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں یہ تو تحقیق و ریسرچ ہے جو بات ثابت ہو گی وہی لکھی جائے گی۔ ہاں تو ذکر تھا راقم کی کتاب تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا۔ ہماری اس کتاب کو تالیف کرنے کی دوسری وجہ یہ علماء و صالحین تھے جنہوں نے ساری زندگی اس علاقے (تناول) میں علم اسلام کو بلند رکھا۔ اللہ کریم اپنے ان مقبول بندوں کے طفیل جن کے ذکر خیر پر یہ کتاب مشتمل ہے اس بندہ پر تقصیر اور اس کار خیر میں حصہ لینے والے تمام احباب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر فوز و فلاح دارین اور جملہ قارئین کرام کے لئے سعادت دارین کا موجب بنائے۔ آمین ثم آمین

احقر العباد عنایت الرحمن ہزاروی گولڑی غفرلہ وعفی عنہ

۲۳ مئی ۲۰۱۷ء

اظہار تشکر

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ ۝

مَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرِ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرِ اللہِ

بندہ ناچیز ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے بعض امور میں اپنی مصروفیات کے باوجود خوش دلی سے مخلصانہ تعاون کیا ان کا ذکر نہ کرنا بعید از انصاف ہوگا۔ اس کام میں میرا ہاتھ بٹانے میں اخی مکرم جناب مولانا عطاء الرحمان، مولانا حافظ محمد زاہد (کُلۡبَنۡد شریف چھراسی) محترم المقام جناب محمد افضل (چچھ برہ زئی) ان کے علاوہ والد گرامی پیکر اخلاص ومحبت حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمن اطال اللہ عمرہ کا خصوصی طور پر ذکر کروں گا جنہوں نے اس کام میں سب سے زیادہ مہربانی فرمائی اور حضرت علامہ پیر سید غلام مصطفی شاہ زید مجدہ (واہ کینٹ) کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تاریخی کتب مہیا کرنے میں مدد کی۔

ان کے علاوہ اپنے محسن ومشفق جناب ملک خلیل الرحمن بن ملک فضل محمود (ڈنہ) کا ممنون ہوں جنہوں نے تاریخی کتب مہیا کرنے کے علاوہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری (برھان شریف اٹک) نے ”تقدیم“ لکھ کر راقم پر شفقت فرمائی۔ محمد تصدق رضا، اسلم مارکیٹ واہ کینٹ نے کمپوزنگ کی، افضل شاہد اعوان (مدیر اعلیٰ سہ ماہی رسالہ البرھان الحق واہ کینٹ) نے تاثرات لکھ کر حوصلہ افزائی کی۔ اخی مکرم مولانا عطاء الرحمن نے اپنی مصروفیات کے باوجود پروف ریڈنگ فرمائی۔ مؤرخین نے تقاریظ لکھ کر کتاب کو چار چاند لگا دیئے سچ تو یہ ہے کہ اس تذکرے کی ترتیب وتدوین میں ان سب کا زیادہ حصہ ہے۔ راقم کے پاس دعاؤں سے بڑھ کر اور کوئی ایسی چیز نہیں جو ان کے مخلصانہ تعاون کے صلے میں پیش کی جائے۔ مولا کریم اپنے مقبول بندوں کے طفیل ہم سب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر فوز وفلاح دارین اور قارئین کرام کے لئے سعادت دارین کا موجب بنائے۔

اگرچہ ہم نے اپنی دانست کے مطابق کتاب کو اغلاط سے پاک رکھا ہے تاہم ہمارا پھر بھی ہرگز یہ دعوٰی نہیں کہ یہ کتاب اغلاط سے بالکل مبرا ہے۔ بھلا انسان کا کام اور وہ بھی مجھ جیسے بے بضاعت اور پر تقصیر کا کام غلطی سے کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ

؎ تم تو پھولوں کے طلب گار نظر آتے ہو
میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں

مگر اب بھی ہم شرح صدر کے ساتھ کہتے ہیں جو حضرات بھی ہمیں ہماری کوتاہیوں پر آگاہ کریں گے تو ہمیں معقول اغلاط کی درستگی میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز !!

ہزاروی غفرلہ

۲۳ مئی ۲۰۱۷ء

تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی تبویب

تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کو میں نے ۱۳ ابواب میں مرتب و مدون کیا ہے ان ابواب کی مباحث میں دوسری ضروری اور مفید تفصیلات بھی آگئی ہیں ابواب کی ترتیب اس طرح ہے۔ باب اول میں لفظ پٹھان، خان، افغان پر مختصر مگر جامع بحث کی ہے ساتھ ساتھ پٹھانوں کی اصلیت، ان کا قبول اسلام، قوم مانکیال سے ان کا تعلق اور قوم مانکیال کے جد امجد مولانا عبدالکریم اور ان کے پیر و مرشد حضرت اخون سالک بابا (سالاک) رحمۃ اللہ علیہما کا ذکر خیر ہے۔ باب دوم میں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے علماء و سیاسی حضرات کے حالات و کوائف لکھے گئے ہیں۔ باب سوئم میں حسب و نسب کا معانی و مطلب، شجرہ نسب کی شرعی حیثیت، اہمیت نسب، افتخار نسبی کی ممانعت، نسب بدلنا گناہ عظیم، پیشہ نسب نہیں اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں پر تفصیلی نظر کے ساتھ ساتھ اس قوم کا مکمل شجرہ ہائے نسب بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ اس عظیم قوم کے حالات و کوائف کے متعلق میری معلومات کے مطابق پہلی کتاب ہے۔

میں نے کتب تاریخ اور دور و نزدیک سفر کر کے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا ہے۔ مانکیال کی وجہ تسمیہ، اس قوم کے جد امجد کی دینی و جہادی خدمات، وادی تناول میں سکونت اختیار کرنے کا مقصد ان کے مکمل شجرہ ہائے نسب اور موجودہ و ماضی کے علماء و سیاسی حضرات کے حالات زندگی، یہ میرے مطلوبہ مقاصد تھے۔ میں اپنے مقاصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس بات کو قاری پر چھوڑتا ہوں۔ تاریخ سے اختلاف ہوا کرتے ہیں اور شاید بعض میرے اپنے بھی میری تحقیق و تحریر سے اتفاق نہ کریں۔ اختلاف رائے کوئی بری بات نہیں لیکن مجھے خوشی ہوگی کہ وہ حضرات اپنی تحقیق سامنے لائیں۔ میں نے یہ کتاب دستیاب اطلاعات کی بنیاد پر لکھی ہے۔ عین ممکن ہے کہ اگلے ایڈیشن تک مزید نئی معلومات

سامنے آئیں اس طرح یہ سلسلہ ان شاء اللہ آگے بھی جاری رہے گا۔ خداوند بزرگ و برتر سے التجا ہے کہ اس ناچیز نے اپنے قبیلے کو شناخت دینے کی جو سعی کی ہے وہ اسے دوام بخشے اور میرے قبیلہ میں محبت واخوت کے پھول کھلادے آمین

بندہ ناچیز عنایت الرحمان ہزاروی عفی عنہ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

باب اوّل

لفظ پٹھان کی وجہ تسمیہ

قارئین! ہم یہاں لفظ پٹھان کے متعلق چند مؤرخین کی آراء پیش کرتے ہیں کہ آیا پٹھان ہے کیا؟ ان شاء اللہ ہماری اس کاوش کو محققین و مؤرخین قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

مشہور مؤرخ ابوالقاسم محمد فرشتہ رقم طراز ہے۔

اسلامی بادشاہوں کے عہد میں جب پہلی بار یہ قوم ہندوستان میں آئی تو پٹنے میں آباد ہوئی اس لئے اہل ہندان کو پٹھان کہنے لگے۔ ۱

یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس نے لکھا ہے کہ!

یہ لوگ عرف عام میں پشت کوہ کے باشندے مشہور تھے۔ اس نے یونانی زبان میں پشت کوہ کو پکٹیا یا پکٹر کا لکھا ہے بعدہ پشتون یا پختون اور پھر پٹھان مشہور ہوا۔ ۲

تاریخ الافغان کے مصنف الحاج محمد اسلم خان جدون لکھتے ہیں!

لفظ پٹھان، پختون کی تبدیل شدہ شکل ہے اس لفظ کا مصدر وادی پخت موآب ہے یہ لوگ یہودا کی اولاد سے ہیں۔ پختونوں کے بزرگ کا نام پخت تھا جس کی نسبت سے یہ پختون پکارے جاتے ہیں ۳

سرالف کیرو لکھتے ہیں کہ!

عراق اور ایران کے سرحدی پہاڑوں کی پشت میں آباد لوگوں کو ایرانی لوگ پشتون کہہ کر پکارا کرتے تھے اور ایرانی زبان میں بھی انہیں

---

۱ ابوالقاسم محمد فرشتہ "مؤرخ" تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۷

۲ ہسٹو ایرآف ہیروڈوٹس بحوالہ کتاب افاغنہ مصنف محمد ایوب خان

۳ اسلم خان جدون" الحاج" تاریخ الافغان بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۴

پشتون ہی لکھا جاتا تھا جو بعدہ سرحد میں پختون اور ہندوستان میں پٹھان مشہور ہوئے۔ ۱؎

زمانہ قریب کے مشہور محقق ومؤرخ خان روشن خان رقم طراز ہیں کہ!

پختون اور افغان کے لئے پٹھان کے لفظ کا استعمال بھی عام ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ افغان جس وقت ہندوستان پر قابض ہوئے تو ان کی اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو بٹنی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور جو افغانوں کا دوسرا بڑا قبیلہ ہے۔ان میں لودھی،سوری، اور سروانی (خیلجی وغیرہ) اسی قبیلہ سے متعلق ہیں یہ لوگ شام کے اس شہر سے تعلق رکھتے تھے جو دریائے اردن کے مشرق میں بشان کے علاقہ میں واقع تھا اور بتھانیا سے موسوم تھا۔اس نسبت سے وہ یہاں مشرق میں آکر بٹنی کہلانے لگے۔ہندوستان میں ان کو پٹھان سے موسوم کیا گیا اور وقت گزرنے پر اس قبیلہ کو ہی نہیں بلکہ عام افغان کو پٹھان کا نام دیا گیا جو امتیازی حیثیت سے ان کا قومی نام قرار پایا۔ ۲؎

مشہور جغرافیہ دان بطلیموس نے چندر گپت موریا ۳۳۳ ق م کے حالات میں لکھا ہے کہ!

پٹھانوں کے بجائے صدیوں سے جو لفظ مستعمل رہا ہے وہ پکٹو ایا پکٹیا تھا۔جو بعد میں پٹھان کہلایا جانے لگا ہے۔ ۳؎

افغان مؤرخین کی بیان کردہ روایت یہ ہے کہ!

افغانوں کے مبینہ مورث اعلی قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم

۱؎ ۔بحوالہ کتاب افاغنہ" مصنف" محمد ایوب خان

۲؎ ۔خان روشن خان" مؤرخ" تذکرہ صفحہ ۴۲

۳؎ ۔دی پٹھان الف کیرو بحوالہ کتاب افاغنہ" مصنف" محمد ایوب خان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ مکہ کے موقع پر اس کی بہادری اور جانثاری کے جوہر دیکھ کر اسے پہتان یا بتان (جہاز یا کشتی کا پشتہ) کے خطاب سے نوازا تھا لہذا پٹھان، پہتان یا بتان کا بگڑا ہوا تلفظ ہے۔ ۱

دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے لوگوں کو آریہ پیٹھن کہتے تھے پیٹھن سے پٹھان بن گیا یعنی پٹھان علاقائی نام ہے نسلی نہیں۔ ۲

ایک ہندو مؤرخ لچھمن سنگھ لکھتے ہیں کہ!

چونکہ لفظ پاٹھا ہندی زبان میں پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں اور یہ لوگ پہاڑوں کے ہی رہنے والے تھے اس لئے انہیں پاٹھان یا پٹھان پکارا جاتا تھا۔ ۳

دنیا کے مشہور جغرافیہ دان سٹرابو لکھتے ہیں کہ!

چندر گپت موریا ۳۳۳ق م کے عہد کے متعلق بدھ مت کے جو آثار شہباز گھڑی اور مانسہرہ میں پائے گئے ہیں ان میں راجہ اشوک کے کتبہ میں ان قبائل کے متعلق " پکٹا " لکھا ہوا پایا گیا ہے جو اب تک محفوظ ہے۔ ۴

اسی طرح ایک اور مؤرخ اپنی تحقیق ورائے یوں بیان کرتا ہے کہ!

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجیے، مخزن افغانی و تاریخ خان جہاں لودی، تاریخ خورشید جہاں " تذکرۃ الابرار والاشرار " تاریخ حافظ رحمت خانی حواشی خان روشن خان " تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت وغیرہ وغیرہ

۲۔ سکندر خان " مؤلف " دامن اباسین صفحہ ۱۱۵

۳۔ بحوالہ کتاب افاغنہ " مصنف " محمد ایوب خان

۴۔ محمد ایوب خان " مصنف " کتاب افاغنہ

"پٹھان" ایک شامی لفظ کا ترجمہ ہے جس کا مطلب بہادر اور دلیر ہے۔ ۱

مولوی فیروز الدین ''فیروز اللغات'' میں یوں لکھتے ہیں کہ!

لفظ پٹھان اردو میں اسم مذکر ہے جس کا معنی افغان، بہادر، دلیر، جنگی سپاہی، لڑاکا اور پاکستان کی مغربی سرحد کے علاقوں میں رہنے والے مسلمان۔ ۲

یہ ہیں محققین و مؤرخین کے اپنے اپنے نظریات و خیالات لفظ پٹھان اور اس نام کی بہادر اور جنگجو قوم کے متعلق'' بقول شاعر!

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے

لائے ہیں بزم ناز سے یار خبر الگ الگ

لفظ افغان:

کابل اور خلیج کے باشندوں سے جب کبھی ان کا کوئی ہم وطن یہ پوچھتا کہ کوہستان کے مسلمانوں پر کیا گزری تو وہ جواب دیتے کہ ان کے ملک کو'' کوہستان'' نہ کہو، افغانستان کہو کیونکہ اب وہاں افغان دغوغہ یعنی شور شرابا اور فریاد کے سوا کچھ اور سنائی نہیں دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی بناء پر کوہستان کے مسلمانوں کو افغان اور ان کے ملک کو افغانستان کہا جانے لگا۔ ۳

پشتو زبان کے مشہور ماہر مسٹر راورٹی نامی ایک انگریز اپنی کتاب ''افغانی انگلش ڈکشنری'' میں لفظ افغان کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

افغان اس طاقت ور قوم کا نام ہے جو افغانستان میں رہائش پذیر ہے

---

۱ انجم سلطان شہباز'' مؤرخ'' اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۹۶۹

۲ فیروز الدین'' الحاج مولوی'' فیروز اللغات صفحہ ۲۷۹

۳ ملا قاسم فرشتہ'' مؤرخ'' تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۷

اور غالباً یہ ان اسرائیلی قبائل کی اولاد ہیں جو گمشدہ تھے۔ [1]

حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب (بنام حکیم نجم الغنی رامپوری) میں لکھتے ہیں!

لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء مخدوم و مکرم جناب قبلہ حکیم صاحب السلام و علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ" اخبار الصنادید" کی دو جلدوں کے لئے سراپا سپاس ہوں میں نے پہلی جلد کو بالخصوص نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی ہے کشامرہ (کشمیری) غالباً اور افغان یقیناً اسرائیل الاصل ہیں۔ قاضی میر احمد شاہ رضوانی جو خود افغانی ہیں۔ ایک دفعہ خود مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ فغ قدیم فارسی میں بمعنی بت آیا ہے اور افغان میں الف سالبہ ہے چونکہ ایران میں بود و باش رکھتے وقت افغان بت پرست نہ تھے اس واسطے ایرانیوں نے انھیں افغان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ میرے خیال میں پشتو زبان میں بہت سے الفاظ عبرانی الاصل ہیں اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے کہ نہایت بارآور ہو گی آپ کا طرز تحریر نہایت مؤثر اور سادہ ہے اور بحیثیت مجموعی آپ کی تصنیف تاریخ کا عمدہ نمونہ ہے۔

آپ کا مخلص محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لاء [2]

مؤلف تاریخ حافظ رحمت خانی لکھتے ہیں!

اردشیر بابکان بن ساسان کے عہد میں بنی اسرائیل اس وقت ایران

---

[1] خان روشن خان" مؤرخ" بحوالہ تذکرہ صفحہ ۶۵ ایضاً غلام نبی خان" مؤرخ" الافغان تتولی صفحہ ۵۶

[2] حکیم محمد نجم الغنی رامپوری مقدمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری" مؤرخ" تاریخ اودھ حصہ اول بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۳

میں ’’اب غان‘‘ کے نام سے مشہور تھے۔شاہ پور اول نے اپنے ایک کتبہ میں اس قوم کا ذکر ابغان کے نام سے کیا ہے۔شاہ پور سوم نے " اپاگان" کے نام سے انہیں موسوم کیا ہے۔افغان اسی لفظ کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے بخت نصر جو قیدی لایا تھا۔اس میں کچھ بابل کے نواح میں اور بعض ایران کے ملک میں آباد کیے تھے۔ابتداء میں یہ لوگ موسایان اور سلیمانان کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔کچھ مدت بعد افغان کہلائے۔ ۱

تاریخ افاغنہ کے مصنف نے اوغان،اوگان،اپکان۔اور ابگان وغیرہ کو لفظ" افغان" کا مصدر یا اس کی اصل بیان کیا ہے۔ ۲

اسی طرح مشہور چینی سیاح ہیون سانگ نے اپنے سفر نامے میں اور سوانح حیات میں اسے اوگن یا ابوگن لکھا ہے۔ ۳

مولف دامن اباسین لکھتے ہیں!

آرمینی انھیں (یعنی افغانوں کو،ہزاروی) اوغان کہتے ہیں جس کے معنی پہاڑی باشندے کے ہیں بعد میں یہ لفظ اوغان سے افغان بن گیا۔ ۴

زمانہ قریب کے مشہور مؤرخ ومصنف خان روشن خان رقمطراز ہیں!

مولوی میر احمد عرف میراں بخش مصنف تاریخ صوبہ سرحد پشاور،تاریخ کابل کے حوالے سے لکھتے ہیں۔لفظ افغان عربی لفظ ہے اور لفظ اوغان

---

۱ خان روشن خان" حواشی" تاریخ حافظ رحمت خانی بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۶

۲ محمد ایوب خان" مصنف" تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۱

۳ محمد ایوب خان" مصنف" تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۱

۴ سکندر خان" مؤلف دامن اباسین صفحہ ۱۱۲

فارسی،لیکن ماخذ دونوں کا عبرانی زبان ہے۔ ۱؎

مخزن افغانی میں افغان کی وجہ تسمیہ افغنہ بن ارمیا بن طالوت (ساؤل) بیان کی گئی ہے۔ ۲؎

نیز مشہور مؤرخ الحاج محمد اسلم خان جدون نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ ۳؎

خان روشن خان تحریر فرماتے ہیں کہ!

> دارا اعظم کا بیٹا خشیا رشا (اخسو ویرس۔سائرس۔کی خسرو) جسے یونانی مؤرخین نے زدکسیر لکھا ہے اس کی حکومت کوشان سے شمالی ہندوستان تک ایک سو ستائیس صوبوں پر محیط اور وسعت پذیر تھی۔تخت پر بیٹھتے ہی اس نے قصر سوسن ایران میں جشن عام کا اہتمام کیا۔اس کی بیوی بوجوہ دربار میں نہ آئی بادشاہ نے اسے طلاق دے دی اور اپنے ایک ملازم''مدکی''کی ہمشیرہ آستر جو اپنے حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھی سے شادی کر لی''مدکی''کا تعلق بنی اسرائیل قبیلہ سے تھا۔بادشاہ کا وزیر ہامان پہلی بیوی کا طرف دار اور اسرائیلوں کا دشمن تھا اس نے ایک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام اسرائیلوں کے قتل عام کا پروانہ حاصل کر کے ان کے قتل کے لیے بارہویں مہینے کی تیرہ تاریخ مقرر کر دی۔اسرائیلوں کو جب اس حکم کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے کپڑے چیر پھاڑ کر اور سروں میں خاک ڈال کر ہر طرف ماتم اور آہ وفغاں سے کام لینا شروع کیا۔آستر نے ہامان کی سازش

۱؎ خان روشن خان''مصنف''تذکرہ صفحہ ۶۵

۲؎ خواجہ نعمت اللہ ہروی''مؤرخ'' تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی صفحہ ۸۷

۳؎ الحاج محمد اسلم خان جدون''مصنف'' تاریخ الافغان بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۴

بادشاہ پر واضح کی ۔ بادشاہ نے فوراً اپنا حکم منسوخ کر کے ہامان کو
پھانسی پر لٹکا دیا ۔ اسرائیلوں کی آہ وفغاں کی نسبت سے لفظ افغان
مشہور ہوا ۔ ۱

ایک جرمن مؤرخ دیوستی نے فرہنگ شاہنامہ طبع تہران کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ!

لفظ افغان کی اصل "اوگان" ہے اور "اوگان" اوستائی زبان کا لفظ ہے
یہ ایک ایرانی نام ہے جو دلیر، بہادر، غیور، مہربان اور اصیل کے
معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے ۔ اور شاہ پور سوئم ۳۰۹ سنہ ء تا ۳۷۹ سنہ ء
نے اپنا توصیفی لقب اوگان انہی معنوں میں اختیار کر رکھا تھا ۔ ۲

فریدون شاہ فارس نے اپنے ایک طاقت ور پہلوان کو بہادر اور شاہزور جانتے ہوئے "اوگان" کا خطاب دے رکھا تھا ۔

صاحب کتاب افاغنہ لکھتے ہیں!

اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے لفظ افغان کا استعمال جامع
التاریخ کے مصنف رشید الدین نے کیا ہے اور یہ نسخہ قسطنطنیہ کی لائبریری
میں آج تک محفوظ ہے ۔ ۳

الافغان تنولی کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ!

افغان بہت پرانا نام ہے ۔ سب سے پہلے اس کا ذکر ابوالقداء تصنیف
نمبر ۲۰۰ جلد نمبر ۲۳ و نمبر ۱ ۔ ۲ میں نمبر ۸۶۸ میں ملتا ہے ۔ جو
اسلامک کلچر حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے ۔

---

۱ خان روشن خان" مصنف" حواشی تاریخ حافظ رحمت خانی

۲ فرہنگ شاہنامہ صفحہ ۱۲ طبع تہران، دیکھیے کتاب قدیم پشتو اور پشتون اکیڈمی بلوچستان

۳ محمد ایوب خان" مصنف" کتاب افاغنہ صفحہ ۲

العیمین نے اپنی تاریخ یمنی میں لکھا ہے کہ!

سبکتگین نے افغان اور خلجی قوموں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا۔ جس کی تصدیق تاریخ فرشتہ بھی کرتی ہے۔ ۱

ابن بطوطہ ۳۳ےھ بمطابق ۱۳۳۲ء نے لفظ افغان کو ایران کا بگڑا ہوا تلفظ بیان کیا ہے۔ ۲
آئینہ خود نما کے مصنف نے انہیں (یعنی افغانوں کو، ہزاروی) "اسپان" میں رہنے والے ارمنی نسل کے لوگ بیان کیا ہے اور لفظ افغان کو اسپان کا بگڑا ہوا تلفظ بیان کیا ہے۔ ۳
بعض اہل علم کہتے ہیں کہ لفظ اوغان اور افغان کا ماخذ ایک عبرانی لفظ ہے جو اعزازی اور تعظیمی اسم تھا اور یہ لفظ" اب "معزز، بہادر، نامور وغیرہ کے لیے بنی اسرائیل میں استعمال ہوتا تھا۔
۴

ہاں یاد آیا لفظ افغان فارسی زبان میں اسم مذکر ہے جس کا معنی فریاد اور فغاں آتا ہے۔
افغان کی تحقیق کرتے ہوئے مشہور مؤرخ خان روشن خان تحریر فرماتے ہیں کہ!

اگرچہ لفظ "اب" مفرد ہے لیکن جلاوطنی کے بعد اس لفظ کو دوسرے ملک کے لوگ اور خاص کر ایرانیوں نے جمع کے لیے یوں استعمال کیا ابان، اباکان، اب گان، اب غان، اوغان، اپاکان اور آخر میں عربی طرز پر افغان استعمال کیا گیا۔ اور پھر اس جمع کے لفظ کو مزید جمع کے لیے افغانان اور ملت افاغنہ بھی استعمال کیا جانے لگا۔ ۵

مصنف تذکرہ مزید رقم طراز ہیں کہ!

میں خود بھی انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بلاشک

---

۱ غلام نبی خان" مصنف" الافغان تتولی صفحہ ۵۵ ۲ سفرنامہ ابن بطوطہ
۳ عبدالحمید خان افغانی "مصنف" تاریخ آئینہ خودنما بحوالہ کتاب افاغنہ صفحہ ۲
۴ مزید تفصیل کے لئے تذکرہ صفحہ ۶۴ ملاحظہ فرمائیں۔ ۵ خان روشن خان" مصنف" تذکرہ صفحہ ۶۵

وشبہ پختون، پشتون، روہیلہ، سلیمانی، پٹھان اور افغان سب ایک ہی
قوم کے مختلف نام ہیں۔ یہ ان گمشدہ اسرائیلوں کی اولادیں ہیں جنہیں
اشوریوں اور بابل والوں نے باری باری شام کے علاقوں سے مشرق
کی طرف جلاوطن کیا تھا اور جن کا ذکر کتاب مقدس اور کئی دیگر مشہور
تاریخی کتابوں میں اکثر آتا ہے۔ ۱

اردو لغت کی مشہور کتاب فیروز اللغات کے مطابق لفظ افغان فارسی زبان میں اسم مذکر ہے جس کا معنی فریاد اور فغاں کے ہیں۔ ۲

افغان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں اکابر ومشائخ اور افغان مؤرخین قدیم زمانہ سے متواتر اس بات پر متفق ہیں کہ افغان قوم نے اپنا نام افغنہ بن ارمیا بن طالوت علیہ السلام کی نسبت سے اختیار کیا ہے۔ ۳

ہم نے محققین ومؤرخین کے اپنے اپنے نظریات قلم بند کر دیئے ہیں لفظ افغان کے متعلق، یا درہے کہ ان محققین ومؤرخین سے اختلاف رائے رکھنا کوئی بری بات نہیں۔ اس لئے کہ تحقیق کا باب بند نہیں ہے پھر نص قرآن ہے!

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۴

راقم کی تحقیق کے مطابق اس قوم نے افغنہ بن ارمیا بن طالوت علیہ السلام کی نسبت کی وجہ سے اپنا نام افغان اختیار کیا ہے والی روایت حق وصواب ہے۔ واللہ اعلم

لفظ خان:

لفظ خان ترکی زبان کا لفظ ہے ترک بادشاہ کو خان کہا جاتا تھا منگول اپنے بادشاہ

---

۱ خان روشن خان" مصنف" تذکرہ صفحہ ۶۶،۶۵

۲ الحاج مولوی فیروز الدین" مرتب" فیروز اللغات صفحہ ۱۰۴

۳ تفصیل کے لئے کتب تواریخ ملاحظہ فرمائیں ۴ یوسف: ۷۶/۱۲

کے لیے خاقان کا لفظ استعمال کرتے تھے۔شاہان دہلی کے امراء خان کہلاتے تھے اور سب سے بڑے امیر کو" خان خانان" کا خطاب دیا جاتا تھا۔افغانوں نے خان کا لفظ اپنالیا اور ہر ایک خواہ غریب ہو یا امیر اپنے نام کے ساتھ" خان کا" لفظ استعمال کرتا ہے۔خان کا عہدہ مغلیہ عہد میں خاصی اہمیت کا حامل تھا اکثر راجپوتوں کو یہ خطاب دیا جاتا تھا۔خان کے بعد خان دوراں، خان جہاں اور خان خانان کے خطاب تھے۔یہ خطاب گورنر یا اس کے برابری کی حیثیت کے عہدہ دار کو ملتے تھے۔ ؁۱

خان کا لقب لودہیوں کے دور سے پٹھانوں میں شروع ہوا۔ ؁۲

مولوی فیروز الدین کے مطابق خان ترکی زبان کا لفظ ہے جو اسم مذکر ہے جس کا معنی سردار، رئیس، ہر امیر رئیس کا لقب، پٹھانوں کا لقب۔ ؁۳

مؤلف تذکرہ کے بیان کے مطابق لفظ خان کا استعمال تعظیم وتکریم کے لئے ہوتا ہے۔ ؁۴

یاد رہے خان کی اصطلاح خصوصی طور پر پٹھانوں کے بڑے کے لئے استعمال ہوتی تھی مگر اب ہر پٹھان اس کو استعمال کرتا ہے اور یہ اسکے نام کا حصہ ہے بلکہ اب دیگر اقوام کے لوگ بھی خان کو اپنے نام کے ساتھ لکھتے اور پکارتے ہیں۔

قارئین! آپ لفظ پٹھان، افغان اور خان کے متعلق تفصیل پڑھ آئے۔اب ذیل میں راقم پٹھانوں (افغانوں) کی اصلیت کے بارے میں محققین ومؤرخین کے ارشادات نقل کرتا ہے امید ہے کہ علم التاریخ سے شغف رکھنے والوں کو میری یہ کاوش پسند آئے گی۔(ان شاءاللہ)

؁۱ انجم سلطان شہباز" مؤلف "اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۹۳،۹۴

؁۲ سکندر خان"مؤلف" دامن اباسین صفحہ ۱۱۵

؁۳ فیروز الدین" مرتب" فیروز اللغات صفحہ ۵۸۳

؁۴ خان روشن خان" مصنف" تذکرہ صفحہ ۶۵

پٹھانوں (افغانوں) کی اصلیت:

پٹھانوں یا افغانوں کی اصلیت کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ ان کے حسب نسب کے بارے میں جو نظریات پیش کئے جا چکے ہیں اور میری نظر سے جو گزرے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پشتون نسلاً بنی اسرائیل ہیں "تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی اور افغان مؤرخین کی تاریخیں"

۲۔ پشتون حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کی اولاد ہیں (دستار نامہ، خان خوشحال خان خٹک)

۳۔ پشتون مخلوط النسل ہیں (بعض یورپین مؤرخین)

۴۔ پشتون ایک قدیم نسل ہیں نہ آرین ہیں نہ اسرائیلی (مولانا عبدالقادر)

۵۔ پشتون سیتھین ہیں (سلطان محمد خان صابر کوئٹہ، قدیم پشتو اور پشتون)

۶۔ پشتون نسلاً آریاً ہیں (سید بہادر شاہ ظفر کاکا خیل وبعض مؤرخین)

۷۔ پشتون ضحاک نژاد ہیں (محمد عباس خان، رفعت" توزک افغانی)

۸۔ پشتون قبطی الاصل ہیں (محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ)

۹۔ پشتون یونانی الاصل ہیں (خان عبدالغنی خان، دی پٹھان)

۱۰۔ پشتون بنی قطورہ ہیں (موج حسین قیسی، مراۃ العالم تحفتہ الپشتون)

مگر ان میں سے دو مکاتب فکر مشہور ومعروف ہیں اور ایک عرصہ سے ان دونوں کے درمیان بحث ومباحثہ جاری ہے۔ ان میں سے اکثر (۱) کا نظریہ یہ ہے کہ افغان یا پٹھان حضرت یعقوب علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے بنیامین کی اولاد میں سے ہیں۔

جبکہ دوسرے مکاتب فکر کا نظریہ یہ ہے کہ پٹھان یا افغان آرین ہیں۔

ہم دونوں مکاتب فکر کے نظریے کو اجمالاً بیان کرتے ہیں۔

---

۱ یاد رہے قاعدہ یہ ہے کہ "اَلْقَاعِدَۃُ الْمُقَرَّرَۃُ اَنَّ الصَّوَابَ مَعَ الْاَکْثَرِ"

اکثر مؤرخین کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل (جوانمرد) تھا۔ان کی آٹھویں پشت پر افغنہ بن ارمیا بن طالوت (ساؤل) کی نسل سے قیس عبد الرشید جس کا اسلام لانے سے قبل عبرانی نام قیس بن عیص تھا۔ افغانوں یا پٹھانوں کا مورث اعلیٰ تھا لہٰذا افغنہ بن ارمیا کی نسبت سے یہ قوم افغان اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے لقب اسرائیل کی نسبت سے بنی اسرائیل پکاری جاتی ہے ا؎

مؤلف اخبار الصنادید ارقام فرماتے ہیں کہ!

ایک قوم پشت در پشت اپنے خاندان اور نسب کی نسبت تسلیم کرتی چلی آئی ہو یہ بالکل نامناسب ہے کہ ہم چند بے ہودہ قیاس آرائیاں لے کر ان کے مسلمات کو رد کر دیں اگر ایسا کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی صحت قومیت کو ثابت نہیں کر سکتی۔ پس اس طریق سے ہر ایک محقق کو ماننا پڑے گا کہ قوم افغان ضرور بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی ہے۔ ۲؎

مشہور ادیب اور محقق اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں!

افغانستان کی حکومت ہندو دوستی کی بناء پر افغانوں کو آرین ثابت کرنا چاہتی ہے حالانکہ حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ۳؎

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں!

ا؎ تفصیل کے لئے افغان مؤرخین کی کتب ملاحظہ کریں۔

۲؎ حکیم نجم الغنی خان رامپوری "مصنف" اخبار الصنادید جلد ا صفحہ ۳۷

۳؎ اللہ بخش یوسفی "مصنف" تاریخ افغان یوسف زئی بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۲

کشامرہ (کشمیری) غالباًاور افغان یقیناً بنی اسرائیل سے ہیں۔ ۱؎

افغانوں کا قدیم سے دعوٰی ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں مگر ان کے مورث اعلیٰ قیس بن عیص اور ان کی ساتویں پشت سے پیدا ہونے والے قیس عبدالرشید کو ایک شخصیت بنا دیا۔ ان دونوں کے واقعات کو گڈمڈ کر دیا ان ہر دو کے زمانہ میں تقریباً دوسو سال کا فرق ہے۔ اس طرح خالد بھی دو ہیں ایک خالد مخزومی قریشی ہیں جن کا لقب سیف اللہ ہے۔ دوسرے قیس بن عیص کے بیٹے خالد ہیں جو کہ سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں ان دونوں کو ایک بنا دیا ہے۔

ویش افغانی تورات کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ!

> افغانوں کے پاس اور کوئی بھی دلیل نہ ہو کہ وہ بنی اسرائیل ہیں۔ ان کے لیے صرف یہ ایک دلیل ہی کافی ہے۔ کیونکہ دنیا کی کسی قوم کے پاس ایسا قانون نہیں ہے۔ جیسے تورات کا مندرجہ بالا قانون ہے۔ اس قانون پر صرف اور صرف افغان قوم اب تک عمل پیرا رہی ہے۔ یعنی زمین تمام بالغ مردوں میں برابر تقسیم کی جاتی تھی اور قرعہ ڈال کر تقسیم کی جاتی تھی کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد پھر یہی عمل دہرایا جاتا تھا۔ ۲؎

مصنف" الافغان تنولی" کا موقف بھی یہی ہے کہ!

> افغان، پٹھان، تنولی اور سواتی قبائل بنی اسرائیل سے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں!

> یہ تمام قبائل (مذکورہ) اس بات پر متفق ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں۔

۱؎ حکیم نجم الغنی خان رامپوری "مصنف" تاریخ اودھ بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۳

۲؎ الحاج اسلم خان جدون "مصنف" تاریخ الافغان بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۱۱۴،۱۱۵

ہمیں معلوم نہیں کہ کس بناء پر بعض مؤرخین دوسرے کے گھر میں نکتہ چینی کر کے ان کو کبھی ، ہندو ، بت پرست یا آرین بنا دینے کی کوشش کر رہے ہیں ۔افغان مؤرخین نے اسی نسبت سے کتابیں اس جواز میں تحریر کی ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں ۔ ۱؎

افغان و پٹھان قوم پر لکھی جانے والی ایک مستند کتاب ''مخزن افغان معروف بہ تزک افغانی یا تاریخ خان جہان لودی'' میں اس قوم کے بنی اسرائیل ہونے کے بارے میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے ۔اس تفصیل کا اجمالاً سا خاکہ کچھ اس طرح سے ہے کہ!

عہد قدیم تورات کی رو سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیویوں اور لونڈیوں سے ان کے بارہ بیٹے تولد ہوئے ۔ان بارہ کی نسل کو بنی اسرائیل کی بارہ شاخیں کہا جاتا ہے ۔مصر میں ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کے خوف سے قبطیوں نے انہیں مصر سے نکلنے پر مجبور کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں مصر سے نکالا اور فلسطین میں لا کر آباد کیا ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۱۴۵۱ ق م کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ان میں ایک عظیم لیڈر متولد ہوا ۔جس کا نام تورات میں ساؤل اور قرآن مجید میں طالوت بیان کیا گیا ہے ۔

طالوت (ساؤل) جب فلستیوں کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے تو ان کی جگہ داؤد علیہ السلام اسرائیلی سلطنت کے بھی بادشاہ مقرر ہوئے اور آپ علیہ السلام نے طالوت کے بیٹوں ارمیا اور برخیا کو وزارت اور سپہ سالاری کے عہدوں پر مامور فرمایا ۔حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام جب بادشاہ مقرر ہوئے تو ان کے بھائی ادوینا ہ نے یوآب کی اعانت سے ان کے تخت پر قبضہ جمایا تو افغنہ بن ارمیا نے اپنی بہادری سے ادوینا ہ کو شکست دی ۔ یوآب کو قتل کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو دوبارہ تخت و تاج کا مالک بنایا اس بہادری اور صلہ رحمی کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے افغنہ بن ارمیا کو اپنی فوج کا

۱؎ غلام نبی خان "مصنف" الافغان تنولی صفحہ ۵۴

سپہ سالار مقرر فرمایا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل دو گرہوں میں تقسیم ہوگئی اور ان کی طاقت کا شیرازہ بکھر گیا۔موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آشوری بادشاہ تلگاف پلناصر نے ان پر چڑھائی کی اور قتل عام کیا جو زندہ بچ گئے انہیں غلام بنا کر ایران، خلخ ،خابور اور خارا وغیرہ کے علاقوں میں لاکر آباد کیا۔تلگاف پلناصر کے بعد سلیمان نصر آشوری نے یوروشلم پر حملہ کیا اور ان کے متعدد خاندانوں کو بھی لاکر مذکورہ بالا علاقوں میں آباد کیا۔ اس کے بعد بخت نصر کلدانی برسر اقتدار آیا تو اس نے بھی یوروشلم پر حملہ کیا اور بنی اسرائیل کا قتل عام ہوا۔اور جو زندہ بچ گئے ان کو وہ بابل پھر بابل سے خراسان، ایران، بلخ اور ہرات وغیرہ علاقوں میں لاکر مبتلائے آلام کر دیا۔

قصص القرآن جلد سوم کے مؤلف مولانا حفظ الرحمان سیوہاری کے بیان کے مطابق ایک لاکھ سے زیادہ بنی اسرائیل کو غلام بنایا گیا۔بخت نصر کلدانی کی وفات کے بعد ہخامنشی (ایکمینین) خاندان کے دارا اوّل نے جب ایرانی سلطنت کی بنیاد رکھی اور اس کا علم ایشیائے کوچک ، باختر ، افغانستان اور مکران پر لہرانے لگا تو اس نے بنی اسرائیل پر رحم کھاتے ہوئے انہیں آزاد کر دیا اور اپنے ملک فلسطین واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی ۔لہٰذا ان لوگوں نے اپنے وطن فلسطین واپس جا کر ہیکل سلیمانی کی ازسر نو تعمیر و تکمیل کی اور تورات کو ازسر نو مرتب کیا۔اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہ کر یہودی کہلائے ۔لیکن ان میں سے جن لوگوں نے واپس جانے کے بجائے انہی علاقوں میں سکونت اختیار کی وہ بنی اسرائیل کہلائے ۔جنھیں آج پٹھان، افغان اور پشتون کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ [۱]

پختون قوم کا نسلی اور آبائی تعلق ان جلا وطن بنی اسرائیل سے ہے جنہیں اشوریوں اور بابل والوں نے یکے بعد دیگرے ان کے وطن شام اور اس کے اطراف سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا

---

[۱] تفصیل کے لئے "مخزن افغانی" ملاحظہ ہو یہ کتاب میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

۔اور جن کی آبادیاں مشرق میں نواح بابل کے علاوہ میران اور خراسان کے علاقوں سے لے کر دریائے سندھ کی وادی تک میدیوں یعنی آریاؤں کے درمیان پھیلی ہوئی تھیں ۔ یہ قوم پہلے شریعت موسوی اور پھر ہدایت عیسوی پر قائم تھی اور جب ان تک حضرت محمد ﷺ کی دعوت اسلام پہنچی تو مشرف بہ اسلام ہو گئے ۔ [1]

ان کا قبول اسلام:

افغانوں میں تواتر سے وراثتی اور سماعی روایات کے مطابق بادئیہ ایران کے مشرق یا خراسان اور سجستان کے مغربی پہاڑوں اور دشتوں میں مقیم سرداران قوم افغان کو ۸ھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی بشارت پہنچاتے ہوئے اسلام کی دعوت دی (جو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے) افغان سرداروں نے جرگہ کے بعد ستر آدمیوں کا وفد قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا۔جنہوں نے اسلام قبول کرلیا اور واپس آکر اپنی قوم کو قرآن مجید کی تعلیم سے آراستہ کیا اس واقعہ سے متعلق پوری افغان قوم متفق ہے اور انہیں اس کی صحت کا پختہ اعتقاد ہے۔ان کے علماء مشائخ اور مشاہیر ہمیشہ سے مذکورہ وفد اور اسلام قبول کرنے کے متعلق یاد دہانی کے طور پر وعظ و نصیحت کرتے چلے آرہے ہیں ۔ دنیا میں کسی قوم کا ایسا متفق علیہ بیان اور مجموعی قومی اعتقاد کسی ایک واقعہ کی تصدیق کے لئے بلا شبہ ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے تیرہ سو سال تک قوم کے کسی ایک فرد نے بھی اس واقعہ کی صحت سے انکار نہیں کیا۔بعض غیر افغان مؤرخین اس واقعہ پر اعتراض کرنے لگے ہیں کہ افغانوں کے قیس عبدالرشید کی قیادت میں افغانوں کے وفد کا دربار رسالت مآب ﷺ میں جانے کا واقعہ چونکہ تاریخی ثبوت موجود نہیں اس لئے اسے درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔اس بارے میں مؤلف تذکرہ خان روشن خان نے بڑی سنجیدگی سے

---

[1] خان روشن خان "مصنف" "تذکرہ" صفحہ ۵۰

جواب دیے ہیں اور دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ یہ اعتراض تعجب انگیز بھی ہے اور افسوسناک بھی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ۔صفحہ ۷۷ تا ۹۰)

پٹھانوں کے جدامجد حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ (۱) نے غزوہ مکہ میں اپنی طاقت کے جوہر دکھائے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی جرأت و بہادری کو دیکھ کر "ھٰذَا بَتَانٌ" (جہاز کی کشتی کا پشتہ) فرمایا۔جیسا کہ آپ تفصیل پڑھ آئے کہ اکثر مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افغان، پٹھان یا پشتون بنی اسرائیل میں سے ہیں اور قاعدہ ہے کہ حق اکثریت کے ساتھ ہوتا ہے۔پھر بھی یہاں حضرت مولانا نصیر الدین کا خواب جو انہوں نے رنگون میں قیام کے دوران دیکھا تھا کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

چنانچہ دامن اباسین کے مؤلف ارقام فرماتے ہیں کہ!

> آپ کو خواب میں رسول کریم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔آپ ﷺ نے شیخ کو فرمایا! اَنْتَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تم بنی اسرائیل سے ہو۔اس کے بعد شیخ الحدیث صاحب کو پکا یقین ہوگیا کہ پٹھان بنی اسرائیل ہیں۔ ۲

پٹھان، افغان شروع میں کوہستان غور میں آباد ہوئے۔اس کے بعد آہستہ آہستہ کابل، قندھار، خراسان، سوات، دیر، بلوچستان، ہزارہ، پنجاب، ہندوستان اور وادی تناول تک کے علاقوں تک پھیل گئے۔

دوسرا مکتب فکر

اکثر کا نظریہ ہے کہ پٹھان یا افغان بنی اسرائیل ہیں جن کی آراء و تحقیق آپ پڑھ آئے مگر دوسرا مکتب فکر ان کو آرین ثابت کرتا ہے۔اس مکتب فکر کے مؤرخین و محققین کی

---

۱ ان کے تفصیلی حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔ان شاء اللہ

۲ سکندر خان "مؤلف" دامن اباسین صفحہ ۲۱۱

تحقیقاتی آراء کا اجمالاً ساخاکہ پیش خدمت ہے۔

دنیائے تاریخ کے عظیم مؤرخین العتبی ،البیرونی ،الفی ،سٹرابو،بطلیموس اور پروفیسر ڈارن کے نزدیک یہ اس جگہ کی ایک قدیم قوم ہے ۔جو ظہور اسلام سے قبل ہندو اور بدھ مذاہب سے وابستہ و پیوستہ تھی ۔اس نظریے کی مزید تائیداس دور کے ممتاز مؤرخ بہادر شاہ ظفر کا کاخیل کی معرکتہ الآراء تصنیف سے بھی ہوتی ہے ۔جس میں انہوں نے ماہرین لسانیات اور متعدد مستشرقین کے حوالہ جات سے اسے آریائی نسل بیان کرنے کی کوشش کی ہے ۔اسی طرح ایک معروف مؤرخ کہزاد نے بھی ایرتوس تھنس ،پلینیئی ،ایولودوروس ارتمیس ایسے مؤرخین کے علاوہ ۱۵۰۰ق م رگ وید میں افغانستان کے دریاؤں کوبھا (دریائے کابل) کومو ،(دریائے کرم) گوماتی (دریائے گومل) سواستی (دریائے سوات) سندھو(دریائے سندھ)وغیرہ کے متعلق بیان کردہ گیتوں کے حوالے سے شمال مغربی صوبہ سرحد کے جملہ افغان اور پشتون قبائل کو آریانسل ہی کے لوگ ثابت کرنے کی امکانی کوشش کی ہے۔ [۱]

مسٹر فرائیر اور ونسنٹ سمتھ انہیں (افغانوں یا پٹھانوں کو ،ہزاروی) یونانی گریشین اور مقدونیا کے باشندے قرار دیتے ہیں تو ماسس روفن کے نزدیک یہ البانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں ۔ [۲]

مؤلف دامن اباسین ارقام فرماتے ہیں کہ!

---

[۱] محمد ایوب خان "مصنف" کتاب افاغنہ صفحہ ۱۱

[۲] ایضاً

بعض یورپی مؤرخین مثلاً کلپروٹ، کروسکی، جیکو براور رینگر، افغانوں کو آرمینیوں کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں۔ ۱

اسی طرح ابن بطوطہ اور حضرت سید جمال الدین افغانی انھیں (افغانوں یا پٹھانوں کو۔ ہزاروی غفرلہ) ایرانی الاصل قرار دیتے ہیں جبکہ عبدالمجید ابوالعلائی کے نزدیک یہ ارمنی نسل کے لوگ ہیں۔ ۲

ڈاکٹر بیلیو سی آئی، مسٹر ٹیٹ، الف کیرو، جان مارلے، مسٹر بی ایس گوھا وغیرہ ایسے مؤرخین بھی ہیں جنھوں نے تاریخی شواہد کی روشنی میں اپنے منطقی دلائل سے اس قوم کو متعدد جنگ جو اور حملہ آور اقوام کا ایک ایسا مثالی شیرازہ یا گروہ بیان کیا ہے جنھوں نے وقتاً فوقتاً ان علاقوں میں وارد ہو کر یہیں اپنی بود و باش اختیار کی۔ اور صدیوں سے ایک دوسرے سے متصل و مشترک یا مربوط و منسلک رہنے کی بناء پر بتدریج ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہوئے کہ آج ایک ہی قوم کے افراد متصور ہوتے ہیں۔ ۳

افغانوں (پٹھانوں) کو مطلع انوار اور چوٹی کے مؤرخ ابن خلدون قبطی فرعونی ثابت کرتے ہیں نیز مشہور مؤرخ محمد قاسم فرشتہ مطلع انوار کے حوالے سے ارقام فرماتے ہیں کہ!

افغان حقیقت میں قبطی فرعونی ہیں۔ جس زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اس زمانے میں بہت سے قبطی توبہ کر کے دین موسیٰ علیہ السلام میں شامل ہو گئے تھے لیکن ان قبطیوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی کہ جس نے باوجود مصیبتوں کے یہ دین اختیار نہ کیا اور فرعون کی دوستی میں اور اس کے دعوائے خدائی کے ماننے میں ثابت قدم

---

۱ سکندر خان "مؤلف" دامن اباسین صفحہ ۱۱۲

۲ محمد ایوب خان "مصنف" کتاب افاغنہ صفحہ ۱۱

۳ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، لنگ ڈم آف افغانستان، دی پٹھان، اور مردم شماری رپورٹ بابت قوم افاغنہ سنہ ۱۹۳۱ء

رہی اس کے نتیجے میں اس جماعت کو جلاوطن ہونا پڑا۔لہذا یہ ہندوستان میں آئی اور کوہ سلیمان پر متوطن ہوئی ۔اس جماعت سے بہت سے قبیلے پیدا ہوئے جو افغانوں کے نام سے مشہور ہیں ۔ ؎۱

یہ ہیں چند مؤرخین کی آراء جو ہم نے سطور بالا میں نقل کیں ۔ورنہ اس بہادر اور تاریخ ساز قوم پہ یورپ و ایشیا کے مؤرخین و مبصرین نے جو کچھ لکھا وہ کوئی دس بیس کتابوں پر مشتمل نہیں بلکہ یہ اس بہادر قوم کی عظمت کا اعجاز ہے کہ اس کے جملہ محاسن اور کارناموں پر ہزاروں کتابیں اور مخطوطات آج تک منصہ شہود پر نمایاں ہو چکے ہیں اور تالیف و تصنیف کا یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔

راقم کی رائے:

بندہ ناچیز نہ محقق ہے نہ مؤرخ ہونے کا دعوٰی کرتا ہے البتہ کتب تاریخ کے مطالعہ کے بعد راقم کی یہ رائے بنی ہے کہ افغان مؤرخین کے دعوے کو تسلیم کر دینا چاہیے کہ افغان بنی اسرائیل سے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنا گھر کا نابینا جانتا ہے اتنا باہر کا بینا نہیں جانتا، جب افغان مؤرخین کا دعوٰی ہے کہ وہ یعقوب علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے بنیامین کی اولاد سے ہیں تو تحقیق کے نام پر کسی کے نسب کو تبدیل کرنا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دانشمندی ہے ؟ پھر مزے کی بات یہ کہ تاریخ معلوم کرنے کا ایک مسلمہ طریقہ یہ ہے کہ جب کسی علاقے یا قوم کی منضبط قدیم تاریخ نہ مل سکے تو اس قوم کی اپنی روایات ناممکنات اور بے جا مبالغہ کو خارج کر کے قبول کی جائیں ۔لہذا جیسا کہ آپ پڑھ آئے کہ افغان قوم کا قدیم سے دعوٰی ہے کہ وہ بنی اسرائیل ہیں تو قرین انصاف اور اصول علمی کا تقاضا ہے کہ افغانوں کا دعوٰی تسلیم کیا جائے اور یورپی پروفیسروں نے جو باتیں لکھی ہیں اور افغان قوم کو آرین نسل ثابت کرنے کی جو

؎۱ محمد قاسم فرشتہ "مؤرخ" تاریخ فرشتہ جلد ا صفحہ ۴۶

ناکام کوشش کی ہے ۔سب رد کر دی جائیں ۔دوسری وجہ یہ ہے کہ آج بھی پٹھان یا افغان قوم میں بہت سی ایسی عادات موجود ہیں جو کبھی بنی اسرائیل میں پائی جاتی تھیں ۔
مثال کے طور پر

۱۔ رفع حاجت کے لئے دور جانا اور کندھوں پر چادر ڈال کر پردہ کرنا۔
۲۔ بڑوں کی محفل میں چھوٹوں کا نہایت ادب اور خاموش رہنا۔
۳۔ جرگے کا فیصلہ ہر حال میں ماننا چاہے نقصان ہی کیوں نہ ہو۔
۴۔ پناہ کے طلب گار شخص کو پناہ دے کر ہر حال میں اس کی حفاظت کرنا چاہے جتنا بھی نقصان اٹھانا پڑے۔
۵۔ از روئے ادب و احترام والدین کے سامنے اپنی اہلیہ سے کلام نہ کرنا۔

راقم کا تعلق چونکہ پٹھان قبیلہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے ہے ۔اس لئے مذکورہ باتیں آج بھی اس قوم (پٹھان) میں موجود ہیں اور راقم کو بڑے قریب سے ان تمام باتوں کا مشاہدہ کرنے کا موقع میسر آیا ہے ۔کئی باتیں اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں جو بنی اسرائیل میں موجود تھیں اور وہ آج پٹھان و افغان قوم کے رسم و رواج ہیں ۔مگر ماننے والوں کے لئے ایک مثال بھی کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے دفتر بھی بے کار ۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ میری رائے و تحقیق میں پٹھان و افغان قوم ضرور بنی اسرائیل سے ہے ۔(واللہ اعلم و رسولہ)

پٹھان قوم:

اس بہادر قوم کی سیرت و کردار پر ہزاروں کتابیں رقم ہو چکیں ہیں اور یہ سلسلہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔اس بہادر، دلیر اور جفاکش قوم کے محاسن و محامد ہی تھے کہ مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو بھی اس قوم کے متعلق اعتراف حقیقت سے کام لیتے ہوئے کہنا پڑا کہ ؂

آسیا یک پیکر آب و گل است ملت افغان در آں پیکر دل است
در فساد او فساد آسیا در کشاد او کشاد آسیا

ترجمہ: ایشیا کا خطہ تو آب وگل کا ایک ایسا جسم ہے جس میں افغان ایک دل کی مانند بستے ہیں۔اگر دل میں فساد ہوتو تمام بدن میں بے آرامی ہوگی اور اگر دل ٹھیک حالت میں رہا تو تمام بدن (ایشیا) میں امن وسکون ہوگا۔

اور کہیں اس غیور اور فرض شناس قوم کی حدیث فکر اور حرارت ایمانی کا مہمیز لگاتے ہوئے فرماتے ہیں!

ے تیری بے علمی نے رکھ لی ہے بے علموں کی لاج
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان

اسی قوم کے بارے میں مغل اکبر نے کہا تھا کہ پٹھان کو دوستی کر کے ہرایا جاسکتا ہے مگر لڑ کر نہیں۔اس حوالے سے روس اور امریکہ کے واقعات تاریخ سے شغف رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اس قوم پٹھان (افغان) نے افغانستان میں روس وامریکہ کا کیا حال کیا تھا۔ بظاہر ایٹم بم رکھنے والی ان قوتوں کو شکست سے دو چار ہونا پڑا۔

محمود غزنوی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ پٹھان متحد ہو جائیں تو ان کی دنیا پر لازوال حکومت ہو

پختون قوم کو ایک عرب مفکر اور مؤرخ امیر شکیب ارسلان (شاگرد سید جمال الدین افغانی) کچھ یوں خراج تحسین پیش کرتا ہے کہ!

میری جان کی قسم اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے اور کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق نہ رہے تب بھی کوہ ہمالیہ اور کوہ ہندو کش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا اور ان کے عزائم جوان رہیں گے۔ [1]

پٹھان قوم کی بہادری، دلیری کو دیکھ کر ہی سکندر اعظم کو کہنا پڑا کہ جنگ میں اتر جانے کے بعد پٹھان کو روکنا شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے جیسا ہے۔

---

[1] محمد شفیع صابر "مصنف" حیات پیر بابا صفحہ ۱۹

مئی ۱۹۳۵ء میں صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختون خواہ) کے چار طالبعلموں فضل حق شیدا، عبدالمجید خان، عبدالواحد اور فیض اللہ خان سے ملاقات کے دوران شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا پٹھانوں کو دیکھ کر مجھے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس قوم نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اور مجھے توقع ہے کہ یہ آئندہ بھی اسلام کی عظمت و سربلندی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ برخوردار! دنیا کی متعدد بڑی قومیں عروج کمال کو پہنچ کر زوال پذیر ہوئی ہیں۔ آجکل تم جن ترقی یافتہ قوموں کو دیکھ رہے ہو وہ بھی روبہ زوال ہیں۔ لیکن پٹھان قوم کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ابھی بچپن کی حالت میں ہے یہ آہستہ آہستہ بڑھے گی اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب یہ پورے شباب پر ہوگی، خدا کرے میں اس کے عالم شباب کو دیکھ سکوں۔ میں جس آزاد اسلامی مملکت کا تصور کر رہا ہوں مجھے امید ہے کہ پٹھان اپنی دیرینہ اسلامی روایات کے پیش نظر اس کے قیام میں بہت مدد دیں گے۔ [1]

علامہ کی امید کو پورا کرتے ہوئے پٹھانوں بالخصوص صوبہ سرحد (K.P.K) کے غیور پٹھانوں نے نظریہ پاکستان میں کیا کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ تاریخ کا مطالعہ رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ سردست راقم صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ صوبہ سرحد (K.P.K) کے غیور پٹھانوں نے پیر مانکی شریف اور پیر زکوڑی شریف کی زیر قیادت نظریہ پاکستان کی ایسی تائید و حمایت کی کہ (صوبہ سرحد) جسے کانگریس کا ناقابل شکست گڑھ سمجھا جاتا تھا وہاں سے مسلم لیگ کا نمائندہ خان عبدالقیوم خان کامیاب ہوگیا۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی (کراچی) نے اپنے ایک انٹرویو میں پیر سید امین الحسنات شاہ آف مانکی شریف قدس سرہ کی خدمات کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ علماء کے ساتھ سابق پیر مانکی شریف اور پیر

---

[1] فقیر سید وحید الدین "مصنف" اقتباس از "انجمن" صفحہ ۴۰، ۴۱

زکوڑی شریف نے بڑی تندہی سے کام کیا اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی تائید وحمایت سے صوبہ سرحد (موجودہ K.P.K) کی سیاسی فضا میں وہ عظیم تغیر رونما ہوا جو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ [۱]

پٹھان (افغان) قوم نے قیام پاکستان میں اہم اور کلیدی کردار ادا کیا بلکہ آج تک امن وسکون کے لئے اپنی کوششیں بروئے کار لا رہے ہیں۔ صدیوں سے پختون قوم ایسی قوم چلی آرہی ہے جس نے اسلام کے نام پر اپنے سر کٹوائے اور کفر وشرک والی تحریک کے مقابلے میں صف آراء ہوئے۔ آج کے جدید دور میں بھی یہی قوم (افغان و پٹھان) دین اسلام کے لئے کٹ مر رہے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں شہید ہو چکے ہیں۔ آج بھی پاک آرمی میں کتنے نوجوان آفیسر ایسے ہیں جن کا تعلق پختون قوم سے ہے اور وہ ملک وملت کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور کتنے ہی شہادت کا جام پی چکے اللہ کریم تمام شہداء کے درجات بلند فرمائے (آمین ثم آمین)

اکوزئی پٹھان:

آپ پٹھانوں کی اصلیت کے بارے میں تفصیل پڑھ آئے اب ہم یہاں اکوزئی پٹھانوں کے متعلق کچھ صفحہ قرطاس کرتے ہیں تاکہ ہماری تحریر کی ہر بات قاری پہ عیاں ہوتی جائے۔ یوسف بن مندے کے صاحبزادے اکو کی اولاد اکوزئی سے مشہور ومعروف ہے اور تعداد میں یہ دوسری برادری سے زیادہ ہے۔ مگر یہ بھی اپنے نام کے ساتھ یوسف زئی لکھتے اور بولتے ہیں جس کی وجہ سے اکوزئی لقب کی بنسبت یوسف زئی زیادہ مشہور ہے۔ اکو کی اولاد بھی اب کئی خیلوں اور ناموں سے یاد کی جاتی ہے۔ مثلاً اکو کے بیٹے بازید کی اولاد بائی زئی دوسرے بیٹے خواجہ کی اولاد خواجہ زئی اور ابا کی اولاد ابازئی جبکہ خادک کی اولاد خادک

---

[۱] اردو ڈائجسٹ شمارہ جولائی ۱۹۶۸ء بحوالہ تذکرہ اکابر اہلسنت صفحہ ۹۶

زئی سے مشہور ومعروف ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی اولاد کئی خیلوں اور ناموں سے ملقب ہے۔ [1] مختصر یہ کہ اکو کی اولاد بھی اپنے نام کے ساتھ یوسف زئی لکھتی اور بولتی ہے یعنی یوسف کے پانچ بیٹوں (اکو، موسیٰ، عیسیٰ، ملی، اوریا) کے اخلاف اپنے نام کے ساتھ یوسف زئی لکھتے اور بولتے ہیں جس کی وجہ سے ان سب (مذکورہ پانچ بزرگوں) کی اولاد یوسف زئی کہلائی۔ ہاں یاد آیا کہ ان کے ساتھ یوسف کے بھتیجے مندڑ کی اولاد بھی اپنے آپ کو یوسف زئی کے نام سے موسوم کرتی ہے۔البتہ یوسف اور مندڑ کی اولاد آپس میں شناخت کیلئے گاہے گاہے جدا ناموں سے بھی یاد کئے جاتے ہیں تاہم ان کا مشترک اور مجموعی نام یوسف زئی ہے۔ یوسف زئی سب سے بڑے قدیم ترین اور مہذب قبائل میں سے ایک ہے۔ یوسف زئی قبیلے کی کئی شاخیں ہیں عام طور پر اپنے مختلف قبائلی ناموں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ جیسے دیر اور سوات کے اکوزئی۔بنیر کے الیاس زئی اور کوہ سیاہ کے عیسیٰ زئی اسی طرح وادی تناول علاقہ باڈی شنگلی کے مانکیال اکوزئی اور سبڑیال اکوزئی یہ سب اصل میں یوسف زئی ہیں جو یوسف بن مندے بن خاشی یا خشی کی اولادیں ہیں۔کتاب ہذا میں ہمارا تعلق چونکہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے ہے اور یہ سڑابنی کی ایک ذیلی شاخ ہے۔لہذا ہم اس شاخ کے شجرہ ہائے نسب، مانکیال کی وجہ تسمیہ، مانکیال کے علماء وسیاسی حضرات کے حالات زندگی، مانکیال کا یوسف زئی قبیلہ سے تعلق اور پھر اشارۃً یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ اس وقت ان کے خاندان کہاں کہاں پر مقیم ہیں۔

مانکیال کی وجہ تسمیہ:

اکثر پٹھان قبائل کے مقام پیدائش کا کھوج لگائیں تو تانے بانے افغانستان کے شہروں

---

[1] یاد رہے کہ زئی اور خیل کے معنی اولاد کے ہیں۔جو ذیلی خاندان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔مثال کے طور پر ملی زئی اور ابا خیل، ملی اور ابا مورث اعلیٰ کے نام ہیں اور ان کے خاندان ملی زئی اور ابا خیل سے پکارے جاتے ہیں۔

قندھار اور غزنی سے جاملتے ہیں۔

مانکیال قوم[ا] کے متعلق بھی یہی تصور عام ہے اور مانکیال قوم کے علماء و بزرگ بھی یہی گمان رکھتے ہیں۔ راقم الحروف کا ذاتی خیال بھی یہی تھا تاہم جب تحقیق نے آگے بڑھنا شروع کیا تو انکشاف ہوا کہ ہمارے آباء و اجداد نے موجودہ پاکستان کے مشہور و معروف علاقے سوات کی فتح میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اور افغانستان سے ہجرت کر کے اولاً پشاور اور پھر وادی سوات کو ہی اپنا مسکن بنایا تھا۔ مانکیال قوم کے جد امجد مجاہد اسلام حضرت علامہ مولانا عبد الکریم قدس سرہ السامی نے حضرت اخون سالک، حضرت اخون سباک اور یوسف زئی کے ذیلی قبیلہ خدو خیل سدو زئی منڈر کے مشہور سردار بہاکو خان قدست اسرارہم کے ساتھ مل کر ڈوما قوم جو اس وقت حسن زئی اکازئی، مداخیل، مخوزئی، چغر زئی، بابوزئی، جنگی خیل، عزی خیل، چوگا، کانا، غوربند، بشام، چکسیر اور پورن کا موجودہ پہاڑی علاقہ ہے پر تاتاری النسل قوم ڈوما حکمران تھی۔ جو اس قدر طاقت ور تھی کہ جب یوسف زئی مردان، سوات اور ارد گرد کے علاقوں پر قبضہ کر رہے تھے تو وہ اس طرف توجہ نہ دے سکے۔ بہاکو خان نے اخون سالک اور ان کے خلفاء و مریدین بالخصوص علامہ مولانا عبد الکریم اکوزئی یوسف زئی کے اشتراک سے حکومت ڈوما کے خلاف لشکر کشی کی اور بالآخر مذکورہ بالا علاقہ جات ان سے خالی کرالئے۔ اب آئیے مانکیال کی وجہ تسمیہ کے متعلق جانتے ہیں۔

ویسے تو اقوام کی وجہ تسمیہ میں عموماً نسب کی رعایت کی جاتی ہے لیکن مانکیال قوم کی وجہ تسمیہ میں نسب کی جگہ علاقہ کی رعایت کی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ یہ قوم یوسف زئی کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ رنگ و بو اور رہن سہن کے طریقوں میں دونوں اقوام میں کافی حد تک

[ا] مانکیال اکوزئی یوسف زئی سڑابنی کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ لیکن چونکہ وادی تناول میں مانکیال اکوزئی کو قوم مانکیال اکوزئی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم ذیلی شاخ یا قبیلہ کے بجائے قوم مانکیال لکھیں گے۔ یہ توضیح اس لئے ضروری سمجھی گئی تاکہ ہر پڑھنے والا باآسانی سمجھ سکے۔ ہزاروی عفی عنہ

یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بہر حال بات بہت دور نکل جائے گی ذکر ہو رہا تھا مانکیال کی وجہ تسمیہ کا تو مانکیال قوم کے نقد میں یہ نقل متواتر چلی آ رہی ہے کہ ہمارے جد امجد مولانا عبد الکریم رحمتہ اللہ علیہ نے مانکا(۱) نامی گاؤں وادی سوات سے علاقہ تناول" گاؤں شوشنی" کو اپنا مسکن بنایا تو اسی مانکا نامی گاؤں کی نسبت سے آپ کی اولاد مانکیال (مانڑکیال) کے نام سے موسوم ہوئی۔ ۲

ہماری قومی روایات کی تائید مؤلف ارمغان افغان بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ارقام فرماتے ہیں!

چونکہ (مولانا) عبدالکریم بابا کا مولد مانکا نامی گاؤں سے تھا اسی بناء پر ان کی اولاد مانکیال کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ۳

بندہ ناچیز کا سیاحوں کی جنت وادی سوات میں منکر"مانکا" یا"مانکو" نامی گاؤں میں جانا ہوا ہے۔ اس منکر نامی گاؤں کے ساتھ دو گاؤں اشو اور کالام بھی واقع ہیں۔ ان تینوں گاؤں کے باشندے کوہستانی ہیں اور کوہستانی زبان بولتے ہیں بہت ہی مہمان نواز اور بندہ پرور لوگ ہیں۔ قارئین! یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ وادی سوات میں ایک پوری یو۔سی ہے جس کا نام مانکیال ہے ہوسکتا ہے مولانا نے پہلے اس وادی کو اپنا متوطن بنایا ہو جس کی وجہ سے آپ کی اولاد کو مانکیال کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ لیکن راقم کی رائے میں پہلی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم بالصواب) مزید اس لفظ کے متعلق ملاحظہ فرمالیں کہ مانکیال (مانڑکیال) سوات کوہستان میں ایک مشہور پہاڑ ہے۔ جو وادی بحرین میں واقع ہے۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے ۱۸۷۵۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں مرغ زریں کے علاوہ دوسرے پہاڑی مرغ بھی پائے

۱۔ یاد رہے کہ پشتو زبان میں مانکا اور مانکو اور تور والی زبان میں منکر کہتے ہیں۔ ہزاروی غفرلہ

۲۔ هٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ وَ مَشَائِخِ الْاَقْوَامِ

۳۔ قاضی عبدالخالق "مصنف" ارمغان افغان قلمی نسخہ

جاتے ہیں جو حسن اور دلکشی میں لاثانی ہیں۔اس کی چوٹی ہمیشہ برف کی سپید چادر سے ڈھکی رہتی ہے۔ ؎

پٹھان قوم کے مساکن:

کوئی بھی قوم یا اس کی شاخ وہ اپنے باپ، دادا یا مقام سکونت یا متوطن کی وجہ سے مشہور و معروف ہوتی ہے۔جیسے فاطمی سادات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولادیں ہیں مگر آج ان میں بھی گیلانی، بخاری، ترمذی اور مشہدی سادات کے نام سے مشہور ہیں یہ کیوں؟ تو اس کا سادہ اور آسان فہم جواب یہی ہے کہ عرب مما لک سے جدا ہو کر سادات جہاں جہاں گئے انہیں شہروں کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔مثلاً جو گیلان میں رہے وہ گیلانی یا جیلانی جو بخارا میں آئے وہ بخاری جو ہمدان میں گئے وہ ہمدانی جو کرمان میں پہنچے وہ کرمانی جو گردیز میں مقیم ہوئے وہ گردیزی جنہوں نے مشہد میں سکونت اختیار کی وہ مشہدی اور جو ترمذ میں آئے وہ ترمذی اور جنہوں نے اپنا مسکن شیراز کو بنایا وہ شیرازی سید کہلانے لگے۔علی ھذ القیاس اسی طرح اکثر محققین اہل علم کہتے ہیں کہ قوم پختون جن میں مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے آباء و اجداد بھی شامل ہیں ملک شام کے علاقہ موآب شرق اردن میں آباد تھے (جو بعد میں ان کی سکونت کی وجہ سے یہ علاقہ بنی پخت موآب کے نام سے مشہور ہوا) بعد میں آذربائیجان میں دریائے صافی کے دونوں کناروں میں آباد ہوئے۔جس کا مرکزی مقام مراغہ (غورہ مرغہ،غوڑہ مرغہ) تھا۔نقل متواتر ہے کہ یوسف زئی اور ان کے نسبی رفقاء نے شام سے جلا وطنی کے بعد مراغہ میں سکونت اختیار کی اور اس کو اپنا وطن بنایا۔سینکڑوں برس یہاں رہنے کے بعد یہ لوگ مجبور ہو کر دریائے سیحون کے جنوبی کنارے (جو پہلے ملک روس میں شامل تھا اب وسطی ایشیاء کے اسلامی مما لک سے گزرتا ہے ہزاروی غفرلہ) میں رہائش پذیر ہوئے اور یہ جگہ ان کے گزشتہ مسکن مراغہ کی نسبت سے مرغینان کے

؎ فضل ربی راہی "مصنف" سوات، سیاحوں کی جنت صفحہ ۱۶۲

نام سے مشہور ہوئی ۔ کچھ مدت کے بعد یہاں سے جلا وطن ہو کر دشت لوط کے مشرقی کناروں کوہ قفص میں آباد ہو گئے ۔ پھر کوہ قفص سے اتر کر غور یا خیل تو ار گنداب ترنک ،مقر اور قرہ باغ پر قابض ہو گئے جو قندھار سے جنوب کی طرف واقع تھے ۔ پھر بعد میں کچھ عرصہ علاقہ پشین میں سکونت اختیار کی لیکن بعد میں کابل کو اپنا مسکن بنالیا اور رفتہ رفتہ کابل کے نواح میں بہت بڑے دبدبے اور شوکت کے مالک ہو گئے اور کابل کے تمام مضافات پر اپنا تسلط قائم کر دیا ۔ مرزا الغ بیگ کو خشی قبائل کے سردار ملک سلیمان شاہ نے پالا اور اس کی کما حقہ تربیت کر کے کابل کا بادشاہ بنایا ۔ مگر اس نے نمک حرامی کرتے ہوئے گگیانی اور یوسف زئی قوم کے اختلاف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے گگیانیوں پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا لیکن اختلاف کے باوجود ملک سلیمان شاہ نے گگیانیوں کو مرزا کے ناپاک عزائم کی اطلاع دے دی جس کی وجہ سے گگیانی مرزا کے حملہ سے محفوظ رہے اور ہجرت پر مجبور ہوئے ۔ لیکن ادھر گگیانی قوم نے بیوفائی کرتے ہوئے مرزا کو پیغام بھیجا کہ آپ کے ممکنہ حملہ کی اطلاع ہمیں ملک سلیمان شاہ نے دی ہے ۔ جس کی وجہ سے مرزا اور مغلوں کی آزردگی یوسف زئی قوم سے حد کمال کو پہنچ گئی ۔ گگیانی قبائل اور مرزا آپس میں مل گئے اور یوسف زئی قوم سے ایک عظیم جنگ کی لیکن یوسف زئی ایسے ٹوٹ پڑے اور مردانگی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ مرزا اور گگیانی دونوں کو شکست فاش سے دو چار ہونا پڑا ۔ مرزا اس واقعہ پر بے حد شرمندہ تھا اسے اس شکست پر بہت ملال ہوا اور اس کے دل میں یوسف زئیوں کے خلاف غصے کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی ۔ مرزا نے اپنے آدمیوں کے ہاتھ کچھ رقوم اور پر خلوص اور محبت آمیز خطوط دے کر یوسف زئیوں کے پاس بھیجے اور یوسف زئیوں نے مرزا کے اخلاص پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا اور سلیمان شاہ یوسف زئی سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ مرزا کے آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو کر مرزا کی خدمت میں کابل پہنچ گئے ۔ مرزا بھی اپنے امیروں سمیت یوسف زئی ملکوں کے استقبال کے لئے نکل آیا تھا اور پوری عزت کے ساتھ ان کو

اپنے محل میں لے گیا۔ تحفے تحائف دے کر واپس ان کو ان کے گھروں کو رخصت کیا۔ دوسری مرتبہ مرزا نے عذر خواہی کی بنیاد رکھتے ہوئے یوسف زئی سرداروں اور نوجوانوں کو انعامات کا لالچ دے کر سب کو دعوت دی اور یوسف زئی سرداران بھی مرزا کے ارادوں کو بھانپ نہ سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سردار، نوجوان یہاں تک کہ سات سو مشہور و معروف معززین کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ مرزا کے دیار (حدود شہر) میں پہنچے تو مرزا کے آدمیوں نے بتایا کہ مرزا نے حکم دیا ہے کہ کوئی تیغ و اسلحہ کے ساتھ شہر میں داخل نہیں ہو گا۔ المختصر یوسف زئی قوم کے افراد نے شرائط تسلیمات فرمائیں اور خالی ہاتھ شہر میں داخل ہوئے۔ مرزا نے چالاکی سے اپنے امراء و خوانین میں ضیافت کے بہانے یوسف زئی قوم کے افراد کو تقسیم فرما دیا اور رات گئے یہ Order جاری کر دیا کہ ہر امیر اور خان یوسف زئی قوم کے تمام افراد کے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف باندھ کر حاضر کرو۔ چنانچہ وہ مختلف امیروں کے گھروں میں غیر مسلح اور بے خبر و بے پرواہ ضیافت کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ اس لئے وہ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ غرض یہ کہ ملک سلیمان شاہ کے سوا ان تمام یوسف زئیوں کے ہاتھ باندھ کر مرزا الغ بیگ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ مرزا نے تقریباً سات سو یوسف زئی قوم کے سرداروں اور نوجوانوں کو سوائے چھ آدمیوں باقی سب کو شہید کروالیا۔ شہید کروانے کے بعد مرزا الغ بیگ نے ان مقتولین کے بارے میں حکم صادر فرمایا کہ شہر کابل سے باہر لے جا کر ان کو دفن کیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام مقتولین کو کابل سے دو، تین، تیروں کے فاصلے پر مشرق اور شمال کے درمیان موضع سیاہ سنگ میں دفن کیا گیا۔ لوگ اس مدفن کو شہیدان یوسف زئی کا احاطہ کہتے ہیں اور یہ آج تک مشہور و معروف ہے۔ شیخ عثمان بن موتی او ساخیل ملی زئی قدس سرہ السامی کی قبر بھی وہاں معروف و مشہور ہے۔ لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے اور اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ المختصر یہ کہ کل چھ افراد بچ کر اپنی قوم میں پہنچے اور باقی تمام یوسف زئی سرداروں اور نوجوانوں کو شہید کر دیا گیا۔ گویا یوسف زئیوں کے لئے وہ دن قیامت کا تھا۔ ہر گھر ماتم کدہ

تھا۔مرزا نے اس وعدے کے مطابق جو اس نے ملک سلیمان شاہ سے کیا تھا کہ یوسف زئیوں کے اہل وعیال سے کوئی تعرض نہیں کرے گا اس وعدے کی پاس داری کی۔اور انہیں آزاد چھوڑ دیا کہ وہ جہاں جانا چاہیں جاسکتے ہیں۔تمام یوسف زئی جو گھروں میں تھے اور زندہ بچ گئے تھے وہ فی الفور جمع ہوئے اور آستانہ دار مشائخ سے عرض گزار ہوئے کہ اب اس ملک میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہیں آپ حضرات ارشاد فرمائیں کہ یوسف زئی قوم کا ملک کون سا ہے اور ہم اب کہاں جائیں؟ شیخ زنگی ابن ملا خیل رانٹری زئی خوازہ خیل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جو اس وقت یوسف زئی کے آستانہ داروں میں کشف وکرامات میں مشہور اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔انہوں نے فرمایا اے یوسف زئیوں جاؤ ہمارا ملک سوات ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے گا۔پھر سارے یوسف زئیوں نے ملک سلیمان شاہ کے فرمودہ کے مطابق جو انہوں نے شہادت کے وقت فرمایا تھا کہ یوسف زئی کی سرداری ملک احمد کی ہو یہ قوم کے وجود اور عزت کو برقرار رکھے گا اور ان کی تعمیر کرے گا۔ملک احمد کو اپنا سردار بنالیا اور کابل سے ہجرت کرکے پشاور اور بعد میں سوات کو اپنا وطن بنایا۔تمام پٹھانوں کے آباؤ اجداد (بمع قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے بھی) نے ملک فلسطین سے ہجرت کرکے کوہ سلیمان کو اپنا مسکن بنایا اور پھر رفتہ رفتہ کابل،سوات،پشاور،دیر،بلوچستان،ہزارہ،پنجاب اور ہندوستان تک پھیل گئے۔اور کئی ناموں اور خیلوں میں منقسم ہوئے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت اخون سالک بابا قدس سرہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وادی تناول علاقہ باڈی شنگلی گاؤں شوشنی کو اپنا مسکن بنایا۔

چنانچہ مؤلف ارمغان افغان لکھتے ہیں کہ!

> ملا (مولانا" ہزاروی غفرلہ) عبدالکریم بابا رحمۃ اللہ علیہ جو اکوزئی شاخ سے نسباً تعلق رکھتا اور مانکا (مانکو منکر "ہزاروی) نامی شمالی سوات کا باشندہ تھا۔دینی جذبہ کے تحت (حضرت) اخون سالک مجاہد قدس سرہ

کے ساتھ اکثر موقہائے جہاد میں شریک رہا کرتا تھا۔ جب اخون سالک موصوف کسی مہم کے سلسلہ میں کوہ سیاہ (کالاڈھاکہ، موجودہ ضلع تورغر" ہزاروی غفرلہ) میں آئے۔ تو انہوں نے (مولانا) عبدالکریم اور ایک دوسرے بزرگ ۱؎ رحمۃ اللہ علیہما جو ملاخیل قوم کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اپنا خلیفہ بنا کر اس علاقہ (وادی تناول) میں اقامت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ پس یہ دونوں خلیفے اپنے پیر ومرشد کے ارشادات پر روانہ ہو پڑے۔ (مولانا) عبدالکریم بابا تو یہیں علاقہ شنگلی موضع شوشنی میں اقامت گزین ہو گیا اور دوسرے ملاخیل بزرگ اپنے اصلی اور جدی سرزمین علاقہ کھن لوئر تناول میں جا کر آباد ہو گیا اور تبلیغی فریضہ سرانجام دینے لگے۔ ۲؎

مانکیال قوم کے جد امجد کا تناول میں داخلہ:

وادی تناول کی ٹوٹل دس یونین کونسلوں میں سے ایک معروف U/c بانڈی شنگلی ہے۔ جس میں بسنے والی اقوام میں سے آبادی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر جو قوم آباد ہے۔ وہ مانکیال اکوزئی کے نام سے موسوم ہے لیکن یاد رہے اس علاقے (بانڈی شنگلی) میں یہ قوم مانکیال اکوزئی آبادی کے لحاظ سے تو دوسرے نمبر پر ہے مگر علم، تقوی، دینداری، فصاحت وبلاغت، مہمان نوازی، دینی ومذہبی، سیاسی وسماجی اور ملکی خدمات کے سلسلے میں پہلے نمبر پر

۱؎ ملاخیل قوم کے مذکورہ بزرگ کے نام اور ان کی اولاد کے بارے میں علاقہ کھن لوئر تناول میں جا کر تحقیق وتفتیش کی جا سکتی ہے۔ کثرت مشاغل اور قلت وقت کی وجہ سے کاتب الحروف اس بارے میں ابھی تک تحقیق نہیں کر سکا۔ تاہم محققین ومؤرخین حضرات سے بصد ادب واحترام التماس کرتا ہوں کہ وہ اس بارے میں اپنی اقلام کو حرکت دیں۔

۲؎ قاضی عبدالخالق "مصنف" ارمغان افغان

تھی، ہے اور ان شا اللہ رہے گی۔اس قوم کو مانکیال اکوزئی کے نام سے کیوں موسوم کیا گیا؟ یہ کون لوگ ہیں اور کہاں سے وادی تناول میں وارد ہوئے ہیں؟ ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات ہم پہلے بیان کر چکے جنہیں آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ آئے۔اب آئیے اس عظیم مذہبی، علمی، جہادی، دین اسلام کی شیدائی، صاف گو اور ایماندار قوم کے تاریخی واقعات اور اس قوم کے جد امجد علامہ مولانا عبد الکریم قدس سرہ کے وادی تناول میں داخل ہونے کے انداز و مقصد کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔روایت (۱) ہے کہ جب مولانا عبد الکریم رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد جناب حضرت اخون سالک بابا قدس سرہ السامی بمع مریدین اور ملاخیل قوم کے ایک بزرگ کے ساتھ کوہ سیاہ (کالا ڈھاکہ، موجودہ ضلع تورغر) تک جہاد کرتے ہوئے آئے اور پبل شریف کے راستے میں کلیاں کی زیارت نزد طالیب باجی والی مسجد کے قریب پہنچے تو لشکریوں نے پیاس کی شکایت کی۔حضرت اخون سالک بابا چونکہ صاحب کرامت بزرگ تھے انہوں نے اپنے مریدین اور خلفاء مولانا عبد الکریم اور ملاخیل قوم کے جد امجد سے فرمایا۔تمام احباب مل کر اللہ کریم کی بارگاہ میں التجاء و دعا کرو اللہ ہمارے لئے پانی کا بندوبست فرمائے۔سب نے دعا کی اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضرت اخون سالک مجاہد نے اپنا عصا زمین پر مارا تو اچانک زمین سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔آج بھی وہ چشمہ حضرت اخون سالک مجاہد کی کرامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔یہ چشمہ دوائی کے پانی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔بہت سی بیماریوں کے مریض اس پانی سے غسل کریں تو اللہ تعالی انہیں صحت و تندرستی عطا فرماتا ہے۔اسی طرح ایک اور صدری روایت (۲) ہم تک منتقل ہوئی ہے کہ جب اخون سالک مجاہد، مولانا عبد الکریم اور ملاخیل قوم کے جد امجد (قدس اسرارہم) تلی (جگہ کا نام) کے مقام پر پہنچے تو ان کی نظر ایک ایسے سانپ پر پڑی جس کی دو

---

۱ بروایت والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان مدظلہ العالی وَ هٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَشَائِخِ الْقَوْمِ

۲ بروایت والد مؤلف کتاب اور مولانا محمد مسکین (پیش امام شڈگاری) وَ هٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَشَائِخِ الْقَوْمِ

زبانیں تھیں تو اخون بابا نے مولانا اور ملاخیل قوم کے بزرگ سے فرمایا مجھے آثار کچھ یوں نظر آرہے ہیں کہ اس علاقے (تناول) کے لوگ ذوالوجھین یعنی دوزبانیں رکھتے ہیں۔ [۱]

لہذا اس علاقے (تناول) میں دین اسلام کی صحیح ترجمانی کی ضرورت ہے آپ دونوں مولانا عبدالکریم اور ملاخیل قوم کے جد امجد دین اسلام کی اشاعت اور سربلندی کے لئے اس علاقے (تناول) میں سکونت اختیار کریں۔ پیرومرشد کے حکم کی تعمیل بجالاتے ہوئے مولانا نے علاقہ شنگلی کی ایک پہاڑی اور ویران جگہ شوشنی کو اپنا مسکن بنایا جبکہ ملاخیل قوم کے بزرگ لوئر تناول کے علاقہ کھن میں اپنی اصلی اور جدی سرزمین پر دین اسلام کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ چونکہ اس حوالے سے کوئی بھی تحریری ریکارڈ موجود نہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ واقعہ کب پیش آیا تاہم مولانا چونکہ اخون بابا کے خلیفہ اور بہاکو خان کے ہم عصر تھے اور بہاکو خان نے اپنی زندگی کی ابتداء عہد جہانگیری میں کی۔ یاد رہے نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ ہجری بمطابق ۱۶۰۲ء عیسوی کو تخت نشین ہوا اور ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء تک حکمران رہا مزید ۲۸ سفر ۱۰۳۷ھ ہجری بمطابق ۹ نومبر ۱۶۳۱ء کو دمے کے عارضے میں

---

[۱] **قارئین ایسے لوگوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے۔** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُوالْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَأْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔ **(صحیح بخاری (ت: زهیر) جلد ۹، رقم: ۷۱۷۹، طبع دار طوق النجاۃ جامعہ دمشق)**
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ دو منہ رکھنے والا شخص انتہائی برے لوگوں میں سے ہے جو ایک کے منہ پہ کچھ (کہتا ہے) اور دوسرے کے منہ پہ کچھ (کہتا ہے) اسی طرح دوسری روایت حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ کَانَ وَجْهَانِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ **(سنن ابی داؤد (ت: شعیب) جلد ۷، رقم: ۴۸۷۳، باب فی ذی الوجھین، دار الرسالۃ العالمیہ)**
رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو دنیا میں دو منہ رکھے (یعنی جس میں دوغلا پن ہو، ہزاروی غفرلہ) تو قیامت کے روز اس کے منہ میں دو آگ کی زبانیں ہونگیں۔ (نعوذ باللہ)

مبتلا ہو کر فوت ہو گیا ۔ ۱

مولانا چونکہ اخون سالک بابا کے مرید اور اخون سالک اور بہاکو خان ان تینوں بزرگوں کے ہم عصر تھے اور آپ پڑھ آئے کہ بہاکو خان کی زندگی کی ابتداء ۱۶۰۲ء کے لگ بھگ ہے اور اس نے اپنے عہد شباب میں ڈوما قوم کے خلاف اخون سالک اور ان کے معتقدین کے اشتراک سے لشکرکشی کی تھی جس کی قدرے تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ۔ اگر بہاکو خان کا عہد شباب ۲۵ سال لگائیں تو ۱۶۰۲ء میں زندگی کی ابتدا اور اندازاً ۱۶۲۷ء کے لگ بھگ کفار ڈوما کے خلاف لشکرکشی کی ہوگی ۔ ان تاریخوں سے راقم قیاس کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مولانا عبدالکریم، اخون سالک اور ملاخیل قوم کے بزرگ قوم ڈوما کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ہی کوہ سیاہ تک آئے ہوں اور اخون بابا نے ان دونوں بزرگوں کو وادی تناول کو اپنا متوطن بنانے کا حکم دیا ہو ۔ بندہ ناچیز کے خیال میں یہ واقعہ ۱۶۲۷ء کے لگ بھگ کا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

راقم کے اس قیاس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبدالکریم غالباً ۱۶۲۷ء کے لگ بھگ وادی تناول میں داخل ہوئے جبکہ ریاست امب اسٹیٹ ۱۷۷۲ء میں قائم ہوئی ۔ ۲

اس طرح قوم مانکیال کے جد امجد مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ امب اسٹیٹ کی ریاست قائم ہونے سے اندازاً ۱۴۵ سال قبل وادی تناول میں داخل ہوئے ۔ یہ بھی یاد رہے کہ نواب آف امب کی حکومت انہار سے شیر گڑھ کی طرف تک تھی ۔ انہار سے کوہ سیاہ کی طرف قوم تراوڑہ اکوزئی کی حکومت تھی ۔ یعنی انھار کھٹہ سے مغربی علاقہ تراوڑہ قوم اور مانکیال

---

۱ خان روشن خان "مصنف" یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ ۲۴۰ ایضاً
انجم سلطان شہباز "مؤرخ" اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۳۵۶

۲ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی "مؤلف" تاریخ ہزارہ صفحہ ۳۹۰ ایضاً ۳۴۰

قوم کا مقبوضہ ومملوکہ علاقہ تھا۔ اور جگہ جگہ ان میں خان ہوتے تھے۔ اس علاقے پر نوابان امب میں سے اکرم خان یا جہانداد خان نے حملہ کیا اور ان ہر دو قوموں کے مقبوضہ ومملوکہ علاقے کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔

بہرحال نوابان امب میں سے ہیبت خان کے بارے میں آتا ہے کہ جب ۱۷۷۲ء میں ریاست امب سٹیٹ قائم کی تو وہ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز خیال کرتا تھا اور موضع گلی میں جہاں زیادہ آبادی چند سبزی فروشوں اور دیگر دکانداروں کی تھی رہتا تھا۔ ایک وقت اس نے گل شیر خان سے ہمسری کا دعوٰی کیا۔ گل شیر خان نے اس پر اس کو گلی کے گاؤں سے بدر کر دیا اور گاؤں کو تاراج کر کے جلا دیا۔ چونکہ ہیبت خان کوئی طاقت نہ رکھتا تھا۔ لہٰذا شرمندہ ہو کر گل شیر خان سے معافی مانگ کر اس کا مطیع ہو گیا اور اس کی اجازت سے اپنے گاؤں کو از سرنو آباد کر کے اس میں بود و باش رکھنے لگا۔ [1]

چنانچہ قوم تراوڑہ اکوزئی کے متعلق مؤلف تواریخ حافظ رحمت خانی ارقام فرماتے ہیں کہ!

ان (تراوڑہ اکوزئی" ہزاروی) کا جد امجد امیر خان نامی "موضع غالی گئے" سوات سے نقل مکانی کر کے ہزارہ میں آباد ہوا تھا اور یہاں اس کا قبیلہ تروا ڑہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد یہ گاؤں تو ہارہ موضع کنڈر میں آباد ہوا۔ اور یہاں ایک خانی کی بنیاد ڈالی جو متصل حسن زئی سے کنڈر اور چمیڑی تک پھیلی ہوئی تھی اور علاقہ شنگلی پر قابض ہوئے اور اسی خاندان کے ایک گروہ نے علاقہ نکا پانی پر اپنا تسلط جمایا۔ یہ سبڑیال تراوڑہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ جو بعد میں علاقہ اگرور کو چلے گئے اور موضع شہوت میں سکونت اختیار کی۔ بعد ازاں تناول کے دیگر مواضعات میں منتقل ہو گئے اور بٹل بگوٹی اور چورکلاں تک پھیل گئے۔ [2]

---

[1] ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی" مؤلف" تاریخ ہزارہ صفحہ ۹۳

[2] خان روشن خان" مؤرخ" تواریخ حافظ رحمت خانی صفحہ ۵۸۹

امیر خان اور مولانا عبد الکریم دونوں ہم عصر تھے۔ بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ علاقہ شنگل میں پہلے پہل زیادہ تر ہندو اور سکھ آباد تھے اور مسلمان صرف گجر قوم تھی۔ لیکن انہوں نے بھی اپنے ایمان کو مخفی رکھا ہوا تھا۔ جس کی تفصیل ہم مولانا عبد الکریم کے حالات زندگی میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ راقم الحروف انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ جب حضرت اخون سالک رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق مولانا نے علاقہ شنگل موضع شوشنی کو اپنا متوطن بنایا اور اپنے تبلیغی دوروں سے اسلام کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا تو ان حالات میں موضع غالی گئے سوات سے امیر خان (جو نسباً اکوزئی پٹھان تھا) نے نقل مکانی کر کے گاؤں توھارہ موضع کنڈر میں سکونت اختیار کی اور رفتہ رفتہ موضع کنڈر اور چمیڑی پر قابض ہوگیا۔ ادھر مولانا عبد الکریم چونکہ بیباک، نڈر، عظیم مبلغ، دلنشین مقرر اور روشن دماغ عالم دین تھے۔ انہوں نے یہاں (تناول) میں دین اسلام کی اشاعت، فہم دین، محبت دین اور اقامت دین پیدا کرنے کے لئے طوفانی دورے کیے اور لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور جو پہلے سے مسلمان تھے اور انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا وہ بھی اسلام کی خدمت میں پیش پیش ہوئے اور کھلم کھلا اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔

ان حالات میں امیر خان اور مولانا عبد الکریم نے موضع کنڈر، چمیڑی، شنگلی اور موضع رحمکوٹ تک کے علاقوں پر اپنا تسلط جماتے ہوئے ایک خانی کی بنیاد رکھی جو تراوڑہ حکومت کے نام سے موسوم ہوئی۔ مذکورہ بالا علاقوں میں قوم تراوڑہ کے نام سے جو ریاست قائم ہوئی وہ امیر خان اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہما کی شبانہ روز محنت اور لگن سے قائم ہوئی۔ انتظامی امور امیر خان اور ان کی اولاد جبکہ عدالتی و شرعی امور کی ذمہ داری مولانا عبد الکریم اور ان کے اخلاف بحسن خوبی نبھاتے رہے۔ اس کی تائید و توثیق قوم مانکیال کی صدری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ مولانا عبد الکریم اور ان کے اخلاف پشتوں سے تراوڑہ قوم کی ریاست میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے

یہاں تک کہ قاضی ببر اللہ[۱] کی زندگی کے آخری ماہ و ایام میں ریاست امب اسٹیٹ کے نواب صاحب تراوڑہ ریاست پر حملہ آور ہو کر پورے علاقے کو اپنے زیر تصرف میں لے آئے۔اس بات کا ذکر کہ نواب امب نے تمام زمینیں اور جنگلات غصباً اپنی ملکیت بنا دیے تھے اس کا ذکر مولانا گوھر رحمان مردان نے بھی اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے۔ [۲]

تراوڑہ ریاست پر حملہ نواب اکرم خان (۱۸۴۶ء تا ۱۹۰۷ء) کے عہد حکومت میں کیا گیا۔ظلم عظیم یہ کیا کہ نواب موصوف نے تراوڑہ ریاست کے حکمرانوں کو کافر، زندیق اور ملحد قرار دیتے ہوئے عوام کو جہاد کا نام لے کر ابھارا۔جس کی وجہ سے تراوڑہ ریاست کی اپنی عوام ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ادھر سے اکرم خان اپنی رعایا و فوج لیکر اس ریاست پر چڑھ دوڑا۔اندرونی بغاوت کا نقصان یہ ہوا کہ تنولی قوم کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے تراوڑہ اکوزئی اپنی ریاست کھو بیٹھے اور نواب موصوف نے پورے علاقے شنگلی، چمیڑی، نکا پانی اور دیگر مواضعات پر قبضہ جما لیا۔تراوڑہ ریاست کے خوانین پر کفر و الحاد اور زندقہ کے الزامات اس لئے لگائے گئے کہ ان سے انگریز سرکار اور ان کے حلیفوں کی ریاست و امارت کو خطرہ تھا یہ لوگ انگریز سرکار کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کی مدد کرتے تھے۔ان کا علم و فضل، دین داری اور پاکیزہ سیرت اور لوگوں کی ان سے عقیدت دشمنوں کے خلاف ایک مرکز فراہم کر رہی تھی اور ان کی مراجعت دشمن کے شیرازہ ریاست و امارت کو منتشر کر دینے کا سبب بن سکتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ آج تراوڑہ اکوزئی کی ریاست کا نام و نشان بھی متقدمین و متاخرین کی کتب میں نہیں ملتا۔خان روشن خان کی ”کتاب تواریخ حافظ رحمت خانی“ کے علاوہ کتب تواریخ میں قوم تروا ڑہ کا ذکر کاتب الحروف کی نظر سے نہیں گزرا۔اس علاقے بانڈی شنگلی، چمیڑی، نکا پانی اور دیگر مواضعات میں سب سے پہلے جن مجاہدین و قوموں مانکیال اکوزئی و

---

۱ بروایت مولانا محمد ایوب (گلبنڈ شریف چمراسی) وَھٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَشَائِخِ الْقَوْمِ

۲ جریدۃ الاتحاد صفحہ ۹ حیات و خدمات مولانا گوہر رحمان صفحہ ۲۹۲ تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۸

تراوڑہ اکوزئی نے ہندو، سکھ جیسی جابر قوموں سے ٹکر لی۔ اور اپنی (مسلمانوں کی) ایک الگ ریاست قائم کی۔ ان کی جدوجہد اور شہادت کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ملتا الٹا ان اقوام کو کافر، زندیق اور ملحدین کہا گیا فیا للعجب جبکہ اس کے برعکس غداروں اور انگریزوں کے حمایتیوں کی بابت دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ دو ملکوں یا دو ریاستوں کے درمیان اختلاف ولڑائی کوئی انوکھی بات نہیں۔لیکن افسوس وتعجب اس بات پر ہے کہ مفتوحہ علاقے کے سابق حکمرانوں کو کافر وزندیق کہہ کر تاریخ کے اوراق سے ان کے نام ونشان کو ہی مٹوا دینا کہاں کا انصاف ہے؟ نواب اکرم خان کے حملے اور اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد قوم تراوڑہ کے چند خاندان یہاں باڈی شنگلی، چمیڑی اور نکا پانی میں ہی رہے۔ باقی تناول واگرور اور ہزارہ کے مختلف علاقوں میں چلے گئے مگر حسن زئی اور تناول، باڈی شنگلی، چمیڑی، نکا پانی اور کھن وغیرہ کے علاوہ یہ لوگ جہاں بھی آباد ہوئے تو ان کو ان کے قبیلے کا نام دیا گیا۔ تراوڑہ قوم کا ایک معروف خاندان سبڑیال تراوڑہ ہے جنہوں نے نکا پانی پر اپنا تسلط جمایا تھا۔ آج بھی علاقہ باڈی شنگلی گاؤں شیڑہ میں آباد ہے اس خاندان میں مشہور انسان علامہ قاضی عبدالخالق ہوئے ہیں۔ جو عالم دین ومؤرخ بھی تھے۔ انہوں نے ارمغان افغان نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ جو اب تک منصہ شہود نہیں ہوسکی تاہم آپ کی اولاد کے پاس آج بھی قلمی نسخہ محفوظ ہے جسے میں اپنی عدیم الفرصتی کے باعث (ان کے گھر میں) تفصیلاً تو نہیں پڑھ سکا البتہ جستہ جستہ ایک نظر ڈالی ہے۔ بہرحال امیر خان اور مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہما کی قائم کردہ ریاست کو نواب موصوف ختم کرنے کے بعد اپنے زیر تسلط لایا اور کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد موضع شنگلی میں مدد خان (بھائی پائندہ خان) اور موضع چمیڑی میں پائندہ خان کے عم محترم محمد خان از جانب مدد خان مختار کے طور پر مقرر ہوئے۔ [۱]

ان تاریخی حالات وواقعات کو نقل کرنے سے راقم قاری کی اس طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا

---

۱ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی "مؤرخ" تاریخ ہزارہ صفحہ ۱۴۹

ہے کہ امب اسٹیٹ کی ریاست قائم ہونے سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جدامجد یہاں تناول میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔اور قریباً ایک صدی کے لگ بھگ امیر خان کے اشتراک سے مولانا اور ان کی اولاد یعنی قوم مانکیال یہاں بانڈی شنگلی ،چمبیڑی ،نکاپانی ،رحمکوٹ اور اسماعیل بانڈی تک کے علاقوں میں بطور حکمران رہی۔ھذا من فضل ربی۔

یہاں یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ نواب اکرم خان متوفی ۱۹۰۷ء نے جب بامداد حکومت انگریز تراوڑہ قوم اور مانکیال اکوزئی کو اس علاقے سے بے دخل کیا اور ملک بدر کیا تو اس وقت تراوڑہ قوم اور قوم مانکیال کے خاندان جہاں رہائش پذیر تھے ان کو موصوف نے زبردستی دوسرے علاقوں میں بھیجا اور ان کی جمعیت کو منتشر کیا تا کہ یہ لوگ پھر اتفاق کر کے حکومت سے دعویٰ اپنی اراضی نہ کریں

قارئین! حقیقت یہ ہے کہ تراوڑہ قوم اور مانکیال قوم کے خاندانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے ۔جس کی وجہ سے اس وقت تراوڑہ قوم کے بعض خاندانوں نے تراوڑہ ہونے سے انکار کیا کہ ہم تراوڑہ نہیں تا کہ ہم پر ظلم وستم بھی نہ کیا جائے اور ہمیں اپنے مکانوں سے بدر بھی نہ کیا جائے ۔تراوڑہ قوم کا شجرہ نسب ان شاء اللہ ہم آگے چل کر نقل کریں گے۔

مانکیال کا اکوزئی یوسف زئی سے ہونا

قوم مانکیال کے نقد متواتر میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ہم یوسف کے فرزند اکو کی اولاد سے ہیں اور ہمارے جدامجد مولانا عبدالکریم اکوزئی ،حضرت اخون سالک مجاہد کے خلیفہ تھے اور ان کے ساتھ اکثر جہادی معرکوں میں شامل ہوتے تھے ۔جس کا ذکر آپ پہلے پڑھ آئے جہادی سلسلے میں ہی کوہ سیاہ (کالاڈھاکہ موجودہ ضلع تورغر) تک آئے اور پھر اخون سالک بابا کے حکم سے وادی تناول علاقہ بانڈی شنگلی کے موضع شوشنی کو اپنا مسکن بنایا۔جس کی تفصیل ہم مولانا کے حالات زندگی میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔اس روایت کی تائید

مؤلف ارمغان افغان کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ مؤلف موصوف رقمطراز ہیں!

ملا عبدالکریم بابا جو اکوزئی شاخ سے نسباً تعلق رکھتا اور مانکا (مانکو منکر، ہزاروی غفرلہ) نامی شمالی سوات کا باشندہ تھا جو دینی جذبہ کے تحت اخون سالک مجاہد کے ساتھ اکثر موقہائے جہاد میں شریک رہا کرتا تھا۔ جب اخون صاحب موصوف کسی مہم کے سلسلہ میں کوہ سیاہ (کالا ڈھاکہ موجودہ ضلع تورغر) میں آئے۔ تو انہوں نے مولانا عبدالکریم اور ایک دوسرے بزرگ کو جو ملاخیل قوم کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اپنا خلیفہ بنا کر اس علاقہ (تناول) میں اقامت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ پس یہ دونوں خلیفے اپنے مرشد کے ارشاد پر روانہ ہوئے۔ عبدالکریم بابا تو یہیں علاقہ شنگلی موضع شوشنی میں اقامت گزین ہوگیا اور دوسرے ملاخیل بزرگ اپنی اصلی اور جدی سرزمین علاقہ کھن لوئر تناول میں جا کر آباد ہوگیا اور تبلیغی فریضہ سرانجام دینے لگے۔ [1]

زمانہ حال کے مشہور محقق و مؤرخ سید عبدالقدوس ہاشمی ''تتمۃ البیان فی تاریخ الافغان'' مصنف سید جمال الدین افغانی کے ترجمہ میں ارقام کرتے ہیں!

ایک مسلّمہ طریقہ تاریخ معلوم کرنے کا یہ ہے کہ اگر منضبط قدیم تاریخ نہ مل سکے تو کسی قوم کی اپنی روایات، ناممکنات اور بے جا مبالغہ کو خارج کر کے قبول کی جائیں، اب تک ساری دنیا کی بلکہ ایک ایک مقام کی تاریخ مرتب کرنے میں یہی مسلّمہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ کسی ملک کی تاریخ یا شہر کا گزیٹر دیکھئے یہی اصول کارفرما نظر آئے گا۔ اگر یہ اصول ترک کر دیا جائے تو دنیا کے کسی ملک کی تاریخ نہ لکھی جا سکے گی۔ نہ

---

[1] قاضی عبدالخالق ''مؤرخ'' ارمغان افغان قلمی نسخہ

عراق وشام کی نہ روما اور یونان کی۔ ۱

لہذا کوئی وجہ نہیں کہ قوم مانکیال اکوزئی کی اپنی روایات کو ٹھکرا کر دوسروں کے قیاسات کو قبول کر لیا جائے جبکہ اس روایت (کہ مانکیال اکوزئی پٹھان ہیں) کی تائید مانکیال قوم کے چہرے مہرے اور ان کے بعض رسم و رواج سے بھی ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے بشرطیکہ خالی الذہن ہو کر انصاف کے ساتھ اس پر غور کیا جائے۔ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کو تنولی، سواتی یا کوہستانی قوم کے نسب سے مقرر کرنا متقدمین و متاخرین کی کسی روایت سے اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا اور اوپر سے کمال یہ کہ موجودہ وقت میں قوم مانکیال اکوزئی کے ایک فرد کا بھی یہ دعویٰ نہیں کہ وہ نسباً تنولی، سواتی یا کوہستانی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا قرین انصاف اور اصول علمی کا تقاضا ہے کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے دعوے کو تسلیم کر لیا جائے اور ناحق کسی کو دوسرے کے نسب سے ظاہر کرنے کے گناہ عظیم سے بچا جائے۔ مانکیال قوم کے پاس پٹھان اکوزئی ہونے کے ثبوت کے لئے آسان اور قریب راستہ بھی ہے وہ یہ کہ فہم و فراست، عقل و دانش اور صاحب علم خوب جانتے ہیں کہ اسلام نے نسب و خاندان کے معاملے میں سند متصل ہونے کی شرط ہی نہیں رکھی صرف خاندانی روایات کو کافی سمجھا ہے۔ یعنی نسب و خاندان میں سند متصل شرط نہیں بلکہ بڑے بوڑھوں کی زبان پر عام شہرت کو کافی سمجھا جس کو فقہاء کی اصطلاح میں "تسامع" کہا جاتا ہے۔ جب اسلام نے سند متصل کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ بزرگوں کی روایات کو کافی سمجھا ہے۔ تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ پوری قوم کی روایات کو ٹھکرا کر کبھی اس قوم کو تنولی قرار دیا جا رہا ہے اور کبھی کوہستانی!

ع انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے؟

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی پٹھانوں کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس قوم میں بہت سی ایسی باتیں موجود ہیں جو کبھی بنی اسرائیل کے رسم و رواج ہوا

---

۱ بحوالہ سکندر خان "مؤلف" دامن اباسین صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷

کرتے تھے۔ ؎۱

مثلاً:۱۔ جرگے کا فیصلہ لازماً ماننا چاہے نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ رفع حاجت کے لئے دور جا کر گھڑا کھودنا(مطلب قضائے حاجت کے لئے بستی سے کافی دور جاتے ہیں)اور چادر کندھوں پر ڈال کر پردہ کرنا۔

۳۔ بڑوں کی محفل میں چھوٹوں کا نہایت باادب رہنا وغیرہ۔

یہ باتیں آج بھی مانکیال قوم میں موجود ہیں اس طرح اور بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مانکیال (مانڑکیال) پٹھانوں کی ایک ذیلی شاخ اکوزئی سے تعلق رکھتے ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چھوٹے فرزند ارجمند حضرت بنیامین کی اولاد سے ہیں۔ہم ہرگز قارئین سے یہ نہیں کہتے کہ آپ ہماری بات کو ضرور تسلیم کریں بلکہ آپ حضرات سے التماس کرتے ہیں کہ ہماری تحقیق ورائے کو خالی الذہن ہو کر انصاف کے ساتھ بغور پڑھ کر پھر اپنی رائے قائم کریں۔

مانکیال کا تنولی قوم سے ہونا:

الافغان تنولی کے مصنف نے مانکیال کو تنولی قوم کی نسل سے ٹھہرایا ہے۔ ؎۲

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے محبت اور ہمدردی کے سبب مانکیال قوم کو اپنا بھائی بند بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔اگر اس کی کچھ اصل ہوتی تو موصوف حوالہ ضرور دیتے کہ فلاں مؤرخ نے یوں لکھا ہے یا قوم مانکیال اکوزئی کے فلاں بزرگ یوں کہتے ہیں۔

مگر دروغ کو فروغ کہاں!

مانکیال تنولی ہیں؟اس روایت کی تردید خود اس فاضل (مولانا گوہر رحمان "مردان) نے رقم فرمائی ہے۔جن کے حالات زندگی قلمبند کرتے ہوئے موصوف نے مانکیال قوم کو تنولی لکھا

؎۱ یاد رہے کہ پٹھان بنی اسرائیل سے ہیں جس کی قدرے تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

؎۲ غلام نبی خان "مصنف" الافغان تنولی صفحہ ۳۳۳

ہے۔

چنانچہ مولانا موصوف اپنے حالات زندگی ایک مکتوب میں لکھتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ!

قوم مانکیال جو اکوزئی پٹھانوں کی ایک شاخ بتائی جاتی ہے واللہ اعلم ہمارے خاندان کے تین گاؤں درہ شنگلی میں اب تک آباد ہیں، چمراسی، شوشنی، ڈنہ۔ ۱؎

قارئین! فاضل موصوف کے الفاظ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ انہوں نے اس بارے میں تحقیق وتنقیح کی زحمت نہیں فرمائی۔ البتہ ان کے الفاظ کہ" اکوزئی پٹھانوں کی ایک شاخ بتائی جاتی ہے (واللہ اعلم) سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ یہ روایت صدری ہے یعنی نقل درنقل اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہے کہ مانکیال قوم کا تعلق اکوزئی پٹھانوں سے ہے۔ جس کی تفصیل ہم" مانکیال کا اکوزئی یوسف زئی سے ہونا" کے تحت لکھ چکے ہیں۔ ہاں یاد آیا عقل و دانش، فہم وفراست اور اصول تاریخ سے شغف کامل رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ ایک مسلمہ طریقہ تاریخ معلوم کرنے کا یہ ہے کہ اگر کسی قوم، ملک یا علاقے کی منضبط قدیم تاریخ نہ مل سکے تو اس قوم کی اپنی روایات، ناممکنات اور مبالغہ کو خارج کر کے قبول کی جائیں۔ اس اصول کو ہم پہلے باحوالہ نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا قوم مانکیال اکوزئی کے کسی ایک فرد نے بھی آج تک یہ دعوی نہیں کیا کہ وہ نسباً تنولی ہیں۔ البتہ مسکن ومتوطن کے لحاظ سے قوم مانکیال تنولی ہے۔ جس طرح ایران، افغانستان، ہندوستان اور پاکستان میں مختلف اقوام رہائش پذیر ہیں مگر جب ان سے استفسار کیا جائے تو ان سب کا جواب ایرانی، افغانی، ہندوستانی اور پاکستانی ہوتا ہے۔ اسی طرح وادی تناول مختلف اقوام کا متوطن ہے لیکن ان میں

۱؎ الشیخ کلیم اللہ" مرتب" تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۸

ایضاً مولانا ڈاکٹر عطاالرحمان" ترتیب وتدوین" حیات وخدمات مولانا گوہر رحمان صفحہ ۲۹۲

ایضاً ماہنامہ جریدۃ الاتحاد لاہور جلد ۹ شمارہ نمبر ا صفر ۱۴۲۴ھ اپریل ۲۰۰۳ء صفحہ ۹

سے اکثر کے Documents میں قوم تنولی درج ہے۔ یاد رہے یہ تنولی نسباً درج نہیں کیا جاتا بلکہ مسکن کے لحاظ سے لکھوایا جاتا ہے۔ اس بارے میں مشہور مثال آپ سواتی قوم کی ملاحظہ فرمالیں۔ کہ یہ قوم پٹھان ہے۔ لیکن اولاً سوات کو اپنا مسکن بنانے کی وجہ سے سواتی کے نام سے مشہور ہوئے۔ لیکن ان کی جو شاخ مانسہرہ میں پھلی پھولی وہی سواتی قوم سے موسوم ہوئی۔ لہذا یاد رہے قوم مانکیال مسکن و متوطن کے لحاظ سے تو تنولی ہو سکتے ہیں لیکن نسب کے لحاظ سے ہرگز تنولی نہیں بلکہ اکوزئی پٹھان ہیں۔ قوم مانکیال کا تعلق تنولی قوم سے ہے ؟اس بارے میں ایک دلیل اور بھی ہے جو راقم کے ایک رفیق و مہربان دوست نے ایک دفعہ دوران مذاکرہ دی تھی۔ وہ یہ کہ موصوف فرمانے لگے مولانا (یعنی راقم الحروف) آپ کا تعلق تنولی قوم سے ہے۔ راقم کے استفسار پر موصوف فرمانے لگے کہ وادی تناول میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں تنولی قوم ہونے کے لئے ایک قاعدہ ہے۔ یعنی جس قوم کے آخر میں الف لام آئے گا وہ تنولی قوم کی ہی شاخ ہوگی۔ جیسے جمال، بال، لاویال، ساریال، حیدرال، بگال، ٹھکرال، کرگوال، پچال، بنکریال، جلوال، ارنال، متیال، لابیال، ٹکرال وغیرہ نیز فرمانے لگے کہ میرے پاس چوبیس ایسی قوموں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جنکے آخر میں الف لام آتا ہے اور یہ تمام تنولی قوم کی ذیلی شاخیں ہیں۔ چونکہ آپ (یعنی راقم الحروف) کی قوم مانکیال (مانڑکیال) کے آخر میں بھی الف لام آتا ہے اس لئے آپ بھی تنولی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے اس نشست کا ذکر اس لئے کیا تا کہ قارئین کے سامنے یہ بات بھی آجائے ورنہ یہ اتنی کچی اور طفلانہ بات ہے کہ اس کا ذکر بھی ضروری نہیں تھا۔ بہر حال میں نے اس نشست میں موصوف کی الجھن کو دور کر دیا تھا۔ لیکن یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بات کا بھی تسلی بخش جواب رقم کر دیا جائے تا کہ کسی جناب کو الجھنے اور الجھانے کا موقع نہ مل جائے کہ بظاہر آنجناب کی دلیل بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ موصوف کا قول و تحقیق بالکل معتبر نہیں۔ کیونکہ اس کی شہادت تواریخ سے رتی بھر بھی نہیں ملتی۔ اور پھر باقی اقوام کے علاوہ

تنولی قوم میں بھی ایسی شاخیں موجود ہیں۔جن کے آخر میں الف لام نہیں آتا تو کیا ان کا تعلق تنولی قوم سے نہیں؟ مثلاً!

مائڈ، رائیں۔ [۱]

ایک تحقیقی مقالہ" بنام تناول میں بسنے والی اقوام [۲]" کے مقالہ نگار محترم المقام جناب شاہ پیر، تنولی قوم کی مشہور شاخیں ارقام فرمانے کے بعد لکھتے ہیں!

مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ تنولیوں کی بعض شاخیں اعوانوں، عباسیوں اور گکھڑوں سے ملتی ہیں۔ [۳]

اسی طرح دنیا میں بہت سی اقوام ہیں جن کی شاخوں اور گوتوں کے آخر میں الف لام آتا ہے۔اختصار کے ساتھ چند قوموں کی ان شاخوں کے نام نقل کرتا ہوں۔جنکے آخر میں الف لام آتا ہے۔تو کیا مندرجہ بالا اقوام کی ان شاخوں یا گوتوں کو بھی تنولی قوم کی شاخیں کہا یا لکھا جائے گا؟ فیاللعجب

اعوان قوم کی وہ مشہور شاخیں جن کے آخر میں الف لام آتا ہے۔ممنال، بالکال، دریال، سفرال، مشیال، سادقیال، بربال اور بلیال [۴] شلیال، اچھرال، بیکال، مدھوال، حیدرال،

---

[۱] شاہ پیر" مقالہ نگار" تناول میں بسنے والی اقوام بحوالہ تاریخ تناول از محمد فرید المعروف بابا صفحہ ۲۰۵

[۲] یاد رہے کہ یہ مقالہ تاریخ تناول کے مصنف محمد فرید المعروف بابا نے اپنی کتاب میں شامل اشاعت کیا ہوا ہے۔

[۳] شاہ پیر" مقالہ نگار" تناول میں بسنے والی اقوام بحوالہ تاریخ تناول از محمد فرید المعروف بابا صفحہ ۲۰۵

[۴] شاہ پیر" مقالہ نگار" تناول میں بسنے والی اقوام بحوالہ تاریخ تناول از محمد فرید المعروف بابا صفحہ ۱۹۸

موہال، عظمتال، سگھال، درھال اور تگوال وغیرہ۔ ۱

رواج نامہ بندوبست ۲۷-۱۸۷۱ء کے مطابق اس قوم کی بڑی بڑی شاخوں میں کلگال اور کھٹوال کے نام بھی ملتے ہیں۔ ۲

راولپنڈی ڈسٹرکٹ گزیٹر ۹۴-۱۸۹۳ء بشمول تحصیل اٹک (موجودہ ضلع اٹک، ہزاروی) کے بیان کے مطابق اس وقت اس ضلع میں اعوان قبیلہ کی جو مشہور شاخیں درج ہیں ان میں بگ دیال اور صدکال کے اسماء بھی ملتے ہیں۔ ۳

لیجئے! جٹ قوم کی چند شاخیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جن کے آخر میں الف، لام آتا ہے۔ پکھرال، بجنیال، گنگال، بنگیال لنگریال، کسوال، میال، دتیال، جموال، کنجیال، جمرغال، دھمیال، دھاریوال، جندرال، بدیال، اٹوال، متیال، کلیال، نگیال، کنیال، سلیال، بچھال، بینی پال، بہینوال، چہال، دیدھوال، دھاریوال، ہتروال، ڈنڈی وال، دیسوال، گھرال، گریوال، فرسوال، اثروال، جنگوال، جوھال، جھال، جوال، کہال، لہال، نہال، نہروال، نتھروال، پلر وال، پوریوال، پنیال، پھلسوال، سہجپال، سجوال، ٹھڈوال، تیروال اور روپال وغیرہ۔ ۴

مؤلف تاریخ گوجراں حافظ عبدالحق سیالکوٹی گجروں کی گوتوں میں باہروال اور پسوال کا ذکر کرتے ہیں جن کے آخر میں الف لام آتا ہے۔ ۵

اس پر اضافہ کرتے ہوئے۔ انجم سلطان شہباز نے شاہان گوجرہ، گوجر گزٹ اور گوجر گوگنج کے

---

۱ انجم سلطان شہباز "مصنف" اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۸۳۵

۲ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی "مؤلف" تاریخ ہزارہ صفحہ ۴۲۱

۳ سکندر خان "مؤلف" دامن اباسین صفحہ ۱۱۱

۴ انجم سلطان شہباز "مصنف" اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۶۸۴،۶۷۴

۵ حافظ عبدالحق سیالکوٹی "مصنف" تاریخ گوجراں صفحہ ۳۶۲،۳۶۱

حوالے سے مندرجہ ذیل شاخیں بھی ارقام فرمائی ہیں ۔

امروال ، اہیوال ، اودال ، اٹھوال ، بسوال ، توڑیوال، چھپروال ، ڈہروال ، سریمال ، شریمال،گوجرال، گرہوال،گھروال،گھورھال، سامیال، ساہنپال اورکوٹوال وغیرہ ۱؎

اسی طرح کرڑال قوم کی بھی چند شاخیں ذہن نشین کرلیں جن کے آخر میں الف لام آتا ہے ۔

بہرسیال ، بگھال ، دولہال، عطوال ، مردجال ، مرال ، نورمال، بحوال ، دیوال ، منال ، نورال ہنگریال ۔ ۲؎

مزید گکھڑ قوم کی بھی بعض ایسی شاخیں موجود ہیں جن کے آخر میں الف لام آتا ہے ۔ملاحظہ فرمائیں! پہاڑیال پھکڑیال ، ہنکرال ، مکھیال ، فرنسیال ، فروزال ، چندرال کملال ،کونیال وغیرہ ۳؎

اس بارے میں ہم مزید اقوام کی شاخوں یا گوتوں کا ذکر بھی کرسکتے ہیں جن کے آخر میں الف لام آتا ہے ۔لیکن اختصار ہمارے پیش نظر ہے ۔جس کی وجہ سے انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ ہمارے پیش کردہ دلائل سے ان لوگوں کی تسلی وتشفی ہوئی ہوگی ۔جو قوم مانکیال کو نسباً تنولی ثابت کرنے کی سعی ناکام کرتے ہیں ۔قوم مانکیال کی قومی روایات اور خاندانی نسب نامے سے جو بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ کہ اس قوم کا تعلق پٹھانوں کی معروف شاخ اکوزئی یوسف زئی سے ہے اور میرے نزدیک یہ قول فیصل ہے ۔ان وجوہات اور دلائل کی وجہ سے (جن کا حوالہ پہلے دیا جاچکا) ہم غلام نبی خان مرحوم کے بیان کی تائید وتوثیق نہیں کرسکتے ۔لیکن اس اختلاف کے باوجود میرے دل میں ان کے لئے نیک تمنائیں ہیں اور میں دعا گو ہوں کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے ۔مؤلف ’’الافغان

۱؎ انجم سلطان شہباز ’’مصنف‘‘ اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۷۵۹، ۷۶۲

۲؎ منصف خان سحاب ’’مصنف‘‘ تاریخ ہزارہ صفحہ ۷۹

۳؎ راجہ دائرالزمان گکھڑ خانپوری ’’مصنف‘‘ تاریخ گکھڑاں صفحہ ۱۷۵

تنولی‘‘ کے قول کی توجیہہ وتعبیر ہم یوں کر سکتے ہیں کہ!
قوم مانکیال کو تنولی لکھنے سے موصوف کا مدعا یہ تھا کہ اس قوم کا مسکن چونکہ تناول تھا اور ہے۔ لہٰذا مسکن ومتوطن کے اعتبار سے یہ قوم تنولی کی ہی ایک ذیلی شاخ ہے تو ہم موصوف کے اس بیان وقول سے پوری طرح متفق ہیں۔اور یاد رہے اس توجیہہ سے اختلاف باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ ہماری تحقیق ورائے کا ماحاصل بھی یہ ہے کہ قوم مانکیال نسباً اکوزئی یوسف زئی اور متوطن کے اعتبار سے تنولی ہے یہ امر بھی یاد رہے کہ اگر مانکیال اکوزئی کا تعلق تنولی قبائل سے ہوتا تو ضرور فخر کرتے کیونکہ تنولی قوم ایسی بہادر اور جنگجو قوم ہے۔جس نے بزور شمشیر اس علاقے (تناول) پر اپنا تسلط قائم کیا۔ پھر ہیبت خان کی نسل سے پائندہ خان۔جہانداد خان۔محمد اکرم خان اور خانیزمان خان وغیرہ تو نواب تناول ہوئے ہیں۔ان کے دور میں تو کسی نے مانکیال کے تنولی ہونے کا نام بھی نہیں لیا اور نہ خود قوم مانکیال کے کسی فرد نے اپنے آپ کو تنولی کہا۔اگر مانکیال نسباً تنولی ہوتے تو مذکورہ بالا نوابوں کے عہد حکومت میں ضرور اظہار کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ قوم مانکیال وقت کے حکمرانوں اور نوابوں سے متاثر ہو کر اپنا نسب تبدیل کرنے والی قوموں میں سے نہیں بلکہ یہ خود ایک بہادر اور شمشیر زن قوم یوسف زئی کی ذیلی شاخ ہے۔اس پوری تفصیل سے یہی دل میں جاگزین ہوتا ہے کہ مانکیال قوم نسباً تنولی نہیں اگرچہ متوطناً تنولی تھے اور ہیں۔ہماری اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہیکہ وادی تناول میں رہنے والے تمام افراد علاقائی لحاظ سے تنولی ہیں خواہ ان کی مادری زبان کوئی بھی ہو پشتو ہو یا ہندکو یا گوجری، دلیل یہ ہے کہ جس طرح افغانستان میں رہنے والے لوگ علاقائی لحاظ سے افغانی ہیں۔اسی طرح تناول میں رہنے والے تمام لوگ بھی علاقائی لحاظ سے تنولی ہیں۔چونکہ مانکیال قوم کو تنولی قوم ہی کہا اور لکھا گیا۔جس کی تفصیل آپ پڑھ آئے اس بات کے قائلین کے دلائل اور ہمارے جوابات آپ ملاحظہ فرما چکے۔
اب تنولی قوم کے بارے میں مؤرخین کی آراء کا ذکر کرتا ہوں جو فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

تنولی قوم!

تنولی قوم کی اصل کے بارے میں مؤرخین میں نزاع ہے۔ اگر کوئی انہیں اصل ہندی باشندے قرار دیتا ہے تو دوسرا انہیں مغل کہتا ہے۔ ایک انہیں عباسی کہتا ہے تو دوسرے کی تحقیق میں یہ بنی اسرائیلی ہیں۔ ایک اگر انہیں ایرانی سمجھتا ہے تو دوسرا تاتاری کہتا ہے۔ تنولیوں کی اصل کے بارے میں تین بڑی دلیلیں دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ تنولی حضرت عباس کی اولاد ہیں۔ دوسری کے مطابق تنولیوں کو مغل اور تیسری کے مطابق بنی اسرائیل قرار دیا گیا ہے۔ ۲۷ھ۱۴ء میں سردار چاڑا خان اور سردار ممارا خان کی سربراہی میں تنولی قوم نے موجودہ علاقہ (تنول) ترکوں سے بزورِ شمشیر فتح کیا۔ سلطان سبکتگین کے عہد میں مردان اور سوات کے علاقہ کو بدھ مذہب سے خالی کر دیا تو غزنی کے درہ تانال سے اعوان۔ پٹھان اور سادات کرام کے سینکڑوں خاندان لا کر اس علاقے میں آباد کئے جو آگے چل کر تناولی قوم کے نام سے مشہور ہوئے۔ تنولی قوم کی اصل میں مؤرخین کا اختلاف ہے لیکن تنولی مؤرخین (سوائے چند ایک کے) کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ بنی اسرائیلی ہیں۔ اور قیس عبدالرشید کے بیٹے کرلان کی اولاد سے ہیں واللہ اعلم بالصواب چونکہ ہماری یہ کتاب قوم مانکیال اکوزئی کے بارے میں ہے۔ اس لئے ہم یہاں تنولی قوم کی اصل کے بارے میں مؤرخین کی آراء اور اس پر تجزیہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پیشِ نظر اختصار ہے۔ ہاں تفصیل کے لئے تنولی قوم پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔ چند کتابوں کے نام پیش خدمت ہیں۔

۱۔ تاریخ تنولیاں از سید مراد علی شاہ ۲۔ الافغان تنولی از غلام نبی خان
۳۔ تنولی تاریخی آئینہ میں از محمد اسماعیل تنولی
۴۔ محفل تنولیاں از سردار خان تنولی ۵۔ تاریخ تناول از فدا محمد خان

۶۔تاریخ تناول از محمد فرید المعروف بابا

مانکیال کا سواتی قوم سے ہونا

ایک روایت کے مطابق قوم مانکیال سواتی قوم کی ایک شاخ ہے۔مگر یہ روایت شاذ روایت ہے۔اس روایت کے راویوں کو سواتی قوم کی معروف شاخ ملکال سے دھوکا لگا ہے۔ان لوگوں نے مانکیال اور ملکال کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔جس کی وجہ سے غلط فہمی نے جنم لیا ہے۔بہر حال مختصر عرض یہ ہے کہ سواتی قوم نے مشہور ولی کامل سید علی ترمذی المعروف پیر بابا سوات کے چوتھی پشت میں پوتے سید جلال بابا ترمذی کی قیادت میں ۱۷۱۳ء میں پکھلی پر حملہ کر کے گلی باغ (جو ترک قوم کا دارالحکومت تھا) پر قبضہ کر لیا دوسری روایت کے مطابق سواتی قوم کی ہزارہ آمد غالباً ۱۵۰۵ء میں ہوئی۔پہلی روایت کے مطابق جب سواتی قوم پکھلی پر قابض ہو چکی تھی تو اس وقت مانکیال قوم کا کوئی فرد یہ کہہ دیتا کہ ہم سواتی ہیں اور ہمارے بھائیوں نے پکھلی پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔لہذا قوم مانکیال علاقہ تناول (شنگلی بانڈی) سے ہجرت کر کے پکھلی چلی جاتی اگر تمام قوم نے نہیں جانا تھا تو چند خاندان چلے جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔اگر دوسری روایت کے مطابق ۱۵۰۵ء والی روایت کو تسلیم کیا جائے تو اس وقت مانکیال قوم کے جد امجد مولانا عبد الکریم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔کیونکہ ایک اندازے کے مطابق مولانا کی تاریخ پیدائش ۱۶۰۲ء سے لیکر ۱۶۱۰ء کے لگ بھگ ہے۔چنانچہ آپ کے ہم عصر بزرگوں بہاکو خان، اخون سالک اور اخون سباک کی تاریخ پیدائش بھی ۱۶۱۰ء کے قریب ہے۔تو ظاہر ہے کہ اگر مانکیال قوم سواتی ہوتی تو ۱۵۰۵ء میں مولانا عبد الکریم رحمہ اللہ کے آباء واجداد کو سید جلال بابا ترمذی رحمہ اللہ کے لشکر میں شریک ہونا چاہیے؟ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ مولانا کے آباء واجداد شاہ صاحب کے لشکر میں موجود تھے تو موصوف کا مولد پکھلی ہونا چاہیے پھر ان کی اولاد تناول علاقہ بانڈی شنگلی میں کیسے؟ اور جہادی

غرض سے ضلع تورغر تک مولانا کا آنا پھر وادی تناول میں رہائش پذیر ہونا کیسے؟ فیاللعجب !!

قوم مانکیال کے جد امجد مولانا عبد الکریم رحمہ اللہ کے اخلاف میں سے کسی نے آج تک اپنے آپ کو سواتی کہا نہ لکھا۔لہذا قرین انصاف یہی ہے کہ قوم مانکیال کا دعویٰ تسلیم کرتے ہوئے تحقیق کے نام پر مختلف طبقے کے لوگوں کی قیاس آرائیوں کو رد کر دیا جائے۔ہم اس بات سے ہرگز اختلاف نہیں رکھتے کہ سواتی قوم بھی پٹھان ہے اور قیس عبد الرشید کی اولاد ہے۔ممکن ہے او پر جا کر قوم مانکیال اور سواتی قوم کا شجرہ نسب مل جائے۔یہ تعجب خیز بات نہیں مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ قوم مانکیال نے اپنے آپ کو مطلق پٹھان اور اکوزئی کے ناموں سے تو موسوم کیا لیکن کبھی اپنے آپ کو سواتی پٹھان نہیں کہا۔کہنے کا مدعا یہ کہ اس بہادر اور اسلام کی شیدائی قوم مانکیال نے کبھی بھی کسی کی حکمرانی یا نوابی سے متاثر ہو کر اپنا نسب یا قوم تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ اپنا نام ونسب چھپایا۔کیونکہ وہ جانتے تھے جس طرح نسب تبدیل کرنا گناہ ہے اسی طرح نسب چھپانا بھی گناہ عظیم ہے۔جس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم شجرہ نسب کی شرعی حیثیت میں بیان کریں گے۔

سواتی قوم

سواتی قبیلہ کی ابتداء اور ان کا نسبی تعلق مؤرخین کی نظر میں باعث اختلاف رہا ہے لیکن قدیم شجروں سے ان کا تعلق قیس عبد الرشید سے ملتا ہے۔تاریخ کی رو سے اس قبیلہ نے بہ عہد سلطان محمد غوری سوات اور باجوڑ کی راہ لی۔جہاں انہوں نے اپنے قوت بازو سے وہاں کے قدیم باشندوں کو جو ہندو تھے مطیع کر لیا یا مار بھگا یا اور علاقہ پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور تاریخ میں اس وقت تک مشہور حکمرانوں کے نام مثلاً سلطان اویس،سلطان بہرام،سلطان پکھل اور سلطان جہانگیر (جنہیں جہانگیری سلطان بھی کہتے ہیں) کے نام ملتے ہیں۔یہی وہ قبیلہ ہے جس نے الغ بیگ اور بابر کی اطاعت سے انکار کرتے ہوئے مردانہ وار مقابلہ کیا۔گو

شکست کھائی لیکن پھر بھی باجوڑ اور کافرستان کے ایک حصہ پر برسوں حکومت قائم رکھی۔سوات سے اس قوم کو یوسف زئیوں نے شکست دے کر نکالا تھا۔لیکن یہ باجوڑ اور کافرستان پر مدت تک قابض رہے۔آخر میں باجوڑ اور کافرستان سے بھی جب یوسف زئیوں نے ان کو شکست دے دی تو انہوں نے اس ملک کو خیر باد کہہ کر، یوسف زئیوں اور کشمیر کے درمیانی علاقہ ہزارہ میں ڈیرے جما دیے۔ہزارہ میں وہ سواتی پکارے گئے اور غالباً اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لئے انہوں نے سواتی کے نام سے اپنی جداگانہ ہستی قائم رکھنا ضروری خیال کیا۔یہ اصلاً پٹھان تھے سواتی نام نسبی نہ تھا بلکہ وطن کی طرف منسوب تھا جہاں سے یہ آئے تھے۔تاریخ حافظ رحمت خانی کے مطابق مؤرخین انساب متراوی (سواتیوں میں اصالت اور شجاعت کے لحاظ سے نامور قبیلہ) دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لوگ نسلاً یوسف زئی ہیں کسی حادثے کے سبب اپنے قبیلہ سے جدا ہو کر سوات میں آباد ہوئے اور سوات میں ان کا علیحدہ علاقہ تھا۔سواتی قوم کی بڑی شاخیں یہ ہیں۔خان خیل، میر خیل، پنج میرال، جہانگیری، ارغشال، ملکال، زنالے، علی شیر، بیگال، شردرہ، رباتی، پنج کوڑہ، شلمانی، مندراوے، پنجغول، دووال وغیرہ۔[1]

الغرض سواتی پٹھان کسی ایک خاندان یا قبیلے سے تعلق نہ رکھتے تھے۔بلکہ یہ کئی افغان قبیلے تھے جو شہاب الدین محمد غوری کے ساتھ آئے تھے اور سوات میں آباد ہو گئے تھے۔بعد میں باہر کے لوگ انہیں الگ الگ قبیلوں کے نام سے پکارنے کے بجائے سوات سے وطنی نسبت کی وجہ سے سواتی پٹھان کہنے لگے۔اس قبیلہ نے سلطان محمد غوری کے عہد میں اس کے حکم سے سوات اور باجوڑ کی راہ لی تھی۔اور وہاں سے قدیم باشندوں کو جو کافر تھے نکال کر اس علاقہ پر قابض ہو گئے اور قریب چار سو سال تک یہاں قابض رہے۔

مانکیال کا کوہستانی قوم سے ہونا

مانکیال قوم کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ کوہستانی قوم سے تعلق رکھتے

[1] مزید تفصیل کے لئے تاریخ ہزارہ صفحہ ۳۹۷ تا ۴۱۵ ملاحظہ کریں

ہیں۔ان کی دلیل قوم مانکیال کے چند افراد کی زبان ہے جو کوہستانی زبان سے ملتی جلتی ہے اس روایت کے راوی علم التاریخ سے بالکل نابلد معلوم ہوتے ہیں۔اگر زبان کی وجہ سے قوم مانکیال کا تعلق کوہستانی قوم سے ہے تو میرا سوال ہے۔کیا ہندوستان میں رہنے والے افغان یا پٹھان ہندوستانی بولنے کے باوجود افغان یا پٹھان نہیں؟ جواب اگر ہاں میں ہے اور یقیناً ہے تو کیا قوم مانکیال کے چند افراد کی زبان کا کوہستانی زبان سے ملنا اتنا بڑا جرم بن گیا کہ تحقیق کے نام پر اس قوم کا نسب ہی تبدیل کر دیا جائے۔یہ بھی الگ بحث ہے کہ آیا ان چند افراد کی زبان کوہستانی زبان سے کتنی فیصد ملتی ہے یعنی مماثلت و مشابہت رکھتی ہے؟ اس کی تفصیل بھی ہم ان شاءاللہ اپنے مقام پر بیان کریں گے۔کیا اس روایت کے راویوں کے نزدیک کسی دوسری قوم کی زبان سیکھنے سے نسب و قوم تبدیل ہو جاتی ہے؟ فیاللعجب کیا پاکستانی نژاد امریکی شہری انگریزی میں مہارت حاصل کرلے تو آپ کے نزدیک اس کا نسب و قوم بھی تبدیل ہو جاتی ہے؟ پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں رہنے والے کتنے ہی پٹھانوں کے خاندان ہیں جو اپنی قومی و آبائی زبان پشتو بھول چکے ہیں اور وہیں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے پنجابی، سندھی اور بلوچی بڑی روانگی سے بولتے ہیں تو کیا آپ کی تحقیق کے مطابق ان کی نسل اور قوم پر اثر پڑ گیا؟ ہمارے نزدیک تو ایسا ہرگز نہیں بلکہ کسی بھی صاحب علم اور محقق و مؤرخ کے نزدیک کسی بھی علاقے میں رہنے کی وجہ سے وہاں کے رہن سہن، زبان اور معاشرت اختیار کرنے اور اپنی زبان بھول جانے سے بھی نسل اور قومیت میں کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔ان نام نہاد محققین سے گزارش ہے کہ تحقیق کرنے سے قبل علم التاریخ کی کچھ خبر لیں ہم ان کی بارگاہ میں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

جاؤ تم عالم فرصت کا تماشا دیکھو
چھوڑ دو گردش تقدیر کو تقدیر کے ساتھ

جس زبان کی وجہ سے بعض افراد غلط فہمی کا شکار ہیں اس زبان کی قدرے تفصیل ان شاءاللہ

ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے صرف یہی کہیں گے کہ کوئی وجہ نہیں کہ ہم قوم مانکیال کی اپنی روایات کو ٹھکرا کر دوسروں کی تحقیق کے پیچھے بھاگتے رہیں۔ جبکہ ان بزعم خود محققین کے پاس کوئی ثبوت اور ٹھوس دلائل بھی نہیں۔ہم علم التاریخ سے بالکل نابلد ان افراد کی خدمت میں یہی کہیں گے کہ ؎

تیری بے رخی پہ آنسو نکل پڑے اے دوست
دنیا تو تھی ہی بے وفا پرتم نے یہ کیوں کیا

جیسا کہ آپ پہلے تفصیلاً پڑھ آئے کہ قوم مانکیال کے نقدمتواتر میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ہم یوسف کے بیٹے اکو کی اولاد سے ہیں۔اور آج تک قوم مانکیال اس بات پر متفق ہے کہ ہم اکوزئی پٹھان ہیں۔چنانچہ مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی کے اخلاف میں سے جس نے بھی وادی تناول سے ہجرت کر کے ملک پاکستان کے دیگر شہروں کو اپنا مسکن و متوطن بنایا۔انہوں نے اپنے آپ کو مانکیال اکوزئی ہی کہا،لکھا اور لکھوایا۔جیسے مردان، صوابی، بچھ برہ زئی، کراچی، اوگی اور قلندر آباد میں سکونت اختیار کرنے والے قوم مانکیال کے چند خاندان کہ انہوں نے اپنے آپ کو مانکیال اکوزئی یا صرف اکوزئی ہی کہا اور لکھا تفصیل کے لیے مذکورہ مقامات میں رہنے والے خاندانوں سے رابطہ کیا جا سکتا ہے لہٰذا قرین انصاف یہی ہے کہ مانکیال قوم کو اکوزئی یوسف زئی نسباً تسلیم کیا جائے۔اور بزعم خود ان محققین کی تحقیق کو ردی کے ٹوکرے میں ڈال کر گندے نالے میں پھینک دیا جائے۔

ایک مؤرخ ارقام فرماتے ہیں کہ!

صرف زبان کے قرینہ سے ان (مانکیال،ہزاروی) کو کوہستانی نہیں کہا جا سکتا جبکہ وہ اپنے آپ کو اکوزئی پٹھان ظاہر کرتے ہیں [۱]

واللہ اعلم۔

---

[۱] قاضی عبدالخالق: مؤرخ''ارمغان افغان''،قلمی نسخہ

جناب من! ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن کیا کریں کہ ان لوگوں کی کھوپڑی میں بھوسہ بھرا ہوا ہے کہ ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی، بہر حال قائل کرنا ہمارے بس کا کام نہیں، دلوں کی دنیا کو ہدایت سے آشنا کرنا رب کریم عزوجل کا کام ہے ہم نے حق واضح کیا۔ ۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا ہے

کوھستانی قوم!

الائی کے شمال میں علاقہ کوہستان ہے اور وادی کاغان اور دریائے سندھ کے درمیان پہاڑی علاقہ ہے یہ ہندو الاصل معلوم ہوتے ہیں اور اب وہ مسلمان ہیں۔ ان کی زبان گلگت اور لداخ کی زبان سے ملتی ہے۔ ان کے متعلق مسٹر ایمرسن ICS لکھتے ہیں کہ سندھ کے دائیں طرف سوات اور بائیں طرف سندھ کوہستان ہے اور دونوں حصے سندھ کوہستان ایک قوم ہے۔ ان لوگوں کی زبان شینا ہے اور یہ اصلاً درد قوم ہے اور گردونواح کے پٹھانوں سے الگ۔ [1]

عام خیال ہے کہ کوہستانی اور گوجر ایک ہی قبیلہ ہے لیکن اس طرح نہیں۔ ہر ایک جو پہاڑ میں زندگی بسر کرتا ہو اس کو ہم کوہستانی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ کوہستانی چونکہ بہت قدیم زمانے سے یہاں رہتے ہیں اس لئے ان کو کوہستانی قوم کہتے ہیں۔ یعنی مسکن سے ان کی قومیت مراد لی جاتی ہے ان کو بعض لوگ سفید ہن یعنی (White Huns) کہتے ہیں ان کا رنگ سفید گندمی اور جسامت کے لحاظ سے قد آور اور مضبوط ہوتے ہیں۔

یہ لوگ اس علاقے پہاڑوں کے اصل باشندے تصور کئے جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو پشتون کہتے ہیں۔ اسلام کے آنے کے بعد اسلام قبول کیا۔ یہ لوگ ادھر اپنی ملکیت رکھتے اور اپنی زمینوں پر قابض اور آباد ہیں۔ ہاجڑ لوگ ان کی زمین اجارہ پر کھاتے ہیں۔ یہ

---

[1] تفصیل کے لئے "تاریخ ہزارہ" از ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی صفحہ ۴۲۵ ملاحظہ فرمائیں

لوگ دو تین قسم کی زبانیں بولتے ہیں پشتو اس کے علاوہ ہے۔کوہستانی زبانیں گوجری زبان سے بہت مشکل ہیں اور عام فہم نہیں ہیں ان میں ایک شینا بھی ہے۔ ۱

مانکیال کا تراوڑہ قوم سے ہونا

یہاں ایک روایت یہ بھی ہے کہ مانکیال کا تعلق قوم تراوڑہ اکوزئی سے ہے۔اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ تراوڑہ قوم بھی یوسف کے بیٹے اکو کی اولاد سے ہے اور مانکیال قوم کا تعلق بھی اکو بن یوسف سے ہے فرق صرف یہ ہے کہ تراوڑہ کے جد امجد امیر خان، سہیل بن بازید بن اکو کی اولاد سے ہیں جبکہ مانکیال قوم کے جد امجد مولانا عبدالکریم،عثمان بن الیاس بن ابا بن اکو کے فرزندار جمند تھے۔

اس طرح تراوڑہ اکوزئی اور مانکیال اکوزئی دو چچازاد بھائیوں کی اولاد ہے۔آپس میں کئی عرصہ گھل مل کر رہنے کی وجہ سے مانکیال قوم کو تراوڑہ کہا گیا۔

تراوڑہ قوم کی سلطنت میں چونکہ شرعی امور کی ذمہ داری قوم مانکیال کے اکابرین سرانجام دیتے رہے۔آپس میں گہرے تعلقات اور کئی عرصہ ایک دوسرے کے اشتراک سے حکومت کرنے کی وجہ سے مانکیال کو بعض لوگ تراوڑہ قوم سے ظاہر کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ مانکیال اکوزئی اور تراوڑہ اکوزئی نسباً ایک ہی جد امجد کی اولادیں ہیں۔اور رشتہ میں دونوں چچازاد بھائی لگتے ہیں۔

مؤلف ارمغان افغان ارقام فرماتے ہیں کہ!

> مولوی عصمت اللہ امام چمراسی ولد مولوی صفی اللہ نے اپنے دادا (مولانا) حبیب اللہ سے نقل کیا کہ یہ مندرجہ ذیل شاخیں تراوڑہ کی ہیں کھس، مہابری، پڑوڑہ، بہن، (بھانٹر،ہزاروی) لیدال، سبڑیال،

---

۱ ڈاکٹر قابل خان خٹک "مصنف" سمہ اور سوات کے قدیم باشندے صفحہ ۱۵

منکیال، (مانکیال، ہزاروی غفرلہ) بیکریال متیال، بھنسیال۔ ۱؎

مگر یاد رہے کہ مانکیال قوم کے تمام افراد اپنے آپ کو تراوڑہ نہیں کہتے بلکہ مانکیال اکوزئی ہی کہتے اور لکھتے ہیں ۔اورصدیوں سے اس بات پر قوم مانکیال کے مشائخ ،اولیاء اورمانکیال قوم کے تمام بزرگ حضرات متفق چلے آرہے ہیں ۔اورراقم کی رائے وتحقیق میں مانکیال اورتراوڑہ قوم کے دونوں آباء (مولانا عبدالکریم اورامیر خان) نے مل کرجو ریاست قائم کی تھی (جس کی قدرے تفصیل میں پہلے بیان کر چکا) اس ریاست کے انتظامی اموراور باہم ایک دوسرے کے ساتھ ربط وتعلقات کی بدولت بعض افراد نے مانکیال کوتراوڑہ قوم کی شاخ قرار دیا لیکن میری تحقیق کے مطابق حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں واللہ اعلم۔

تراوڑہ قوم!

تراوڑہ حقیقت میں قومی نام ہے جو امیر خان کی طرف منسوب ہے ۔مؤلف ارمغان افغان نے قیاساً اس شخص کوسہیل بن بازید بن اکو کی اولاد سے لکھا ہے ۔ یہ شخص موضع غالیگئے علاقہ سوات سے نقل مکانی کر کے ہزارہ میں آباد ہوا تھا اور یہاں اس کا قبیلہ تراوڑہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔امیر خان کا قبیلہ تراوڑہ کے نام سے کس طرح موسوم ہوا۔اس بارے میں یہاں (تناول) میں بسنے والی اقوام کے بزرگ ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں ۔ بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ ڈوماں نام کا ایک کافر حاکم بیونامی پہاڑ پرسکونت پذیر تھا۔ یہ پہاڑ علاقہ غیرموجودہ ضلع تورغر وعلاقہ حسن زئی کے درمیان بجانب مغرب حد فاصل ہے ۔ اور جانب مشرق بفاصلہ ۲/۳ میل دریائے سندھ (اباسین) واقع ہے ۔اور بجانب جنوب علاقہ قوم منداخیل واقع ہے ۔اورکوہ سیاہ مقام پنجہ گلی جہاں انگریزوں کا قلعہ واقع تھا بالکل بالمقابل بطرف مغرب واقع ہے ۔اس وقت جبکہ اس کی حکومت عروج پرتھی اورکمزورلوگ اس کی پناہ میں آکر زندگی کو بے خطر بسر کرتے تھے ۔علاقہ سوات غالیگئے کے شہر سے ایک

۱؎ قاضی عبدالخالق "مؤرخ" ارمغان افغان ضمیمہ ارمغان افغان صفحہ ۱۴

بیوہ اکوزئی عورت جس کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا اس کا والد اکوزئی دشمنوں نے قتل کر دیا تھا۔ اور اس عورت کو یہ خوف دامن گیر تھا کہ کہیں دشمن مذکورہ بچے کو بھی قتل نہ کر ڈالیں۔ تو اس بیوہ عورت کو ڈوماں کے قلعہ کے سوا کوئی جائے امن نظر نہ آئی تو اس نے بچہ اٹھایا اور شب و روز ایک کر کے بیو پہاڑ کو آ پہنچی جہاں حکمران ڈوماں کا محل تھا۔ جب بیوہ عورت بچے کو لے کر ڈوماں کے محل میں داخل ہوئی تو ڈوماں نامی کارنر حاکم کے خادموں (مزدوروں، نوکروں) نے حاکم موصوف کو اطلاع دی کہ یہاں ہمارے محل میں ایک مسافر عورت سوات سے آئی ہے اور گود میں شیر خوار بچہ بھی ہے اور بچہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ چونکہ ڈوماں کی اہلیہ کا نام شنڈ (بانجھ) مشہور تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ لہٰذا حاکم موصوف کو دیکھنے کا خیال پیدا ہوا اور وہ اچھی طرح پشتو نہیں بول سکتا تھا۔ اس نے اپنے ایک نوکر (خادم، مزدور) سے کہا توراڑہ یعنی اس بچے کو لاؤ دیکھیں کیسا ہے؟ پس حاکم وقت کی زبان سے نکلے وہ الفاظ توراڑہ سے اس بچے کا نام تراوڑہ مشہور ہوگیا۔ ورنہ اس کا اصلی نام امیر خان تھا۔ یہ امیر خان اپنی والدہ کے ساتھ ڈوماں کے گھر میں پھلا پھولا اور ڈوماں کے خواص میں سے ہوگیا۔ بلکہ منصب وزارت پر فائز ہوگیا اور حکومت کے سب کام چلانے لگا۔

دوسری روایت کے مطابق ایک اکوزئی پٹھان ڈوماں کی لڑکی کو اغوا کر کے لے گیا اور مسلمان کر کے نکاح کر لیا اس شخص کو دشمنوں نے قتل کر دیا۔ ڈوماں کی لڑکی اپنے لڑکے امیر خان کو لیکر والد ڈوماں کے گھر واپس آگئی۔ تو ڈوماں نے اس بارے میں کہا توراوڑہ تو اس بچے کا نام تراوڑہ مشہور ہوگیا۔

راقم کے خیال میں پہلی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب ڈوماں کی اہلیہ شنڈ (بانجھ) تھی تو اس کی لڑکی کیسے۔ بہر حال ڈوماں کی جنگ جہاد کے بارے میں صحیح تاریخ معلوم نہیں البتہ کتب تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ڈوماں حکومت پر بہاکو خان نے حضرت اخون سالک اور ان کے خلفاء کے اشتراک سے حملہ کیا تھا۔ اور

بہاکوخان نے زندگی کی ابتداء عہد جہانگیری میں کی۔اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ بمطابق ۱۶۰۲ء میں تخت نشین ہوا اور ۲۸ صفر ۱۰۳۰ھ بمطابق ۹ نومبر ۱۶۳۱ء میں دمے کے عارضے میں مبتلا ہو کر فوت ہوگیا۔مندرجہ بالا تاریخ سے اس جہاد یعنی ڈوماں قوم کے خلاف جنگ کا زمانہ معلوم ہوسکتا ہے۔بہرحال جب ڈوماں کا قلعہ بہاکوخان نے فتح کرلیا۔تو امیر خان المعروف تراوڑہ نے اپنے اقرباء اور حمایتیوں کے ہمراہ ہجرت کر کے دریائے سندھ کے مشرقی جانب گاؤں توھارہ موضع کنڈر کو اپنا مسکن بنایا اور یہاں دریائے سندھ سے مشرقی طرف کوہ سیاہ کے مغرب میں جو علاقہ تھا اس میں اپنی حکومت قائم کرلی۔یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان کی خانگی اس علاقے میں کتنے سال جاری رہی۔حسن زئی افغانوں نے تراوڑہ سے جنگ کی تو یہ علاقہ بھی ان سے قبضہ کرلیا۔تو انہوں نے مشرق کی طرف رخ کیا اور علاقہ چمیڑی پر قابض ہو گئے۔اور پھر قوم مانکیال کے بزرگوں کے اشتراک سے شنگلی علاقے پر اپنا تسلط جمالیا۔اور اس پورے علاقے پر اپنی خانگیاں قائم کرلیں۔اس وقت تک نوابان تناول کی نوابی اس علاقے پر نہیں آئی تھی ورنہ یہ ان لوگوں کی خانگی قائم نہ ہونے دیتے۔انہار کھٹہ سے مغربی علاقہ تراوڑہ قوم اور مانکیال قوم کا مقبوضہ ومملوکہ علاقہ تھا اور جگہ جگہ ان میں خان یاد ہوتے تھے۔اس علاقے پر نوابان تناول میں سے کس نے حملہ کیا اور ان ہر دو قوموں کے مقبوضہ ومملوکہ علاقے کو اپنے تصرف میں لائے۔اس بارے میں اقوام تناول کے بزرگوں کے پاس دو روایتیں مشہور ہیں۔

پہلی یہ کہ ۱۸۵۱ء میں دو انگریز افسر مسٹر کارن (carne) اور ٹیپ (Tapp) نواب جہانداد خان والئی امب کے علاقے میں آئے۔ابھی وہ اس علاقے میں ہی تھے کہ ان ہر دو قوموں کی مدد سے حسن زئیوں نے ان کو قتل کر دیا۔اس پر نواب امب نے حسن زئیوں کو اپنے علاقے میں گرفتار کر کے انگریز کے حوالے کر دیا۔جس پر حسن زئی،قوم تراوڑہ اور قوم مانکیال اکوزئی نے انتقام کے لئے نواب امب پر سخت حملے شروع کر دیے۔جس کی وجہ

سے باامداد انگریز حکومت جہانداد خان نے قوم مانکیال اور تراوڑہ کے مقبوضہ علاقے کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ اور دوسری روایت کے مطابق ۱۸۸۸ء میں جب انگریزوں نے اس علاقے پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہی اور سیری کوہانی کے خان ہاشم علی خان کو حوالہ کرنے کا حکم دیا۔ تو اس وقت خان اکرم خان (۱۸۴۶ء تا ۱۹۰۷ء) نے انگریز کی خوب مدد کی۔ اور مجاہدین کو پسپا کیا۔ جس پر انگریز نے خوش ہو کر اس کو نواب کا لقب دیا۔ نواب موصوف نے موقع سے فائدہ اٹھا کر انگریز بہادر کو کہا کہ یہاں ریاست میں کچھ لوگ باغی ہو گئے ہیں میری حکومت نہیں مانتے۔ انگریزوں نے کہا اگر وہ تمہاری حکومت نہیں مانتے تو ان کو ملک بدر کردو۔ اس کے بعد جن خانان نے نواب موصوف کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا ان کو ملک بدر کیا گیا اور جنہوں نے موصوف کی حکومت کو تسلیم کیا تو اس نے بخوف بغاوت انہیں بھی اپنے قدیمی مقبوضہ اراضیات سے بے دخل کر کے دوسرے مقامات میں بھیج دیا۔ قوم تراوڑہ کے خاندانوں کو پورے تناول میں منتشر کر دیا اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے خاندانوں کو بطور امام مختلف جگہوں میں ٹھہرایا۔ تا کہ یہ دونوں قومیں پھر یکجا ہو کر حکومت سے دعویٰ اپنی اراضی کا نہ کریں۔ بہر حال انہار کھٹہ سے مغربی علاقے میں ان دونوں قوموں کی مشترکہ حکومت تھی۔ دنیاوی و حکومتی امور کی ذمہ داری قوم تراوڑہ کے پاس جبکہ دینی و شرعی اور عدالتی امور قوم مانکیال اکوزئی کے اکابرین کے پاس تھے۔

قوم تراوڑہ کے جد امجد امیر خان کے چار فرزند تھے۔ ۱= اغریال، علاقہ شنگلی والے = ۲ بابا چمبہ ۔ ۳= بابا سبڑ جن کا اصلی نام سبحان تھا۔ = ۴ رانڑا بابا

قوم تراوڑہ کے خاندان آج بھی اگرور اوگی، کھٹائی، گاؤں چکلی، گاؤں پودنیال، گاؤں ارغاڑیاں، گاؤں رحمکوٹ، گاؤں کنگڑ میرا، گاؤں پھگوڑہ، گاؤں شیڑھ، گاؤں شہتوت اوگی، اور ہزارہ کے دیگر مواضعات میں آج بھی بڑی خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تفصیل کا یہ محل نہیں تاہم تراوڑہ قوم کا شجرہ نسب صفحہ قرطاس کرتا ہوں۔ تمام قوم کا شجرہ لکھنا یہ تو میرے لئے ممکن نہیں مگر کسی حد تک لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ باقی حضرات کا شجرہ جہاں سے جدا ہوتا ہے۔ وہ اپنا شجرہ وہاں سے مرتب کر کے اس کتاب کے آخر میں یا اسی صفحے پر درج کریں۔

قوم تراوڑہ کا شجرہ نسب

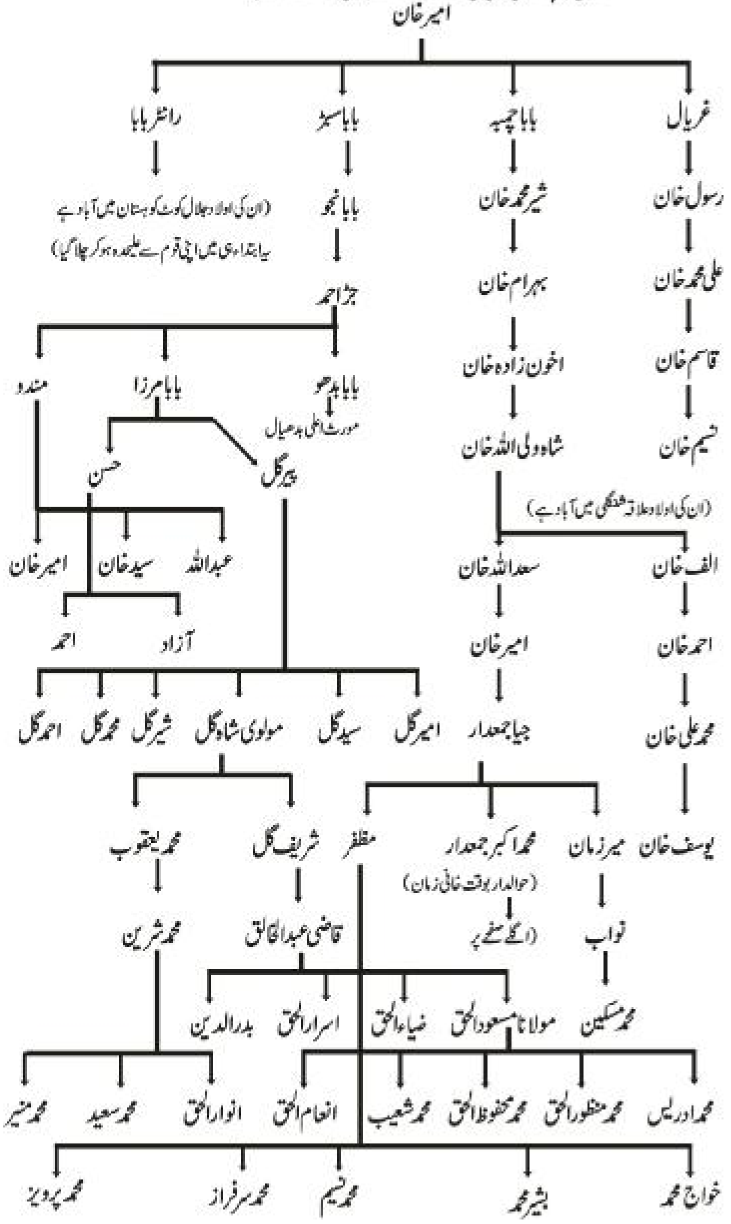

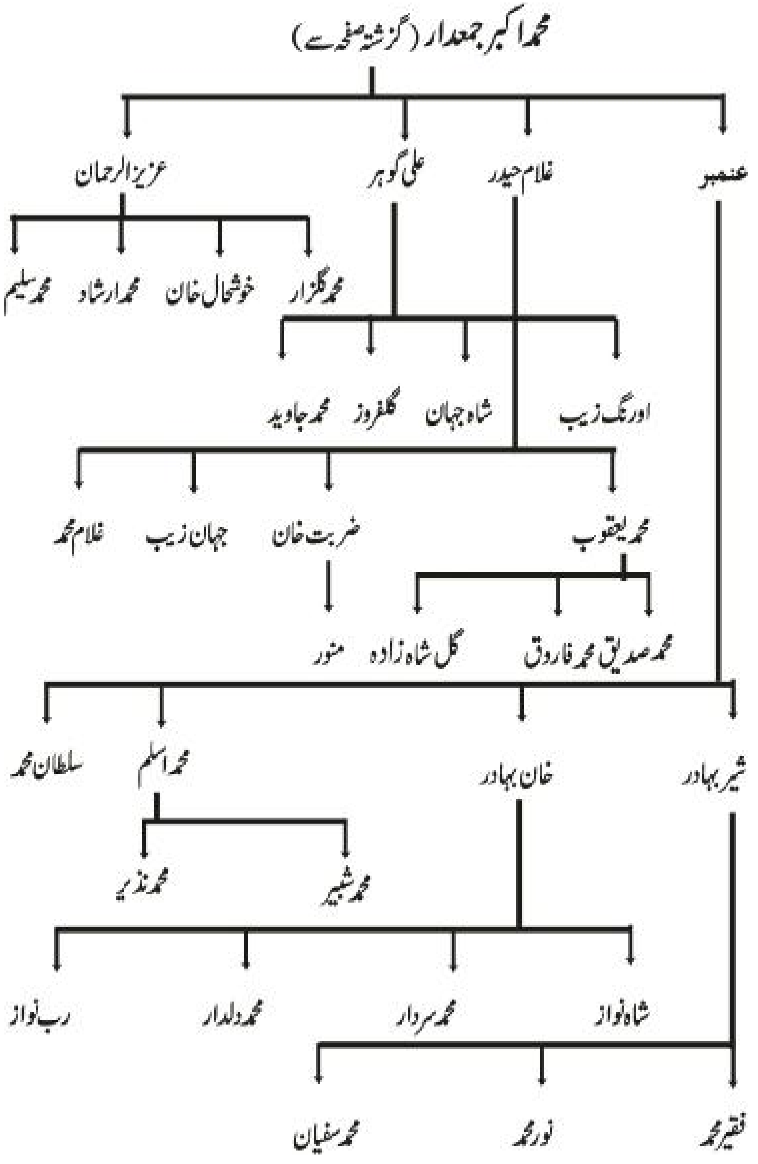
محمد اکبر جمعدار (گزشتہ صفحہ سے)
عنمبر
غلام حیدر
علی گوہر
عزیز الرحمان
محمد گلزار
خوشحال خان
محمد ارشاد
محمد سلیم
اورنگ زیب
شاہ جہان
گلفروز
محمد جاوید
محمد یعقوب
ضربت خان
جہان زیب
غلام محمد
محمد صدیق
محمد فاروق
گل شاہ زادہ
منور
شیر بہادر
خان بہادر
محمد اسلم
سلطان محمد
محمد شبیر
محمد نذیر
شاہ نواز
محمد سردار
محمد دلدار
رب نواز
فقیر محمد
نور محمد
محمد سفیان

قوم مانکیال اکوزئی کی زبان

اس قوم کی مادری زبان پشتو تھی[1] جیسے باقی پٹھان قبائل کی ہے۔مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ لہجہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں تھوڑا بہت فرق آجاتا ہے۔اسی وجہ سے پشاور،کوہاٹ، سوات اور دیگر شہروں میں بسنے والے پٹھان قبائل اگر چہ پشتو بولتے ہیں مگر لہجہ میں تھوڑا بہت فرق نمایاں نظر آتا ہے۔خود راقم الحروف کے والد گرامی علامہ عزیز الرحمن اطال اللہ عمرہ سات لہجوں میں پشتو بولنے میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ مانکیال قوم کی زبان دوسرے پٹھان قبائل کی طرح پشتو تھی۔ مدت مدید تک اس کا رواج رہا۔مگر یاد رہے کہ وادی تناول علاقہ بانڈی شنگلی میں چونکہ اس قوم(مانکیال اکوزئی) کے جد امجد مولانا عبد الکریم قدس سرہ العزیز جہاد اور تبلیغ اسلام کی غرض سے سوات موزکا (مانکویا منکر) نامی گاؤں سے ہجرت کر کے یہاں تناول میں آباد ہوئے تھے۔اس لئے اپنے وطن سے مہاجرت کا زمانہ جوں جوں طویل ہوتا گیا اپنے اجداد اور قوم قبیلے سے دوری پیدا ہوتی گئی نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا کی اولاد اپنی آبائی وقومی زبان پشتو کو بھولنے لگی۔چونکہ وادی تناول میں پشتو زبان شاذ ونادر بولی جاتی تھی اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا مختلف اقوام کے ساتھ رہن سہن،رسم ورواج،زبان اور معاشرت اختیار کرنے کی وجہ سے اپنی آبائی زبان بھولنا یہ ایک کھلی حقیقت ہے۔کاش ایسا نہ ہوتا کیونکہ کسی قوم کی سب سے بڑی شناخت اس کی مادری زبان ہوتی ہے۔زبان معاشرت اور تہذیب کا ایک طاقتور حساس آلہ ہوتی ہے۔جس سے افراد واشخاص سے روابط کا سلسلہ قائم رہتا ہے جذبات وخیالات کی ترجمانی کا حق مادری زبان سے ادا ہوتا ہے۔اگر قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی اپنی مادری زبان پشتو کو فراموش نہ کرتی اور ہندکو،اردو اور کاڑنگہ قبیلہ کی زبان کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ تھوڑی بہت سرپرستی اپنی مادری زبان پشتو کی اور پشتون تہذیب وثقافت کی بھی

---

[1] پشتو زبان سے متعلق تفصیل عنقریب ہم بیان کریں گے

کر لیتی تو آج وادی تناول میں بسنے والی قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی زبان بھی حکومت کی سرپرستی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ لیکن جب قوم مانکیال اکوزئی خود اپنی مادری زبان پشتو بھول چکی ہو اور اپنے وطن (سوات) سے کٹ چکی ہو تو پھر وقت کے حکمرانوں سے کیا گلہ۔ تاہم دلچسپ بات یہ کہ غیر اقوام کے ساتھ ربط وتعلقات رکھنے کے باوجود کافی حد تک مولانا عبد الکریم کی اولاد نے اپنی آبائی وقومی زبان کو محفوظ رکھنے کی سعی بھی کی۔ مولانا کی اولاد میں سے جس خاندان نے وادی تناول سے ہجرت کر کے ہندوستان (موجودہ پاکستان) کے مختلف شہروں گاؤں کو اپنا مسکن بنایا۔ ان کی مادری زبان آج بھی پشتو ہے اور بڑی روانی اور عمدگی کے ساتھ پشتو بولتے ہیں۔ جیسے مردان، صوابی، کراچی، اگرور، اوگی علاقہ تراوڑہ، علاقہ غیر موجودہ ضلع تورغر میں بسنے والے اس قوم کے خاندانوں نے آج بھی اپنی مادری زبان پشتو کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔

دلچسپ اور مزے کی بات یہ کہ اس قوم کے چند خاندان وادی تناول میں ایسے بھی موجود ہیں جنہوں نے اپنے آبائی گاؤں شوشنی سے ہجرت کر کے وادی تناول میں ہی دوسرے گاؤں کو جب اپنا متوطن بنایا تو اپنی مادری زبان پشتو کو ایسے محفوظ کیا کہ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ان خاندانوں کے گھروں میں آج بھی پشتو زبان بولی جاتی ہے۔ ان میں جبڑ، سنمبل بوٹ اور پوریاں گاؤں میں رہنے والے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے خاندان سرفہرست ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا دوسری اقوام کے ساتھ رہن سہن اور ربط وتعلقات کی وجہ سے رفتہ رفتہ پشتو زبان کی جگہ ہندکو زبان نے لے لی یہی وجہ ہے کہ آج قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی مادری زبان پشتوان کے لئے اجنبی ہو گئی (سوائے چند خاندانوں کے جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے۔ ہزاروی) اور اس قوم نے بھی ہندکو زبان کو اختیار کر لیا۔ لیکن دلچسپ اور حقیقت پر مبنی بیان یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ کے اخلاف یعنی قوم مانکیال کے موجودہ بزرگوں کی اکثریت آج بھی پشتو

بولنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے ۔مگر عام طور پر قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جو خاندان وادی تناول میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر کی مادری زبان ہندکو ہوگئی ہے ۔ دلچسپ بات یہ کہ اس قوم کی اکثریت پشتو، ہندکو اور اردو بڑی روانی سے بول سکتی ہے ۔مختصر طور پر یہ کہ قوم مانکیال کے جو خاندان وادی تناول سے ہجرت کر گئے اور بعض خاندان جو تناول کے ہی مختلف گاؤں میں بودوباش رکھے ہوئے ہیں انہوں نے آج تک اپنی مادری زبان کو محفوظ رکھا ہوا ہے ۔لیکن اس قوم کے آباد کردہ تینوں گاؤں شوشنی، ڈنہ اور چمراسی کے باشندگان پشتو سمجھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود بولتے نہیں بلکہ شوشنی اور چمراسی کے مکینوں کی مادری زبان پشتو کی جگہ اب ہندکو نے لے لی ہے ۔جبکہ گاؤں ڈنہ میں کاڑنگہ قوم کی زبان بولی جاتی ہے ۔مگر حیرت انگیز طور پر اب یہ زبان کاڑنگہ قوم کے افراد بھی نہیں سمجھتے ۔ان شاء اللہ ہم اس زبان کے متعلق تفصیل اپنے مقام پر کریں گے ۔

قارئین! ہزارہ کے مشہور خطے وادی تناول علاقہ بانڈی شنگلی میں بسنے والی اس قوم (مانکیال اکوزئی یوسف زئی) کے ساتھ ہی یہ ماجرا پیش نہیں آیا کہ یہ قوم اپنی مادری زبان بھول گئی بلکہ ہزارہ میں باقی اقوام کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا ۔ چنانچہ سرزمین ہزارہ کے بارے میں ایک مؤرخ یوں رقمطراز ہیں کہ!

"ہزارہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ترک آئے اور اپنی ترکی بھول گئے مغل اپنی فارسی بھول گئے ۔پٹھان پشتو بھول گئے، قریش عربی بھول گئے، ہندکو کا سکہ جاری رہا اب بھی زیادہ تر ہندکو بولی جاتی ہے"۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ قوم مانکیال اکوزئی کے جد امجد نے وادی تناول کو اپنا مسکن بنایا تو آپ کی زبان پشتو تھی ۔ یہاں ملاخیل قوم کی ایک خاتون سے آپ نے شادی کی ۔آپ کو اللہ تعالی

---

[1] منصف خان سحاب "مصنف" تاریخ ہزارہ صفحہ ۸۲

نے اولاد کی عظیم نعمت عطا فرمائی تو آپ کی اولاد کی زبان بھی پشتو تھی۔ پھر مختلف اقوام کے ساتھ تعلق اور رہن سہن کی وجہ سے رفتہ رفتہ پشتو زبان کی جگہ ہندکو زبان نے لے لی۔ اور آج وادی تناول u/c باڈی شنگلی میں بسنے والی اقوام میں آبادی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر بسنے والی قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی زبان اب ہندکو ہوگئی ہے۔ لیکن یاد رہے ہندکو بولنے کے باوجود اس قوم کے بہت سے افراد اب بھی پشتو اور اردو بڑی روانی سے بولتے ہیں۔ ماہر لسانیات اگر ملنا چاہیں تو وہ آ کر مل سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا تینوں گاؤں شوشنی، چمراسی اور ڈنہ کے موجودہ بزرگوں کے علاوہ جبڑ، سنمبل بوٹ، تراوڑہ اوگی، ضلع تورغر، کراچی، صوابی، مردان، ارغاڑیاں، پوریاں اور سنج میں رہائش پذیر اس قوم کے خاندانوں کی مادری زبان آج بھی پشتو ہے۔ جبکہ شوشنی، چمراسی، گلی، شنگاری، تڑیالی، سلایا، رحمکوٹ، سیری صاحب خان و دیگر گاؤں، شہروں میں بسنے والے خاندانوں کی مادری زبان ہندکو ہے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا جگہوں میں رہنے والے بزرگ حضرات آج بھی پشتو بولنے پر مکمل مہارت رکھتے ہیں۔ لیکن نوجوانوں میں بہت کم ایسے افراد ہیں جو پشتو روانی کے ساتھ بول سکتے ہوں راقم کے خیال میں اس کی سب سے بڑی وجہ غیر اقوام کے ساتھ رہن سہن اور ان کی زبان اور معاشرت اختیار کرنا ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس سے ان کی نسل اور قومیت پر کوئی اثر پڑا ہے نہ پڑ سکتا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اپنی آبائی زبان بھول چکے ہیں اور ایک نئی زبان بولنے لگے ہیں انھیں مانکیال اکوزئی یوسف زئی اور اسرائیل کی روایت اور تاریخ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ راقم کے خیال میں آنے والی دو نسلوں کے بعد وادی تناول میں سکونت اختیار کیے اس قوم کے خاندانوں میں پشتو بالکل ناپید ہو جائے گی۔ کیونکہ جن خاندانو ل نے آج تک اپنی مادری زبان کو محفوظ رکھنے کا سہرا اپنے سر لیا ہوا ہے اب انہوں نے بھی غیر اقوام سے رشتے ناطے کرنے شروع کر دیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آنے والے دور میں ان خاندانوں کی مادری زبان کی جگہ ہندکو لے لے۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو بلکہ یہ خاندان اپنی

مادری زبان پشتو کو آنے والی نسلوں تک محفوظ طریقے سے منتقل کریں۔ کیونکہ کسی قوم کی بڑی شناخت اس کی مادری زبان ہوتی ہے۔ زبان معاشرت اور تہذیب کا ایک حساس آلہ ہوتی ہے۔ جس سے افراد اور اشخاص کی ترجمانی کا حق مادری زبان سے ادا ہو پاتا ہے۔ اللہ کرے ہماری یہ قومی زبان مذکورہ خاندانوں میں قائم و دائم رہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پشتو زبان کا کچھ تذکرہ کیا جائے کیونکہ یہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی مادری زبان تھی۔ تو لیجئے محققین اور ماہر لسانیات کے نظریات ہم پیش کرتے ہیں۔ تاکہ پشتو کے لسانی پس منظر اور لسانی گروہ کا تعین کیا جاسکے۔

پشتو زبان

پشتو ایک قدیم زبان ہے دنیا کی دیگر زبانوں کو جس طرح کسی نہ کسی مناسبت سے نام دیئے گئے ہیں۔ مثلاً کسی قوم کسی علاقے یا کسی ملک کی مناسبت سے بالکل اسی طرح پشتو کا نام بھی پشتون قبائل کی نسبت سے پشتو پڑ گیا۔ اس کا لسانی اور تاریخی پس منظر یہ ہے کہ رگ وید میں جس پکھت اور اوستا میں جس بخت قوم کا ذکر آیا ہے اور مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس (Herodots) نے ۵۲۰ ق م میں جس پکھت قوم کا ذکر آیا ہے (جو اس وقت دریائے سندھ Indus کے کناروں تک آباد تھی) اس سے ہمارے اکثر محققین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسی پکھت، بخت نے بعد میں پخت، بخت یا پشت کی شکل اختیار کی اور اسی سے اس قوم کی زبان کا نام پکھتو اور بختو (پشتو/پختو) پڑا۔

وجہ کچھ بھی ہو آج اس زبان کو مکمل اتفاق کے ساتھ پشتو کہا جاتا ہے۔ انگریز مؤرخین نے اپنی کتابوں میں اس نام کے ساتھ ساتھ اسے افغان زبان بھی کہا۔ اہل ایران اور فارسی بولنے والے دوسرے لوگ اسے افغانی کہتے ہیں۔ اور چوں کہ عربی میں ''پ'' کی آواز نہیں اس لئے عرب اسے بشتو کہتے ہیں۔ جب ہم پشتو کی قدامت کا ذکر کرتے ہیں تو قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پشتو کی تحریری شہادت کس دور سے تعلق رکھتی ہے؟ اس

ضمن میں علامہ عبدالحیٔ حبیبی اور ٹالمین (Tolman) نے اپنی اپنی تاریخی کتابوں میں
ایرانی بادشاہ دارا پوش کبیر کے ان سنگی کتبوں کا ذکر کیا ہے۔ جو ۵۱۶ق م میں میخی رسم الخط میں
کندہ کئے گئے تھے۔ دونوں کے نزدیک وہاں تین جملے ایسے پائے گئے ہیں کہ ان کو آپس
میں ملانے سے پشتو بن جاتی ہے۔ ان تینوں جملوں (مصروں) میں جو الفاظ (ارے کہ،
دروجہ اور زورہ کہ رہ) آئے ہیں۔ وہ اب بھی معمولی تغیر کے ساتھ پشتو میں مروج ہیں۔ جملوں
(مصرعوں) کا تلفظ ملاحظہ کیجئے

Ne a ri ka a hum

Ne drau ja na a hum

Ne zura ka ra hum

یہ جملے اس طرح پڑھے جاتے ہیں

نے ارے کہ آھم

نے دروجہ آھم

نے زورہ کہ رہ آھم

ان جملوں کی موجودہ پشتو صورت یہ ہے۔

نی اریکہ اوم

نی دروہ جنہ اوم

نی زور کرہ اوم [1]

اردو ترجمہ: نہ میں اڑی باز ہوں۔ نہ جھوٹا ہوں۔ نہ مجھ پر جبر کیا جا سکتا ہے۔

پشتو زبان کا سب سے پہلا شاعر امیر کروڑ خیال کیا جاتا ہے۔ جو دوسری صدی ہجری میں پیدا
ہوئے پشتو نثر میں سب سے پرانی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' ۶۱۲ھ بمطابق ۱۲۱۵ء مصنف

---

[1] علامہ عبدالحیٔ حبیبی "مؤرخ" پښتو ادبیاتو تاریخ (جلد دوم) کابل پښتو ټولنہ بار دوم ۱۳۴۲ھ صفحہ ۴،۳

سلیمان مکو (ماکو) ہے ۔''خیر البیان''از بایزید انصاری (پیر روشن) ۹۴۵ ہجری بمطابق ۱۵۴۲ء میں لکھی گئی ۔اس کتاب کے مقابلے میں مشہور عالم دین اور مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے''مخزن الاسلام''اور''سر''لکھی ۔ درج بالا معروضات کے تناظر میں یقینی طور پر پشتو زبان کی قدامت مسلّم ہے ۔مگر اس زبان کے لسانی گروہ کا مسئلہ خاصا پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے ۔اس زبان کے مؤرخین اور ماہرین السنہ اس ضمن میں متضاد آراء ،نظریات اور لسانی تحقیقات پیش کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف تاریخی اور لسانی پس منظر بیان کرتے ہیں ۔ان نظریہ سازوں نے اپنے اپنے نظریات کے حق میں خاصے دلائل اور شواہد اکٹھے کر کے پیش کئے ہیں ۔اس اختلاف اور متضاد آراء کی وجہ آپ کو معلوم ہے کہ محققین و مؤرخین کے درمیان پٹھانوں کی اصلیت میں اختلاف ہے ۔جب اصلیت میں اختلاف ہوا تو ان کی زبان میں بھی مختلف نظریات پیش کئے گئے ۔تاہم پشتو کے لسانی گروہ کی بابت دو نظریات ایسے ہیں ۔جنھوں نے خاصی شہرت حاصل کی ہے ۔اور اپنی معنویت کے اعتبار سے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں ۔ پہلا نظریہ ان لوگوں کا ہے ۔جو افغان یا پٹھان قوم کو بنی اسرائیل یا سامی النسل قرار دیتے ہیں ۔ان کے نزدیک پشتو سامی زبان ہے ۔جبکہ دوسرا نظریہ ان مؤرخین کا ہے جو پشتونوں کو آریہ النسل اور ان کی زبان کو آریائی زبان گردانتے ہیں ۔ہم ذیل کی سطور میں چند محققین و مؤرخین کے پشتو زبان کے متعلق نظریات کا ذرا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں تاکہ پشتو کے لسانی پس منظر اور لسانی گروہ کا تعین کیا جاسکے ۔

سامی نظریہ

ایک افغان مؤرخ پشتو زبان کے متعلق یوں رقم طراز ہیں کہ!

> پشتو اور سامی زبانیں ایک ہی جسم کے اعضاء ہیں ۔پختو میں سامی زبانوں کے الفاظ اور نام بکثرت ہیں مگر چند بطور مثال بیان کئے

جاتے ہیں۔مشہور مؤرخ فلپ کے حتیٰ لکھتا ہے کہ اشوری، قدیم بابلی (اکادی) کنعانی، فونیقی، حبشی، آرامی، عبرانی، عربی اور سریانی زبان جو آرامی ہی کی ایک شاخ تھی یہ سب سامی زبانیں ہیں۔ان تمام زبانوں کے درمیان گہری مماثلت ہے اور بحیثیت مجموعی یہ دوسری زبانوں کے مجموعوں سے جداگانہ ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اصلاً آرامی تھے اپنے ہم قوموں سے آرامی میں بات چیت کرتے تھے اور وہی عبرانی قوم کے جدامجد ہیں۔ ۱

پشتون بنی اسرائیل ہیں اور ان کی زبان (پشتو) عبرانی کی منقلب شکل ہے۔یہ نظریہ پٹھان قوم پر لکھی جانے والی ایک مربوط اور منظم کتاب تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی میں درج ہے۔ ۲

سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل نے نعمت اللہ ہروی کے اس نظریے کی مزید تفصیل اپنے الفاظ میں یوں بیان کی ہے کہ۔پشتو زبان عبرانی کی منقلب شکل ہے، یہ زبان حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات نے سکھائی تھی۔اور اس زبان میں حضرت سلیمان علیہ السلام آصف وافغنہ رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ راز کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ۳

محققین کے خیال میں عبرانی زبان صرف مقدس کتاب تک محدود ہو گئی تھی۔اس کی جگہ آرامی زبان نے لے لی، چونکہ بنی اسرائیل، قبائل شام کے علاقہ سے بے دخل ہو کر خراسان میں آباد ہو گئے تھے۔

---

۱ خان روشن خان "مصنف" تذکرہ، پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ صفحہ ۳۶۳

۲ اس کتاب کے انگریزی تراجم بھی ہوئے ہیں۔جبکہ اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد بشیر حسین نے کیا ہے جو ۱۹۷۸ء میں پہلی بار مرکزی اردو بورڈ لاہور سے چھپا ہے۔

۳ سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل "مؤرخ" پشتون اپنی نسل کے آئینے میں صفحہ ۱۶

جہاں ان کے ارد گرد اور قبائل بھی رہتے تھے اور وہ مختلف زبانیں
استعمال کرتے تھے ۔ لہٰذا انہوں نے عبرانی ، آرامی اور سریانی
زبانوں سے کچھ ذخیرہ الفاظ حاصل کیا اور کچھ الفاظ اپنی طرف سے
شامل کر کے ایک مشترکہ زبان پشتو (پختو) کی بنیاد رکھی ۔ پشتو یا پختو
زبان کا نام رکھنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شام کے علاقے میں ایک
وادی پخت موآب کے نام سے مشہور تھی اور اس میں بنی پخت نامی
قبیلہ رہتا تھا ۔ لہٰذا اپنی قوم کو انفرادی شکل دینے کے لئے انہوں نے
اپنی زبان کا نام پشتو رکھا ۔ ۱

اور یہی موقف الفاظ کے اختلاف کے ساتھ خان روشن خان نے ” تذکرہ ” پٹھانوں کی اصلیت صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱ میں اختیار کیا ہے ۔ مصنف تاریخ ہزارہ پشتو زبان کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ!

فارسی زبان پہلوی زبان سے نکلی ہے ۔ یہ پہلوی دارا بادشاہ کے وقت
بولی جاتی تھی زرتشت کی کتاب ” زند ۔ اوستا" پہلوی زبان میں تھی اور
اسی سے پشتو زبان نکلی ہے ۔ پشتو زبان ۵۵۰ ق م سے ۳۳۰ ق م
زمانہ سلطنت اخمینی میں پروان چڑھی ۔ ۲

مشہور سکالر اور محقق پروفیسر محمد پرویش شاہین نے اپنی کتاب ” پختون
خواکلونہ“ اشاعت ۱۹۸۸ء) میں پشتو زبان کا تعلق ” دراوڑی گروپ
“ کی زبانوں سے ثابت کیا ہے اور اس کے ثبوت میں دراوڑی اور
پشتو زبان کے متعدد مماثل الفاظ کی فہرست پیش کی ہے جو قابل غور

---

۱ سکندر خان ” مؤلف ” دامن اباسین صفحہ ۲۸۶

۲ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی ” مصنف ” تاریخ ہزارہ صفحہ ۵۲۷

ہے خصوصاً ان کے نظریے کے مطابق "بروھی" زبان پشتو کے بہت

زیادہ قریب ہے۔ ۱

اس وقت ان (پٹھان و افغان) کی شناخت ہی صرف ان کی اپنی زبان پشتو سے ہوتی تھی جیسا کہ مغلوں کے دور میں جب ہمایون اور شیر شاہ سوری کی آپس میں جھڑپیں ہوئیں۔ اس وقت کے حالات اخوند درویزہ اپنی تصنیف ''تذکرۃ الابرار والاشرار'' میں سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ!

انہوں نے خود دیکھا کہ ہمایون جب ہندوستان میں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر پسپا ہوا۔ تو شیر شاہ سوری اس کے تعاقب میں تھا تو ان کے لشکر کے سپاہی ایک دوسرے کو صرف زبان ہی سے پہچانتے تھے۔ جو پشتو زبان نہیں بول سکتا تھا اسے مغل بادشاہ کا سپاہی تصور کیا جاتا تھا۔ اور اسے پکڑ لیتے تھے۔ کیونکہ خدوخال اور شکل و شباہت اور لباس ان کے ایک جیسے تھے۔ اور وہ ایک ہی ملک خراسان کے رہنے والے تھے۔ لیکن پختون نہ تھے غیر پختون کو پشتو نہیں آتی تھی۔ ۲

مشہور محقق و مؤرخ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی کے بقول حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۵۷۵ھ جو حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری کے خلیفہ تھے پشتو بولتے تھے۔ نیز بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (۵۸۲ھ تا ۶۶۶ھ) کے گھر بھی پشتو بولی جاتی تھی۔ کتاب ''درود الفرائض'' میں اس بابت تذکرہ موجود ہے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل شعر نہایت مشہور ہے۔

غئو روے داو رہل دے

اور زما پہ زرکی بل دے

---

۱ بحوالہ سکندر خان "مؤلف" دامن اباسین صفحہ ۲۸۸

۲ خان روشن خان "مصنف" تذکرہ صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱

یعنی محبوب نے کیا خوب مانگ نکالی ہے کہ میرے جگر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں
تاریخ الافغان کے مؤلف الحاج محمد اسلم خان جدون پشتو زبان کے متعلق یوں رقم طراز ہیں!

پشتو زبان جن یا دیولوگوں کی ہے جو پہاڑ تراش کر مکان بناتے تھے۔ جب شام سے بنی اسرائیل یہاں لا کر بسائے گئے تو انہوں نے پشتو زبان جوان جنوں یا وحشی قوم کی تھی کو اپنالیا۔ چونکہ اصل کے لحاظ سے وہ پہلے ہی آرین زبان تھی اس کے دائیں بائیں پارسی اور بھارانۃ گروپ آباد تھے اس لئے پشتو زبان پر ان ہر دو زبانوں کا گہرا اثر پڑا خراسانیوں، اشکانیوں یا سور یا خاندان نے چارسو سال سے زیادہ عرصہ ایران پر حکومت کی اس لئے ایرانی زبان سے پشتو بہت متاثر ہوئی۔

وہ مزید لکھتے ہیں!

افغانوں کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی زبان پشتو آرین گھرانے سے تعلق رکھتی ہے نحوی ترکیب کے لحاظ سے درست ہو مگر الفاظ کے لحاظ سے آج بھی سینکڑوں الفاظ جوں کے توں معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ سنسکرت، پشتو اور پہاڑی زبانوں میں عبرانی اور عربی زبان کے موجود ہیں اور ان زبانوں میں ایسے گھل مل گئے ہیں کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آسکتا کہ عربی، فارسی، پشتو اور ہندکو زبان میں یکساں طور پر مستعمل ہیں اور حیرت انگیز حد تک معانی بھی ایک جیسے ہیں چند الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

عربی۔عبرانی	فارسی	پشتو	ہندکو	اردو معانی
اذن	اذن	اذن	اذن	اجازت دینا
کبر	کبر	کبر	کبر	غرور کرنا

فتنہ	فتنہ	فتنہ	فتنہ	فساد
فجر	فجر	فجر	فجر	صبح
تماشہ	تماشہ	تماشہ	تماشہ	غور سے دیکھنا
خطا	خطا	خطا	خطا	بھول چوک
فوج	فوج	فوج	فوج	فوج
مرشد	مرشد	مرشد	مرشد	رہنما
ذبح	ذبح	ذبح	ذبح	حلال کرنا
سوال	سوال	سوال	سوال	دریافت کرنا
الس	الس	الس	الس	قوم،قبیلہ
طرہ	طرہ	طرہ	طرہ	پٹکے کا شملہ
وسیلہ	وسیلہ	وسیلہ	وسیلہ	ذریعہ ۱

پشتو زبان سامی زبانوں سے منقلب ہے یہ نظریہ مذکورہ بالا محققین و مؤرخین کے علاوہ خوشحال خان خٹک کے پوتے اور تاریخ مرصع کے مؤلف محمد افضل خان (۱۰۷۳ھ۔۱۱۸۳ھ) خلاصۃ الانساب کے مؤلف حافظ رحمت خان ،صولت افغانی کے مؤلف زردا دخان ناغر، اسرائیل یا ملت افغانہ کے مؤلف سید عبدالجبار شاہ ،تاریخ پشتون کے مؤلف قاضی عطاء اللہ خان اور مستشرقین میں سر ولیم جونز ،الیگزنڈر برنس وغیرہ نے بھی بعض ترامیم کے ساتھ بیان کیا ہے ۔پشتون قوم یعنی پٹھان وافغان بنی اسرائیل ہیں اور ان کی زبان (پشتو) سامی/عبرانی زبان سے منقلب ہے ۔ یہ سب سے معروف اور اہم نظریہ ہے ۔جس کے حق اور مخالفت میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے ۔اعتراضات کے باوجود عہد حاضر کے افغان و پٹھان مؤرخین و

---

۱ محمد اسلم خان جدون "مصنف" تاریخ الافغان بحوالہ دامن اباسین صفحہ ۲۸۷،۲۸۸

دانشوروں کی ایک پوری جماعت اس نظریے کی حامی ہے ۔راقم کے خیال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور وہ گھر میں عبرانی زبان میں ہی بات چیت کیا کرتے تھے ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیھا کی زبان بھی عبرانی تھی ۔اور وہ عبرانی ہی بولتے تھے ۔مگر جب حضرت اسماعیل نے عرب کے جرہم قبیلہ میں نکاح کیا تو ان کی اولاد نے عبرانی چھوڑ کر جرہم قبیلہ سے عربی سیکھی واللہ اعلم ورسولہ۔پشتو ضرور عبرانی / سامی زبان سے منقلب ہے۔

آریائی نظریہ:

معروف محقق سید عظیم شاہ خیال بخاری کا کہنا ہے کہ اس قوم کی اصل کچھ ہی سہی اس وقت یہ ہمارا موضوع بحث نہیں ۔جہاں تک ان کی زبان کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ یہ ایک آریائی زبان ہے۔ [۱]

صوبہ سرحد کے معروف محقق و مؤرخ سید بہادر شاہ ظفر کا کاخیل نے پشتو کے آغاز کا تاریخی پس منظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ!

> آریہ لوگ آج سے ہزاروں سال پہلے وسط ایشیا کے گیاہستانوں میں رہتے تھے ۔ان کی زبان ایک تھی ان کے افکار وعقائد ایک جیسے تھے ان کی سماجی اور معاشی زندگی ایک ہی ڈگر پر گزرتی تھی یہ لوگ قبیلوں کی شکل میں رہتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کے عزیز اور ہم جوار تھے ۔بعد میں جب یہ لوگ اپنے اولین مسکن سے کوچ کر گئے اور دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف محیط ماحول میں زندگی بسر کرنے کے باعث ان لوگوں کی زبانیں بھی مختلف ہوگئیں ۔لیکن ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی

۱؎ سید عظیم شاہ خیال بخاری، پشتو ادب (مضمون) مشمولہ پاکستانی ادب، مرتبہ عبدالشکور احسن صفحہ ۱۳۰

ان کی ان زبانوں میں مماثلت کے کئی پہلو موجود ہیں اور ان میں کچھ الفاظ ایسے ملتے ہیں جو ان تمام زبانوں میں مماثل ہیں اور معمولی تغیر کے ہوتے ہوئے بھی ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں اور ان میں اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔اس سے علمائے السنہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ تمام زبانیں اس اولین زبان سے نکلی ہیں جو اولین آریائی قبائل اپنے اولین مسکن میں بولتے تھے۔اس لئے یہ زبانیں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے بولنے والے لوگ بھی ہم نسل ہیں۔اس اولین زبان کا کیا نام تھا فرانسیسی دانشور موسیو لی بان نے اسے " آریک" کا نام دیا ہے۔جس طرح ان زبانوں کا اولین منبع آریائی زبان سمجھا جاتا ہے اس طرح پشتو زبان کا اولین سرچشمہ بھی وہی اولین آریائی زبان ہے۔ [۱]

مورگنسٹیئر لکھتے ہیں کہ!

اصل کے اعتبار سے پشتو یا پختو غالباً ساکا بولی ہے لیکن اس کے تعلق کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا یہ اپنی اصل اور ساخت کے اعتبار سے ایک ایرانی زبان ہے جس نے کسی روک ٹوک کے بغیر آریائی زبانوں سے استفادہ کیا ہے۔ [۲]

معروف دانشور اجمل خٹک یوں ارقام فرماتے ہیں!

اگرچہ پشتو زبان بھی پٹھان قوم کی تاریخ اور دوسری باتوں کی طرح اختلافی نظریوں کی بھول بھلیوں میں الجھی ہوئی ہے لیکن موجودہ دور

---

۱ سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل" مورخ" پشتون اپنی نسل کے آئینے میں صفحہ ۲۶۶،۲۶۷

۲ مورر گنسٹیئر بحوالہ پٹھان مؤلف اولف کیرو سر صفحہ ۱۰۴

کی تاریخی ترقی اور مستشرقین اور غیر ملکی سیاحوں کی کاوشوں اور آثار سے
جو (معلومات) دستیاب ہوسکی ہیں۔ انسان ایک نتیجے پر پہنچ سکتا ہے
اور چنانچہ میں (اجمل خٹک) اپنے مطالعے کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں
کہ پٹھان اس آریائی قوم کی ایک شاخ ہے، جو تین ہزار قبل مسیح میں
بلخ، بخد اور دریائے آمو کے گرد و پیش آباد تھے اور پشتو ان ہی لوگوں
کی زبان ہے۔ ۱

یہ نظریہ ان محققین و مؤرخین کے علاوہ مستشرقین میں پروفیسر کلا پروتھ، الفنٹن، برن ھارڈ ڈورن، ایچ جی راورٹی، ہنری والٹر بیلیو، ڈاکٹر آرنسٹ ٹرمپ، پروفیسر سپیگل، ڈاکٹر برنل، جیمز ڈارمسٹیڈ، ڈی، ایل، آر۔ لو ریمر اور گریئرسن وغیرہ نے بھی بعض ترامیم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ۲

جنت نظیر وادی "گاؤں ڈنہ"

گاؤں بجنہ سے مغرب اور بانڈی شنگلی کے شمال میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک گاؤں آباد ہے، جس کا نام ڈنہ ہے۔ یہ ایک خوبصورت گاؤں ہے گاؤں کی اکثریت زراعت پیشہ ہے کچھ لوگ بیرون ملک اور پاکستان کے مختلف شہروں میں روزگار کے سلسلے میں مقیم ہیں۔ اس گاؤں کے قرب و جوار میں خوبصورت کھیتیاں اور درخت عجیب نظارہ پیش کرتے ہیں۔ اس گاؤں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ نہ اتنی بلند چوٹی پر واقع ہے کہ آدمی اس گاؤں کو جاتے ہوئے اُکتا جائے اور نہ اتنی پستی میں واقع ہے کہ گرد و نواح میں کچھ نظر ہی نہ آئے بلکہ یہ ایک درمیانہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ جس کی وجہ سے اس گاؤں سے وادی تناول کا دلکش نظارہ

---

۱ اجمل خٹک، پشتو ادب (مقالہ) مشمولہ اٹک کے اس پار صفحہ ۳۵

۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: پروفیسر عبد الحئ حبیبی کی کتاب، دپښتو ادبیاتو تاریخ جلد اول صفحہ ۳۴،۳۵،۳۶ وغیرہ

دل کو بھاتا ہے اور وادی تناول پوری یوں نظر آتی ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔گاؤں ڈنہ کے مکینوں میں سے بعض ایسے افراد کو میں خوب جانتا ہوں جو عہد کے سخت پابند، دوستی میں مخلص اور عہد وفا کا درس دینے والے ہیں۔ان میں سے بعض کا تعلق اور سلوک تو راقم کے ساتھ انتہائی مشفقانہ اور وفا سے لبریز ہے۔اس گاؤں کے بعض کرم فرما تو عہد وفا میں اتنے پکے اور کھرے ہیں کہ جتنا نقصان بھی اٹھانا پڑے، اٹھالیں گے مگر کبھی عہد شکنی نہیں کریں گے۔اس گاؤں کے ایک دوست نے میرے ساتھ اتنی وفا اور عہد وفا کی اتنی پاسداری کی ہے کہ ان کو اس موقع پر بھول جانا احسان فراموشی ہوگا۔بندہ ناچیز پر ان کے بہت احسان ہیں۔آج بھی ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔موصوف نے نام ظاہر کرنے سے مجھے صرف اس وجہ سے منع فرما دیا کہ اس میں خودستائی اور بے جا فخر کرنے کا شبہ ہے۔ان کے حکم کی تعمیل میں کاتب الحروف نام ظاہر نہیں کرتا۔

بہر حال بات دور تک نکل گئی ذکر تھا جنت نظیر وادی ''گاؤں ڈنہ'' کا۔اس کو آباد کرنے والے مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ کے ہی اخلاف تھے اولاً یہ جگہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جانوروں کی چراہ گاہ تھی۔بعض میں مولانا کے اخلاف یعنی پوتوں نے اس میں سکونت اختیار کی اور آج یہ گاؤں ڈنہ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔اس گاؤں میں تمام خاندان قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے ہی آباد ہیں۔ایک گھر بھی دوسری اقوام کا نہیں۔قوم مانکیال کے آباد کردہ تین گاؤں شوشنی، چمراسی اور ڈنہ میں اس گاؤں کو خاص انفرادیت حاصل ہے۔جس کی وجہ اس گاؤں کے مکینوں کی دلچسپ زبان ہے جو اس گاؤں کے علاوہ دنیا بھر میں کہیں بھی نہیں بولی جاتی۔[1] میں نے بھی اس زبان کی وجہ سے اس گاؤں کا خصوصی ذکر کیا ہے۔اس گاؤں میں پہلے چھوٹی سی کچی مسجد تھی۔لیکن اب اس مسجد کو شہید کر کے اس کی مزید توسیع کی گئی ہے اور ایک خوبصورت مسجد تعمیر کر لی ہے۔تاکہ اس گاؤں کے مکین

---

[1] اس زبان کے متعلق ہم تفصیل عنقریب بیان کریں گے۔ان شاءاللہ

دنیاوی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی پاکیزگی بھی حاصل کریں۔اس گاؤں کی آبادی تقریباً ۳۵ گھروں پر مشتمل ہے۔اس گاؤں میں ایک مشہور ولی گزرے ہیں جو صاحب کشف القبور تھے اور ملا شیر باباکے لقب سے ملقب تھے۔ ؎۱

اس گاؤں کے مغرب میں ایک گراؤنڈ ہے جس میں وادی تناول کے جوان مختلف اوقات میں کرکٹ کھیلتے رہتے ہیں۔ایام طفولیت اور مراہقانہ عمر میں راقم بھی اس گراؤنڈ میں کھیلتا رہا ہے۔راقم کااس گاؤں میں تقریباً۱۹سال سے وقتاًفوقتاً آنا جانا لگا رہتا ہے اور زندگی کے بعض احباب ورفیقوں کاتعلق بھی اسی گاؤں سے ہے۔دلچسپ بات یہ کہ مجھے اس گاؤں اور اس کے بعض مکینوں سے حد درجہ دل لگی اور قدرتی طور پر انس ومحبت ہے۔ اس کی وجہ میرے خیال میں اس گاؤں کے بزرگوں کا بندہ ناچیز کے ساتھ انتہائی مشفقانہ اور محبت سے لبریز رویہ ہے

لطیفہ:

کاتب الحروف ایک دفعہ اپنے ایک رفیق ومہربان دوست کے ساتھ محوگفتگو تھا کہ ان کے استفسار پر میں نے گاؤں ڈنہ کو جنت کہہ دیا۔جنت بمعنی باغ یعنی خوبصورت گاؤں۔ لیکن اس بات سے بعض ساتھی سیخ پا ہو گئے اور انہوں نے ہر محاذ پر میرے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔اوپر سے کمال یہ کہ مجھے اپنی آنکھوں کا کانٹا سمجھنے لگے۔میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی چھوٹی سی بات پر یہ حضرات اتنے ناراض کیوں ہوگئے؟ بہرحال بارہا ان دوستوں کوتوجہ دلائی اور شرعی مسئلہ بتایا کہ دوستوں! دومسلمان بھائیوں کا آپس میں تین دن سے زیادہ ناراض رہنا گناہ کبیرہ ہے۔لیکن احباء ہیں کہ ان کی کھوپڑی میں بھوسہ بھرا ہوا ہے وہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے۔بالآخر ان رفیقوں کے رویے اور بے جا تنقید سے مجبور

؎۱ ان کا تذکرہ متعلقہ باب میں کیا جائے گا۔ان شاءاللہ

ہو کر میں نے انہیں کچھ یوں جواب دیا ؎

چمن میں رکھتے ہیں کانٹے بھی اک مقام اے دوست
فقط گلوں سے گلشن کی آبرو تو نہیں

پھر بھی اپنے بعض دوستوں سے کہہ دیا کہ اصل مسئلہ کی تہہ میں جانے کی کوشش کریں کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ آخر ہم سے ہمارے یہ دوست ناراض کیوں ہو گئے؟ پھر جو ہوا کمال کا ہوا۔ تعجب و حیرت کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوا۔ بہر حال جب میرے دوستوں نے اصل ہسٹری بیان کی تو معلوم ہوا کہ حقیقت میں یہ کارستانی تو میرے مخالف مسلک کے بزعم خود علماء کی ہے۔ جن کی باتوں میں یہ بھولے بھالے احباء آ گئے۔ ویسے بھی اللہ بھلا کرے تبلیغی ساتھیوں کا کہ ان کے ساتھ تین دنوں کا چلہ لگانے والے واپسی پر میرے مسلک کے پیرو کاروں کو مشرک اور بدعتی کہتے تھکتے نہیں راقم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ مخالف مسلک کا کوئی صاحب علم سامنے آ کر بات کرنے کی جرأت تو کرتا نہیں لیکن وادی تناول میں آ کر عنایت الرحمان ہمیں کافر وگستاخ کہتا ہے۔ لوگو! سنو عنایت علاقے کی فضا کو خراب کر رہا ہے لوگو! سنو!! یہ موصوف درود و سلام اونچا پڑھنے کی تلقین کر کے ہمیں چھیڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لوگو! آؤ کان کھول کر سن لو عنایت شرک و بدعت اور اپنے عقیدے کا پرچار کر کے ہمیں جلانے کے درپے ہے۔ فساد ہو جائے گا لڑائی ہو جائے گی چاقو چل جائیں گے اور پھر ڈھیر لگ جائیں گے کوچے میں گریبانوں کے۔

یہ انداز معصومانہ بزعم خود ان علماء کی ادائے ظالمانہ ہے۔ یہ صدائے عالمانہ ان حضرات کا طرہ امتیاز ہے اور پھر یہ قلم کا تازیانہ ان کا ہتھیار ہے۔ ؎

کہیں نظر نہ لگے تیرے چشم بازو کو
یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

اور پھر یہ دعویٰ بھی کہ ہم اہلسنت و جماعت بالخصوص عنایت الرحمان (کاتب الحروف) کو کچھ

نہیں کہتے بلکہ وہ ہمارے خلاف تقاریر وتحریر کرتے ہیں ۔قارئین! یہ حضرات مشاہیر اہلسنت کو جن جن خطابات سے نوازتے ہیں سن کر تہذیب کی گردن جھک جاتی ہے ۔ یہ اپنے علمی مقام پر کھڑے ہو کر ایسی نستعلیق گالیاں دیتے ہیں کہ پناہ بخدا۔تفصیل کا یہ مقام نہیں ورنہ تفصیلاً عرض کرتا۔ بہر حال راقم نے دینی متعلم ہونے کے ناطے اس سے قبل بھی علمی اختلاف کیا ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ کروں گا اور اپنے مسلک کا پرچار جب تک حیاتی ہے کرتا رہوں گا۔لیکن ان نام نہاد مولویوں کی طرح اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے نہ کبھی پہلے استعمال کئے نہ آئندہ کروں گا۔کہ بعض بھولے بھالے اور سادہ نوجوانوں کو غلط فہمی کا شکار کر کے کسی کے خلاف بھڑکا دو ۔خیر مجھے ان جیسے نام نہاد علماء سے پہلے بھی کوئی خیر کی توقع نہیں تھی اور اب بھی نہیں ۔کیونکہ یہ تو ویسے بھی راقم کو اپنی آنکھوں کا کانٹا سمجھتے ہیں اور کیوں نہ سمجھیں کہ میں نے ہر میدان میں ان کو لتاڑا ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ جب موقع ملے گا ان کے پرخچے اڑاؤں گا اور اہلسنت کے عقائد کی بات ہر محاذ پر کروں گا۔ یہ حضرات اگر راقم کو ہدف تنقید بنائیں تو حق بجانب ہیں مگر اتنی گری اور طفلانہ حرکت! افسوس ہم اس کے سواء کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

ٹھوکریں مت کھائیے چلیے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

خیر ان کا قصور نہیں وہ تو ان کی سمجھ کا قصور ہے ۔لیکن حیرت وتعجب اپنے ان رفیقوں پر ہے جو ان لوگوں کے ہم آواز ہوئے ان احباء کی خدمت میں یہی عرض کروں گا کہ! ؎

تیری بے رخی پہ آنسو نکل پڑے اے دوست
دنیا تو تھی ہی بے وفا پر تم نے یہ کیوں کیا

یاد رہے میرے یہ بھولے بھالے شفیق ومہربان دوست کل بھی میرے اپنے تھے آج بھی ہیں اور ان شاء اللہ جب تک حیاتی ہے انہیں اپنا ہی سمجھوں گا ۔کیونکہ راقم کا اصول ہے برائی

کرنے والوں سے اچھائی کرنا۔اور پھر ان دوستوں کی کچھ غلطی بھی نہیں یہ تو غیروں کی چالاکیوں اورسازشوں کوسمجھ نہ سکے اور۔۔۔اگرچہ میں نے ان دوستوں سے کبھی بھی اختلاف نہیں کیااور نہ کرنے کاارادہ ہے کیونکہ!ہرایک سے اختلاف کرنا میرے مزاج کے خلاف ہے اور پھر مقابلہ اس سے کیا جاتا ہے جو مقابلے کے قابل ہو اور یہ تو۔۔۔اس بات کاذکر ضروری نہیں تھا مگر بطور لطیفہ اس بات کاذکر اس وجہ سے کیا ہے۔تاکہ قارئین پر بھی واضح ہوجائے کہ میرے مخالف مسلک کے لوگ کیسے کیسے مہرے اور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ قارئین!کیا علمی دنیا میں ایسی حرکتیں کرناکسی صاحب علم کو روا ہیں؟ پھر بھی ہم نے اپنے تمام احباء اور نام نہاد علماء کے اسماء صیغہ راز میں رکھے ہیں دیکھئے ان کی طرف سے کیا جواب آتا ہے۔یا طیش میں آکروہ۔۔۔لیکن ۔

اگر تم طیش میں آکر میرا خط پھاڑ ڈالو گے
تمہارے پاؤں چومیں گی میری تحریر کے ٹکڑے

الحمداللہ اب احباء پر حقیقت آشکار ہو چکی ہے اور انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل اختلاف عنایت الرحمان (راقم الحروف) اور مخالف مسلک کے علماء کا تھا اور وہ بھی کوئی دنیاوی اختلاف نہیں بلکہ مسلکی و دینی اختلاف تھا اور ہے جس کی وجہ سے ہم سمجھ نہ سکے اور غیروں کی باتوں میں آکرعنایت الرحمان (بندہ ناچیز) کے خلاف محاذ آرائی کر بیٹھے الحمد اللہ اب میرے ان دوستوں سے پہلے سے بھی اچھے اور گہرے روابط وتعلقات قائم ہو چکے ہیں اللہ ہماری اس دوستی کو سدا سلامت رکھے۔

یاد رہے میری دوستی کااصول بقول شاعر! ۔

بہت سادہ سا ہے اصول دوستی کوثر اپنا
جواُن (ﷺ) سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

اھلیان ڈنہ کی دلچسپ و منفرد زبان

وادی تناول یونین کونسل باندی شنگلی میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک معروف اور خوبصورت گاؤں واقع ہے۔ جسکا نام ڈنہ ہے اس گاؤں کے مکین ایک ایسی دلچسپ زبان بولتے ہیں جو راقم کی تحقیق کے مطابق ان کے علاوہ دنیا میں کہیں نہیں بولی جاتی۔ اس زبان کا نام کیا ہے؟ یہ خود اس زبان کے (Spekers) بولنے والوں کے علم میں بھی نہیں بلکہ یہ حضرات اس زبان کو صرف اپنی زبان کہتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر ان لوگوں کو اس زبان کی ابتداء کے بارے میں کچھ خبر نہیں کہ اس زبان کی ابتداء اس گاؤں میں کون سے بزرگ نے کی؟ اور یہ زبان ہمارے اکابر کہاں سے لائے؟ اس قسم کے سوالات سے یہ Spekers بالکل ناواقف ہیں۔ یہ حضرات صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ زبان ہمارے آباء واجداد بولتے تھے اور ہم تک سینہ بہ سینہ بحفاظت منتقل ہوئی ہے اور یہ ہماری مادری زبان ہے۔ اس زبان کا نام کیا ہے؟ یہ قوم مانکیال اکوزئی کے ان خاندانوں تک کیسے منتقل ہوئی؟ یہ زیادہ ترکس زبان سے مماثلت رکھتی ہے؟ اور اس کو محفوظ رکھنے کے لئے ہم کیا اقدامات کرسکتے ہیں؟ ان شاء اللہ ہم آئندہ سطور میں ان سوالوں کے جوابات دینے کی کوشش کریں گے۔ اس زبان کا نام کیا ہے؟ اہلیان ڈنہ کے پاس یہ کیسے پہنچی؟ سب سے پہلے مذکورہ زبان کو کون سے بزرگ اس گاؤں میں لائے؟ اور یہ کس طرح پروان چڑھی؟ ان تمام سوالات کے جوابات دینے سے قبل مولانا عبد الکریم قدس سرہ السامی کے اخلاف کے متعلق کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں۔ امید واثق ہے کہ میری بیان کردہ تفصیل کی روشنی میں ان شاء اللہ قاری کو جوابات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کی اولاد نے بھی وادی تناول میں دین اسلام کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ موصوف کے وادی تناول سے واپس سوات ہجرت کرنے کے بعد آپ کے بیٹوں پھر پوتوں اور پڑپوتوں نے اپنے اپنے دور

میں حسب استطاعت اسلام کے علم کو بلند رکھنے میں اپنا اپنا کردار ادا کیا اور الحمد اللہ آج بھی آپ کے اخلاف خدمت دین میں اپنا اپنا حصہ ڈال رہے ہیں ۔آپ کے بیٹے قاضی عزیز اللہ کے فرزندوں علی ،محمد اور فاروق نے گاؤں چمراسی کو از سر نو آباد کیا۔ یاد رہے علاقہ شنگل میں پہلے پہل سکھ اور ہندو آباد تھے ۔گاؤں چمراسی میں بھی پہلے سکھوں کی آبادی تھی ۔لیکن اسلام کے غالب آنے کے بعد سکھ اور ہندوؤں نے اس علاقے کو خیر آباد کہا ان بزرگوں نے گاؤں چمراسی کو از سر نو آباد کیا اور بعد میں محمد بابا کی اولاد ضلع اٹک علاقہ حضرو گاؤں چچھ برہ زئی میں دین اسلام کی خدمت میں مصروف عمل ہوئی جو اب تک اپنے آباء کی روش پر قائم ہے ۔ اب تو چند گھر بیرون ملک شفٹ ہو چکے ہیں ۔جبکہ فاروق بابا کی اولاد نے گاؤں رحمکوٹ میں بودو باش رکھتے ہوئے خدمت دین میں اپنا حصہ ڈالا اور اب تک موصوف کی اولاد گاؤں رحمکوٹ میں مقیم ہے ۔جبکہ مذکورہ گاؤں (چمراسی) میں علی بابا کی اولاد ہی اقامت گزین تھی ۔لیکن کافی عرصے سے علی بابا کی اولاد کے بھی چند خاندان چمراسی سے ہجرت کر کے گاؤں گلی رحمکوٹ ،قلندر آباد اور تحصیل وضلع مردان کو اپنا مسکن بنا چکے ہیں اور مذکورہ مقام پر اب صرف قاضی عصمت اللہ اور مولانا مطیع اللہ کی اولاد ہی رہتی ہے ۔مولانا عبد الکریم رحمتہ اللہ کے دوسرے فرزند حیات اللہ کے اخلاف میں سے ملا شیر بابا ،سیف الدین بابا اور مولانا کے تیسرے فرزند مراد اللہ کے لخت جگر رحم الدین بابا نے " گاؤں ڈنہ" جو پہلے پہل قوم مانکیال اکوزئی کے جانور کی چراگاہ تھی کو آباد کیا۔ملا شیر بابا کے دوسرے بھائی شعیب بابا نے اپنے آبائی وجدی گاؤں شوشنی سے ہجرت کر کے گاؤں بیر بٹ میں امامت سنبھالی ،جبکہ تیسرے بھائی شیخ بابا گاؤں شوشنی سے رہائش ترک کر کے کالاڈھاکہ (موجودہ ضلع تورغر) کے علاقے ٹیگرام میں منصب امامت پر فائض ہوئے ۔مولانا کے دوسرے فرزند حیات اللہ کے ہی ایک بیٹے سراج الدین بابا نے گاؤں کیلہ میں قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔جبکہ حیات اللہ کے ہی ایک پڑ پوتے مولانا عبد الحلیم نے قاضی صفی اللہ کی معرفت سے

گاؤں شنگاری میں لوگوں کو اسلام کی روشنی پہنچانے کے لئے گاؤں چم اسی سے رخت سفر باندھا اور اسلام کی خدمت کرتے ہوئے راہی دار آخرت ہوئے۔جبکہ موصوف کے دوسرے بھائی مولوی خادم اللہ، قاضی عبد المستعان کی معرفت سے گاؤں گیدڑئی میں بطور امام مقرر ہوئے۔جہاں انہوں نے امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھائے اور ساری زندگی اسی گاؤں میں گزار کر راہی دار آخرت ہوئے۔مولانا عبد الکریم کے تیسرے لخت جگر مراد اللہ بابا کے اخلاف میں سے نجم الدین بابا اپنے آبائی اور جدی گاؤں شوشنی میں ہی مقیم رہے تاہم آپ کی اولاد کچھ عرصہ کے لئے علاقہ غیر ضلع تورغر ہجرت کر کے گئی مگر اہل گُلبَند شَرِیف کے اکابرین نے انھیں واپس لا کر گاؤں شوشنی میں آباد کیا۔جبکہ دوسرے فرزند رحم الدین بابا کے متعلق آپ پڑھ آئے کہ وہ گاؤں ڈنہ میں منتقل ہوئے مولانا کے چوتھے بیٹے سلام دین کے اخلاف نے اولاً شوشنی سے ہجرت کر کے جبڑ، ارغاڑیاں، بسنگڑگلی، بیر بٹ اور گاؤں سُنج میں سکونت اختیار کی اور پھر سلام دین بابا کے اخلاف نے سوائے سُنج کے مذکورہ علاقوں کو چھوڑ کر گاؤں ڈنہ،اوگی گاؤں تراوڑہ، گاؤں سنمبل بوٹ،علاقہ غیر ضلع تورغر اور گاڑ منارہ شاہ بہادر باڈہ تحصیل وضلع صوابی کو اپنا مسکن بنایا۔یاد رہے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے زیادہ تر اکابر اس وقت خدمت اسلام کے جذبے کے تحت امامت اور درس و تدریس کے فرائض سر انجام دینے کے لئے مختلف گاؤں شہروں اور دیہاتوں کو ہجرت کر کے اپنا مسکن و متوطن بناتے تھے۔یہ ایسی حقیقت ہے جو آفتاب کی طرح روشن ہے۔اور محتاج بیان نہیں۔اس تفصیل کے بعد آئیے اصل مقصد کی طرف۔ذکر تھا اہلیان ڈنہ کی دلچسپ زبان کا کہ اس کا نام اور اس کو جنت نظیر (وادی) ''گاؤں ڈنہ'' میں لے کر آنے والے بزرگ کا نام کیا تھا؟ تو سنیے جناب من! بزرگوں کی روایات اور میری تحقیق کا جو ماحصل ہے وہ بیان کرتا ہوں۔جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حیات اللہ کے تیسرے فرزند سراج الدین نامی بزرگ امامت کروانے گاؤں کیلہ میں منتقل ہوئے۔جہاں امامت کی ذمہ داری بحسن خوبی نبھاتے رہے۔کچھ عرصہ

بعد گاؤں کیلہ میں ہی آباد کاڑنگہ قوم کی خاتون سے نکاح کیا اور آپ کی اولاد نے اپنی مادری زبان پشتو چھوڑ کر کاڑنگہ قبیلہ سے ان کی زبان سیکھی ۔ادھر گاؤں ڈنہ میں ملا شیر بابا اور سیف الدین بابا دونوں کے درمیان اختلاف ہوا اور اختلاف نے جب شدت اختیار کی تو سیف الدین بابا نے ہجرت کرنا ہی مناسب سمجھتے ہوئے گاؤں ڈنہ کو ترک کر کے گاؤں پودنیال کو اپنا مسکن بنایا لیکن وہاں آباد پٹھان قبیلہ سے جھگڑے کی وجہ سے بہت جلد پودنیال سے بھی سکونت ترک کرنی پڑی اور گاؤں بائی بجنہ میں بود و باش رکھنی شروع کی ۔ پھر اہل کُلَبَند شَرِیف کے اکابرین نے موصوف کی اولاد کو اپنے پاس لا کر گاؤں ڈوگہ اور پھر کچھ مدت کے بعد ڈوگہ سے گاؤں چمر اسی میں آباد کیا اس کی تفصیل میں ان شاء اللہ اہل کُلَبَند کون؟ کے عنوان کے تحت کروں گا۔ چونکہ اس وقت دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کی مدد و اعانت کی زیادہ ضرورت پیش آتی تھی ۔اور ایک دوسرے کے باہمی تعاون سے ہی زندگی کا بسر اوقات ہوتا تھا اس لئے سیف الدین بابا کے گاؤں ڈنہ سے ہجرت کرنے کے بعد ملا شیر بابا نے اپنے چچا زاد بھائیوں (سراج الدین کے بیٹوں) غلام اللہ اور نور احمد دونوں کو گاؤں کیلہ سے لا کر سیف الدین بابا کی جگہ گاؤں ڈنہ میں آباد کیا۔ چونکہ آپ پہلے پڑھ آئے کہ سراج الدین کی اولاد اپنی مادری زبان پشتو ترک کر کے کاڑنگہ قبیلہ کی زبان سیکھ چکی تھی کیونکہ سراج الدین بابا نے نکاح کاڑنگہ قبیلہ کی خاتون سے کیا ہوا تھا۔ جب ملا شیر بابا نے اپنے چچا زاد اور سراج الدین کے بیٹوں غلام اللہ اور نور احمد کو لا کر سیف الدین بابا کی جگہ آباد کیا تو یہ دونوں (غلام اللہ اور نور احمد) بزرگ مذکورہ زبان بولتے تھے ۔ چونکہ اس وقت گاؤں ڈنہ میں صرف دو گھر (ایک ملا شیر بابا اور دوسرا رحم الدین بابا) تھے ۔اور یہ پشتو بولتے تھے ۔لیکن سراج الدین بابا کے بیٹے غلام اللہ اور نور احمد دونوں پشتو سے ناواقف تھے لہذا ملا شیر بابا اور رحم الدین بابا دونوں اور آپ کے گھر والوں کو یہ زبان مجبوری میں سیکھنی پڑی ۔کیونکہ پشتو غلام اللہ، نور احمد اور ان کی اولاد نہیں بول سکتی جبکہ مذکورہ زبان ملا شیر بابا اور رحم الدین بابا اور ان

کی اولادیں نہیں جانتیں آخر چچازاد آپس میں بات کریں تو کس طرح کریں؟ اس لئے مجبوری میں اس زبان کو سیکھنا پڑا۔ نتیجہ جو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا جو خاندان بھی اس گاؤں میں مقیم ہوتا رہا۔ وہ اپنی مادری زبان پشتو کو ترک کرتا رہا اور مذکورہ زبان سیکھتا رہا۔ اس کی زندہ مثال مراد اللہ کے اخلاف میں سے حیات النبی نے شوشنی سے، سلام دین کے اخلاف میں سے علی زمان اور احمد نے گاؤں بیر بٹ سے شیخ بابا کے پڑپوتوں امیر حسین اور احمد نے کالاڈھاکا (موجودہ ضلع تورغر) کے علاقے ٹیکر ام سے اور ان کے علاوہ باشا بابا کے پوتے حبیب گل نے گاؤں کوٹلہ سے ترک سکونت کرکے گاؤں ڈنہ کو اپنا مسکن بنایا اور مذکورہ زبان سیکھی۔ جس کی وجہ سے آج ان تمام بزرگوں کی اولادیں اس زبان کو اتنی مہارت کے ساتھ بولتی ہیں کہ ان کی مادری زبان ہی یہ زبان بن چکی ہے اور اصل مادری زبان پشتو سے ایسے ناواقف ہیں کہ سوائے بزرگوں کے بہت کم نوجوان پشتو کو سمجھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دوسری طرف کمال دیکھئے کہ اس گاؤں ڈنہ سے دوسرے مقامات پر ہجرت کرنے والے خاندانوں میں سے بعض تو اس دلچسپ زبان کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن بعض خاندان اس کو محفوظ رکھنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں اور آج ان خاندانوں کے افراد اس زبان سے بالکل ناواقف ہیں اور ان کی مادری زبان پشتو یا ہندکو ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس زبان سے Related ہر بات اظہر من الشمس ہو جائے۔ ملا شیر بابا کے پوتے اور عمران بابا کے بیٹے کوکا (اصل نام کوشش بسیار کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا) نے گاؤں ڈمکہ کو آباد کیا اور اس میں بود و باش رکھی لیکن اس زبان کو ضائع ہونے سے بچایا اور محفوظ رکھا۔ اور بعد میں اس گاؤں (ڈمکہ) کو امیر حسین کے بیٹے غلام نبی نے اپنا مسکن بنایا تو وہ بھی اس زبان کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئے اور آج اس گاؤں (ڈمکہ) میں مذکورہ بزرگوں کی اولادیں یہی زبان بولتی ہیں۔ اور ان کی مادری زبان یہی زبان ہے جسے راقم دلچسپ و منفرد زبان کہتا ہے۔ اسی طرح اس زبان کے بانی غلام اللہ

کے بیٹے مولانا محمد عباس گل امامت کروانے کے لئے جب گاؤں ڈنہ سے ہجرت کر کے گاؤں گلدَ ارمیں مقیم ہوئے تو وہ بھی اس زبان کو محفوظ رکھنے میں کامیاب و کامران دکھائی دیتے ہیں کیونکہ موصوف کی اولاد بھی گاؤں گُلدَ ارمیں اس زبان کو بولتی اور سمجھتی ہے اوران کی مادری زبان بھی یہی دلچسپ ومنفرد زبان ہے ۔لیکن یہ تھا تصویر کا ایک رخ اب زرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ بعض ایسے خاندان جنہوں نے اس (جنت نظیر وادی) گاؤں ڈنہ کو جب الوداع کہا تو وہ خاندان اس دلچسپ ومنفرد زبان کو محفوظ رکھنے میں اتنے بری طرح ناکام ہوئے ہیں کہ آج ان کی اولادیں اس زبان کے متعلق بالکل کچھ کہنے سمجھنے اور بولنے کی پوزیشن میں نہیں اوران کی مادری زبان یا تو پشتو ہے یا ہندکو۔ وہ اس دلچسپ زبان سے بالکل ناواقف ہیں ۔ چنانچہ جب ملا شیر بابا کے پوتے صابرین اور رحم الدین بابا کے پوتے مہربان کے درمیان کسی وجہ سے چپقلش ہوئی اور معاملے نے طول پکڑ لیا تو مہربان بابا نے اس گاؤں ڈنہ کو خدا حافظ کہہ کر گاؤں ارغاڑیاں میں سکونت اختیار کی ،اسی طرح سراج الدین بابا کے پڑ پوتے عبدالحنان نے مجبوری کے تحت اس گاؤں ڈنہ سے سکونت ترک کر کے گاؤں چمراسی میں بودوباش رکھی ۔اور سراج الدین کے ہی دوسرے پوتوں حضرت احمد اور میر احمد نے گاؤں ڈنہ سے ہجرت کر کے گاؤں بسنگڑ گلی کو اپنا مسکن بنایا ۔لیکن مذکورہ بالا تمام بزرگ اورانکی اولادیں اس دلچسپ ومنفرد زبان کو محفوظ نہ رکھ سکیں جس کی وجہ سے آج ان کی اولادوں میں سے بعض کی مادری زبان پشتو اور بعض کی مادری زبان ہندکو ہے ۔ہماری بیان کردہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی کہ یہ زبان کاڑنگہ قبیلہ کی مادری زبان تھی اوراسے سراج الدین بن حیات اللہ کے بیٹے غلام اللہ اور نور احمد نے سیکھ کر قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے آباد کردہ گاؤں ڈنہ کے مکینوں کو سکھایا ۔ اٹھائے گئے سوالات کے جوابات یا ہماری پیش کردہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ زبان اصل میں کاڑنگہ قبیلہ کی مادری زبان تھی اور پھر سراج الدین بن حیات اللہ کے بیٹوں غلام اللہ

اور نور احمد نے گاؤں کیلہ میں سیکھ کر گاؤں ڈنہ میں بولنی شروع کی۔ پھر رفتہ رفتہ یہ اہلیان ڈنہ کی مادری زبان بنتی گئی۔اور آج یہ دلچسپ ومنفرد زبان گاؤں ڈنہ کے تمام مکینوں کی مادری زبان ہے۔اور یہ لوگ اس زبان کو اپنی زبان کہتے ہیں۔اسی زبان کی وجہ سے پورے علاقے میں اس گاؤں کو خاص انفرادیت حاصل ہے۔حیرت انگیز بات یہ کہ جس قبیلہ کی یہ مادری زبان تھی۔اس قبیلہ کے چند خاندان آج بھی علاقہ شنگل گاؤں کیلہ وجیور میں آباد ہیں لیکن وہ اس زبان کو نہ بول سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں لیکن اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اولاً یہ ہماری مادری زبان تھی۔ پھر اکرم خان (۱۸۴۶ء تا ۱۹۰۷ء) کے علاقہ شنگل پر قبضے کے بعد ہماری قوم یا خاندانوں کے افراد کو مختلف گاؤں،شہروں یا دیہاتوں میں منتقل کیا گیا۔اور ظلم وستم کو روا رکھا گیا۔اور رفتہ رفتہ ہم اپنی مادری زبان بھولتے گئے اور ہماری زبان کی جگہ ہندکو نے لے لی۔کاڑنگہ قوم کے موجودہ بزرگوں کے بیان کے علاوہ ہماری تحقیق کی تائید وتوثیق مؤلف ارمغان افغان کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ موصوف رقم طراز ہیں کہ!

مانکیال واقع کوہستان سوات جو کہ نقشہ ریجن پشاور صراحہ موجود ہے۔اس جگہ کی زبان کوہستانی ہے۔ چنانچہ قوم مانکیال (پوری قوم کی نہیں بلکہ چند خاندانوں" ہزاروی عفی عنہ) کی زبان بھی جو کہ کاڑنگہ کی زبان سے ملتی جلتی ہے اور یہ زبان کوہستانی ہے۔جیسا کہ گل نبی ولد سید احمد کاڑنگہ ساکن کیلہ علاقہ شنگلی نے کہا کہ پاکستان ہندوستان بننے سے پہلے جب میں بمبئی میں تھا ایک آدمی ساکن موضع بنکھڑ کوہستان سے تعارف ہوا تو اس نے کہا کہ تم لوگ (کاڑنگہ) کوہستانی ہو کیونکہ تمہاری زبان ہماری زبان سے ملتی ہے۔دوم یہ کہ ۱۹۳۲ء میں نذرین نامی کوہستانی طالب علم ہمارے پاس تعلیم پاتا تھا اور کہتا تھا کہ میں کاڑنگہ زبان سمجھتا ہوں یہ ہماری زبان سے ملتی ہے۔ [1]

---

[1] قاضی عبدالخالق مرحوم: ارمغان افغان قلمی، صفحہ ۱۳۹، یہ کتاب ابھی تک قلمی حالت میں ہے۔

مؤلف ارمغان افغان کی بیان کردہ دونوں روایات سے روز روشن کی طرح یہ عیاں ہوتا ہے کہ یہ زبان کاڑنگہ قبیلہ کی زبان تھی۔ یہی ہماری تحقیق ہے۔ جسے ہم پہلے بیان کر چکے۔ لیکن موصوف کی بیان کردہ روایات میں یہ بات کہ یہ کوہستانی زبان سے ملتی ہے۔ میرے لئے باعث تعجب ہے۔ کیونکہ راقم کی تحقیق کے مطابق مذکورہ زبان ۷۵ فیصد کسی بھی زبان کے ساتھ مشابہت یا مماثلت نہیں رکھتی۔ چند الفاظ کا ملنا ایک حقیقت ہے مگر پوری زبان کا کوہستانی زبان سے ملنا یا مماثلت رکھنا بالکل لغو ہے۔ چنانچہ ہماری تحقیق کے مطابق کوہستانی لوگ اس دلچسپ ومنفرد زبان کو بالکل نہیں سمجھتے اور نہ اہلیان ڈنہ کوہستانی زبان کو سمجھنے یا بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جنت نظیر وادی" گاؤں ڈنہ" میں بندہ ناچیز کا اندازاً ۱۹سال سے وقتاً فوقتاً جانا آنا لگا رہتا ہے۔ اور راقم کی زندگی کے بعض رفیقوں کا تعلق بھی اسی گاؤں سے ہے۔ دلچسپ بات یہ کہ وادی تناول میں کاتب الحروف کو قدرتی طور پر اس گاؤں اور اس کے مکینوں سے انس ومحبت ہے۔ اسی وجہ سے بعض اوقات میں اس گاؤں (ڈنہ) میں جاتا ہوں اور یہاں رات بھی بسر کر لیتا ہوں۔ تو اکثر دوست احباب محفل و مجلس میں اسی مذکورہ زبان کو استعمال کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں اس زبان کو کافی حد تک سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ مذکورہ زبان کوہستانی زبان سے ۷۵ فیصد مماثلت یا مشابہت نہیں رکھتی کیونکہ میرے کوہستانی لوگوں سے بھی بڑے گہرے روابط ومراسم ہیں۔ اور میں نے ان کی کوہستانی زبان بھی سنی ہے۔ لیکن یہ دونوں زبانیں آپس میں کافی مختلف ہیں۔ میری تحقیق کی تائید وتوثیق آج بھی گاؤں ڈنہ میں رہائش پذیر بزرگ حضرات کریں گے کہ اس گاؤں ڈنہ میں سَتبَرْ یا کوثَر نامی ایک کوہستانی بمع اہل و عیال تقریباً دس سال کا عرصہ مسجد میں بطور خادم رہا۔ لیکن اتنے عرصہ میں نہ موصوف اس دلچسپ ومنفرد زبان کو سیکھ اور سمجھ سکا۔ نہ اہلیان ڈنہ میں سے کوئی فرد کوہستانی بولنے اور سمجھنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس سَتبَرْ یا کوثَر نامی شخص کے بارے میں جو میں نے یہاں بیان کیا۔ اس کی تصدیق کے لئے گاؤں ڈنہ کے بزرگوں سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا اہلیان ڈنہ کی

زبان کوہستانی زبان سے ملتی جلتی ہے تو میرا موقف ارمغان افغان کے مؤلف اوران کی بیان کردہ دونوں روایات کے راویوں سے مختلف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اہلیان ڈنہ کی زبان جو اولاً کاڑنگہ کی مادری زبان تھی ۷۵ فیصد کسی بھی زبان سے مماثلت یا مشابہت نہیں رکھتی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس زبان کے بہت سے الفاظ درد زبانوں کے الفاظ کے ساتھ قریبی مماثلت رکھتے ہیں جسے میں آگے چل کر ان شاءاللہ بیان کروں گا۔ یہاں دلچسپ اور مزے کی بات یہ کہ اہلیان ڈنہ کی زبان میں کئی ایسے الفاظ موجود ہیں جو پشتو، فارسی، اردو اور ہندکو میں مماثل ہیں زرا تقابلی مطالعہ ملاحظہ فرمائیں

پشتو	فارسی	اردو	ہندکو	دلچسپ ومنفرد زبان
فتنہ	فتنہ	فتنہ	فتنہ	فتنہ
نصیحت	نصیحت	نصیحت	نصیحت	نصیحت
فجر	فجر	فجر	فجر	فرضاں داویلہ
تماشا	تماشا	تماشا	تماشا	تماشا
خطا	خطا	خطا	خطا	خطا
فوج	فوج	فوج	فوج	فوج/لشکار
ذبح	ذبح	ذبح	ذبح	حلال کر
وسیلہ	وسیلہ	وسیلہ	وسیلہ	وسیلہ
سوال	سوال	سوال	سوال	سوال
ماہام	شام	شام	نماشا	نواشاں
ڈنگر		جانور	ڈنگر	ڈنگار
داغ	داغ	داغ	داغ	داغ

موٹے	مشت	مٹھ	مٹھ	موٹھ
خواہش	خواہش	خواہش	خواہش	خواہش
پیغور	طعنہ/ بہتان	طعنہ	طعنہ	پیغور
سادر	چادر	چادر	چادر	سادار
بیلماز		بےنماز	بلماز	بنواز
قرآن	قرآن	قرآن	قرآن	قرآن
پیالہ	پیالہ	پیالہ	پیالہ	پیالہ
کلے		گاؤں	گراں	گاں

اب میں یہاں چند الفاظ لکھتا ہوں۔ جو اردو اور اس دلچسپ ومنفرد زبان میں ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔

دلچسپ ومنفرد زبان	اردو	دلچسپ ومنفرد زبان	اردو
گلاس	گلاس	خیلخنی	زچگی
دنندورا	درانتی	بکو	پکڑنا
کیدڑ	قینچی	کِلا	کیلا
بطق	بطخ	بخا/ باغا	جانا
چاک	چاک	کان	کان
شوڑا	لقمہ	لاسی	لسی
کاَ نگا	کنگی	تارے	ستارے
کِھئیُو/ کی یو	گھی	ژادر	چادر

سوال	سوال		
شھید	شھید	خطا	خطا

غرض اس قسم کے سینکڑوں مماثل الفاظ کی فہرست پیش کی جا سکتی ہے۔ مگر حصول مقصد کے لئے یہی الفاظ کافی ہیں۔ اور پھر کہنے والے نے تو بڑی عمدہ بات کہہ دی کہ ؎

در خانہ اگر کس است

یک حرف بس است

یعنی اگر خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے۔

ان زبانوں کے علاوہ بہت سے الفاظ اس دلچسپ و منفرد زبان کے دوسری زبانوں میں مماثل ہیں۔ اس بارے میں اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے نہایت بارآور ہوگی۔ جیسا کہ آپ میرا موقف پڑھ آئے ہیں کہ یہ زبان ۷۵ فیصد کسی بھی زبان سے مماثلت یا مشابہت نہیں رکھتی۔ لیکن میں انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس زبان کا تعلق درد زبانوں سے ہے۔ چونکہ کوہستانی زبانیں دردی زبان سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ کوہستانی کے علاوہ بھی کئی زبانوں کا تعلق درد زبانوں سے ہے مثلاً داشو، گاؤری، توروالی، قاش تاری، اوشو جی، تانگیری، گوجری اور شینا وغیرہ۔ میرے خیال میں مذکورہ زبان بھی درد زبانوں سے نکلی ہوئی ایک زبان ہے۔ درد زبانیں اور اہلیان ڈنہ کی زبان ایک ہی تنے سے نکلی ہوئی مختلف شاخیں ہیں۔ میں یہاں درد زبانوں میں سے توروالی، کالامی، راجکوٹی، کلکوٹی اور مذکورہ زبان کے کچھ ایسے الفاظ لکھتا ہوں جن میں آپس میں بہت زیادہ مشابہت اور مماثلت پائی جاتی ہے اور اس سے مندرجہ بالا میرے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

توروالی	کالامی	راجکوٹی	کلکوٹی	دلچسپ و منفرد زبان	اردو
مو	مکھے	مکھ	مکھ	مُو	منہ

کان	کیان	کن	کن	کان	کان
اَنگی	اُنگیر	اَنگیر	اَنگر	اَنگَیڑ	انگلی
سی	سیر	سیر	سر	سور	سورج
یُن	یسون	یُنْ	یُوْ ن	ژان	چاند
تا	تار	تار	تار	تارا،تارے	ستارے
باٹ	بٹ	بٹ	باٹ	باٹ	پتھر
باپ	بوپ	بنب	بوب	مَلَاّ	باپ
جب	جب	جب	جب	ذیب	زبان
پیئ	پیئ	یئے	یے	مأل	ماں

اہلیان ڈنہ کی زبان میں صدہا ایسے الفاظ موجود ہیں جو درد زبانوں سے گہری مماثلت یا مشابہت رکھتے ہیں ۔کئی سال گزرنے کے باوجود بھی ان زبانوں میں مماثلت کے کئی پہلو موجود ہیں ۔اور ان میں کچھ الفاظ ایسے ملتے ہیں ۔جو ان تمام زبانوں میں مماثل ہیں اور معمولی تغیر کے ہوتے ہوئے بھی ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں اور اجنبیت محسوس نہیں ہوتی ۔ اس لئے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ یہ تمام یعنی مذکورہ دلچسپ ومنفرد زبان اور درد زبانیں ایک ہی تنے کی مختلف شاخیں ہیں ۔ یہاں قارئین کے ذہنوں میں یہ سوال آسکتا ہے کہ جب مذکورہ زبان کا تعلق درد زبانوں سے ہے تو پھر یہ زبان ۷۵ فیصد تک ان سے مماثلت کیوں نہیں رکھتی؟ اور درد زبانیں بولنے والے افراد اس زبان اور اس زبان کے بولنے والے درد زبانوں کو سمجھنے کی صلاحیت کیوں نہیں رکھتے ؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ کاڑنگہ قبیلہ کے نقد متواتر میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ہمارے اجداد میں سے کسی نے قتل کیا تھا جس کی وجہ سے اپنے اصلی علاقے کوہستان سے ہجرت کرکے بائی پائیں میں آباد ہوا تھا۔شروع شروع

میں تو یہ زبان دردزبانوں سے مماثلت رکھتی تھی مگر جوں جوں اپنے وطن سے مہاجرت کا زمانہ طویل ہوتا گیا اپنے اجداد اور قوم سے دوری پیدا ہوتی گئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس زبان میں تغیر ہوتا گیا۔ اور جب قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی وادی تناول میں تین نسلیں گزرنے کے بعد غلام اللہ اور نور احمد کی یہ دلچسپ ومنفرد زبان مادری زبان بنی تو آپ بھائیوں نے اس زبان کو صرف محفوظ ہی نہ رکھا بلکہ ملا شیر بابا اور رحم الدین بابا دونوں بزرگوں اور ان کی اولاد کو بھی یہ زبان سکھائی۔ مگر محفوظ رکھنے کے باوجود اس زبان کے بولنے والے باشندوں اور اسکے اصل مرکز کے ساتھ ربط وتعلق نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زبان کے معدودے چند الفاظ ہندکو، اردو اور پشتو کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔ ہندکو، اردو اور پشتو زبان کے کچھ الفاظ اس دلچسپ ومنفرد زبان کے ساتھ مماثلت اور مشابہت رکھتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب کاڑنگہ قبیلہ اپنی مادری زبان کو بھول گئے۔ اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے مذکورہ بزرگوں نے اس زبان کو سیکھا تو اس وقت وادی تناول میں ہندکو، اردو اور پشتو کا سکہ چلتا تھا۔

غلام اللہ اور نور احمد پسران سراج الدین کے رحلت فرمانے کے بعد اس زبان میں کافی حد تک الفاظ کا تغیر ہوا۔ (جس کی وجہ میں پہلے بیان کر چکا) ان کے یعنی غلام اللہ اور نور احمد اور ملا شیر بابا اور رحم الدین بابا کے اخلاف نے زیادہ تر دردزبانوں کے الفاظ کا ذخیرہ اور کچھ آس پاس کی پڑوسی ہندکو، اردو اور پشتو [۱] زبانوں سے لے کر اپنے لئے ایک دوسرے کو سمجھانے کی خاطر اس دلچسپ ومنفرد زبان کی بنیاد ڈالی۔ جو آج ایک منفرد زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس زبان کی اصل دردزبانیں ہی ہیں لیکن مرور زمانہ اور کوہستان سوات سے باہمی تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے یہ اپنی اصلی حالت میں نہیں بلکہ ایک نئی اور منفرد زبان بن چکی ہے۔ آج اس کی اپنی صرف ونحو اور اپنی صوتیات ہیں اور اپنا لسانی نظام ہے۔ دردزبانیں

---

[۱] یاد رہے پشتو زبان قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی مادری زبان تھی

کون کون سی ہیں؟ اس کی تفصیل میں جانے سے مضمون طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وجہ سے صرف دردزبانوں کا نقشہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے دردزبانوں کی پہچان میں کافی مدد و اعانت ملے گی۔

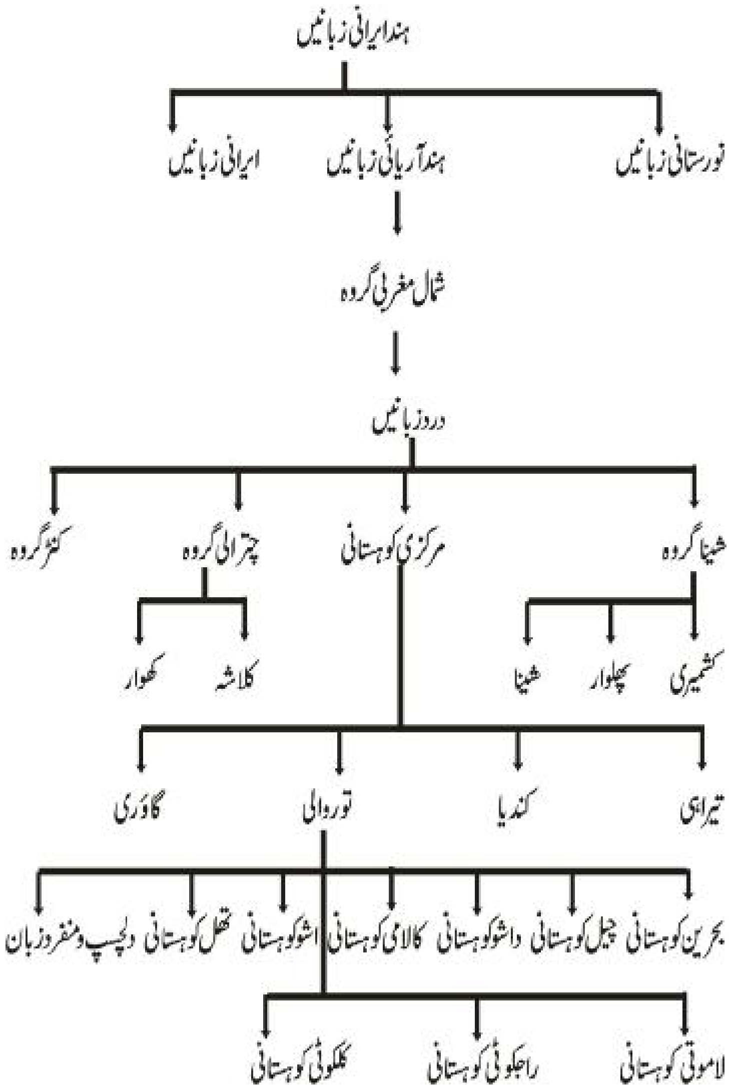

میری تحقیق کے مطابق مذکورہ دلچسپ ومنفرد زبان کو بولنے والوں (مرد وزن، بوڑھے، بچے، جوان) کی کل تعداد تقریباً ۴۱۷ کے لگ بھگ ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں کے کیٹلاگ ایتھنولاگ میں ۷۰۷۹ زبانیں درج ہیں۔ لیکن اس میں بھی اس دلچسپ ومنفرد زبان کا اندراج نہیں ہے۔ راقم کے خیال میں ہم اس زبان کو دو طریقوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ ایک اس کو اسی طرح گھروں میں بطور مادری زبان بولتے رہنے سے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس زبان کو جاننے والے صاحب علم افراد اس دلچسپ ومنفرد زبان کے مشکل الفاظ کو آسان بنانے، قاعدے اور علامات مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ الفاظ کی آواز اور اشکال ترتیب دیں۔ میں نے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ ہوسکتا ہے میری تحقیق سے بعض میرے اپنے بھی اتفاق نہ کریں۔ لیکن اختلاف رائے کوئی بری بات نہیں مجھے خوشی ہوگی وہ اپنی تحقیق منصہ شہود پر لائیں۔ اہلیان ڈنہ، ڈمگّہ اور گُلدَ ار کے ان افراد کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں جن کی یہ دلچسپ ومنفرد زبان مادری زبان ہے اور وہ عصری و دینی تعلیم سے روشناس ہیں۔ وہ حضرات اس زبان کو سیکھنے اور سکھانے کے لئے ایک قاعدہ ترتیب دیں۔ اس سلسلے میں مجھے جو بھی حکم کریں گے۔ میں ان کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس موضوع کو سمیٹتے ہوئے آخر میں عصر حاضر کے ماہرین السنہ کی بارگاہ میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس زبان کے متعلق اپنی اقلام کو حرکت دیں اور اس بارے میں اپنی اپنی تحقیقات صفحہ قرطاس فرما کر منصہ شہود پر لانے کا بندوبست فرمائیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ وما توفیقی الاباللہ۔

چونکہ کاڑنگہ قبیلہ کے بزرگوں کی روایات اور میری تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ دلچسپ ومنفرد زبان قوم کاڑنگہ کی مادری زبان تھی۔ اور اس کی تائید مؤلف ارمغان افغان بھی

کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بہر حال اس بارے میں جو حضرات تصدیق کرنا چاہیں وہ کاڑنگہ قبیلہ کے موجودہ بزرگوں کے پاس جا کر کر سکتے ہیں۔ ان حضرات کی آسانی کے لئے میں یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ قوم کاڑنگہ کا کچھ حال اور شجرہ یہاں صفحہ قرطاس کر دوں تا کہ تصدیق وتحقیق کرنے والوں کے لئے آسانی ہو۔

قوم کاڑنگہ (کاڑنگا) اوران کا شجرہ نسب:

قوم کاڑنگہ کے موجودہ بزرگوں کا بیان ہے کہ ہمارے اجداد میں نقد متواتر چلی آرہی ہے کہ ہمارے اجداد میں سے کسی شخص نے بالائی علاقے سوات میں قتل کر کے نقل مکانی کی اور آکر تناول بانڈی شنگلی کے گاؤں بائی پائیں میں آباد ہوگیا۔ مقتول کے ورثاء کو پتہ لگا کہ وہ بائی پائیں میں ہیں تو وہ لوگ اپنے مقتول کا بدلہ لینے کی خواہش پر یہاں بائی پائیں کو آئے اور مکان کی تلاش کی۔ چونکہ یہ علاقہ (بائی پائیں اور ملحقہ علاقہ) جنگل تھا۔ مکان کا پتہ نہ چل سکتا تھا۔ آخر چرخہ کاٹنے کی آواز آئی۔ جس سے مقتول کے ورثاء نے مکان معلوم کر لیا۔ چونکہ اس وقت مکان پر کوئی بڑا آدمی موجود نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جہاد کی غرض سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کوئی جوان مرد گھر پر نہ پا کر ایک معصوم بچے کو ذبح کر کے واپس سوات چلے گئے۔ جب گھر والے جہاد سے واپس آئے تو اپنے بچے کا بدلہ لینے بالائی علاقے سوات کو گئے۔ شہر میں ان کو کوئی نہ ملا کیونکہ وہ دن کو کسی کام کی وجہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ تو کاڑنگہ قوم کے اجداد نے مسجد میں ایک اخون لوہار کو قتل کرنا چاہا۔ اس نے بڑی منت سماجت کی کہ مجھے قتل نہ کرو میں بے گناہ ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے اس کی کوئی بات نہ مانی تو اس اخون لوہار نے ان کو بد دعا کی کہ چلوتم میں کبھی اتفاق نہ ہو بہر حال ان لوگوں نے اس لوہار کو قتل کر دیا اور پھر واپس بائی پائیں کو آگئے۔ کاڑنگہ قوم کے موجودہ بزرگوں کا بیان ہے کہ یہ بات بھی ہمارے اجداد میں نقد متواتر چلی آرہی ہے کہ ہماری قوم میں بے اتفاقی کی جو مرض ہے۔ وہ اس لوہار کی بد دعا کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کاڑنگہ قوم کے اجداد علاقہ کوہستان سوات سے آئے ہیں اور یہ

سب سے پہلے آ کر علاقہ غیر موجودہ ضلع تورغر میں آباد ہوئے ۔اس وقت یہ علاقہ ،غیر آباد تھا۔ قوم کاڑنگہ کے ایک لَیَد نامی بزرگ نے اس علاقے میں سکونت اختیار کی ۔اور اس علاقے کو آباد کیا۔آج بھی اکازئی میں لید بابا کا آباد کردہ گاؤں موجود ہے ۔جو لَیَد نامی گاؤں سے مشہور و معروف ہے ۔راقم الحروف ،مولانا محمد زاہد (گُلبَند شریف چپراسی)اور ملک خلیل الرحمان کی معیت میں اس گاؤں کو گیا ہے ۔اس گاؤں میں زیادہ تر اکازئی آباد ہیں ۔اس گاؤں کو آباد کرنے والے بزرگ کا نام لَیَد بابا تھا ۔جو قوم کاڑنگہ کے اجداد میں سے تھا ۔جس کے نام پر آج بھی یہ گاؤں موسوم ہے ۔ یاد رہے لَیَد بحیثیت قوم ’’اکوزئی پٹھان‘‘ ہیں اور سوات سے آ کر ضلع تورغر (علاقہ غیر/ کالاڈھاکہ) کو سب سے اول قوم کاڑنگہ کے اجداد میں سے ’’لَیَد‘‘ نامی بزرگ نے ہی آباد کیا تھا۔مگر جب اکازئی لوگ اس علاقے میں آئے تو انہوں نے مذکورہ گاؤں کو اپنے تصرف میں لے لیا۔اور لَیَد بابا سے کہا کہ اوپر غیر آباد علاقے کی طرف جا اور اپنے لئے آبادی کر ۔چونکہ موصوف اکازئی لوگوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ بوجہ مجبوری اس کو یہ علاقہ خالی کرنا پڑا ۔اور یہ اکازئی میں موجودہ گاؤں کی طرف چلا آیا اور یہیں آباد ہو گیا۔جنگل کاٹ کر اپنی کاشت کے لئے زمین بنائی اور زندگی بسر کرنے لگا۔کہتے ہیں کہ لَیَد نامی بزرگ کا ایک دوسرا بھائی بھی تھا۔جو ایک آنکھ سے معذور تھا۔اس وجہ سے اس کو کاڑنگ کہتے تھے ۔جس کی اولاد آگے چل کر کاڑنگہ کے نام سے مشہور ہوئی ۔ یہ کاڑنگ بابا بنکھڑ کوہستان چلا گیا۔اور وہاں ہی پھلا پھولا ۔پھر بعد میں موصوف کی اولاد میں سے کچھ لوگ واپس اپنے جدی مُلک بائی پائیں آئے اور یہاں ہی سکونت اختیار کی ۔جنکی اولادیں آج بھی گاؤں بائی پائیں ،کیلہ ،جیور، پھگوڑہ ،شاہ دوڑ اگرور، گاؤں ٹولی ، پھام گلی اوگی اور علاقہ ٹکری کھبل میں خوشحال زندگی بسر کر رہی ہیں ۔کاڑنگہ قوم کے بزرگوں کا بیان ہے کہ ہم نسباً اکوزئی پٹھان ہیں اور ہمارے اجداد سوات کوہستان کی طرف سے آئے ہیں اور اہلیان ڈنہ کے پاس جو زبان محفوظ ہے یہ ہماری مادری زبان ہوا کرتی تھی ۔اور تقسیم ہند تک یعنی ۱۹۴۷ء تک یہ زبان ہمارے گھروں اور خاندانوں میں رائج تھی اور ہمارے اجداد اسی زبان میں

ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔ مگر افسوس کہ بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے ہم اسے محفوظ نہ کر سکے اور اپنی مادری زبان کو بھول گئے اور ہماری زبان کی جگہ ہندکو زبان نے لے لی۔ جو آج ہماری قوم اور گھروں میں عام بولی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کاڑنگہ قوم اکوزئی پٹھان ہیں۔ جیسا کہ اس قوم کے موجودہ بزرگوں کا بیان ہے کہ یہ روایت ہمارے اجداد میں نقل متواتر چلی آرہی ہے کہ ہم اکوزئی پٹھان ہیں اور ہمارے اجداد سوات کوہستان کی طرف سے آئے ہیں۔ تو پھر ان لوگوں کی مادری زبان پشتو ہونا چاہیے تھی۔ کیونکہ سوات میں کثیر تعداد میں اکوزئی پٹھان رہائش پذیر ہیں۔ اور ان سب کی زبان پشتو ہے تو پھر یہ دلچسپ و منفرد زبان قوم کاڑنگہ کی مادری زبان کیسے؟۔ کاتب الحروف کے نزدیک چونکہ اس قوم کے جد امجد کاڑنگ بابا بنکھڑ کوہستان میں رہائش پذیر تھا۔ ہوسکتا ہے انہوں نے وہاں اس زبان کو سیکھ لیا ہو، یا کوہستانی قوم کی کسی خاتون سے موصوف نے شادی کی ہو اور بعد میں آپ کی اولاد نے یہ زبان سیکھی ہو اور پھر بعد میں موصوف کی اولاد میں سے ہی کچھ لوگ بنکھڑ کوہستان سے اس زبان کو لیکر وادی تناول علاقہ باڈی شنگلی کے گاؤں بائی پائیں میں وارد ہوئے۔ اور یہاں اس زبان کو پروان چڑھایا۔ یہ زبان کوہستانی زبان سے نکلنے کی وجہ سے شروع شروع میں کوہستانی زبان ہی سمجھی جاتی تھی۔ لیکن پھر مرور زمانہ کی وجہ سے اس زبان کے الفاظ میں تغیر ہوتا گیا۔ یہاں تک کے مؤلف ارمغان افغان کے پاس پڑھنے والے ایک نذرین نامی کوہستانی طالب علم کو بھی کہنا پڑا کہ میں کاڑنگہ قوم کی زبان سمجھتا ہوں۔ یہ ہماری کوہستانی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ یعنی موصوف کے نزدیک بھی یہ زبان کوہستانی زبان سے مماثلت و مشابہت رکھتی تھی۔ مکمل طور پر کوہستانی زبان نہیں تھی۔ یہ تو اس وقت کی بات تھی جب یہ زبان کاڑنگہ قوم کے خاندانوں کے پاس محفوظ تھی اور یہ ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے۔ آج تو کاڑنگہ قوم کا کوئی فرد بھی اس زبان کو نہیں سمجھتا۔ اور اب تو یہ زبان ایک نئی اور الگ زبان بن چکی ہے۔ جو دنیا بھر کی زبانوں میں سے کسی بھی زبان کے ساتھ ۷۵ فیصد مماثلت و مشابہت نہیں رکھتی۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کی اصل بھی دردزبانیں ہی ہیں۔ جس کی تفصیل میں

"اہلیان ڈنہ کی زبان" کے عنوان کے تحت بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال اگر کاڑنگہ قوم میں نقد متواتر سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ ہم اکوزئی پٹھان ہیں۔ تو ہمیں ان کے دعوے کو تسلیم کرنا چاہیے اور صرف زبان کے قرینے سے ہم ان کو کوہستانی نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ وہ اپنے آپ کو اکوزئی پٹھان کہتے ہیں۔ کاتب الحروف کی تحقیق کی تصدیق ایک یا دو فرد نہیں بلکہ پوری کاڑنگہ قوم کر رہی ہے کہ" اہلیان ڈنہ" کے پاس جو زبان محفوظ ہے یہ ہماری مادری زبان تھی۔ قارئین! یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ اہلیان ڈنہ کی دلچسپ و منفرد زبان اصل میں کاڑنگہ قوم کی مادری زبان تھی۔ جو کاڑنگ بابا کی اولاد کے کچھ لوگ بنکھڑ کوہستان سے لیکر بائی پائیں آئے تھے۔ اور بعد میں ان میں سے ہی کچھ خاندان کیلہ، جیور، بھگوڑہ، شاہ دوڑ اوگی ٹٹولی اور پھام گلی، میں اقامت گزین ہوئے۔ اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے پاس یہ زبان کیسے منتقل ہوئی؟ اس کی تفصیل راقم الحروف پہلے بیان کر چکا کہ سراج الدین نامی بزرگ نے کاڑنگہ قبیلہ کی خاتون سے شادی کی اور پھر موصوف کی اولاد نے یہ زبان سیکھ لی۔ بعد از اں مذکورہ بزرگ کی اولاد نے گاؤں ڈنہ کو اپنا مسکن بنایا اور یہ زبان اپنے دوسرے چچا زاد بھائیوں کو بھی سکھائی۔ اس طرح قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے چند افراد کے پاس محفوظ ہوتے ہوتے آج تقریباً ۱۴۱۷ افراد کی مادری زبان بن چکی ہے۔ لیکن یاد رہے اب یہ دلچسپ و منفرد زبان ۷۵ فیصد کسی بھی زبان سے مماثلت و مشابہت نہیں رکھتی۔ جس کی تفصیل راقم الحروف پہلے بیان کر چکا۔ یہ دلچسپ و منفرد زبان قوم کاڑنگہ کی مادری زبان تھی۔ اس حقیقت کا اعتراف کاڑنگہ قوم کے موجودہ اکابر مشائخ و بزرگ حضرات آج بھی کرتے ہیں۔ جو حضرات تحقیق و تفتیش کرنا چاہیں وہ کاڑنگہ قوم کے موجودہ بزرگوں سے استفسار کر سکتے ہیں۔ ان حضرات کی آسانی کے لئے میں کاڑنگہ قوم کا شجرہ نسب صفحہ قرطاس کرتا ہوں تاکہ محققین کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ کاڑنگہ قوم کی تین شاخیں ہیں ۱: بیر نوڑے، مولوی غلام بابا کیلہ و مولوی احمد شاہ جیور والے، ۲: مژوڑے، تکیہ، شوہائی، بھگوڑہ اور ٹٹولی والے ۳: شوڑے، ان کا کوئی ذکر میرے سامنے نہیں۔

شجرہ کاڑنگہ شاخ، بیرنوڑے، کیلہ، جیور، اوگی وغیرہ

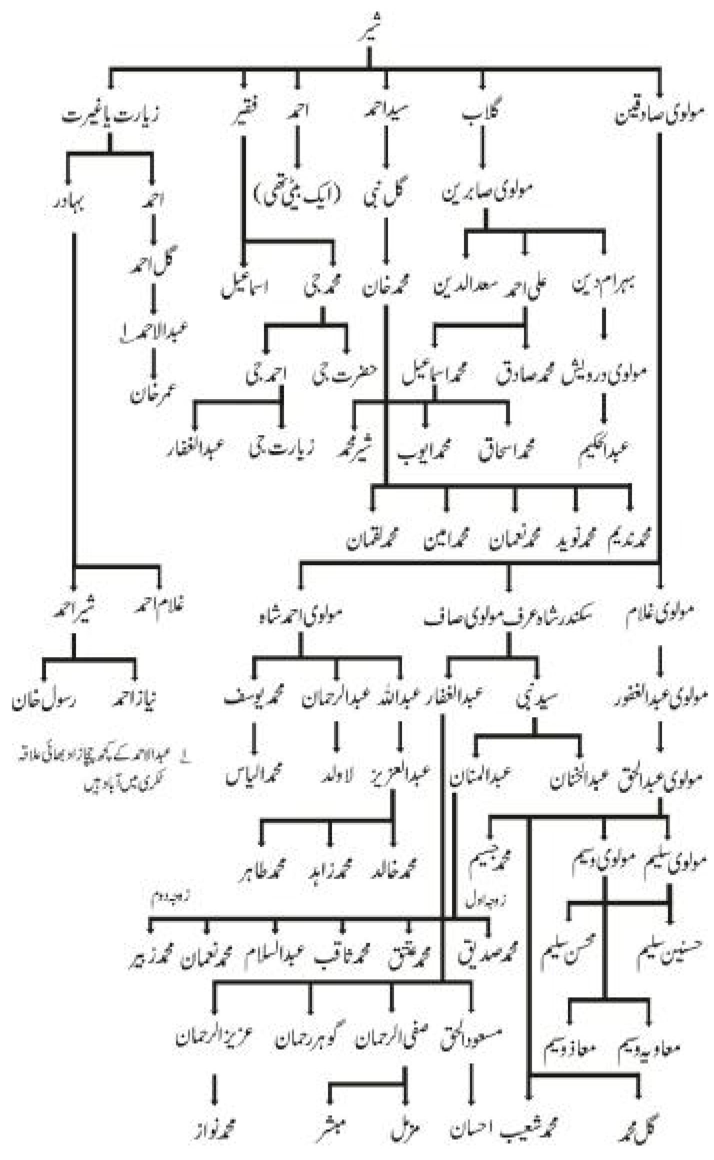

ا عبدالاحمد کے کچھ چچازاد بھائی علاقہ ککری میں آباد ہیں

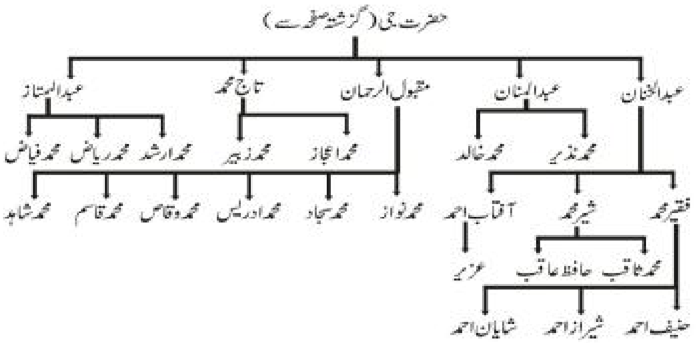

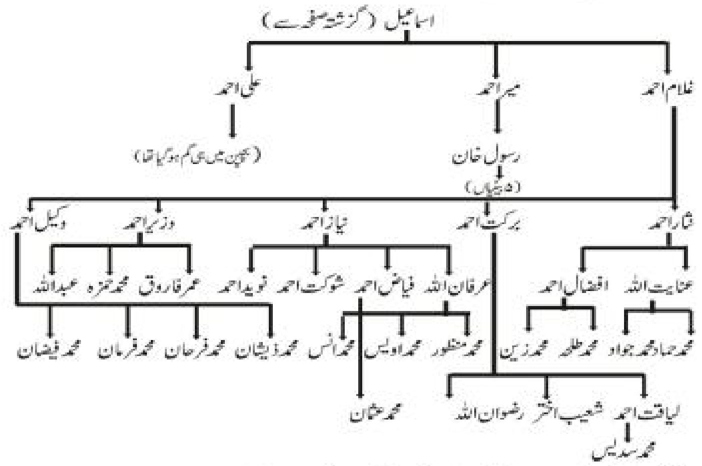

شجرہ کاڑنگہ شاخ مغروڑے، بچگوڑہ، ہنوبی اگرور، ہنکیہ شوھائی، باڈی وغیرہ

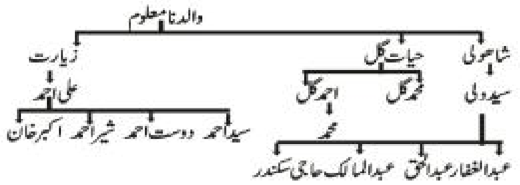

نوٹ: کاڑنگہ قوم کے بزرگوں کے اسماء اور حتی الامکان ان کے تادم تحریر تک صاحبزادوں کے اسماء بھی کاتب الحروف نے درج کیے ہیں۔ تاہم بعض بزرگوں کے اخلاف کے اسماء میں نے نقل نہیں کیے کیونکہ تمام قوم کا شجرہ الگ الگ دینا یہاں میرے لیئے ممکن نہیں۔ لہذا جن بزرگوں کے بچوں کے اسماء نقل نہیں ہوئے وہ کتاب کے اسی صفحے پر اپنا باقی ماندہ شجرہ درج کریں۔ جزاکم اللہ

مزار کی تصویر

حضرت قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پٹھانوں کے جد امجد

سطح سمندر سے گیارہ ہزار تین سو فٹ بلندی پہاڑی سلسلے کوہ سلیمان کے پہاڑ قیس غر کی چوٹی ''تخت سلیمان'' پر واقع سبزے کے قالین میں ملبوس ایک سادی سی کئی گز لمبی قبر پائی جاتی ہے۔ جس کے متعلق پاکستان کے بہت کم لوگ یہ علم رکھتے ہیں کہ یہ مزار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پٹھانوں کے جد امجد قیس عبد الرشید سے منسوب ہے۔ اس مزار کی شان ہی کچھ نرالی ہے۔ نہ کوئی جگمگاتا ہوا عالیشان مقبرہ حتیٰ کہ نہ کوئی چھت اور نہ کوئی مجاور مگر کشش کا یہ عالم کہ کوئی ایک دفعہ وہاں آجائے تو وہ ہر سال اپنی حاضری کی تڑپ محسوس کرتا ہے۔ اس مزار تک پہنچنا کوئی آسان منزل نہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے پچپن میل دور جنوب میں درابن، درازندہ کے قریب راغاسر کے گاؤں سے اس منزل کی جانب سفر شروع ہوتا ہے۔ دو راتوں کی پیدل مسافت کا یہ سفر پر پیچ پہاڑی پگڈنڈیوں پر محیط ہے۔ یہ راستے تھکا دینے والے دشوار

گزار اور طویل ضرور ہیں مگر قدرتی حسن کی رعنائیاں ہر قدم پر آپ کے استقبال کے لئے چشم براہ ہیں۔ چشموں، ندی نالوں کا مسکن، گرگرے زیتون اور چلغوزوں کے جھنڈ سے آراستہ پگڈنڈیوں کے اطراف کا حسن دوبالا کر دیتے ہیں۔ راستے میں مختصر گھروں کی آبادیوں جہاں مرانی شیرانی کے لوگ رہتے ہیں۔ جن کی مہمان نوازی اپنی مثال آپ ہے۔ ان لوگوں میں ''بابائے قیس'' رضی اللہ عنہ کی عقیدت صدیوں سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہے۔ قیس بابا رضی اللہ عنہ کے مزار کی طرف رواں دواں مسافروں کی خدمت کرنا ان کے لئے راحت کا باعث ہے۔ مشہور عالم، مؤرخین اور محققین جب بھی پشتونوں کی آغاز نسل کی کھوج میں نکلتے ہیں تو حضرت قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کا سراغ ملتا ہے۔ انہی کے بیٹوں کی اولاد سے پٹھانوں کے تمام قبائل تشکیل پاتے ہیں۔ ۱۶۲۰ء میں شہنشاہ جہانگیر کے دور میں خان جہاں لودھی کی ترغیب پر نعمت اللہ ہروی نے ایک کتاب رقم کی ''تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی'' جو کہ پٹھانوں کی تاریخ پر پہلی مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں قیس عبد الرشید کی حکایت پہلی مرتبہ بیان کی گئی ہے۔ آگے چل کر مزید مؤرخین اور محققین نے اس حکایت کو تسلیم کیا ہے۔ جن میں خان شیر محمد کی ''تاریخ پشتون''، میمکن سر جارج کی ''شمالی مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج''، جاوید عزیز کی ''سرحد کی آئینی ارتقاء''، خان روشن خان کی ''تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ'' ''ڈاکٹر محمد نواز محسود کی ''فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان''، امین گنڈہ پور کی ''تاریخ سرزمین گومل''، جیسے نامور مؤرخین شامل ہیں۔ اگر انگریز دور کے صوبہ سرحد کے گورنر الف کیرو نے اپنی مشہور عالم کتاب ''دی پٹھان'' میں یہ ذکر شامل کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ''پشتون'' فارسی زبان سے اخذ کیا گیا ہے۔ ''پشتون'' دو الفاظ ''پشت'' اور ''تون'' کا مرکب ہے۔ تون کے معنی ''رہنے کی جگہ'' سے ہیں۔ اس طرح پشتون سے مراد وہ لوگ جو پشت پر آباد تھے۔ اس پشت سے مراد ''قیسے غر''، کوہ سلیمان کی پشت لیا جاسکتا ہے۔

امین گنڈہ پور اپنی کتاب سرزمین گومل میں رقم طراز ہیں کہ!

"غر" کو پشتو زبان سے ناواقف مؤرخین نے "غور" کے نام سے اب تک پہچانا ہے جسے پشتونوں کا اولین مسکن قرار دیا جاتا ہے۔جبکہ غور خراسان میں پشتون نہیں بلکہ شنسبانی ترک آباد ہیں۔اس بات کی تائید البیرونی جیسے مؤرخ کے علاوہ ۶۲۹ء میں یہاں آنے والے چینی سیاحوں تو زینگ نے بھی کی ہے۔

شیر محمد "تاریخ پشتون" میں لکھتے ہیں کہ!

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد رسول خدا ﷺ نے ایک روز ان سے فرمایا۔اے خالد رضی اللہ عنہ جب تمہاری قوم بخت نصر کے واقعہ کے بعد شام سے جلا وطن ہوئی تو زیادہ تر لوگوں نے "غور" کا رخ کیا اور وہاں آباد ہوئے۔وہ اب جہالت اور گمراہی کے اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔پیغمبر اسلام کی ہدایت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک رشتہ دار کے ذریعے ایک مکتوب غور میں رہنے والے قبائل کے نام ارسال کیا۔خط پانے کے بعد غور کے لوگ ایک جرگے کی صورت میں اکٹھے ہوئے اور غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ ان کے عقیدے کے مطابق آخری نبی کی نشانیاں اگر حضرت محمد ﷺ میں موجود ہیں تو ان پر ایمان لایا جائے۔فیصلے کے مطابق ستر افراد کا ایک وفد مدینہ منورہ روانہ ہوا۔اس وفد کی سربراہی ان کے سردار "قیس" کے ذمہ تھی۔مدینہ منورہ پہنچ کر ان کی ملاقات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔اسی ملاقات میں سارا وفد اپنے سردار "قیس" کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا۔حضرت محمد ﷺ نے قیس کا اسلامی نام "عبدالرشید" رکھا۔یوں وہ تاریخ میں "قیس عبدالرشید" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غزوہ مکہ میں شرکت کی۔وہ دونوں اس ہراول دستے میں تھے جو لشکر اسلام سے آگے آگے پیش قدمی کر رہا تھا۔رات کی تاریکی میں کفار نے ان پر حملہ کیا تاہم یہ حملہ ناکامی کا شکار ہوا اور وہ واپس بھاگ پڑے۔دونوں جلیل القدر صحابیوں نے کافروں کا

تعاقب مکہ مکرمہ کی گلیوں تک کیا۔ اور وہاں ان دونوں کے ہاتھوں کئی کافر جہنم رسید ہوئے۔ حضور ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی داد دیتے ہوئے ''بطان'' سے مشابہت دی۔ (بطان کشتی کے پیندے کو کہتے ہیں) اور کہا کہ وہ میرے دین کی کشتی کا بطان ہیں۔ اس شخص کی نسل سے وہ لوگ جنم لیں گے جو میرے دین کے استحکام کا باعث بنیں گے حضور ﷺ کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی کہ تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو اسلامی اقدار کی پاسداری زیادہ تر پٹھان قوم کے حصے میں آئی۔

قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے بطان کا نام دیا۔ ہندوستان کے لوگ انھیں پٹھان کہنے لگے۔ تاتاریوں اور ایرانیوں نے اوغان کہا جب کہ عربوں نے سلیمان کے نام سے پکارا۔ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ نے قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کو وطن واپس جانے کی اجازت دے دی اور ساتھ ہدایت کی کہ وطن واپس جا کر اپنے لوگوں کو دین اسلام کی ترغیب دے اور منکروں سے جہاد کریں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سارا بی بی انھیں عقد میں دی اور یوں قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے داماد کا شرف حاصل کیا۔ ان کی واپسی پر قبائل ان کے گرد جمع ہوئے اور تمام آخری نبی ﷺ پر ایمان لے آئے قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ نے افغانستان میں موجود کفار سے جہاد کیا۔ اور عظیم فتوحات حاصل کیں۔ ان کی حدود سلطنت ہندوستان کے کوہ سلیمان تک پھیل گئی۔ روایات کے مطابق وہ ۵۷۵ء میں پیدا ہوئے اور ۶۶۱ء میں چھیاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ [۱]

ان کی تدفین کوہ سلیمان کی بلند ترین چوٹی تخت سلیمان پر کی گئی۔ پہاڑی سلسلے کوہ سلیمان کا یہ پہاڑ اب ''قیسے غر'' کہلاتا ہے۔ ان سے منسوب ایک مزار آج بھی اس بلند و بالا

---

[۱] قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سنہ چالیس ھجری میں واقع ہوئی۔ موصوف نے ستاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ مخزن افغانی صفحہ ۱۱۹

چوٹی پر پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔ان کے عقیدت مند دشوار گزار دوراتوں کی پیدل مسافت طے کر کے پہنچتے ہیں اور بھیڑ کی قربانی پیش کرتے ہیں ۔ "History of Pathans" کتاب میں مصنف بریگیڈیئر (ر) ھارون الرشید تحریر کرتے ہیں کہ!

> برصغیر میں انگریزی راج جس میں Lord Hasting کے دور میں ایک انگریز سروے پارٹی تخت سلیمان گئی ۔اس مہم میں بابڑ قبیلے کے مولاداد اور عالم خان نے ان کی رہنمائی کی ۔انھیں مقامی روایات سے بتایا کہ طوفان نوح کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی یہیں رکی تھی ۔ ؎۱

صحابی رسول حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پینتالیس واسطوں سے ملک طالوت کے پوتے افغنہ تک اور پچاس واسطوں سے حضرت یعقوب اسرائیل اللہ علیہ السلام تک، پچپن واسطوں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے ۔اور ایک دوسرے قول کے مطابق ان کا سلسلہ نسب چونتیس واسطوں سے افغنہ بن ارمیا تک ،سینتیس واسطوں سے ملک طالوت تک، بیالیس واسطوں سے حضرت یعقوب اسرائیل اللہ علیہ السلام تک ،پینتالیس واسطوں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک اور تریسٹھ واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے ۔ ؎۲

مؤلف تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی ،خواجہ نعمت اللہ ہروی نے مجمع الانساب اور اصناف المخلوقات کے حوالے سے قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ کے اجداد کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے ۔

قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین بن

؎۱ روزنامہ مشرق ۱۸ مارچ ۲۰۰۹ء تحریر ڈاکٹر محمد حسین بابر

؎۲ خواجہ نعمت اللہ ہروی" مؤرخ" تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی، مترجم صفحہ ۴۱۵

مہلول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عشم بن فہلول بن کرم بن عمال بن حذیفہ بن منہال بن قیس بن عیلم بن اشموئیل بن ہارون بن قمرود بن ابی ابن صہیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول سلم بن افغنہ بن ارمیا بن سارول المقلب بہ ملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل (یا بن یامین) بن یہودا بن حضرت یعقوب اسرائیل اللہ بن حضرت اسحاق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بن تارخ جسے آزر ۱؎ بھی کہتے تھے بن ناخور بن سروغ بن حضرت ھود علیہ السلام بن غایر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ الاسلام بن لمک بن متوشلخ بن حضرت ادریس بن یزد بن مہلائیل بن انوش بن حضرت شیث علیہ السلام بن حضرت آدم صلوۃ اللہ علیہم اجمعین ۲؎

سکندر خان نے تاریخ خورشید جہاں، تاریخ الافغان اور جامع الخیرات کے حوالے سے حضرت نوح علیہ الاسلام کے نیچے کے نام حضرت قیس بن عبد الرشید رضی اللہ عنہ تک جو درج کیے ہیں۔ وہ تقریباً یہی شجرہ ہے جو اوپر گزرا البتہ جہاں معمولی الفاظ کا اختلاف ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مارع بن جذر بن سکندر بن رحمان بن امین بن مالول، قادو بن عظیم، محال، منہاس بن قیص (عیص) بن عیلم (عالم)، قمرور بن لاہی بن صہلیب بن طال (طلال) بن لوئی، سالم بن افغانہ (انباجاہ)، ساؤل (ملک طالوت) بن قیس بن مہالل بن عالم (اغنوج) سروغ بن میواہ (

۱؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا نام آزر نہیں تارخ تھا جو پکے مومن تھے۔ مفسرین ومؤرخین بشمول تورات نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا نسب بیان کرتے ہوئے آپ کے والد کا نام تارخ لکھا ہے۔ بلکہ امام زرقانی مواہب اللدنیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس کی صراحت شہاب ہیتمی نے کی ہے کہ تمام اہل کتاب اور اہل تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا (یعنی آپ کے والد کا نام تارخ تھا) زرقانی جلد ۱ صفحہ ۱۴۵ تفصیل کا یہ محل نہیں۔

۲؎ خواجہ نعمت اللہ ہروی" مؤرخ" تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی، مترجم صفحہ ۱۱۷

بنیامین) بن حضرت یعقوب ،سروج بن رعو بن ، فالج بن غابر بن حضرت ہود علیہ السلام بن عابر بن شالح بن ارفخشا د بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام ۱

خان روشن خان نے تنبیۃ الغافلین قلمی نسخہ تصنیف خیریت خان ولد چجو خان افغان کے حوالے سے حضرت نوح علیہ السلام تک تقریباً وہی شجرہ لکھا ہے جو اوپر گزرا البتہ جہاں معمولی اختلاف ہے دونوں شجروں میں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

عشم بن غنم بن مہلول ،اشمول ،لوئی ،مسلم بن ابا بن ارمیا ،روئیل کا دوسرا نام زراح لکھا ہے۔

ناخور بن ساروغ بن اسود بن عابر بن سالح بن ارفخشد ۲

تاریخ طبری میں ساروغ سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک اسماء اس طرح درج ہیں۔

ساروغ بن ارغوا بن فالخ بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام ۳

سعادت خان مؤلف تاریخ افغان خصائل السعادت نے افغنہ بن ارمیا سے اوپر ناخور تک کا وہی شجرہ درج کیا ہے جو مخزن افغانی میں درج ہے ۔البتہ ناخور کے اوپر کے نام کچھ اس طرح درج کیے ہیں۔

ناخور بن ارغو بن ثعالغ بن ارغ بن فالخ بن غابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ۴

اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً حضرت قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب تمام مؤرخین نے ایک جیسا لکھا ہے بعض ناموں میں جو معمولی تغیر و اختلاف ہے ۔مجھے لگتا ہے کہ

---

۱ سکندر خان ’’مؤلف‘‘ دامن اباسین صفحہ ۴۲۱

۲ خان روشن خان ’’مؤرخ‘‘ یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ ۳۸۸

۳ طبری جلد ۱ صفحہ ۱۱۹

۴ بحوالہ اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۶

یہ کتابت کی غلطی ہے اسماء ایک ہی درج ہیں جیسے فہلول اور مہلول ،اشموئیل اور اشمول وغیرہ بہر حال حضرت قیس عبد الرشید رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب چند کتابوں کے حوالے سے میں نے پیش کیا ہے ۔میں نے تیسرے باب میں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا شجرہ نسب حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے نام تک مرتب کیا ہے تفصیل وہاں ہی ملاحظہ فرمائیں ۔

حضرت اخون سالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت اخون [1] سالک قدس سرہ السامی چونکہ میرے جد امجد مولانا عبد الکریم رحمتہ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے ۔اس وجہ سے مناسب سمجھا کہ آپ علیہ الرحمہ کے مختصر حالات زندگی قلمبند کردوں ۔حضرت اخون سالک ایک متبحر عالم دین، عظیم مجاہد اور غازی اسلام تھے ۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی خدمت دین اور کفار کے خلاف جہاد میں گزری ۔آپ رحمتہ اللہ علیہ سے یوسف زئی کے ایک بہت بڑے سردار بہاکو خان نے جب کفار ڈوما کے خلاف مدد و اعانت چاہی ۔تو آپ نے پوری جمعیت کے ساتھ ان کی مدد فرمائی اور کفار ڈوما کو کوہستانی علاقوں سے نکالا اور لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ تاریخ مرصع (مؤلف محمد افضل خان خٹک سنہ ۱۰۷۳ھ تا سنہ ۱۱۸۳ھ بمطابق سنہ ۱۶۶۵ء تا سنہ ۱۷۷۵ء ہزاروی غفرلہ) اور تحفۃ الاولیاء (مؤلف میر احمد شاہ رضوانی ہزاروی عفی عنہ) کے مطابق حضرت اخون سالک اصل میں طوغہ کے تھے ۔طوغہ افغان اصل میں ترین ہیں ۔ان کے والد ماجد علاقہ خٹک میں مقیم تھے ۔اور وہیں ان کی زیارت ہے ۔اخون سالک اکثر ان کی زیارت کے لئے جاتے تھے ۔اخون پنجو (سنہ ۹۴۵ھ تا سنہ ۱۰۴۰ھ بمطابق سنہ ۱۵۳۷ء تا سنہ ۱۶۳۲ء عنایت الرحمان عفی عنہ) کے ایماء اور ہدایت کے سبب اخون سالک علاقہ یوسف زئی جا کر غازیوں

---

[1] اخون ،اخوند کا مرخم ہے ۔یعنی آخری حرف گرایا گیا ہے ۔اخوند تورانی لفظ ہے اور متبحر عالم دین کے لئے استعمال ہوتا ہے چونکہ آپ بلند پایہ مدرس تھے اور سینکڑوں علماء آپ کے شاگرد تھے اس لئے آپ کو اخوند کے لقب سے پکارا گیا۔

کے ساتھ جہاد کرتے تھے ۔سلسلہ جہاد کی وجہ سے یہ علاقہ پسند آیا شب و روز یہی شغل رہتا تھا۔ بہت سے ملک اور قلعے ان کی برکت سے کفار سے خالی ہو گئے ۔ ۱؎

جیسا کہ آپ پڑھ آئے کہ حضرت اخون سالک رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسف زئی کے خان بہاکو خان کی معاونت سے کوہستانی علاقہ میں جہاد میں مصروف رہے ۔اس مہم کے بارے میں مرحوم اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں!

بہاکو خان نے اپنی زندگی کی ابتداء عہد جہانگیری (*) میں کی ۔اس دور میں انہوں نے مذہب کے نام پر ایک جمعیت پیدا کرلی ۔جذبہ جہاد سے سرشار قبائل جوق در جوق اس لشکر میں شامل ہو گئے ۔اس وقت حسن زئی ،ملاخیل اور چغرزیوں کے موجودہ پہاڑی علاقہ میں ڈوما نامی ایک قوم آباد تھی ۔ یہ تاتاری النسل غیر مسلم تھے ۔ بہاکو خان اس علاقے کو ان کفار سے خالی کرانا چاہتا تھا۔اس نے اخون سالک سے اس سلسلے میں امداد بھی حاصل کی ۔تاریخ مرصع میں لکھا ہے کہ شہنشاہ شاہ جہاں نے اخون سالک کو ایک خط لکھا کہ آپ بہاکو خان کے ساتھ کیوں تعاون کرتے ہیں ۔کیونکہ یہ مغلوں کا باغی ہے ۔اس خط میں انہوں نے یہ آیت بھی تحریر کی !اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۲؎

"مطلب تھا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور آپ باغی علاقے میں قیام نہ کریں ۔بلکہ شاہی علاقے میں آکر شاہی پالیسی پر چلیں ،مغلوں کو یہ ڈر تھا کہ یہ تحریک جہاد کہیں حقیقی اسلامی تحریک کی شکل اختیار نہ کرے اور اخون سالک امیر اور خلیفہ یا بادشاہ نہ بن جائیں ۔اخون سالک نے جواب

۱؎ اللہ بخش یوسفی "مصنف" یوسف زئی افغان صفحہ ۲۰۸ با اختلاف الفاظ

ایضاً خان روشن خان "مصنف" یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ ۲۴۱

(*) یاد رہے نور الدین محمد جہانگیر ۱۴ ۱۰ھ بمطابق ۱۶۰۲ء میں تخت نشین ہوا۔اور ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ بمطابق ۹ نومبر ۱۶۳۱ء میں دمے کے عارضے میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔ہزاروی غفرلہ)

۲؎ النساء:۴/۵۹

میں لکھا کہ بے شک یہ لوگ یعنی بہاکو خان آپ کے باغی ہیں لیکن خدا کے باغی نہیں ۔اور رات اور دن کفار کے ساتھ جہاد میں مصروف ہیں ۔اگر آپ امداد کرسکتے ہیں تو کریں ورنہ مجھے کیوں راہ راست سے دور لے جاتے ہیں ۔ ۱

حضرت اخون سالک بے باک، نڈر اور حق گو عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ غازی، مجاہد اور صاحب تصانیف بزرگ تھے ۔آپ کی تصانیف کے متعلق اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں!

آپ کی تصانیف میں فتاوی غریبہ، بحر الانساب اور غزوہ کتابیں شامل ہیں ۔ ۲

جبکہ میر احمد شاہ رضوانی نے اپنی کتاب تحفۃ الاولیاء میں ان تصانیف کے علاوہ ایک کتاب" مناقب" کا نام بھی لکھا ہے ۔ ۳

آپ کے بارے میں روایت ہے کہ جب آپ حضرت شیخ رحم کار صاحب المعروف کاکا (۹۸۳ھ تا ۱۰۶۳ھ بمطابق ۱۵۳۶ء تا ۱۶۵۲ء) سے ملاقات کے لئے گئے تو انہوں نے آپ کی بے حد عزت کی اور کاکا صاحب مصلیٰ سے ہٹ کر بیٹھ گئے اور آپ (اخون سالک) کو مصلیٰ پر بٹھادیا اور کہا کہ آپ بڑے عالم ہیں ۔میں آپ کے سامنے کیسے بیٹھ سکتا ہوں ۔ ۴

حضرت اخون سالک بابا کے چار بیٹے تھے ۔میاں بابا، شیخ بابا، باچا بابا، اور سیئری بابا کے ناموں سے مشہور ہیں ۔سیئری بابا کی اولاد سیئری نزد مارتونگ اور کچھ کابلگرام میں آباد ہیں ۔ میاں بابا کی اولاد کابلگرام کچھ کلالئی علاقہ پورن میں آباد ہیں ۔شیخ بابا کی اولاد دریائے سندھ پار

---

۱ اللہ بخش یوسفی" مصنف" یوسف زئی افغان صفحہ ۲۰۸ با اختلاف الفاظ

ایضاً خان روشن خان" مصنف" تواریخ حافظ رحمت خانی صفحہ ۴۹۳

ایضاً خان روشن خان" مصنف" یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲

۲ اعجاز الحق قدسی" تذکرہ صوفیائے سرحد" صفحہ ۲۲۴

۳ بحوالہ خان روشن خان" مصنف" یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ ۲۵۱

۴ اعجاز الحق قدوسی" مصنف" تذکرہ صوفیائے سرحد صفحہ ۲۹۶

مشرقی جانب دوڑ میرہ میں آباد ہیں ۔ باچا بابا کی اولاد سیئری علاقہ پورن میں آباد ہیں ۔ اخون سالک کی کچھ اولاد میر احمد خیل کے ساتھ مرغز میں آباد ہے ۔ جو اخون خیل سے مشہور ہیں ۔ اور ان کے کچھ گھرانے مواضعات چینئی علاقہ گدون اور مہابن کے اوپر اور کچھ موضع جلالہ تپہ بائی زئی اور موضع درہ تحصیل صوابی میں مقیم ہیں ۔ اور ان کا ہم نسل خاندان طوغہ موضع جنگدرہ خدو خیل کے ساتھ رہتے ہیں ۔ ۱؎

موصوف کی کچھ اولاد علاقہ بٹل مانسہرہ میں ہڑوڑی بالا، ہڑوڑی پائیں اور کھکھو میں بھی آباد ہے ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شجرہ نسب کے متعلق مؤلف تواریخ حافظ رحمت خانی رقمطراز ہیں کہ!

اخون سالک برادر اخون سباک کا شجرہ نسب جو انہوں نے مرتب کیا تھا اور مجھے کتابچہ کی شکل میں اپنی اصلی حالت میں اس خاندان کی ایک خاتون مسمات بی بی حمزہ بنت نور احمد شاہ کھکھو ضلع ہزارہ سے ان کے داماد ڈاکٹر غلام سرور غیاث کی وساطت سے ملا ہے ۔ (کتابچہ کا نام) شجرہ نسب قوم اخون خیل پٹھان درانی ہے ۔ اس میں ان کا شجرہ ایک پندرہ پشتوں میں یہودا بن حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے جو بالتفصیل اس کتابچہ میں درج ہے ۔ اخون سالک تک کا شجرہ ان کے پوتے قیصر شاہ نے یوں درج کیا ہے ۔

قیصر شاہ بن عبد الرحمن بن ملک امان شاہ بن شاہ حسین بن میاں اعظم شاہ بن محمد صفا بن محمد اولیاء بن اخون اشرف بن اخون سالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۲؎

حضرت اخون سالک بابا کے ایک پوتے ناصر الدین بن امیر سعید میاں بحرین (سوات) کے پاس ان کے والد کا مرتب شدہ شجرہ محفوظ ہے ۔ امیر سعید میاں کے مرتب شدہ شجرہ میں اخون سالک بابا کے دو فرزندوں عبد الرحمن بابا اور اشرف بابا کے اسماء درج ہیں یعنی ان کی روایت کے مطابق موصوف کے دو بیٹے تھے ۔ یا ان کو دو ہی کے نام یاد تھے اور بزرگوں

۱؎ خان روشن خان" مصنف" یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱

۲؎ خان روشن خان" مصنف" تواریخ حافظ رحمت خانی صفحہ ۶۹۱

سے انہوں نے دو کے اسماء ہی سنے تھے۔حضرت اخون سالک بابا کے دو بیٹے تھے۔یہ بات مجھے موصوف کی اولاد کے موجودہ معمر ترین شخص درویش بابا متوطن کابلگرام ضلع شانگلہ نے عندالملاقات بیان فرمائی۔یہی بات اخون بابا کی اولاد میں سے حاجی سید احمد کابلگرامی ضلع شانگلہ نے بھی مجھے لکھوائی۔قریش بابااور حاجی سید احمد صاحب سے جو شجرہ میں نے عندالملاقات کابلگرام ضلع شانگلہ میں مرتب کیا تھا۔وہ بھی میں درج کروں گا۔

بہر حال ناصر الدین صاحب کے پاس جو شجرہ درج ہے وہ راقم من وعن یہاں نقل کرتا ہے۔پہلے اخون سالک بابا کے اوپر کے نام ملاحظہ فرمائیں۔اخون سالک (مدفون درکابل گرام) بن اخون عمر بابا بن اخون احمد بابا بن اخون محمد بابا بن منظر بابا بن کاور بابا(مدفون درغزنی) بن طوخی بابا بن تودان بابا بن غلجئے بابا بن شاہ حسین بابا بن نعد الدین شاہ بن جمال الدین شاہ بن بہرام بن شہباز بن خرق بسطام بن حریق بن ملحیق بن حسٰی بن وزن بن حسن بہرام ثانی بن تحجش بن حسن ثانی بن ابراہیم بن سعد بن شدد بن ضحاک بن مشھد بن ریحان بن آفریدون بن شامید بن سفید بن ضحاک ثانی بن شہران بن منان بن سیاہ مکھ (معروف بہ سام) بن خرطاشی بن ضحاک الملک بن عویج بن عملیق بن لاور بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام بن آدم ثانی بن لامکھ بن عمر آسیف جد بن متو شالح (متوشح) بن ادریس بن یارد بن مھلا ئیل بن قینان بن آنوش بن شیث علیہ السلام بن ابو البشر آدم علیہ السلام۔

اخون سالک سے نیچے کے نام ناصر الدین کے پاس قلمی شجرہ میں جو درج ہیں ان میں اخون عبدالرحمان کے نیچے کے نام درج نہیں اخون عبدالرحمان کی اولاد میں سے قریش بابااور حاجی سید احمد نے عندالملاقات مجھے اپنا شجرہ نسب لکھوایا۔میں وہ بھی یہاں مرتب کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

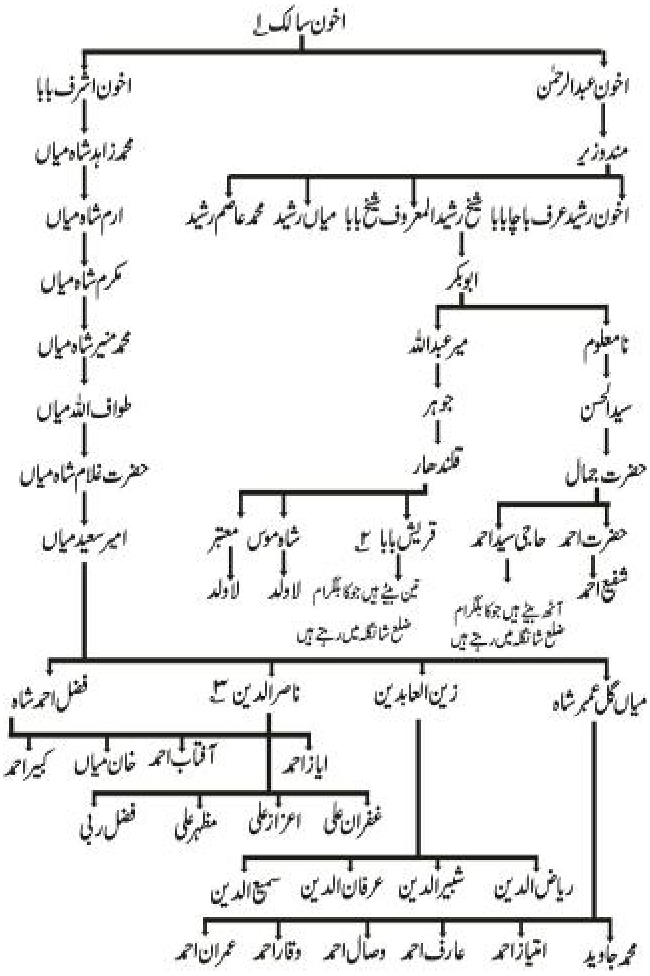

۱ حضرت اخون سالک بابا کی تمام اولاد کا شجرہ یہاں الگ دینا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ لہذا باقی حضرات کا شجرہ جہاں سے جدا ہوتا ہے۔ وہ اپنا شجرہ وہاں سے مرتب کر کے اس کتاب کے آخر میں یا اسی صفحہ پر درج کریں۔

(عنایت الرحمان ہزاروی عفی عنہ)

۲ اخون عبدالرحمان کی اولاد کا شجرہ راقم الحروف کو انہی نے لکھوایا ہے۔

۳ درج بالا شجرہ ان کے پاس محفوظ ہے اور یہ زندگی کی ۷۲ بہاریں دیکھ چکے ہیں اور آج بھی بقید حیات ہیں۔ جو حضرات ملنا چاہیں گاؤں بحرین سوات میں جا کر مل سکتے ہیں۔ ہزاروی عفی عنہ

راقم کے جدامجد مولانا عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ اخون سالک بابا کے مرید اور خلیفہ تھے۔آپ کے حکم سے ہی راقم کے جد امجد نے وادی تناول کو اپنا مسکن بنایا اور دین اسلام کی خدمت کرنے میں زندگی بسر کی۔حضرت اخون سالک بابا سے بڑے بڑے علماء ومشائخ فیضیاب ہوئے۔آپ کی ساری زندگی خدمت دین اور جذبہ جہاد میں گزری۔اس آفتاب علم ظاہری و باطنی قطب الاقطاب،غوث وقت کو کابلگرام سوات (اب کابلگرام ضلع شانگلہ کا علاقہ ہے کیونکہ سوات اب ۵ اضلاع میں منقسم ہے) میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ کا مزار مرجع خلائق ہے بندہ ناچیز بھی دو مرتبہ فاتحہ خوانی کے لئے حاضری دے چکا ہے۔اللہ کرے بار بار مجھے اس ولی کامل کے روحانی ووجدانی مزار پر حاضری کا موقع ملتا رہے۔(آمین ثم آمین)

میرے جدامجد مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی

آپ کا اسم گرامی عبدالکریم تھا۔آپ کو کریم داد بھی کہتے تھے۔آپ نے فتح سوات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جس کی تفصیل ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔آپ مشہور عالم دین اور عظیم مجاہد تھے۔آپ حضرت اخون سالک اور بہاکو خان کے ہمسر بزرگ تھے۔آپ نے اخون سالک کی سرکردگی میں پورن وچکسیر اور اباسین کوہستان پر یلغار شروع کرتے ہوئے ضلع سوات کوہستان میں کفار ڈوما کے خلاف جہاد کیا۔اور کاغان سے چلاس تک کے علاقوں میں دین اسلام کی شمع روشن کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔موصوف حضرت اخون سالک بابا کے مرید اور خلیفہ تھے ان کے حکم سے ہی آپ نے وادی تناول کو اپنا مسکن بنایا اور یہاں اسلام کی تعلیم عام کی۔چنانچہ مؤلف ارمغان افغان لکھتے ہیں!

> عبدالکریم بابا جو اکوزئی شاخ سے نسباً تعلق رکھتا اور مانکا(*) نامی شمالی سوات کا باشندہ تھا۔دینی جذبہ کے تحت اخون سالک مجاہد کے

*۔ پشتو زبان میں مانکا یا مانکو اور توراوالی زبان میں منکر کہتے ہیں۔گاؤں بحرین سے تقریباً تین کلو میٹر کے فاصلے پر یہ گاؤں واقع ہے۔کاتب الحروف کو اس گاؤں میں جانے کا موقع ملا ہے یہاں کے لوگ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ہزاروی عفی عنہ

ساتھ اکثر موقہائے جہاد میں شریک رہا کرتا تھا۔ جب اخون
موصوف کسی مہم (ہوسکتا ہے جہاد کے سلسلے میں ہی یہاں تک آنا ہوا
ہو کیونکہ اس وقت موصوف جہاد میں ہی سرگرم عمل تھے ہزاروی
غفرلہ) کے سلسلے میں کوہ سیاہ (کالا ڈھاکہ) (موجودہ ضلع تورغر) میں
آئے تو انھوں نے عبدالکریم اور ایک بزرگ کو جو ملاخیل قوم کے ساتھ
تعلق رکھتا تھا۔ اپنا خلیفہ بنا کر اس علاقہ (تناول) میں اقامت اختیار
کرنے کا حکم دیا۔ پس یہ دونوں خلیفے (مولانا عبدالکریم اور ملاخیل
قوم کے مذکورہ بزرگ، ہزاروی عفی عنہ) اپنے مرشد (اخون سالک
بابا) کے ارشاد پر روانہ ہو پڑے (مولانا) عبدالکریم بابا تو یہیں علاقہ
شنگلی موضع شوشنی میں اقامت گزین ہو گئے اور دوسرے ملاخیل
بزرگ ۱ے اپنے اصلی اور جدی سرزمین علاقہ کھن اپر تناول (لوئر
تناول، ہزاروی) میں جا کر آباد ہو گئے اور اپنا تبلیغی فریضہ سرانجام
دینے لگے۔ ۲ے

مولانا عبدالکریم قدس سرہ چونکہ مبلغ اسلام اور روشن دماغ عالم تھے۔ یہاں تناول میں تبلیغ
دین میں مصروف ہو گئے۔ وادی تناول علاقہ بانڈی شنگلی میں آج جو دینی جذبہ اور اسلام سے

۱ے اس بزرگ کے نام اور ان کی اولاد کے بارے میں تحقیق و تفتیش کی جاسکتی ہے۔ کثرت مشاغل اور قلت وقت کی وجہ سے کاتب الحروف اس بارے میں تحقیق نہیں کر سکا۔ البتہ ایک موقع پر کروڑی یونین کونسل کے گاؤں بانڈی بالا کے دوستوں نے رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں محفل ختم القرآن میں مجھے مدعو کیا تھا۔ استفسار پر وہاں کے بزرگوں نے فرمایا تھا کہ یہاں اس گاؤں میں بھی اور آس پاس کے گاؤں میں بھی ملاخیل قوم کے خاندان آباد ہیں۔

۲ے قاضی عبدالخالق مرحوم "مصنف" ارمغان افغان قلمی نسخہ

محبت پائی جاتی ہے ۔ یہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی ہی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے ۔ موصوف ایسے عظیم بزرگ تھے کہ جن کی ساری حیاتی ہی اشاعت دین اور اعلاء کلمتہ الحق میں صرف ہوئی وادی تناول میں اقامت گزین ہونے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں طوفانی دورے کئے جو اشاعت اسلام اور اقامت دین کے لئے مفید ثابت ہوئے ۔ اور آپ نے تبلیغی کوششوں کا مرکز شوشنی کو بنا لیا اور اسلام کی تبلیغ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا ۔ بزرگوں (۱) کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اس وقت علاقہ (تناول) میں دو قومیں مسلمان تھیں، گجر اور ملاخیل، مگر گجر قوم نے اپنا ایمان مخفی رکھا ہوا تھا ۔ جبکہ ملاخیل ایسی بہادر قوم تھی کہ جو بات کہتی چاہے جتنا بھی نقصان اٹھانا پڑ جائے مگر پھر اس بات سے دستبردار نہیں ہوتی تھی اور اس علاقے تناول میں اور برائیوں کے علاوہ ایک عظیم رواج یہ بھی تھا کہ عورت اگر بیوہ ہو جائے تو اس سے کوئی شادی نہیں کرتا تھا دور جہالت کی طرح اور اوپر سے ظلم عظیم یہ کیا جاتا کہ عین دوپہر کے وقت محلے کی باقی خواتین اس بیچاری عورت پر چھائی (راکھ) ڈالتی تھیں ۔

اس رواج اور اس جیسے سینکڑوں غلط رسم و رواج اور بدعات کو ختم کرنے کا سہرا مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی کے سر جاتا ہے ۔ جنہوں نے شریعت محمدی ﷺ کے خلاف ، قائم رسم و رواج اور بدعات کا قلع قمع کیا ۔ آپ اوپر سطروں میں گجر قوم کے بارے میں پڑھ آئے ہیں یہ ایک مظلوم قوم تھی ۔ کتب تاریخ کا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ وادی تناول میں ہی نہیں بلکہ بمع ضلع مانسہرہ کے اس قوم پر بہت ظلم ڈھائے گئے ۔ یہاں تک کہ دوسری اقوام کے لوگ ان کو اپنی چارپائی پر بٹھانا بھی پسند نہیں کرتے تھے ۔ اور ان لوگوں کا قانون یہ تھا کہ ’’گجر کٹ مزے لٹ‘‘ اس محاورے سے واضح ہوتا ہے کہ اس مظلوم قوم پر کس قدر ظلم روا رکھا گیا ۔ یہاں تک کہ ایک گجر شخص اپنی زبان نہ بولتا اور نہ بتاتا ۔ باقی اقوام کے لوگوں کے ظلم و ستم سے اس قدر خائف تھے ہمارے یہ گجر بھائی، اس لئے راقم السطور کا خیال

۱ھٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

اغلب ہے کہ ان مظالم سے تنگ آ کر ہی ان لوگوں (ہمارے گجر بھائیوں) نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا ہوگا۔لیکن وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَاۗءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَاۗءُ۔ ؎۱

اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے (سب اللہ کے ہاتھ میں ہے)

عزت و ذلت اللہ کے دست قدرت میں ہے۔دیکھ لیں ایک وہ زمانہ تھا جب ہمارے ان بھائیوں پر باقی اقوام کے لوگ ظلم وستم کے پہاڑ گرا رہے تھے اور آج دیکھ لیں کہ مذہبی امور کی وفاقی وزارت گجر برادری کے ایک رہنما کے پاس ہے۔لہذا عزت و ذلت کا تعلق نسب نامے سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ سے ہے جو اعمال صالحہ اپنائیں گے وہ عزیز ہوں گے۔اور یاد رہے اپنے قبیلے کو بہتر اور دوسرے قبیلے کو بدتر سمجھنا کسی صورت بھی روا نہیں۔شریعت مطھرہ میں افتخار نسبی کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔مگر یہ امر بھی یاد رہے کہ جس طرح شریعت مطھرہ نے افتخار نسبی کی ممانعت فرمائی ہے۔اسی طرح شریعت محمدی ﷺ میں نسب لکھنے اور جاننے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔جس کی تفصیل ہم ان شاءاللہ باب سوم میں بیان کریں گے۔بہر حال اپنے خاندان، قوم یا قبیلے کو بہتر اور دوسرے کے خاندان، قوم یا قبیلے کو گھٹیا خیال کرنا بحیثیت مومن بہت بڑی کمزوری ہے۔کیونکہ سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور یہ قوم، قبیلے پہچان کے لئے ہیں۔بات دور تک نکل گئی۔ذکر ہو رہا تھا مولانا عبدالکریم کی تبلیغی، دینی اور ملی خدمات کا تو قارئین! جس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دین میں بدعات اور اکبر کے دین الٰہی کے خلاف مملکت ہند میں عملی اور قطعی جہاد کیا۔اور لوگوں میں ایسا شعور پیدا کیا کہ وہ بدعت و صحیح اسلامی شریعت کے مابین فرق محسوس کر کے صحیح شریعت محمدی ﷺ کی راہ پر چل سکیں۔اسی طرح مولانا عبدالکریم نے اپنے دور میں وادی تناول (علاقہ باڈی شنگلی) میں اسلام کی سربلندی کے لئے انتھک محنت کی۔جس کی بدولت لوگ جوق در جوق علم اسلام تھامتے رہے

؎۱ ال عمران ۳/۲۶

اور جو پہلے سے مسلمان تھے اور انہوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بھی پھر علی الا علان اسلام کی سربلندی کے لئے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اور اپنے عقائد کی تصحیح اور فہم دین میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تقویٰ، پابندی شریعت، جذبہ جہاد اور دینی خدمات کو دیکھ کر ہی ملاخیل قوم کے بزرگ نے اپنی بہن کو آپ کے عقد نکاح میں دے دیا۔

چنانچہ مؤلف ارمغان افغان لکھتے ہیں!

ملاخیل خلیفہ نے ملا (مولانا) عبدالکریم سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔ [1]

بروایات اختلاف [2] مولانا عبدالکریم کو اللہ مجدہ نے اس بیوی سے چار فرزند عطا فرمائے۔ قاضی عزیز اللہ، حیات اللہ، مراد اللہ اور سلام دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان تمام بزرگوں کے اخلاف کے تفصیلی شجرے اپنے مقام پر نقل کئے جائیں گے اِن شاء اللہ۔ مدت مدید پیر و مرشد کا دیدار نہ ہو سکا جس کی وجہ سے دیدار مرشد کا اشتیاق پیدا ہوا اور یہاں (تناول) میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پھر ملک احمد کے لشکر میں شریک ہو کر فتح سوات میں کارہائے نمایاں سر انجام دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ ادھر وادی تناول میں اور ملک پاکستان میں بسنے والے آپ کے اخلاف موجودہ دور میں سول اور افواج پاکستان میں کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔ پوری قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا اتفاق ہے اور نقد متواتر چلی آرہی ہے کہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق پٹھانوں کی معروف شاخ اکوزئی سے تھا۔ اور وہ حضرت اخون سالک بابا کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور اس سلسلے میں آپ مؤلف ارمغان افغان کا بیان بھی پہلے پڑھ آئے۔ لیکن مولانا عبدالکریم کے والد کا کیا نام تھا؟ اس

---

[1] قاضی عبدالخالق مرحوم "مصنف" ارمغان افغان قلمی نسخہ

[2] تمام روایات کا ذکر و تجزیہ "قلمی شجروں پر ایک نظر" کے عنوان کے تحت اپنے مقام پر آئے گا اِن شاء اللہ

بارے میں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابر بالکل خاموش ہیں۔اور مؤلف ارمغان افغان نے بھی اس بارے میں کچھ تحریر نہیں کیا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری قوم کے اکابرین کے ساتھ ساتھ قاضی عبدالخالق کی معلومات بھی تشنہ تھیں۔بہرحال راقم کی تحقیق کے مطابق مولانا عبدالکریم کے والد ماجد کا نام عثمان تھا۔اور یہ راقم الحروف کا قیاس ہے۔ مزے کی بات یہ کہ مرتبین کے مرتب شدہ شجرہ جات کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کو چھان مارا تو اکثر وبیشتر میں قیاس ہی پایا۔ان مرتبین واکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بندہ ناچیز نے بھی قیاس کیا۔لیکن یاد رہے جو قیاس میں نے کیا ہے اس کی وجہ میرے پاس چار مضبوط دلیلیں ہیں جن کو بالترتیب میں یہاں نقل کرتا ہوں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں یوسف زئی علاقے میں عبدالکریم نام کے فرد کو کریم داد کہنا عام رواج تھا۔آج بھی ہمارے معاشرے میں عبدالرحمن کو رحمان،عبد الرحیم کو رحیم اور عبدالکریم کو کریم کہنا عام سی بات سمجھی جاتی ہے۔میں صرف اس دور کی دو مثالیں عبدالکریم نام کی پیش کرتا ہوں۔جس سے میرے مندرجہ بالا موقف کی تائید ہوتی ہے مشہور عالم دین اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ننگرہاری ۹۵۴ھ تا ۱۰۴۸ھ بمطابق ۱۵۴۸ء تا ۱۶۴۰ء کے ایک فرزند ارجمند کا نام مولانا عبدالکریم تھا۔لیکن آپ کو کریمداد بھی کہتے تھے آپ حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ۹۰۸ھ تا ۹۹۱ھ بمطابق ۱۵۰۲ء تا ۱۵۸۳ء کے مرید تھے۔اور موصوف کی وفات ۱۰۷۲ھ بمطابق ۱۶۶۴ء میں ہوئی اور علاقہ یوسف زئی میں مدفون ہوئے۔ [1]

مشہور ولی کامل حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پوتے کا نام عبد الکریم تھا۔جن کو کریم داد بھی کہتے تھے۔ان کے متعلق مشہور پشتو شاعر حافظ الپوری اپنی عقیدت

---

[1] تفصیل کے لئے تذکرہ علماء ومشائخ سرحد جلد ا صفحہ ۳۱۷ اور تذکرہ سادات ترمذی صفحہ ۱۶۰ دیکھیں

کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

یو عالم دہ بل شھید شوئے　　عجیباں در، درمرید سوئے

در کانجو میاں کریمدادہ　　مانیو لے لمن ستادہ ؂

یعنی ایک تو عالم ہیں، دوسرا شہادت کے مرتبے پر فائز، گویا وہ ایک قیمتی موتی ہو گئے۔ اے کانجوکہ کریمداد میاں میں آپ کے دامن سے وابستہ ہوں۔

جس طرح ان مثالوں سے عیاں ہوتا ہے کہ اس وقت عبد الکریم کو کریمداد کہتے تھے۔ اسی طرح میرے جد امجد کا نام وادی تناول میں تو عبد الکریم ہی مشہور ہوا تاہم سوات اور اس کے مضافات میں آپ کو کریمداد کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس پر دلیل یہ کہ وادی تناول پر لکھی جانے والی دو کتابیں الافغان تنولی اور ارمغان افغان دونوں میں آپ کا نام عبد الکریم لکھا ہے کیونکہ آپ نے یہاں عبد الکریم نام سے ہی شہرت پائی جبکہ تواریخ حافظ رحمت خانی، یوسف زئی قوم کی سرگزشت اور دیگر کتب تاریخ میں کریمداد درج ہے۔ لہٰذا درج بالا کتب میں عبد الکریم اور کریمداد ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور وہ ہیں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبد الکریم قدس سرہ السامی۔

دلیل نمبر ۲:

میرے قیاس کرنے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ اخون سالک بابا اور بہاکو خان کے ہمصر تھے۔ ان کے زمانے میں اکوزئی پٹھانوں میں کتب تاریخ کا مطالعہ کرنے اور ان کو کھنگالنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان بزرگوں کے ہمصر اکوزئی پٹھانوں میں عبد الکریم نام درج نہیں۔ اگرچہ مؤلف ارمغان افغان اور الافغان تنولی نے عبد الکریم اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے جس کی وجہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ وادی تناول پر لکھنے والے مؤرخین کے علاوہ محققین و مؤرخین نے ان بزرگوں کے زمانے

؂ پروفیسر ڈاکٹر عبد الغفور "مصنف" شخصیات سرحد صفحہ ۳۳

میں اکوزئی پٹھانوں میں کریمداد کا ذکر بڑے سنہری حروف میں کیا ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ کریمداد یا عبدالکریم نام اکوزئی پٹھانوں میں ملنا اور وہ بھی مذکورہ بزرگوں کے دور میں ملنا ۔اور تناول پر لکھنے والے مؤرخین کا عبدالکریم اور سوات،صوابی وغیرہ کے مؤرخین کا کریمداد کا ذکر کرنا(جس کی وجہ میں پہلے بیان کر چکا،ہزاروی) اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں۔اور اس بارے میں ہم پہلے مثالیں دے چکے ہیں۔لہذا حق و صواب یہی ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی فرد کے ہیں اور وہ ہیں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جدامجد اور حضرت اخون سالک بابا کے مرید اور خلیفہ حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ۔

دلیل نمبر ۳:

میرے قیاس کرنے کی تیسری دلیل قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی قومی یک جہتی ہے۔زمانہ قدیم سے اس قوم کے تمام مشائخ و اولیاء کرام اور بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنے آپ کو اکوزئی پٹھان اور اپنے جدامجد مولانا عبدالکریم کو اخون سالک کا مرید اور خلیفہ کہا ہے۔اور ابھی تک ان کے گفتار و کردار سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی کسی وقت قوم مانکیال کے اکوزئی یوسف زئی ہونے اور اپنے جدامجد مولانا عبدالکریم کے اخون سالک بابا کے خلیفہ ہونے سے انکار کیا ہو۔لہذا اخون سالک کے ہمسر اکوزئی پٹھانوں میں کریمداد نام بھی ملتا ہے اور اس کریمداد کا جہادی میدان اور فتح سوات میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔قارئین جب اخون بابا اور کریمداد کا ہمسر ہونا اور سوات کے ملحقہ علاقوں میں دونوں بزرگوں کا جہادی سرگرمیوں میں حصہ لینا کتب تاریخ سے ثابت ہے۔اور ادھر پوری قوم مانکیال کا بیان (بمع مؤلف ارمغان افغان) کہ ہمارے جدامجد اخون سالک بابا کے خلیفہ تھے اور اکثر ان کے ساتھ موقعہائے جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ان حقائق سے بالکل صاف ثابت ہوتا ہے کہ

کریمداد اور عبدالکریم دونوں ایک ہی بزرگ کے اسماء ہیں اور وہ بزرگ راقم کے جد امجد مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

قیاس کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ بندہ ناچیز کی عادت ہے کہ ذوق مطالعہ کی خاطر مختلف کتب سے تسکین حاصل کرتا ہوں۔ پیش نظر مقصد کے لئے اجل کتب کو دیکھا اور چھان مارا مگر سوائے ارمغان افغان اور الافغان تنولی کے کسی بھی مؤرخ ومحقق نے کریمداد بن عثمان کے نیچے کا شجرہ درج نہیں کیا۔ مذکورہ دونوں کتابوں میں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبدالکریم کے اخلاف کے شجرہ میں خامیاں اپنی جگہ، لیکن مولانا کے نیچے کے نام، ان دونوں مؤرخین نے درج ضرور کئے ہیں۔ تاہم مقام افسوس یہ کہ ان مؤرخین نے مولانا کے اوپر کے نام اپنی اپنی کتابوں میں درج نہیں کئے۔ بعض مؤرخین کا اپنی کتابوں میں کریمداد سے نیچے کے نام نہ لکھنا اور بعض کا اوپر کے نام نہ لکھنا اس کی وجہ جو میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے باحوالہ لکھ چکا ہوں کہ مولانا اکثر اخون بابا کے ساتھ جہادی معرکوں میں شریک رہا کرتے تھے۔ اور سوات کوہستان میں مختلف مقامات (جن کا ذکر پہلے گزر چکا) کفار کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ان مقامات کو خالی بھی کرایا۔ ادھر جب اخون سالک بابا کے حکم اور ان کے ارشادات کے مطابق وادی تناول میں خدمت دین کے سلسلے میں اقامت گزین ہوئے اور یہاں (تناول) میں ہی شادی اور آپ کے چار فرزند متولد ہوئے۔ تو اس عرصہ میں آپ کا تعلق آپ کے جدی اور اصلی مرکز سوات سے قطع رہا۔ جس کی وجہ سے پٹھان قوم کا شجرہ مرتب کرنے والوں نے آپ (مولانا عبدالکریم) تک تو شجرہ اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا۔ اگر چہ عبدالکریم کی جگہ کریمداد نام لکھا جس کی وجہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ لیکن آپ کے نیچے کے نام انہوں نے درج نہیں کئے۔ کیونکہ آپ کے اخلاف کا مسکن ومتوطن وادی تناول تھی اور آپ خود پھر دیدار مرشد اور جہاد کی غرض سے واپس

سوات چلے گئے جہاں فتح سوات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہاں باعث تعجب و حیرت اور افسوس ناک بات یہ کہ وادی تناول پر اقلام اٹھانے والوں نے مولانا اور ان کے اخلاف کے نام اپنی اپنی کتابوں میں لکھے اور مولانا کے اسلاف کا ذکر نہ کر سکے۔ جبکہ وادی تناول کے علاوہ دوسرے مئورخین نے آپ کے اسلاف کے اسماء لکھے لیکن آپ کے اخلاف کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ بالکل عیاں ہے کہ وادی تناول پر لکھنے والے مئورخین نے آپ کے اوپر کے ناموں پر تحقیق کرنے کی کوشش نہیں کی یا ان کو وقت نہیں ملا۔ اور دوسرے مئورخین نے آپ کے اخلاف کے متعلق تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی۔ یا وہ بھی کثرت مشاغل اور قلت وقت کی وجہ سے موصوف کے اخلاف کے بارے میں معلومات نہیں لے سکے۔ جس کی وجہ سے بعض کتابوں میں آپ کے اخلاف اور بعض میں اسلاف کے اسماء نقل ہوئے۔ بہرحال مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ تناول میں اہل و عیال کو چھوڑ کر دوبارہ اخون سالک کے پاس کابلگرام سوات (موجودہ ضلع شانگلہ) چلے گئے اور وہاں ملک احمد کے لشکر میں شریک ہو کر فتح سوات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ چنانچہ روشن خان نے تواریخ حافظ رحمت خانی اور یوسف زئی قوم کی سرگزشت میں ان کے کارنامے بڑی تفصیل کے ساتھ رقم فرمائے ہیں۔ میں خان صاحب کی بیان کردہ تفصیل کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔

جب یوسف زئیوں کی آبادی مورا نامی پہاڑ تک پہنچ گئی۔ اور ملک سمہ کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ تو بادشاہ سوات سلطان اویس کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر یوسف زئی اسی طرح آگے بڑھتے رہے تو ایک دن پورے سوات کو ہڑپ کر لیں گے۔ اس وجہ سے سلطان اویس نے اپنے مشیروں اور وزیروں کے مشورے کے بعد اپنی اہلیہ جو ملک احمد (قائد یوسف زئی) کی بہن تھیں کو چھریاں مار کر شہید کر دیا۔ یوسف زئیوں پر یہ بات ناگوار گزری۔ مگر چونکہ ملک احمد ایک دانا، علم و دانش اور فہم و فراست رکھنے والا انسان تھا۔ اس نے جنگ و

جدال کرنے کے بجائے بطور تعزیت ۱۰۰ اونٹ اور قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ جو ہوا حکم الٰہی تھا۔ اگر آپ (سلطان اویس) کو ہم سے ناطہ پسند ہو تو دوسرا رشتہ حاضر ہے۔ اور اگر اجازت ہو تو میں تعزیت کے لئے آپ (سلطان اویس) کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ سلطان اویس نے واپسی پیغام بھیجا کہ ہاں یہی منظور خدا ہوگا۔ اگر آپ (ملک احمد) آنا چاہیں تو بالکل آئیں ملک احمد اپنے بیس ۲۰ آدمی لیکر بگیاڑے سے منگلور کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان اویس کے آدمیوں نے تھانے پہنچنے پر آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کو تھانے کے متصل "بختی ڈیری" میں جائے اقامت دے دی۔ ملک احمد نے سلطان اویس کے پاس جا کر تعزیت کی۔ اور فاتحہ پڑھ کر اپنی جائے اقامت پر واپس آگیا۔ دوسرے دن پھر حاضری ہوئی۔ ابھی آپ (ملک احمد) سلطان اویس کے پاس ہی تھے کہ میر ہندا جو سلطان اویس کا وزیر تھا۔ آپ کی جائے اقامت "بختی ڈیری" آیا اور یوسف زئیوں کو کہنے لگا کہ سنا ہے تم لوگ سوات پر قبضے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم میں کوئی ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔ یوسف زئی اکابرین اس کی تعریفیں کرتے اور وہ برابر لاف زنی کرتا رہا۔ بالآخر یوسف زئی کے ایک بہادر اور جواں مرد کریمداد یعنی عبد الکریم جد امجد قوم مانکیال اکوزئی بن عثمان بن الیاس ابازئی اکوزئی سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے کہا ہم تو سوات پر قبضے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ مگر تم جو کہتے ہو کہ یوسف زئی یہاں سوات آئے تو یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ میں (کریمداد، عبدالکریم) ایک عام سا یوسف زئی ہوں۔ اگر چاہو تو ابھی فیصلہ کر لیں۔ میں تمہارے مقابلے کے لئے تیار ہوں باقی اکابرین یوسف زئیوں نے کریمداد (عبدالکریم) کو خاموش کرایا لیکن میر ہندا برابر گالیاں دیتا رہا۔ اسی اثناء میں سلطان اویس کے خدمت گار یوسف زئیوں کے لئے خوان لے کر آگئے۔ انہوں نے از روئے ادب و احترام خوان میر ہندا کے سامنے رکھا۔ اس نے چند لقمے کھانے کے بعد خدمت گاروں کو حکم دیا کہ باقی چاولوں کو باہر صحن میں گرا دو خدمت گاروں نے حکم کی تعمیل بجالاتے ہوئے چاول صحن میں گرا کر اپنی راہ لی۔ یوسف زئی سرداروں نے ان کے انڈیلے

ہوئے چاول اکھٹے کیئے اور اپنے دامن میں لیتے ہوئے اس کو نیک فالی پر محمول کیا کہ میر ہندا نے سوات کے چاول تکبر وغرور کی وجہ سے گرائے اور ہم نے انہیں اکٹھا کیا۔ لہذا اللہ ہمیں ضرور سوات عطا فرمائے گا۔ یہ آپس میں باتیں ہی کر رہے تھے۔ کہ ملک احمد بھی واپس اپنی جائے اقامت پر آ گیا۔ یوسف زئی سرداروں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ملک احمد فرمانے لگے۔ حقیقت معلوم ہوگئی، چلو اب گھر چلیں اللہ ہمیں ضرور سوات عطا فرمائے گا۔ واپس آ کر ملک احمد نے یوسف زئی سرداروں اور مشیروں سے مشورہ کیا کہ سوات کے راستوں سے پوری واقفیت ہوگئی ہے۔ اور سلطان اویس کے برے ارادے اور نیت کا علم بھی ہوگیا ہے۔ لہذا لشکر اکٹھا کرو اور سوات پر چڑھائی کردو۔ سب نے اس مشورے کو پسند کیا اور دوآبہ سے لیکر مورا نامی پہاڑ تک کے تمام علاقوں سے لشکر بلا لیا۔ اور سوات کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ مالاکنڈ اور مورا کی چوٹی پر سلطان اویس کے آدمی اقامت گزین تھے۔ مورا کی چوٹی پر جو لشکر مقیم تھا اس کی کمان میر ہندا کر رہا تھا۔ جبکہ مالاکنڈ کی چوٹی پر شاہ اویس اور فرخ زاد کے لشکر موجود تھے۔ دو ماہ کی مسلسل کوشش اور ہمت کے باوجود یوسف زئی مورا کی چوٹی کو سر کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ چوٹی محکم ومضبوط ہونے اور سخت ناہموار ہونے کے ساتھ ساتھ بلند ترین بھی تھی۔ بالآخر جاسوسوں کو مالاکنڈ کی چوٹی کی طرف بھیجا کہ حالات کا جائزہ لے کر واپس آئیں۔ جاسوسوں نے واپس آ کر خبر دی کہ وہاں سب بے خبر اور غفلت میں ہیں۔ چنانچہ یوسف زئیوں نے مالاکنڈ کی چوٹی پر حلہ بولا مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے شاہ اویس اور فرخ زاد دونوں تھانے بھاگ نکلے۔ ادھر میر ہندا کو جب معلوم ہوا کہ یوسف زئیوں نے مالاکنڈ کی چوٹی پر قبضہ جما لیا ہے تو وہ بھی خوف کے مارے تھانے بھاگ گیا۔ اور وہاں جا کر جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ ادھر یوسف زئی تمام علاقوں کو فتح کرتے ہوئے آگے گزرتے اور مفتوحہ علاقوں پر دوسرے یوسف زئی اپنا اثاثہ لا کر مقیم ہوتے اور دوسرے لوگوں کو بھی تسلی دیتے۔ اس طرح ہر گاؤں میں چند گھر یوسف

زئیوں کے ہوتے گئے ۔ یوسف زئیوں کا لشکر جب تھانے کے قریب پہنچا تو سلطان اویس کا لشکر بھی مقابلے کے لئے تیار تھا ۔ جب جانبین کی صفیں مدمقابل آگئیں ۔تو کریمداد (عبدالکریم) بن عثمان بن الیاس بن ابا بن اکوزئی نے میر ہندا کو فارسی میں یوں للکارا ۔کہ اے میر ہندا اگر تم جنگ کا خیال رکھتے ہو اور مرد ہو تو آؤ میرے مقابلے میں میر ہندا بھی اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر میدان جنگ میں نکل آیا ۔اور دونوں نے ایک دوسرے کو دعوت جنگ دیتے ہوئے ایک کہتا پہلے تم وار کرو دوسرا کہتا پہل تم کرو ۔ دونوں نے دو دو وار کیے ۔اتنے میں دونوں لشکر بھی برسر پیکار ہو گئے ۔ابھی ایک دوسرے پر دو دو وار بھی نہیں ہوئے تھے کہ سلطان کا لشکر شکست کھا گیا ۔میر ہندا بھاگنے لگا تو کریمداد (عبدالکریم جد امجد قوم مانکیال اکوزئی) نے آواز دی اے میر ہندا تم لاف زنی کرتے تھے ۔اب مقابلے سے بھاگ رہے ہو مت بھاگو ۔مقابلہ کرو کیونکہ میدان سے بھاگنا مردوں کا کام نہیں ۔لیکن میر ہندا کب ٹھہرنے والا تھا ۔ بھاگ کھڑا ہوا ۔کریم داد (عبدالکریم) نے دو تین میل اس کا تعاقب کیا اور وار کرتا رہا ۔مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا ۔آخر کریم داد (عبدالکریم) نے نیزے کی آنی اس کی زرہ کے گریبان کے اندر کو دی اور بہت زور لگایا کہ میر ہندا گر جائے مگر وہ نہ گرا ۔کیونکہ اس کا گھوڑا بہت عمدہ تھا اور وہ خود بھی قوی ہیکل شخص تھا ۔اس طرح یہ دونوں آگے چلتے رہے ۔جب ہموار زمین سے آگے نکل کر دریا کے قریب خراب اور ناہموار زمین پر پہنچ گئے تو میر ہندا کو گر جانے کا خطرہ پیدا ہوا ۔اس نے اپنے ایک پیادہ سے جسے " ہفت منی " کہتے تھے سے کہا اے ہفت منی یہ سوار تو مجھے چھوڑتا نظر نہیں آتا ۔ہفت منی نے اس پر تیر چلایا اور کریم داد (عبدالکریم) کے برہنہ جگہ پر ایسا لگا کہ آپ گھوڑے سے گر گئے اور شہید ہو گئے ۔کریم داد (عبدالکریم) کی نیزے کی آنی میر ہندا کی زرہ میں اٹکی رہ گئی ۔یوسف زئی کے کریم داد کے علاوہ کوئی اور نامور آدمی اس لڑائی میں شہید نہیں ہوا ۔مؤلف ارمغان افغان کے بیان کے مطابق مولانا عبدالکریم (کریم داد) نے تناول سے ہجرت کرنے کے بعد

کابلگرام (موجودہ ضلع شانگلہ) میں دوسری شادی کی جس سے دو بیٹے بھی متولد ہوئے۔لیکن بچپن میں ہی فوت ہونے کی وجہ سے نسل آگے نہ چل سکی۔مگر قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی خاندانی وقومی روایات کے مطابق وہاں دوسری شادی نہیں کی۔بلکہ دیدار پیر ومرشد اور جذبہ جہاد کی وجہ سے واپس اپنے بھائیوں اور اصل مرکز سوات گئے جہاں ملک احمد کے لشکر میں شامل ہو کر کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔حضرت مولانا عبدالکریم (کریم داد) رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین، واقف رموز معرفت و اسرار تصوف اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ غازی اور مجاہد بھی تھے۔آپ کے دل میں اپنے مرشد گرامی کی بے پناہ محبت تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو زندگی کی طرح موت کے بعد بھی مرشد گرامی حضرت اخون [1] سالک قدس سرہ السامی کی رفاقت نصیب ہوئی۔

آپ کا مزار موضع کابلگرام سوات (موجودہ ضلع شانگلہ) میں مرجع انام ہے۔راقم الحروف کو دو مرتبہ آپ کے مزار پر حاضری اور فاتحہ خوانی کرنے کا موقع ملا ہے۔دعا ہے یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری وساری رہے۔

**** **** ****

---

[1] یاد رہے کہ "اخون" اخوند کا مرخم ہے۔یہ تورانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں متبحر عالم۔ہم اپنی اصطلاح میں اس کے معنی علامہ کر سکتے ہیں۔ترخیم اس وقت ہوتی ہے۔جبکہ آخری حرف زبان پر ثقیل ہو۔چونکہ یہاں بھی دال جو کہ آخری حرف ہے زبان پر ثقیل تھا۔لہذا گرا دیا گیا اور "اخوند" سے "اخون" رہ گیا۔

اہل کُلبَند کون؟

صوبہ خیبر پختون خواہ کے برف سے ڈھکے کوہستانی سلسلے طورغر اور ضلع مانسہرہ کے معروف خطے علاقہ بانڈی شنگلی گاؤں چمراسی میں "کُلبَند" کا مقام شہرت کا حامل ہے۔ اس مقام کو کُلبَند شریف اور اس میں رہنے والوں کو کُلبنڑ یں کے نام سے کیوں موسوم کیا گیا۔ اس بارے میں کچھ بیان کرنے سے قبل کُلبَند شریف کا لغوی معنی پیش خدمت ہے۔ کُلبَند (بضمہ الکاف) کے لغوی معنٰی ہیں وہ جگہ جہاں تمام کو روکا گیا ہو، یا سب کا داخلہ ممنوع ہو۔ اصطلاحی تعریف یوں ہے کہ وہ مقام (جگہ) جہاں غیر محرم یا غیر متعلقہ افراد کا داخلہ ممنوع ہو اس مقام کو کُلبَند (شریف) کہتے ہیں۔ حاصل مفہوم یہ ہے کہ اس مقام پر بڑا معزز و مکرم خاندان رہائش پذیر تھا اور ہے۔ اس خاندان کی اجازت کے بغیر اس پورے علاقے کُلبَند شریف میں غیر محرم اور غیر متعلقہ افراد کا داخلہ منع تھا۔ (اگرچہ آج ایسی صورت حال نہیں) جس کی وجہ سے اس علاقے کا نام کُلبَند شریف اور پھر مرور زمانہ کی وجہ سے کُلبَند شریف سے کُلبنڑ شریف ہو گیا اور رہنے والوں کو کُلبنڑ یں کے نام سے موسوم کیا گیا۔ [۱] جو صدیوں سے جاری و ساری ہے اور آج بھی اس مقام کے باشندگان کے اسلاف کے کارناموں اور دینی خدمات کی بدولت یہ مبارک نام ان کے اخلاف پر بولا جاتا ہے۔ یعنی مولانا قاضی عزیز اللہ نور اللہ مرقدہ کے پوتے یعنی آج تک کے اخلاف قوم میں کُلبنڑ یں کے لقب سے ملقب ہیں۔ یہ مقام علماء، مجاہدین، غازیان اسلام، شعراء ادباء، فضلاء اور علم و ادب میں نمایاں مقام حاصل کرنے والے، مظلوم کے حمایتی، ظالم کا ہاتھ پکڑنے والے، دین اسلام کے شیدائی، صاف گو، ایماندار، پکے مسلمان، امانت دار، دوستی میں مخلص، احسان و بخشش اور درگزر کرنے والے، لوگوں کا مسکن رہا ہے۔ اس عظیم خاندان کے متعلق جو کچھ مذکورہ سطور میں رقم کیا گیا۔ یہی حق و صواب

---

[۱] بروایت والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان و عمویان قاضی محمد اسماعیل و مولانا سعید الرحمان اور مولانا محمد ایوب وَھٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

ہے ۔اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی قومی روایات بھی یہی ہیں ۔ چنانچہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ بزرگوں میں سے کئی افراد سے کاتب الحروف نے یہی کچھ بارہا سنا ہے ۔ان میں سے چند ایک کے اسماء پیش خدمت ہیں ۔مولانا عبدالحق (شوشنی) مولانا غلام سرور (گاؤں سُنج) مولانا محمد مسکین (شنگاری) فضل الرحمن بن یحییٰ گل (چمراسی) خلیل الرحمن بن فضل محمود (ڈنہ) محمد ریحان بن محمود خان (شوشنی) تاج محمد بن احمد (گاؤں داڑوں) ان کے علاوہ بھی بہت سارے افراد ہیں، جن سے کاتب الحروف نے مذکورہ مسکن اور اس کے مکینوں کے متعلق یہی کچھ سنا جو اوپر گزرا۔اس مقام میں سکونت اختیار کرنے والے افراد مولانا عبدالکریم (کریمداد) کے پوتے اور قاضی عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہما کے بیٹے تھے اور آج بھی ان کے اخلاف کا مسکن ہے ۔مگر اب ان میں سے بیشتر خاندان گاؤں گلی، گاؤں رحمکوٹ ،قلندر آباد، مردان، اور چھ برہ زئی میں مقیم ہیں اور اب یہاں (گُلبَند شرِیف) میں صرف قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ اور مولانا مطیع اللہ کی اولاد رہتی ہے ۔ یاد رہے کہ گاؤں چمراسی کے از سرنو آباد کرنے والے علامہ قاضی عزیز اللہ نور اللہ مرقدہ کے بیٹے تھے جن کے اسماء علی محمد اور فاروق رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے ۔ان تینوں بھائیوں نے اس گاؤں چمراسی کو از سرنو آباد کیا۔کیونکہ اس گاؤں میں پہلے پہل سکھوں اور ہندوؤں کی آبادی تھی اور آباد کرنے کے بعد اس مقام (گُلبَند شرِیف) کو مجاہدین اور تشنگان علوم کو فیضیاب کرنے کے لئے مرکز بنایا۔مولانا غلام سرور (گاؤں سُنج) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ علامہ عزیز اللہ نور اللہ مرقدہ کے خاندان میں جتنے علماء، فضلاء حفاظ اور مبلغ پیدا ہوئے، اتنی کثیر تعداد میں باقی تین بھائیوں حیات اللہ، مراد اللہ اور سلام دین کی اولاد میں پیدا نہیں ہوئے ۔

قارئین! یہ صرف ہماری خاندانی وقومی روایت ہی نہیں بلکہ آفتاب کی طرح روشن حقیقت ہے ۔ حق وصواب یہ ہے کہ اس خاندان نے بحمد اللہ ہر میدان کے لئے رجال کار پیدا کئے ۔میدان تدریس ہو یا وعظ وتقریر، ہر میدان میں اس خاندان نے اپنا نمائندہ پیدا کیا ہے قرآن مجید کے

الفاظ کی خدمت کے لئے درجنوں قراء اور حفاظ تیار کئے اور رموز واسرار قرآن بیان کرنے کے لئے مفسرین پیدا کئے ۔غرض یہ کہ دین کی خدمت کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس خاندان کا باہمت نمائندہ موجود نہ ہو۔شاید یہ مبالغہ نہ ہوکہ اگر یہ خاندان ہندوستان کی کسی شہری سرزمین پر ہوتا تو ان کے کارناموں، مساعی اور محنتوں میں کئی جلدیں مرتب ہوتیں ۔ان کا کردار کسی انقلابی تاریخ کا ہیرو ثابت ہوتا۔ پھر بھی کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہمارے علاقوں کی خصوصیت یہ ہے کہ بڑے بڑے نامور علماء اور فضلاء گمنامی کے عالم میں زندگی بسر کر کے رخصت ہوجاتے ہیں ۔اغیار تو درکنار اولاد اپنے اسلاف کی عظمت سے نابلد رہتے ہیں راقم السطور اس خاندان گُلبَنڑ یٔیں کے علماء، قراء اور حفاظ کا اجمالی خاکہ پیش کرتا ہے ۔تاکہ یہ واضح ہوکہ مذکورہ توصیفی کلمات میں کسی مبالغہ یا تصنع اور لفاظی سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ یہ واقعاتی حقائق ہیں جو اللہ تعالی نے اس خاندان کو عطا کئے ہیں ۔تادم تحریر اس خاندان کے وہ فضلاء اور علماء جو کسی ادارے کے فارغ التحصیل ہیں اور پھر کسی نہ کسی درجہ میں دین کی خدمت سے منسلک ہیں ۔ان کی تعداد ۳۲ ہے ۔ یاد رہے یہ تعداد راقم کی معلومات پر منحصر ہے ۔اس میں اضافے کا قوی امکان ہے ۔ بلا تفریق مسلک علماء وفضلاء کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے

نمبر شمار	اسماء	ولدیت	مسکن ومتوطن
۱	مولانا سعید الرحمن	قاضی عبدالمستعان مرحوم	گاؤں گلی رحمکوٹ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۲	مولانا عزیز الرحمن	قاضی عبدالمستعان مرحوم	ایضاً
۳	مولانا عبدالرزاق قادری	قاضی محمد اسماعیل مرحوم	ایضاً
۴	مولانا گل رزاق صدیقی	قاضی محمد اسماعیل مرحوم	ایضاً
۵	مولانا محمد ایوب	قاضی عصمت اللہ مرحوم	گلبَنڑ شریف، چمراسی تحصیل اوگی
۶	مولانا غلام داؤد	مولانا محمد ایوب	ایضاً

۷	مولانا محمد یونس	مولانا محمد ایوب	ایضاً
۸	مولانا محمد الیاس	مولانا محمد ایوب	ایضاً
۹	مولانا مفتی طاہر صدیقی	مولانا عبدالقیوم مرحوم	ایضاً
۱۰	مولانا حافظ محمد زاہد	مولانا عبدالقیوم مرحوم	ایضاً
۱۱	مولانا محمد قاسم	مولانا عبدالقیوم مرحوم	ایضاً
۱۲	مولانا محمد عارف	مولانا عبدالقیوم مرحوم	ایضاً
۱۳	مفتی محمد اقبال صدیقی	محمد فاروق بن غلام رسول	ایضاً
۱۴	مولانا عبدالعزیز	مولانا سمیع الحق	گاؤں رحمکوٹ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۱۵	مولانا غلام جان	مولانا سمیع الحق	ایضاً
۱۶	مولانا رحیم اللہ	مولانا سمیع الحق	ایضاً
۱۷	مولانا نور الحق حقانی	مولانا غلام جان	ایضاً
۱۸	مولانا عبدالحکیم	مولانا غلام جان	ایضاً
۱۹	مولانا محمد ریاض	مولانا غلام جان	ایضاً
۲۰	مولانا عبدالسلام	مولانا غلام جان	ایضاً
۲۱	مولانا ضیاء الحق	مولانا غلام جان	ایضاً
۲۲	مولانا عبدالرشید	مولانا عبدالعزیز	ایضاً
۲۳	مولانا عبدالحفیظ	مولانا عبدالعزیز	ایضاً
۲۴	مولانا عبدالحمید	مولانا عبدالعزیز	ایضاً
۲۵	مولانا ڈاکٹر عطاالرحمن	مولانا گوہر الرحمن	محلہ رستم خیل تحصیل وضلع مردان

۲۶	مولانا عبدالرحمن	مولانا گوہر الرحمن	ایضاً
۲۷	مولانا محمد ہارون	مولانا محمد شریف اللہ	قلندر آباد تحصیل وضلع ایبٹ آباد
۲۸	مولانا ضیاء الرحمن	مولانا محمد ہارون	ایضاً
۲۹	مولانا خالد زمان	انعام الحق	برہ زئی تحصیل حضر وضلع اٹک
۳۰	مولانا محمد ایوب	محمد داؤد	ایضاً
۳۱	مولانا حافظ شاہد محمود	عبدالحیٔ	ایضاً

۳۲۔اس خاندان کے علمی فضلاء کی فہرست میں راقم الحروف کا نام بھی شامل ہے اپنی نااہلیت کے اقرار کے باوجود عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان کے فضلاء اور خدام میں شامل ہوتا ہوں۔ ہذا من فضل ربی

مکمل حفاظ

کاتب الحروف کی معلومات کے مطابق تادم تحریر (۱۲) کامل حفاظ موجود ہیں

نمبر شمار	اسماء	ولدیت	مسکن ومتوطن
۱	حافظ محمد لقمان	مولانا عزیز الرحمن	گاؤں گلی رحمکوٹ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۲	حافظ محمد اظہر نواز	غریب نواز	ایضاً
۳	حافظ محمد مسکین	مولانا محمد ایوب	گلبند شریف، چھراسی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۴	حافظ محمد ندیم	حافظ محمد مسکین	ایضاً
۵	حافظ محمد طاہر	مولانا عبدالقیوم	ایضاً
۶	حافظ محمد زاہد	مولانا عبدالقیوم	ایضاً
۷	حافظ محمد شہباز صدیقی	محمد فاروق	ایضاً

۸	حافظ محمد وقار	مولانا نور الحق حقانی	گاؤں رحمکوٹ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۹	حافظ عبد الباسط	مولانا عبد الرشید	ایضاً
۱۰	حافظ شاہد محمود	عبد الحیٔ	گاؤں برہ زئی تحصیل حضرو ضلع اٹک
۱۱	حافظ خالد زمان	انعام الحق	گاؤں برہ زئی تحصیل حضرو ضلع اٹک
۱۲	حافظ عنایت الرحمن	مولانا محمد ہارون	قلندر آباد تحصیل و ضلع ایبٹ آباد

مستند قراء میں قاری محمد لقمان، قاری محمد مسکین، قاری محمد ندیم، قاری عبد الباسط اور قاری محمد وقار کے اسماء شامل ہیں ۔ اہل گُلبَند شَریف کی فیاضی، خوش اخلاقی، اعلیٰ کردار، مہمان نوازی، ہمت، جرات و بہادری، خود داری، ہر ایک سے حسن اخلاق سے پیش آنا اور مظلوم کی حمایت یہ ایسے کارنامے ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن افسوس کہ اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی گئی ۔ اور یاد رہے کہ وادی تناول (اپر تناول) میں پہل شریف کے بعد سب سے بڑی گدی اہل گُلبَند شَریف (چھری والا بابا) کی گدی ہے ۔ اہل گُلبَند شَریف کے جد علامہ قاضی اسماعیل المعروف (چھری والا بابا) علاقہ تناول کی روحانی شخصیت تھے ۔ اہلیان گُلبَند شَریف نے بیک وقت اسلام کا محاذ بھی سنبھالے رکھا اور ساتھ ساتھ اپنے دیگر چچازاد بھائیوں کو جو کسی مجبوری یا دینی خدمت کے تحت وادی تناول باڈی شنگلی سے ہجرت کر چکے تھے ۔ [۱] ان کو بھی وقتاً فوقتاً دوبارہ اپنے ساتھ لا کر آباد کرتے رہے ۔ اس ضمن میں تفصیل میں جائے بغیر چند واقعات پیش کرتا ہوں ۔ ورنہ یہ ایسی حقیقت ہے جو محتاج بیان نہیں ۔ جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے کہ گاؤں ڈنہ کو آباد کرنے والوں میں سیف الدین بن تاج الدین کا نام بھی شامل تھا سیف الدین (جو اہلیان چمراسی کے جد امجد تھے) اور ملا شیر بن سمندر کے درمیان کسی بات پر چپقلش ہوئی چونکہ سیف الدین بابا، ملا شیر بابا کے مقابلے میں سبک اندام تھا اور مقابلے کی

[۱] جس کی تفصیل ہم "اہلیان ڈنہ کی زبان" کے عنوان کے تحت بیان کر چکے

طاقت نہ رکھتا تھا جس کی وجہ سے سیف الدین بابا نے گاؤں ڈنہ کو خیر باد کہہ کر گاؤں پودنیال کو اپنا مسکن بنایا اور زندگی کے باقی ایام یہیں پودنیال میں گزار کر راہی دار آخرت ہوئے۔ آپ کی اولاد اسی گاؤں پودنیال میں اقامت گزین تھی کہ یہاں مقیم پٹھان خاندان کے ساتھ ان کا جھگڑا ہو گیا۔ اور ان کو اس گاؤں سے ہجرت کر کے گاؤں بائی بجنہ میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔ اہل کُلَبَند شَریف کے اکابرین نے مصیبت کی اس گھڑی میں سیف الدین بابا اور آپ کی اولاد کی پوری طرح مدد و اعانت کی۔ بعد ازاں موصوف کے بیٹوں کو اکابرین اہل کُلَبَند شَریف (علامہ قاضی حبیب اللہ، علامہ قاضی صفی اللہ وغیرہ) نے گاؤں بائی بجنہ سے لا کر اپنے قریب گاؤں ڈوگہ میں آباد کیا۔ کچھ عرصہ آپ کی اولاد ڈوگہ میں رہی۔ پھر انہوں نے اہل کُلَبَند شَریف کے اکابرین سے گاؤں چمراسی میں سکونت اختیار کرنے کی استدعا کی۔ جسے اکابرین اہل کُلَبَند شَریف نے بخوشی منظور کرتے ہوئے آپ کی اولاد کو اپنے پاس گاؤں چمراسی میں لا کر آباد کیا۔ جو نسل در نسل گاؤں چمراسی میں بود و باش رکھے ہوئے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اب گاؤں چمراسی میں مالکانہ حقوق رکھتے ہیں۔ یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ سیف الدین بابا کے چار فرزند ارجمند تھے۔ جن کے اسماء شیر گل، حیات گل، حبیب گل اور سیب گل تھے۔ ان کے تفصیلی شجرے اپنے مقام پر نقل کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اسی طرح حیات اللہ کے پوتے شیخ بابا نے شوشنی سے سکونت ترک کر کے ضلع تورغر علاقہ ٹیگرام کو اپنا مسکن بنایا تھا اور وہیں زندگی گزار کر راہی دار آخرت ہوئے۔ بعد میں آپ کے پڑپوتوں امیر حسین اور احمد کو اہل کُلَبَند شَریف کے ایک بزرگ علامہ قاضی صفی اللہ بابا قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے بزرگوں بالخصوص ملک صابرین بابا (ڈنہ) کے مشورے سے تناول باڈی شنگلی میں "جنت نظیر گاؤں ڈنہ" میں لے کر آئے اور یہاں آباد کیا جن کی اولاد آج بھی ڈنہ، ڈمکہ اور گاؤں نڑیالی میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح مولانا عبد الکریم کے پوتے اور مراد اللہ کے بیٹے نجم الدین کے اخلاف نے بھی کچھ عرصہ کے لئے ضلع تورغر علاقہ کھنار کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ اہل

گُلبَند شَرِیف کے اکابرین انہیں بھی وہاں سے واپس لائے اور دوبارہ شوشنی میں آباد کیا۔ ؎
اور ماشاء اللہ اب موصوف کے اخلاف شوشنی میں اقامت گزین ہیں اور مالکانہ حقوق رکھتے ہیں۔

قارئین! اس طرح کی درجنوں مثالیں یا روایتیں میں پیش کرسکتا ہوں۔ مگر حصول مقصد کے لئے یہی کافی ہے۔ اور ہماری پیش کردہ روایات و واقعات کی تائید و توثیق قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابر بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور مذکورہ بزرگوں کے اخلاف بھی اس بات کو مانتے اور جانتے ہیں کہ میں نے جو کچھ تحریر کیا وہی حق وصواب ہے۔

قارئین! یہ آفتاب کی طرح واضح حقیقت ہے کہ اہل گُلبَند شَرِیف کے اسلاف اپنے اپنے دور میں، اپنے ہجرت کئے ہوئے چچازاد بھائیوں کو اپنے ساتھ یوں لاکر آباد کرتے رہے جیسے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر وہاں کے باشندگان نے کیا تھا۔ ایسی حالت میں اگر اہل گُلبَند شَرِیف عرف **کُلبَنڑیں** کو انصار کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اہل گُلبَند شَرِیف چونکہ نسل درنسل علماء وصوفیاء چلے آرہے ہیں خود راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق گیارہ پشتوں سے یہ گھرانہ صاحب علم گھرانہ چلا آرہا ہے۔ چنانچہ ماضی میں علماء وصوفیاء اخون، اخوند یا قاضی کے مبارک لقب سے ملقب کئے جاتے تھے۔ راقم الحروف کے والد مولانا عزیز الرحمن اطال اللہ عمرہ کی روایت کے مطابق کہ میرے والد قاضی عبد المستعان نورہ اللہ مرقدہ (راقم کے جد) عوام وخواص میں اخونزادہ کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ قارئین! جس طرح پٹھان قبائل میں علماء ومشائخ مستقل طور پر ستون کا کام دیتے تھے اور آج بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح علاقہ تناول باڈی شنگلی میں علامہ قاضی عزیز اللہ قدس سرہ السامی کے اخلاف یعنی اہل گُلبَند شَرِیف عرف **کُلبَنڑیں** نے درس وتدریس، ظالم کی سرکوبی، مظلوم کی حمایت، اپنی قوم کے علاوہ باقی اقوام تناول کو بھی سیدھی راہ چلانے اور عوام کے مفاد میں ہر

؎ هٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

محاذ پر اپنے فرائض منصبی بحسن خوبی نبھاتے ہوئے مستقل طور پر ایک مضبوط ستون کا کام کیا ہے اور بحمد اللہ اپنی حسب استطاعت آج بھی کر رہے ہیں۔ مذکورہ مقام میں بود و باش رکھے ہوئے یہ معز ز گھرانہ صدیوں سے ناچار، بے آسرا، غریب اور مظلوم لوگوں کی مدد میں پیش پیش رہا ہے اپنے خاندان سے ناراض، یا کسی ظالم کے ظلم سے تنگ افراد اس مقام کُلَبَند شریف کی طرف رخت سفر باندھتے اور مایوسی و ناامیدی کے ان حالات میں اس مقام (کُلَبَند شَرِیف) کے باشدگان ،مظلوموں اور غریبوں کے لئے امید کی کرن نہیں بلکہ امید کا چراغ تھے۔ الحمد اللہ اخلاف اہل کُلَبَند شَرِیف آج بھی اپنے اسلاف کی روش پر قائم ہیں۔ اہل کُلَبَند شَرِیف المعروف کُلَبَنڑِیں سے جب بھی کسی نے امداد چاہی تو انہوں نے امداد کے لئے پھیلے ہوئے ہاتھ میں اپنی امداد و تعاون کا مضبوط ہاتھ دیا اور دست گیری کے طالب کو اس کے برے وقت میں مایوس نہیں کیا۔ روایت[1] ہے کہ اس خاندان یعنی کُلَبَنڑِیں کے ایک بزرگ قاضی عبد المستعان رحمۃ اللہ علیہ چونکہ گلی رحمکوٹ میں امامت کے منصب پر فائز تھے۔ تو آپ کے ہاں دو عورتیں مسمات مادیہ اور خانم جان اپنے اہل و عیال کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر پناہ گزین ہوئیں۔ چونکہ ان میں خانم جان کی شادی تو ہو چکی تھی جبکہ مادیہ نامی خاتون ابھی از دواجی زندگی سے منسلک نہیں ہوئی تھی۔ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ چونکہ اپنے اسلاف اور اپنے اسلاف کی عادات و اطوار کے ساتھ ساتھ احکام اسلام سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے ان دونوں خواتین کو ہر قسم کی مدد و تعاون فراہم کرنے کی یقین دہانی کراتے ہوئے گلی رحمکوٹ اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی۔ تقریباً پانچ سال بعد خانم جان نامی خاتون کے شوہر بازیر نامی شخص آیا اور اپنی اہلیہ کو واپس لے جانے کی استدعا کی قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ نے خانم جان کی رضامندی ظاہر ہونے کے بعد اس شرط پر اس کو اس کے شوہر بازیر کے ساتھ رخصت کیا کہ آج کے بعد اس پر کوئی ظلم و ستم نہیں

---

[1] بروایت والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان و عم محترم مولانا قاضی محمد اسماعیل

ہو گا۔اس عہد و پیمان کے بعد مسمات خانم جان پر اس کے اہل وعیال کو ظلم وستم یا تنگ کرنے کی جسارت نہ ہوئی۔کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ اہل گُلبَند شَریف کے کسی اکابر نے جب بھی کسی سے معاہدہ کیا اور پیمان وفا باندھا تو اسے آخر تک بخوبی نبھایا۔خود اس معاہدے کو توڑنے کا تصور بھی نہیں کیا، اپنی طرف سے فریق ثانی کو شکایت کا موقع بھی نہیں دیا۔مگر جب فریق ثانی نے میثاق و معاہدے کو توڑا تو پھر وہ فریق اہل گُلبَند شَریف کی شدید گرفت سے بھی نہ بچ سکا۔خانم جان نامی خاتون تو اپنے شوہر کے ساتھ واپس چلی گئی ،مگر مادیہ نامی خاتون تو یہاں ہی رہتی تھی اور پھر بعد میں قاضی عبدالمستعان نور اللہ مرقدہ نے اپنی بیٹیوں کی طرح اس کی بھی شادی کرائی اور یہاں (گلی رحمکوٹ) سے ہی اس کی رخصتی ہوئی۔موصوفہ گجر برادری کے یار خان ساکنہ ہاڑیاں کی ہمشیرہ تھی۔اور گلی سے گاؤں کنگڑ میرا تراوڑہ قوم کے سمندر کے بھتیجے قمر لی سے شادی ہوئی۔جس کی اولاد آج بھی گاؤں کنگڑ میرا میں رہائش پذیر ہے۔اور ماشااللہ مالکانہ حیثیت کے مالک ہیں۔اسی طرح دوسرے موقع پر اپنے خاندان اور اہل وعیال کے ظلم وستم کی ستائی ہوئی دو خواتین نے جب اپنا مسکن گُلبَند شَریف کو بنایا تو یہاں گُلبَند شَریف میں اپنی عزت و آبرو، جان و مال اور اپنی اولاد کو ایسا محفوظ پایا کہ پھر ساری زندگی یہاں کی ہی ہو کر رہیں۔یہاں ہی وفات پائی اور گُلبَند شَریف میں ہی شاہ توت کے درخت کے پاس مدفون ہوئیں ان میں سے ایک کے ہاں لڑکا اور دوسری کے ہاں لڑکی تھی۔دونوں بچوں کے جوان ہونے پر اکابرین اہل گُلبَند شَریف نے ان خواتین کے صلاح ومشورے سے دونوں کا نکاح پڑھایا۔اور ایک الگ مکان تعمیر کر کے دیا۔ان دونوں کی اولاد آج بھی گاؤں چمراسی میں آباد ہے۔اہل گُلبَند شَریف کی سربراہی میں سکونت اختیار کرنے اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے ساتھ آباد ہونے اور گھل مل جانے کی وجہ سے وہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے ہی افراد تصور کیئے جاتے ہیں۔حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ افراد قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے نسباً کوئی تعلق نہیں رکھتے۔بلکہ ان دو عظیم

خواتین کی اولاد ہیں جو اپنے اہل وعیال کے ظلم سے تنگ ہو کر اپنے حق کے لئے اہلیان گُلبَند شَرِیف کے پاس پناہ گزین ہوئیں تھیں۔اولاً ان افراد کو اہل گُلبَند شَرِیف کے خاندان کے ہی افراد سمجھا جاتا تھا کیونکہ اہل گُلبَند شَرِیف کے زیر سایہ اور ان کی خدمت میں ان لوگوں کے آباء واجداد نے اپنی حیات گزاری تھی۔جس کی وجہ سے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی میں ان لوگوں کو اہل گُلبَند شَرِیف کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے اہل گُلبَند شَرِیف کے افراد سمجھا جاتا تھا۔لیکن قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے افراد کی حیثیت سے نہیں بلکہ اہل گُلبَند شَرِیف کے خادمین کی وجہ سے اہل گُلبَند شَرِیف کے افراد سمجھا جاتا تھا۔کیونکہ تاریخی و قومی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان افراد کے ساتھ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے کسی بھی خاندان نے رشتے، ناطے کا تعلق نہیں رکھا۔سوائے اہلیان "گُلبَند شَرِیف" کے کیونکہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی ایک بری خصلت یہ تھی کہ وہ اپنی برادری سے باہر رشتہ، ناطہ کرنا، یا دینا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔چونکہ قوم مانکیال اکوزئی کے تمام خاندان ان لوگوں کو اپنی قوم سے خیال نہیں کرتے تھے بلکہ اہل گُلبَند شَرِیف کے خادمین سمجھتے تھے۔جس کی وجہ سے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی نے ان افراد کے ساتھ رشتے ناطے کا تعلق نہیں رکھا یہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا اپنا رسم و رواج تھا۔جو رفتہ رفتہ ختم ہوتا جارہا ہے کوئی شرعی ممانعت نہیں۔اگرچہ آج ایسی صورتحال نہیں۔غالباً ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ سلام دین بابا کی اولاد کے ساتھ ان لوگوں کا رشتہ ہوگیا۔اور پھر ان لوگوں نے اپنے آپ کو سلام دین کی اولاد شو کروا کر خود کو سلاموڑے کے نام سے موسوم کر دیا اور یہ کام اس خاندان کے ایک بظاہر ذہین وفطین شخص خانم اللہ بن گل احمد (خانی ملا) نے کیا۔کیونکہ ان دنوں میں علاقہ تناول کی مشہور و معروف شخصیت حضرت مولانا قاضی عبدالخالق مرحوم "ارمغان افغان" نامی کتاب تالیف فرما رہے تھے۔اور اقوام تناول کے شجرہ ہائے نسب بھی لکھ رہے تھے۔تو یہ حضرت بھی بمع چند دیگر افراد کے ساتھ جا کر اپنا شجرہ لکھوا آئے۔جس میں اپنا جد امجد سلام دین بابا کو لکھوایا۔قاضی مرحوم

نے پھر جو کیا وہ کمال کیا۔تعجب و حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہوتا ہے کہ قاضی موصوف کی قلم سے یہ جملے کیسے نکل گئے ۔انہوں نے مذکورہ خاندان کو سلام دین کی اولاد قرار دیتے ہوئے۔ سلام دین بن عبدالکریم کو ہی مخلوط اور مشکوک بنانے کی سعی کی۔
چنانچہ موصوف لکھتے ہیں!

> بعض کہتے ہیں کہ یہ (سلام دین) مانکیال نہیں کیونکہ مانکیال قوم کے ایک بزرگ نے ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا (یہ سلام دین) اسکے خاوند کا فرزند تھا۔ ۱

''لاحول ولاقوۃ الاباالله العلی العظیم''معلوم نہیں قاضی موصوف نے کس مجبوری کے تحت سلام دین بابا کے شجرہ کو مخلوط بنانے کی سعی کی ہے۔ایک غیر خاندان کو سلام دین کے اخلاف بنا کر خود سلام دین کو ہی قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے نکال دینا کسی محقق و مؤرخ تو کیا کسی کو بھی زیب نہیں دیتا۔ پھر موصوف نے ان بعض افراد کے اسماء بھی درج نہیں کیے تاکہ ان کی روایت کے داخلی و خارجی قرائن کی روشنی میں پوری بات کو پرکھا جائے ۔ بہر حال الله موصوف کی مغفرت فرمائے معلوم نہیں ان سے یہ غلطی کیسے سرزد ہوئی۔ پھر کمال دیکھئے کہ سلام دین کی اولاد بھی مذکورہ خاندان کو اپنا نسبی تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔خود کاتب الحروف نے سلام دین بابا کی اولاد جوڈنہ میں اقامت گزیں ہے ان کے کئی افراد سے بارہا سنا ہے کہ یہ (مذکورہ خاندان) ہمارے نسبی نہیں بلکہ ہمارا ان کے ساتھ صرف رشتے کا تعلق ہے اس خاندان کو مانکیال اکوزئی اہل "گلبند شریف" کے اکابرین نے بنایا ہے۔ ۲
قارئین! بات دور تک نکل گئی یہ ہماری خاندانی وقومی اور صدری روایات تھیں جن کا ذکر یہاں ضمناً آگیا۔مگر یاد رہے یہ خاندانی وقومی روایات حقیقت ہیں ۔جس طرح اکثر قومی و خاندانی روایات ایک حقیقت ہوا کرتی ہیں ۔خود بندہ ناچیز نے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے کئی

---

۱ قاضی عبدالخالق ''مؤرخ''ارمغان افغان ۲ مَنۡ شَاءَ بِالتَّفۡصِيۡلِ فَلۡيَرۡجِعۡ بِأَوۡلَادِهٖ

بزرگوں سے سنا ہے کہ ان لوگوں (مذکورہ خاندان) کا قوم مانکیال سے نسبی تعلق نہیں۔ ؎ یہ تو تھیں خاندانی وقومی روایات، اب راقم اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے۔ راقم کی تحقیق کے مطابق بھی مذکورہ خاندان کا تعلق اس قوم (مانکیال) سے نہیں، بلکہ یہ خاندان ان دوخواتین کی اولاد ہے جو اپنے خاندان کے ظلم وستم سے تنگ ہو کر اہل "گُلبَند شَریف" کے ہاں پناہ گزین ہوئیں تھیں۔ یہ روایت بالکل حق وصواب ہے اور یہی احوط واسد ہے۔ راقم کی تحقیق کی تائید وتوثیق موجودہ بزرگوں کے بیان کے علاوہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جدامجد علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ تک باقی تمام خاندانوں کی دس یا گیارہ پشتیں بنتی ہیں اور بنتنی بھی چاہییں جبکہ مذکورہ خاندان کی صرف چھ پشتیں بنتی ہیں۔ علم التاریخ کی رو سے اگر ایک صدی میں تین پشت شمار کی جائیں تو علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر موجودہ نسلوں تک دس یا گیارہ پشت ہونی چاہییں۔ یاد رہے کہ علامہ موصوف بہاکو خان اور اخون سالک مجاہد کے ہمصر تھے۔ جس کی تفصیل ہم بیان کر چکے۔ تو اس صورت میں تقریباً ساڑھے تین صدیاں بیت گئی۔ اور مذکورہ خاندان کی ٹوٹل چھ پشت بنتی ہیں۔ اگر ایک صدی میں تین پشت شمار کی جائیں تو اس خاندان کا وجود اندازاً، ۱۸۱۵ء کے لگ بھگ ملتا ہے۔ جبکہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ اندازاً، ۱۶۱۵ء کے لگ بھگ کا ہے۔ اب کونسی عقل اس بات کو تسلیم کرے کہ علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے تقریباً ۲۰۰ سال بعد آپ کا ایک پوتا پیدا ہوا۔ جس کی نسل آگے چلی۔ فیاللعجب یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہوسکتی۔ ہاں البتہ اگر درمیان میں ۴ یا ۵ نام بھولے سے رہ گئے ہیں تو پھر اس خاندان کے دعوے میں وزن ہوسکتا ہے۔ مگر دلچسپ بات یہ کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی اکثریت آج بھی

؎ مثلاً مولوی عبدالحق (شوشنی) فضل الرحمان بن یحییٰ گل (چپراسی) مولوی محمد ہارون (قلندرآباد) مولوی محمد مسکین (شنگاری) خلیل الرحمان بن فضل محمود (ڈنہ) وَهٰکَذَا اسَمِعۡتُ مِنۡ مَشَائِخِ الۡقَوۡمِ

مذکورہ خاندان کو قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا خاندان تسلیم نہیں کرتی اور قاعدہ یہ ہے کہ ’’ اَلْقَاعِدَۃُ الْمُقَرَّرَۃُ اَنَّ الصَّوَابَ مَعَ اْلاَ کْثَرِ ‘‘یعنی حق اکثریت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا قاعدہ مذکورہ سے بھی خوب معلوم ہوا کہ مذکورہ خاندان کا نسبی تعلق قوم مانکیال سے نہیں ۔لیکن یاد رہے اس خاندان کا تعلق قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے نہ ہونا باعث ذلت نہیں کیونکہ،قوم قبیلہ اور خاندان یہ اللہ نے پہچان کے لئے بنائے ہیں

’’شُعُوبًاوَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا‘‘ [۱]

عزت وذلت کا معیار خاندان یا قوم نہیں بلکہ تقوٰی ہے ۔

’’اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقَاکُمْ‘‘ [۲]

قارئین !یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ مذکورہ خاندان کا نسبی تعلق قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے نہ ہونا باعث شرمندگی نہیں ۔کیونکہ یہ قوم، قبیلے اور خاندان یہ سب پہچان کے لئے بنائے گئے ہیں ۔رب کے نزدیک عزت والا وہی ہے جو زیادہ تقوے دار ہو ۔اس بات کو میں پہلے باحوالہ لکھ چکا ہوں ۔خود کاتب الحروف کی نانی مرحومہ کا تعلق بھی اسی مذکورہ خاندان سے تھا لیکن یادرہے جہاں شریعت مطہرہ نے عزت وذلت کا معیار خاندان،قوم یا قبیلہ نہیں بلکہ تقوٰی قرار دیا ہے ۔وہاں شریعت محمدی ﷺ نے نسب لکھنے اور جاننے کی ترغیب بھی دی ہے ۔جس کی تفصیل ان شاءاللہ میں باب سوئم میں بیان کروں گا۔راقم نے خاندانی وقومی روایات نقل کرکے اپنی تحقیق بھی پیش کردی ہے ۔ہوسکتا ہے میری تحقیق سے بعض افراد اختلاف کریں ۔اختلاف رائے رکھنا کوئی بری بات نہیں مگر مجھے خوشی ہوگی کہ وہ اپنی تحقیق منصہ شہود پر لائیں ۔اگر ان کی تحقیق ودلائل مضبوط ہوئے تو مجھے اپنی تحقیق سے رجوع کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا ان شاءاللہ،لیکن اگر وہ اپنی تحقیق بھی منصہ شہود پر نہ لائیں اور مجھے ہدف تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے مجھ سے ناراض ہوجائیں تو میں پہلے سے عرض کردیتا ہوں کہ علمی

---

[۱] الحجرات ۴۹/۱۳ [۲] ایضاً

اور تحقیقی دنیا میں ناراضگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔اور پھر میں نے تو دلائل سے بات کر کے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔اگر مخالفین ومعترضین دلائل و براہین سے پُرگفتگو کریں تو راقم کو اپنی تحقیق سے رجوع کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔بصورت دیگر ہم بصد ادب و احترام یہی کہیں گے کہ

ے

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

سبک سر بن کے کیوں پوچھیں ہم سے سر گرداں کیوں ہو

کاتب الحروف نے گزشتہ سطور میں خاندانی وقومی روایات اور اپنی تحقیق پیش کی ہے۔

حقیقت حال **واللہ اعلم بصحۃ الروایات**

یاد رہے کہ اپنے تمام تر دلائل و براہین کے باوجود کاتب الحروف نے اس خاندان کا شجرہ نسب قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے شجرے کے ساتھ اسی طرح قلمبند کیا ہے جس طرح مؤلف ارمغان افغان نے لکھا تھا۔کیونکہ مذکورہ خاندان کے موجودہ بزرگوں میں سے کسی کو بھی اپنا نسب نامہ یاد نہیں۔اگر کسی کو یاد بھی ہے تو والد محترم کے اوپر کے دو نام یاد ہیں اور بس۔ مگر میں نے تمام تر شبہات کے باوجود اس خاندان کا موجودہ نسلوں تک مکمل شجرہ صفحہ قرطاس کیا ہے۔آپ متعلقہ باب میں دیکھ سکتے ہیں بات کافی دور تک نکل گئی ذکر ہو رہا تھا اہل گُلبَند کی دریادلی، اور مجبور و بے سہارا لوگوں کی امداد و اعانت کا۔قاضی عصمت اللہ نوراللہ مرقدہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔مظلوم و بے سہارا لوگوں کی مدد و اعانت اپنا فرض سمجھتے تھے۔روایت ہے کہ علاقہ غیر (موجودہ ضلع تورغر) تلی چھپڑہ مقام کا ایک خاندان کسی مجبوری کے تحت ہجرت کرنے پر مجبور ہوا۔یہ خاندان بالکل خوار و زار اور حیران و پریشان ہو کر علاقہ غیر سے وادی تناول علاقہ باڈی شنگلی کی طرف روانہ ہوا۔یہ خاندان قطعاً بے زادہ راہ، خالی ہاتھ پیدل اور تھکے ماندے تھے۔جب مذکورہ خاندان کے لوگ وادی تناول علاقہ باڈی شنگلی پہنچے تو ان کی امیدوں کا چراغ بھی "گُلبَند شریف" بنا۔اہل گُلبَند شریف کے

مذکورہ بزرگ نے انہیں بھی اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان کی عزت و آبرو اور جان و اولاد کے محافظ بن گئے۔ مذکورہ خاندان کے سرپرست رحمتہ اللہ اور عصمت اللہ نامی دو جوان تھے۔ جنہوں نے تقریباً سات سال کا عرصہ قاضی عصمت اللہ کی زیرنگرانی گُلبَند شرِیف میں گزارا۔ آجکل تحصیل اوگی گاؤں جھانگڑ میرانزد گاؤں کو لگہ میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں اور کافی جائیداد کے مالک ہیں راقم کی ملاقات رحمت اللہ نامی بزرگ سے ۲۰۱۵ء میں اس وقت ہوئی جب والد محترم کا ایکسیڈنٹ موصوف کے گھر کے قریب ہوا۔ راقم کو ایمرجنسی سے ان کے گھر اوگی جانا پڑا۔ ان کی اولاد والد محترم کو Hospital لے کر Abbotabad گئی اور ہسپتال کے تمام معاملات بحسن خوبی نبھائے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ راقم کے والد کے ان سے بڑے گہرے روابط و مراسم ہیں۔ اسی طرح تنولی قوم کی شاخ ساریال سے تعلق رکھنے والے محمد داؤد[1] اور اسحاق نامی دو جوان گاؤں کوٹیڑہ موضع رحمکوٹ میں رہائش پذیر تھے کہ کسی بات پر اپنے خاندان سے چپقلش ہوئی۔ جس کی بناء پر آپ حضرات نے بھی "گُلبَند شرِیف" کو اپنا مسکن بنایا۔ اور تقریباً چھ سال کا عرصہ آپ حضرات کی مدد و اعانت اہل گُلبَند شرِیف نے اپنا فرض منصبی سمجھ کر کی۔ اور حالات سازگار ہونے کے بعد علامہ قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ دونوں کو لا کر گاؤں کوٹیڑہ میں آباد کیا۔ اب بھی مذکورہ گاؤں میں آپ حضرات کی اولادیں خوشحال زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اسی طرح محمد مجاہد دین عرف مجا دین کا خاندان بھی کافی عرصہ تک علاقہ غیر موجودہ ضلع تورغر سے ہجرت کرنے کے بعد "گُلبَند شرِیف" میں اکابرین اہل گُلبَند شرِیف کے زیرسایہ رہا۔ اور تادم تحریر موصوف کی اولاد بانڈی شنگلی گاؤں شوھائی (شوائی) میں مالکانہ حقوق کے ساتھ سکونت اختیار کیے ہوئے ہے۔ اور آپ کی اولاد میں بعض افراد سیاسی طور پر بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ ایک دوسرے موقع پر گاؤں گلی رحمکوٹ میں علامہ قاضی عبدالمستعان نور اللہ مرقدہ کے زیرسایہ پانچ خواتین

---

[1] ان سے گاہے بگاہے موضع رحمکوٹ کے مختلف گاؤں میں ملاقات ہوتی رہتی ہے ہزاروی غفرلہ

زندگی بسر کر رہی تھیں۔ اپنے خاندان اور عزیز و اقرباء کے ظلم کی ستائی ہوئی یہ عورتیں یہیں قاضی موصوف کے زیر سایہ رہیں اور آپ نے ہی تمام کی شادی اپنی بیٹیوں کی طرح کروائی۔ ان خواتین کی اولادیں آج بھی تناول کے مختلف گاؤں میں اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اہل کُلْبَند شَرِیف قدیم سے ایک معزز، بااثر، مشہور، علمی اور روحانی گھرانہ رہا ہے اور الحمد اللہ آج بھی ہے۔ وادی تناول بالخصوص علاقہ شنگل میں علمائے کُلْبَند شَرِیف (اہل سنت و جماعت) کی بہت سی دینی خدمات ہیں۔ ان حضرات کے کارہائے نمایاں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن افسوس اس طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ والد محترم علامہ عزیز الرحمن اطال اللہ عمرہ کی روایت کے مطابق جد محترم علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا شجرہ نسب اور بزرگوں کے حالات و کوائف قلمبند فرمائے تھے۔ لیکن افسوس کہ اخلاف کی بے پروائی سے وہ علمی، تحقیقی اور تاریخی کتاب ضائع ہو گئی۔ اہل کُلْبَند شَرِیف کی بہت سی دینی، ملی، سیاسی اور سماجی خدمات ہیں۔ مگر تاریخ نے ہمیشہ ان پر پردہ ڈالے رکھا۔ آج بھی علمائے کُلْبَند شَرِیف (عرف **کُلْبَنڑِیں**) کو علاقے بھر میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ گھرانہ صدیوں سے صاحب علم گھرانہ رہا ہے۔[1] اور قارئین! اہل کُلْبَند شَرِیف کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا لیں کہ ان کے اکابرین سخت سے سخت دشمنی اور جھگڑے میں بطور جرگہ جاتے تو فریقین کے درمیان صلح ہو جاتی تھی۔ اس پر صرف ایک مشہور و معروف مثال پیش کرتا ہوں۔ ورنہ درجنوں واقعات اس ضمن میں قلمبند کر سکتا ہوں۔ جن کے چشم دید گواہ آج بھی بقید حیات ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر حصول مقصد کے لئے تو ایک واقعہ بھی کافی ہے۔ بزرگوں کی روایات کے مطابق اہلیان ڈنہ اور گاؤں چمراسی کے مکینوں کا آپس میں رشتے کا تنازعہ ہو گیا۔ اہلیان ڈنہ نے رشتے کی زبان کر کے پھر رخصتی سے انکار کرتے ہوئے اس لڑکی

---

[1] كَمَا قَدَّمْنَا تَحْقِيْقَه هٰذَا

کی شادی کہیں اور کرادی۔ اگرچہ ابھی نکاح نہیں ہوا تھا اس وجہ سے شرعی طور پر تو اہلیان ڈنہ قصوروار نہیں تھے لیکن اخلاقی طور پر اور روادی تناول کے رسم ورواج کے لحاظ سے اہلیان ڈنہ ظالم تھے۔ اور قوم مانکیال اکوزئی میں ایک نہ ختم ہونے والا فتنہ جنم لے رہا تھا۔ اس وجہ سے اہل کُلبَند شَریف کے ایک عظیم بزرگ حضرت علامہ قاضی صفی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے بروقت مداخلت کر کے معاملے کو سلجھانے کی سعی کی نتیجہ یہ نکلا کہ اہلیان ڈنہ سے دوسرا رشتہ گاؤں چھراسی میں نورگل بن شیرگل کے لئے کرایا۔ اور خود نکاح پڑھا کر دو خاندانوں میں پیدا ہونے والے تنازعے کو ختم کروایا۔ اہلیان چھراسی اور اہلیان ڈنہ دونوں نے قاضی صفی اللہ رحمہ اللہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس بات پر کہ ان کی محنت اور کوشش سے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی میں پیدا ہونے والی دشمنی ختم ہوگئی۔ الحمد للہ اہل کلبند شریف کے اخلاف اپنے اسلاف کے طور طریقوں پر سختی سے عمل پیرا ہیں اور رب کریم کے فضل سے آج بھی پورے علاقے میں کوئی سیاسی جرگہ ہو یا مذہبی یا معاشرتی اہل کلبند کی نمائندگی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ ھذا من فضل ربی۔

کُلبَنڑیں کہنے کی وجہ تسمیہ

اہل کُلبَند شَریف کو کُلبَنڑیں کہنے کی ایک وجہ تو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ اس علاقے میں رہنے والے باشندگان، غازی، مجاہد، عالم، مظلوم کے ساتھی اور علاقے بھر میں اثر ورسوخ رکھنے والا گھرانہ رہائش پذیر تھا۔ جس کی وجہ سے غیر متعلقہ افراد کا داخلہ اس علاقے کُلبَند شَریف میں بند تھا۔ (الاباذن الحاکم) جس کی وجہ سے اس علاقے کا نام کُلبَنڑ اور گھرانے کا نام کُلبَنڑیں یاد ہونے لگا جو تادم تحریر جاری وساری ہے۔ دوسری روایت میں بعض افراد کا کہنا ہے کہ اس مقام پر کَلبَنڑ (بفتحہ الکاف) کا ایک درخت تھا جس کی وجہ سے اولاً کَلبَنڑیں اور بعد میں مرور زمانہ کی وجہ سے کُلبَنڑیں ہوگیا۔ لیکن اس درخت کے متعلق ہماری خاندانی وقومی

روایت کچھ اس طرح ہے کہ یہ درخت کُلبند شریف کے مقام پر نہیں بلکہ چھڑی شریف کے مقام پر تھا اور یہ درخت مشہور ولی کامل اور علاقہ بانڈی شنگلی کے عظیم روحانی پیشوا حضرت اسماعیل بابا (المعروف چھڑیٔ والا بابا) نے اپنے ہاتھ کا عصا یعنی خشک لکڑی اس مقام چھڑیٔ شریف پر ماری۔جس سے ایک خوبصورت چھتری نما درخت پیدا ہوا۔اور حضرت اسماعیل بابا نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ مجھے اس درخت کے نیچے ہی دفن کرنا ہے۔ اولاد نے آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپ کو اسی درخت کے نیچے دفن کیا۔یہ درخت ۲۰۱۵ء تک جوں کا توں تھا۔اور راقم الحروف ۲۰۱۵ء میں جب آپ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا تھا تو اسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔مگر ۲۰۱۵ء کے بعد یہ درخت خشک ہوگیا۔اہل ''کُلبند شریف'' کو ''کُلبنڑیں'' کہنے کی جو پہلی روایت ہے وہ راقم کے نزدیک حق وصواب ہے۔اور اس کی تین وجوہات ہیں:

(۱)۔اپنے آپ درایہ اور شہرت روایت کے باعث

(۲)۔اَلْقَاعِدَةُ الْمُقَرَّرَةُ اَنَّ الصَّوَابَ مَعَ الْاَکْثَرِ قاعدے کے باعث

(۳)۔اگر دوسری روایت صحیح ہوتی تو درخت کُلبند شریف کے مقام پر ہوتا۔جبکہ درخت کُلبند شریف کے مقام پر نہیں بلکہ چھڑیٔ شریف کے مقام پر تھا۔ واللہ اَعْلَمُ بِصِحَّةِ الرِّوَایَاتِ۔

باب دوم

ایک نظر ادھر بھی

علماء وصوفیاء کے حالات وکوائف قلمبند کرنے سے قبل چند گزارشات پیش خدمت ہیں جن کو ذہن نشین کرنا از حد مفید ہوگا۔

ا۔پہلی بات تو یہ کہ جس طرح آسمان کی رونق جگمگاتے ستاروں سے ہے۔بعینہ وادی تناول (باڈی شنگلی) حضرو اٹک، مردان، گلی رحمکوٹ اور بیشتر علاقہ جات کی زینت علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف،ان مردان باخدا سے ہے۔

۲۔یہ علماء ستاروں کی مانند زمین پر بکھرے ہوئے ہیں۔اس باب میں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے علماء وصوفیاء اور سیاسی وسماجی حضرات کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے۔حتی الا مکان راقم اثیم نے تمام حضرات سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔لیکن بعض حضرات اپنے یا اپنے آباؤ اجداد کے حالات وکوائف اپنی عدیم الفرصتی کی بناء پر قلمبند نہ کرا سکے۔راقم نے تفصیلی شجرہ نسب میں ان حضرات کے اسماء کے ساتھ لفظ مولوی" اور" سیاسی" لکھ دیا ہے۔تاکہ آنے والے مؤرخ یا محقق کے لئے ان کے حالات وکوائف رقم کرنے کے لئے راہ ہموار ہو۔ہم بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ان کے حالات وکوائف مہیا ہو گئے تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت کریں گے۔

۳۔جن حضرات کے حالات وکوائف آپ اس باب میں پڑھیں گے۔ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں کہ ایک ایک شخصیت کی سوانح کے لئے کئی کئی جلدوں میں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔اس بارے میں محققین کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اپنی تحقیق اور قلم کا رخ اس طرف بھی موڑیں۔

۴۔جن حضرات کے حالات وکوائف یہاں درج نہ ہو سکے ایسا ہرگز نہ سمجھا جائے کہ معاذ اللہ ان حضرات کی حیثیت یا اہمیت کم تر سمجھی گئی ہے۔بلکہ کوشش بسیار کے باوجود راقم الحروف

ان کی عدیم الفرصتی کی بناء پر حالات حاصل نہ کرسکا جب حالات مہیا ہونگے تو ان شاء اللہ ہم اگلے ایڈیشن میں شامل اشاعت کریں گے۔

۵۔علماء وصوفیاء اور سماجی وسیاسی شخصیات کے حالات وکوائف حروف تہجی کے اعتبار سے رقم کئے گئے ہیں۔

۶۔جن علماء وسیاسی حضرات نے اپنے حالات وکوائف تحریر فرما کر ارسال فرمائے، یا فون پہ لکھوائے یا معلومات فراہم کیں، عیسوی کے اعتبار سے تو تاریخ انہوں نے خود لکھ کر دی یا لکھوائی ،لیکن ہجری کے اعتبار سے تاریخ اور دن کا تعین راقم الحروف نے خود تلاش کر کے درج کیا۔

۷۔ پوری کتاب کا اسلوب تحریر یہ ہے کہ راقم اثیم نے اگر ایک ہی روایت کئی بزرگوں سے سنی ہے تو ان میں سے ایک یا دو بزرگوں کے نام لکھ کر باقی کے لئے وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ لکھا ہے اور اگر وہی روایت باقی اقوام کے مشائخ سے بھی سنی ہو تو اس کے لئے القوم سے آگے وَمَشَائِخ الْاَقْوَام درج کیا ہے۔

۸۔جن احباب کے پاس قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے علماء کے حالات وکوائف اور اس قوم سے متعلق مستند معلومات ہوں۔وہ راقم کو ارسال کردیں یا بذریعہ فون رابطہ کریں ہم خود حاضر خدمت ہونگے ان شاء اللہ، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت ہوسکیں۔

۹۔ہم نے بلاتفریق مسلک قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے علمائے کرام وسیاسی حضرات کے حالات وکوائف درج کیے ہیں۔

۱۰۔راقم الحروف نے علماء وسیاسی حضرات کے حالات میں جہاں بھی شیر گڑھ اور بانڈی شنگلی کا ذکر آیا ہے۔اس کے ساتھ U/C لکھا ہے اگر چہ پہلے وقتوں میں یہ دونوں مقامات یونین کونسل کا درجہ نہیں رکھتے تھے مگر اب یہ دونوں U/C ہیں۔

۱۱۔راقم الحروف اپنی اس تاریخی کاوش میں مختلف مکاتب فکر کے علماء وسیاسی حضرات

جنھوں نے اپنے یا اپنے آباء کے حالات وکوائف خود تحریر فرما کر ارسال کیے تھے۔ راقم نے مسلکی اور علمی اختلاف ہونے کے باوجود ان کی تحریروں سے کوائف من وعن شامل کتاب کیے ہیں۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری سمجھی گئی ہے کہ کوئی صاحب علم یہ نہ سمجھ لے کہ ان کے لکھے ہوئے توصیفی کلمات یا ان کی تعریفیں میری تحریر ہیں ایسا ہرگز نہیں۔ ہاں جہاں ان علماء کی تحریروں سے میرے مسلک، نظریے اور عقیدے پر زد پڑتی تھی وہاں میں نے اپنے مسلک کا دفاع ضرور کیا ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

علماء وصوفیاء

قوم مانکیال
اکوزئی یوسف زئی

ولی کامل حضرت علامہ **قاضی محمد اسماعیل** قدس سرہ السامی

(کُلبَنُد شَرِیف)

بن علامہ قاضی علی (المعروف شھید بابا) بن علامہ قاضی عزیز اللہ بن مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیھم اجمعین

ولی کامل حضرتِ علامہ قاضی محمد اسماعیل قدس سرہ السامی (المعروف چھری والابابا) یو۔سی بانڈی شنگلی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ کے معروف گاؤں چمراسی میں **کُلْبَنْڑشَرِیْف** ۱؎ کے مقام پر علامہ قاضی علی المعروف شھید بابا کے ہاں کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ تعلیم وتربیت کے سلسلے میں معلومات راقم کو حاصل نہ ہوسکیں۔ بس اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ آپ نے زمانہ طالب علمی زیادہ تر سوکنیاں میں گزارا۔ ۲؎

موصوف کو اللہ تعالی نے زہد وتقوی، عبادت وریاضت، وسعت ظرف، خوش خلقی، سخاوت، حق گوئی اور مخلوق خدا سے بے نیازی جیسے اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔

آپ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی کرامات کا صدور ہوا کہ ان کے جمع کرنے کے لئے پورا ایک دفتر چاہیے۔ اس وقت بھی مخلوق خدا آپ کی قبر سے فیض حاصل کرتی ہے۔ موصوف چونکہ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ ہم کثرت مصروفیت اور قلت وقت کی وجہ سے چند کرامات کا ذکر سیدنا سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ۔ ۳؎

یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے کے پیش نظر قلمبند کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم بھی رحمت الہی کے متلاشی ہیں اللہ اپنے اس ولی کے صدقے ہم سب گنہگاروں پر رحم فرمائے آمین۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آج بھی لوگ آپ کے مزار پرانوار پر اپنی منتیں پوری ہونے کے لئے تشریف لاتے ہیں اور اللہ تعالی ان کی مرادوں کو پورا فرما دیتا ہے۔ بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ کُلْبَنْد شَرِیف (عرف کُلْبَنْڑ شَرِیف) میں جس مکان میں آپ رہائش پذیر تھے۔ اس مکان کی چھت کو ہر جمعرات کی

۱؎ یاد رہے کہ اصل لفظ کُلْبَنْد شَرِیف تھا بعد میں **کُلْبَنْد** سے **کُلْبَنْڑ** ہوگیا اور اس میں رہنے والے خاندان کو **کُلْبَنْڑِیں** کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ قَدَّمْتُ مَا يَكْفِيْ وَيَشْفِيْ

۲؎ بروایت مولانا محمد ایوب (کُلْبَنْد شَرِیف) ۳؎ حلیۃ الاولیاء جلد ۷ صفحہ ۳۳۵ رقم ۱۰۷۵

رات جانوروں کا بادشاہ (شیر) آ کر اپنی دم سے صاف کرتا تھا۔ ا گویا آپ کے خادمین میں جانوروں کے بادشاہ شیر کا نام بھی شامل ہے۔اس طرح ہماری خاندانی وقومی روایت ہے کہ گُلبَند شَرِیف المعروف گُلبنڑ شَرِیف میں جس مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کاٹا تھا۔اس مقام پر ہر جمعرات کی رات ایسی روشنی ظاہر ہوتی کہ سارا علاقہ اس روشنی سے روشن ہوجایا کرتا تھا۔ ۲ اگرچہ آج ایسی صورتحال نہیں، تاہم آپ کی بے شمار کرامات عوام وخواص میں مشہور ومعروف ہیں۔ u/c باڈی شنگلی کی موجودہ مرکزی جامع مسجد کے جنوب مشرق میں جو زمین ہے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت تھی۔آپ کے خدام ورفقاء یہاں دن کو کھیتی باڑی کرکے اپنی معاش کا سامان مہیا کیا کرتے تھے۔ایک دن خدام کھیتی باڑی کررہے تھے کہ مغرب کا وقت قریب ہوگیا اور آپ بھی گُلبَند شَرِیف سے چل کر خدام ورفقاء کے پاس کھیتوں میں جا پہنچے۔دیکھا کہ کام کافی ہے اور ٹائم کم کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عصا زمین پر مارا اور عصا کے اوپر ہاتھ اور ہاتھ کے اوپر تھوڑی (کھاڈی) رکھ کر کھڑے ہو گئے۔مریدین ورفقاء کھیتی باڑی کرنے میں مشغول رہے یہاں تک کہ کام پورا ہوا۔آپ نے حکم ارشاد فرمایا اپنے اپنے اوزار سنبھالو۔جب تمام لوگ اپنے اپنے اوزار لئے آپکے پاس جمع ہوئے اور عرض کرنے لگے۔حضور اب ہمیں چلنا چاہیے تو آپ نے فرمایا سب گھر (گُلبَند شَرِیف) جانے کے لئے تیار ہو؟ تو لوگوں نے بیک زبان ہاں میں جواب دیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب عصا مبارک سے ہاتھ اور تھوڑی کو اٹھایا تو ہر طرف بالکل اندھیرا چھا گیا۔مریدین ورفقاء حیران و پریشان ہوئے تو موصوف نے مریدین کے استفسار پر فرمایا۔جب میں یہاں حاضر ہوا تھا تو سورج غروب ہونے کے قریب تھا جبکہ کام ابھی باقی تھا۔اس وجہ سے مجھے تھوڑی دیر کے لئے آپ کے پاس ٹھہرنا پڑا۔تاکہ آپ روشنی میں اپنے اپنے کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں۔اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی چونکہ

ا مولانا محمد ایوب وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

۲ مولانا محمد ایوب، والد مؤلف کتاب وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

آپ اپنے اپنے کام نپٹا چکے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ٹائم کافی بیت چکا ہے چلو اب گلبند شریف چلیں اور نماز وہاں پر ہی ادا کریں گے۔ مریدین ورفقاء آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر رشک کرنے لگے۔ ۱؎

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر کوڑھ اور چمبل کے مریض شفاء کی غرض سے آج بھی حاضر ہوتے ہیں مولانا حافظ محمد زاہد بن مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد (گلبند شریف) کے بیان کے مطابق گاؤں بھگوڑہ کی دو خواتین موصوف کے مزار پر حاضر ہوئیں۔ ان سے میں (زاہد) نے استفسار کیا کہ آپ یہاں (اس مزار پر) کس غرض سے حاضر ہوتی رہتی ہیں؟ تو وہ دونوں خواتین فرمانے لگیں۔ اس مزار کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر کوئی چمبل کا مریض اور جس کے گھٹنوں میں درد ہو وہ اگر اس مزار پر حاضری دیکر اللہ کریم کی بارگاہ میں شفایابی کی دعا کرے تو اللہ مجدہ الکریم اس مریض کو صحت کاملہ عطا فرماتا ہے۔ سبحان اللہ حضرت اسماعیل بابا (المعروف چھری والا بابا) صائم الدھر، شب بیدار، انتہائی راست گفتار، متواضع، منکسر المزاج، سخی، قلب سلیم مخلوق خدا پر شفقت کرنے والے، ہر وارد وصادر پر رحمدلی کرنے والے بزرگ تھے۔ ۲؎

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں علماء، فضلاء، حفاظ اور صاحبان دولت وحکومت ہیں۔ عوام میں اور خصوصاً وادی تناول علاقہ بانڈی شنگلی، گلی رحمکوٹ، اور مردان میں آپ کی اولاد کو بڑی قدر و منزلت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ موصوف کاتب الحروف کی ساتویں پشت میں جد امجد ہیں۔

حضرت اسماعیل بابا کا مزار ضلع مانسہرہ تحصیل اوگی علاقہ تناول کے معروف گاؤں چمراسی کے مغرب میں چھری شریف کے مقام پر مرجع انام ہے آپ کے مزار کی یہ حقیقت ہے کہ

۱؎ بروایت مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان، تاج محمد بن احمد (گاؤں داڑوں) نواب شاہ بن احمد (گاؤں سیری صاحب خان) وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

۲؎ بروایت والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان، عم محترم علامہ قاضی محمد اسماعیل وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

مزار مقدس پر حاضر ہونے والا اپنے دل میں جلال و جمال کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ بندہ ناچیز کو بارہاں آپکے مزار مقدس پر حاضری اور فاتحہ خوانی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اب بھی کوئی ذہنی الجھن، یا پریشانی لاحق ہوتی ہے تو آپ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے مولیٰ کریم کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں تو اللہ کریم میری پریشانی کو دور فرما دیتا ہے۔ اپر تناول میں پہل شریف کے بعد سب سے بڑی گدی یہی گدی ہے۔ آپ علاقہ تناول کی عظیم روحانی شخصیت تھے۔ اللہ کرے آپکے مزار پر انوار پر بار بار حاضری کا موقع ملتا رہے۔

مناظر یگانہ علامہ **قاضی محمد اسماعیل** رحمۃ اللہ علیہ [1]

بن علامہ قاضی عبد المستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ قدست اسرارھم

معقول و منقول کے متبحر فاضل، بے مثل مناظر علامہ قاضی محمد اسماعیل بن قاضی

عبد المستعان قدست اسرارھما غالباً ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۵ء میں وادی تناول کی مشہور u/c شیر گڑھ کے موضع رحمکوٹ گاؤں گلی شریف میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ آپ کے والد اور جد اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ قاضی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد گرامی علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں تحصیل اوگی گاؤں بیلیاں کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے علاوہ سنگل کوٹ بٹل ہروڑ بٹل کے قاضی صاحبان سے بھی اکتساب فیض حاصل کیا۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں داخل ہوئے اور سند فراغت حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تین سال تک جامعہ نعمانیہ لاہور میں ہی قابل ستائش تدریسی خدمات انجام دیں پھر والد گرامی کے حکم سے اپنے آبائی گاؤں گلی رحمکوٹ میں ہی درس و تدریس اور امامت کے فرائض سر انجام دینے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک درویش اور متقی انسان تھے۔ آپ بہترین مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم خطیب بھی تھے۔ تقریباً بارہ سال تک کراچی میں اپنے سحر بیان انداز سے لوگوں کے دلوں کو نور ایمان سے جگمگاتے رہے۔ کراچی شہر کے علاوہ بھی آپ نے مختلف مقامات پر امامت، خطابت کے فرائض سر انجام دیے۔ علامہ محمد اسماعیل قدس سرہ السامی کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ تقریر فرماتے تو دلائل کے انبار لگا دیتے، میدان مناظرہ میں ایسی زوردار گفتگو فرماتے کہ فریق مقابل تاب مقابلہ نہ لاتے ہوئے چلتے بنتے۔ تحصیل اوگی کے مشہور" دیوبندی خطیب " سے گاؤں شمدھڑہ میں مسئلہ " حیلہ اسقاط " پر گفتگو ہوئی اور دلائل قاہرہ سے اہل سنت و جماعت کا موقف ثابت کیا۔ بالآخر خطیب مذکور کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی اس گفتگو کے عینی شاہدین سے سنا ہے کہ آپ نے ایسی عالمانہ گفتگو فرمائی کہ خطیب موصوف جنازہ پڑھنے کے قابل بھی نہ رہا اور جنازہ پڑھنے سے قبل ہی اپنے گھر کی طرف چلتا بنا۔ اس

۱۔ حضرت راقم الحروف کے عم محترم تھے

مناظرے کی روائیداد عم محترم علامہ قاضی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ کے علاوہ حضرت پیر سید غلام مصطفی شاہ گیلانی دامت برکاتہم العالیہ واہ کینٹ اور دیگر کئی بزرگوں سے بھی سنی ہے۔ اس مناظرے کے عینی شاہدین آج بھی علاقہ تناول اور تحصیل اوگی کے مختلف گاؤں میں بقید حیات ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ خطیب موصوف اپنے حلقہ احباب میں "خطیب شمدھڑہ" کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ اس طرح تحصیل حویلیاں کے کسی گاؤں میں اہلحدیث عالم سے ''رفع یدین'' پر مناظرہ ہوا۔ جس میں اہلحدیث عالم کو بھی راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ بڑے بڑے مناظر آپ کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ جو لوگ آپ کو جانتے وہ تو کبھی سامنے آنے کی جرأت و غلطی نہیں کرتے البتہ جو ناواقف ہوتا وہ یہ غلطی کرکے پچھتا تا رہتا۔ اگرچہ آپکے بے شمار مناظرے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں آپ کو کامیابی سے ہمکنار بھی کیا۔ تاہم پھر بھی اکثر بندہ ناچیز سے فرمایا کرتے تھے بیٹا! مناظرہ کرنے سے مقصود "حق کا اظہار" ہونا چاہیے نہ کہ اپنی برتری ظاہر کرنا۔ زمانہ طالب علمی [1] میں راقم الحروف نے وادی تناول کے مشہور گاؤں ''میرا کلاں'' کے قریب ایک دیوبندی عالم کے مناظرے کا چیلنج قبول کیا۔ موضوع تھا ''دعا بعد نماز جنازہ'' [2] وقت مقررہ پر راقم کتب لے کر ''میرا کلاں'' کی سرزمین پر پہنچا۔ کافی انتظار کے باوجود مولانا موصوف کو محفل مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بندہ ناچیز نے مذکورہ مقام پر تقریباً دو گھنٹے تقریر کی اور ادلہ اربعہ سے اہل سنت و جماعت کا موقف پیش کیا۔ جب یہ اطلاع عم محترم مناظر یگانہ علامہ قاضی محمد اسماعیل قدس سرہ العزیز کو پہنچی تو آپ نے نہایت مسرت کا اظہار کیا اور فرمانے لگے۔ بیٹا! سنا ہے آپ بھی میدان مناظرہ کے شہسوار بن گئے ہو تو سنو کبھی کسی مناظر کے نام یا شہرت سے خائف مت ہونا بلکہ ہمیشہ حق اور سچ کی بات کرنا اور اسی پر ڈٹ جانا۔ ان شاء اللہ ہر جگہ فتح آپ کا مقدر بنے

---

[1] جولائی ۲۰۰۱ء کی کوئی تاریخ تھی۔

[2] اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ

گی۔پھر مذکورہ واقعہ (گاؤں شمدھڑہ،اوگی والا) سنایا جس کو راقم نے اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر لیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عربی اور فارسی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔اکثر کاتب الحروف سے دوران گفتگو دونوں زبانوں میں بلاتکلف شعر کہتے تھے۔راقم الحروف کو چونکہ وادی تناول کے مختلف مقامات پر محافل ومجالس اور پروگراموں میں تقریر کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔اس وجہ سے علامہ موصوف مجھے پیار سے" پروگرامی" کہتے تھے۔آپ کی حیات میں بھی اکثر پروگراموں میں حاضری کا شرف ملتا اور الحمداللہ آج بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے لیکن اب مجھے پیار بھرے لہجے میں" پروگرامی" کہنے والی یہ شخصیت داغ مفارقت دے چکی اناللہ و انا الیہ راجعون۔

قاضی موصوف نے طویل عرصہ تدریس میں سینکڑوں تشنگان علم کو سیراب کیا۔بلاتفریق مسلک (دیوبندی،سنی) سب کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔سردست جو حضرات معلوم ہوئے ان کے اسماء پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔مولانا عزیز الرحمان (گلی شریف) جو علامہ کے بھائی ہیں۔

۲۔مولانا عبدالرحمن (رگ رحمکوٹ)

۳۔مولانا محمد یعقوب (ملکانہ تناول)

۴۔گاؤں جمیڑی کے مولانا (نام معلوم نہ ہوسکا)

۵۔مولانا نور محمد (بائی بالا باڈی شنگلی)

۶۔مولانا عبدالرزاق (سیری بیربٹ)

۷۔مولانا محمد سعید (بائی بالا) جو آج کل گاؤں کنگڑ میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درس وتدریس کی مشغولیت کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا وقت نہ مل سکا۔آپ کا وصال ۲۱ جولائی ۲۰۱۲ء بمطابق ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بروز منگل کو ہوا۔آپ کی نماز جنازہ تحصیل اوگی اہلسنت و جماعت کے صدر علامہ محمود شاہ رضوی نے

پڑھائی۔ ۱

علامہ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء وعوام نے شرکت کی۔آپ کے صاحبزادے علامہ گل رزاق صدیقی صاحب کے بیان کے مطابق اسی یا پچاسی سال کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ علامہ کا جنازہ تناول کی سطح پر نواب آف تناول کے جنازے کے بعد تناول کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔نماز جنازہ کے بعد حیلہ اسقاط کیا گیا جس میں ۱۸۹،افراد نے شرکت کی۔ ۲

آپ کی بیماری کی اطلاع ملتے ہی راقم الحروف ایبٹ آباد سے اپنے آبائی گاؤں گلی شریف گیا اور زندگی کے آخری ایام میں بھی بندہ ناچیز کو آپ کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ علامہ قاضی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے قریب ہی بڑی زیارت والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔وقتاًفوقتاًراقم کو آپ کی قبر پر فاتحہ خوانی کا موقع ملتا رہتا ہے بقول شاعر! ؎

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

مولانا محمد ایوب

بن قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی بر اللہ (قدست اسرارھم)

مولانا محمد ایوب نے ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۳ء کو وادی تناول کے مشہور گاؤں چمراسی میں ''گلبند شریف'' کے مقام پر مجاہد اہلسنت حضرت علامہ قاضی عصمت اللہ نور اللہ مرقدہ

---

۱ افسوس کہ ۲۰۱۵ء میں آپ نماز مغرب پڑھا کر گھر جا رہے تھے کہ گھر کے قریب عقب میں بیٹھے ہوئے نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

۲ آپ کے حالات وکوائف میں آپ کے صاحبزادے مولانا گل رزاق صدیقی نے تعاون کیا راقم ان کا شکرگزار ہے

کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم والدگرامی سے گھر پر حاصل کی جو اپنے دور کے جید عالم دین تھے۔

والد گرامی سے قرآن مجید،اور فارسی کی کچھ کتب،اور فقہ کی کنزالدقائق پڑھنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چھچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک کے لئے رخت سفر باندھا۔ بعدازاں پرملیاں حیدرا، جلالیہ، ولیسہ، کیمل پور، شاہ منصور، سمہ اور بام خیل صوابی میں مختلف مساجد و مدارس میں رہ کر اپنے وقت کے اجلّہ علماء سے فیض اکتساب کیا مگر کسی خاص مدرسے میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔

چنانچہ آپ خود رقم طراز ہیں!

مختلف درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی مگر خاص کسی مدرسے سے فارغ التحصیل یعنی دورہ حدیث کرنے کا موقع نہیں ملا۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ!

میں (مولانا محمد ایوب) نے دورہ تفسیر القرآن مسلسل دو سال ''شیخ القرآن'' مولانا غلام اللہ خان (راولپنڈی) سے جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں پڑھا۔ ۱

درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد موصوف نے مختلف اوقات میں مختلف مقامات مثلاً ہری پور، فاروقیہ ٹیکسلا، ٹینڈ کی رحمکوٹ اور اپنے آبائی گاؤں چمراسی میں امامت کے فرائض سرانجام دیے۔آج کل آپ اپنے آبائی گاؤں چمراسی ''گلبند شریف'' میں اپنے بیٹے حافظ محمد مسکین (پیش امام چمراسی) کے ہاں زندگی کی باقی بہاریں گزار رہے ہیں۔آپ کے مزاج میں جلال کا پہلو نہایت واضح اور عیاں ہے۔راقم کی گاہے بگاہے موصوف سے ملاقات ہوتی رہتی ہے

---

۱ مکتوب مولانا محمد ایوب (گلبند شریف) بنام راقم الحروف بروز ہفتہ ۴، اپریل ۲۰۱۷ء

علامہ مفتی محمد اقبال صدیقی ؒ

بن محمد فاروق بن غلام رسول بن مولانا مطیع اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ قدست اسرارھم

علامہ مفتی محمد اقبال صدیقی ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۸۵ء
میں u/c باڈی شنگلی کے مشہور و معروف گاؤں چمراسی بمقام ''گلبند شریف'' میں محمد فاروق
کے گھر پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام محمد اقبال رکھا آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ

عنہ سے نسبت ارادت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ صدیقی کا اضافہ کیا چنانچہ آپ کا پورا نام محمد اقبال صدیقی ہوگیا۔ ناظرہ قرآن اپنے ماموں حافظ وقاری محمد مسکین (امام مسجد چمراسی) سے پڑھا اور گورنمنٹ ہائی سکول باڈی شنگلی میں چھٹی کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ بعد از اں ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۷ء کو دارالعلوم نصرۃ العلوم (گوجرانوالہ) میں داخل ہوئے جہاں مڈل (آٹھویں) کا امتحان اور ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں!

ابتدائی تین سال وہیں (نصرۃ العلوم میں) تعلیم حاصل کی اور مدرسہ کے بانی مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کے گھر کی خدمت کا موقع بھی ملتا رہا جس کی وجہ سے صوفی صاحب بہت پیار محبت اور شفقت فرماتے تھے، یہ میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس کے ساتھ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صبح درس قرآن دیتے تو درس میں بھی مکمل شرکت کی سعادت نصیب ہوتی۔ مجھے (اقبال صدیقی کو) حضرت کی شاگردی کی نسبت بھی نصیب ہوئی جو کہ میرے لئے بہت فخر کی بات ہے۔ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل ہوا ان میں مولانا فیاض خان سواتی، مولانا ریاض خان سواتی مولانا عبدالرحیم، مولانا ظفر اقبال، مولانا نعمت اللہ اور ایک کتاب مولانا زاہد الراشدی سے بھی پڑھنی نصیب ہوئی۔ [۲] آپ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۲ء میں نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے جامعہ فریدیہ E-7 اسلام آباد میں داخل ہوئے اور ۲ سال تک یہاں جامعہ فریدیہ میں مولانا طارق سعید، مولانا شاہ عبداللہ، مولانا عبدالقیوم، مولانا عبدالغفار، مولانا عبدالباسط اور مولانا فضل اللہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعد از اں اعلیٰ درجات کی تعلیم کے حصول کے لئے کراچی مدرسہ احسن العلوم گلشن اقبال اور پھر جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں داخل ہوئے۔ تین سال تک مسلسل مدارس کی سالانہ چھٹیوں میں مفتی زورلی خان سے دورہ تفسیر القرآن کیا۔ بالآخر ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۷ء میں مولانا عبداللہ ہزاروی، مولانا محمد قاسم، مفتی محمد

---

[۱] حضرت راقم کے ماموں زاد بھائی ہیں

[۲] مکتوب مولانا محمد اقبال صدیقی (ٹیکسلا پنجاب) بنام راقم الحروف ۲۹ جنوری ۲۰۱۷ء بروز اتوار

قمر، مفتی نورالدین، مولانا مظہر، مولانا صدیق، مفتی عاصم، مولانا ذوالفقار اور مولانا غلام محمد سے درس نظامی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی سے وفاق المدارس پاکستان سے ''الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ'' کا امتحان دے کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ نے دوران طالب علمی بہت سے تقریری مقابلوں میں حصہ لیا اور نمایاں پوزیشنیں حاصل کیں۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ اسلامک سٹوڈنٹس ضلع ملیر اور بعد میں کراچی ڈویژن کے ذمہ دار رہے اور فراغت کے بعد مستقل طور پر اہلسنت والجماعت (دیوبند'' احمد لدھیانوی گروپ " ہزاروی) کے ساتھ منسلک رہے ہیں۔ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۷ء میں فراغت کے بعد گوجرانوالہ کے قصبہ گوناعور، سادھوکی میں تقریباً ۲ سال تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور پھر مولانا عبدالواحد رسولنگری کی وساطت سے تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے قصبہ کل باجوہ میں مدرسہ انوارمدینہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ انوارمدینہ میں اصول الشاشی، تفسیر القرآن، ہدایہ اور بنات کو ترمذی شریف پڑھاتے رہے۔ بعدازاں تحصیل پسرور سے دوبارہ شیخ رجادہ پسرور روڈ ضلع گوجرانوالہ منتقل ہوئے اور امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے ساتھ اہلسنت والجماعت (دیوبندی) نندی پور ٹاؤن کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر فائض رہے۔ پھر اہلسنت والجماعت (دیوبندی لدھیانوی گروپ، ہزاروی) تحصیل ٹیکسلا کے ذمہ داران کے اصرار پر تحصیل ٹیکسلا موضع کولیاں میں سکونت اختیار کی۔ جہاں مدرسہ اصحاب صفہ اور جامع مسجد قباء کولیاں میں امامت، خطابت اور مدرسے کا انتظام وانصرام سنبھالے ہوئے ہیں۔ تحصیل ٹیکسلا اہلسنت والجماعت (دیوبندی لدھیانوی گروپ، ہزاروی) کے صدر اور اہلسنت دیوبند کونسل تناول کے سینئر نائب صدر کی ذمہ داری بھی آپ کے پاس ہے۔ موصوف کی تالیفات میں شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شیعہ سنی اختلاف " وغیرہ رسائل شامل ہیں۔ تاہم وسائل کی کمی کی وجہ سے ابھی تک منصہ شہود نہیں ہو سکے۔ ان کے تلامذہ میں سے چند ایک کہ اسماء یہ ہیں!!

۱۔ مولانا محمد ریاض، بٹگرام/ فاضل جامعہ مدینہ چوبرجی لاہور

۲۔مولانا محمد عمر شاہ ،بٹگرام/ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

۳۔مولانا قاری محمد فرحان، رحیم یار خان/ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

۴۔مولانا محمد خالد، نارووال

۵۔مولانا محمد زین، پسرور سیالکوٹ

۶۔مولانا ابو بکر، پسرور سیالکوٹ

آپ ازدواجی زندگی میں ۲۰ فروری ۲۰۰۴ء میں منسلک ہوئے۔موصوف کے چار فرزند ہیں جن کے اسماء علی الترتیب یہ ہیں۔

1۔محمد عمر اقبال 2۔محمد حسن اقبال 3۔محمد علی اقبال 4۔محمد عثمان اقبال۔

آجکل آپ جامع مسجد کولیاں میں امامت وخطابت اور مدرسہ اصحاب صفہ کا انتظام وانصرام سنبھالے ہوئے ہیں۔ساتھ اہلسنت والجماعت (دیوبند "احمد لدھیانوی گروپ) تحصیل ٹیکسلا کے صدر اور اہلسنت دیوبند کونسل تناول کے نائب صدر کے عہدے پر بھی (تادم تحریر) فائز ہیں۔ ؎

مولانا محمد ایوب

بن محمد داؤد بن علامہ حافظ غلام محمود بن مولانا غلام یحییٰ بن علامہ محمد حسین قدست اسرارھم

مولانا محمد ایوب ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲ جنوری ۱۹۶۷ء کو محلہ برہ زئی تحصیل حضرو ضلع اٹک میں محمد داؤد کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول برہ زئی میں اور میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول غورغشتی سے پاس کی بعد ازاں پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہوگئے مگر افسوس کہ ایک سال بعد ہی شرعی وجوہات کی بناء پر کورٹ مارشل ہو کر

؎ حالات وکوائف صدیقی صاحب نے خود تحریر فرما کر ارسال کیے

جیل چلے گئے ۔قبل از اں تجوید ’’دعوت اسلامی‘‘ کے مدرسے میں شروع کر دی تھی جیل میں انڈیا کے ایک عالم دین سے تجوید کی تکمیل کی ۔جیل سے رہائی کے بعد ’’بن گئی‘‘ مدرسہ مفتاح العلوم میں ابتدائی کتب علامہ مفتی محمد امین الحق سے پڑھیں ۔ بعد از اں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے اہلسنت و جماعت کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ انوار رضا ڈھوک مٹکال پیرودھائی راولپنڈی میں داخل ہوئے اور یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے درس نظامی کی مروجہ کتب کی تکمیل فرما کر دورہ حدیث کیا ۔ فراغت کے بعد امامت ،خطابت اور مختلف موضوعات پر مختلف مقامات پر مناظرے کرتے رہے ۔اس ضمن میں کئی مرتبہ مخالفین کو شکست فاش دے چکے ہیں ۔آپ علم مناظرہ میں یدطولیٰ رکھتے ہیں ۔موصوف کے پاس چند قلمی مناظرے بھی محفوظ ہیں کاتب الحروف کو عندالملاقات (میٹھی مسجد بہادر خان ضلع اٹک میں) قلمی نسخوں کو جستہ جستہ مقامات سے پڑھنے کا موقع ملا ہے ماشاء اللہ انداز تحریر و استدلال بڑا پیارا ہے ۔موصوف آجکل فرقہ باطلہ کے خلاف تقریری و تدریسی طور پر ’’میٹھی مسجد بہادر خان ضلع اٹک‘‘ میں جہاد فرما رہے ہیں ۔الحمداللہ راقم کے موصوف سے بڑے گہرے اور مخلصانہ روابط ہیں گاہے بگاہے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے ۔ ۱

مولانا محمد اسحاق

بن مولانا عبدالغفار بن عبداللہ بن غلام اللہ بن مولانا سراج الدین قدست اسرارھم

مولانا محمد اسحاق نے ۱۳۶۴ھ بمطابق ۱۹۴۵ءکو u/c بانڈی شنگلی کے مشہور و معروف گاؤں ڈنہ میں علامہ عبدالغفار مرحوم کے گھر آنکھ کھولی ۔ابتدائی تعلیم گھر پر والدمحترم سے ہی حاصل کی ۔ بعد از اں نمی گھڑی اور تحصیل اوگی کی عظیم دینی درسگاہ گاؤں بیلیاں میں مولانا سعید الرحمان المعروف خطیب صاحب سے کچھ عرصہ پڑھتے رہے ۔مگر زبان میں

---

۱ حالات وکوائف موصوف نے عندالملاقات خود لکھوائے ۔

لکنت ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کا حصول ممکن نہ ہوسکا۔ موصوف مکمل فارغ التحصیل نہیں۔ لیکن مطالعہ کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کرتے ہوئے امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھا رہے ہیں۔ موصوف کافی عرصہ اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں بھی امامت کرواتے رہے۔ اور تقریباً ۱۴ سال سے کھیت (کملوڑیاں) گاؤں میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ؎

مولانا اعجاز احمد

بن فقیر زمان بن شیر زمان بن کوکا بن عمران

مولانا حافظ وقاری اعجاز احمد ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ بمطابق ۶، اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ u/c بانڈی شنگلی کے گاؤں ڈمکہ میں فقیر الزمان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول چمراسی سے حاصل کی۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول بانڈی شنگلی میں داخلہ لیا۔ جہاں چھٹی کلاس پاس

؎ معلومات کی فراہمی میں آپ کے بھائی مولانا خطاب گل نے تعاون کیا

کرنے کے بعد کراچی چلے گئے۔کراچی میں ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء تک سکونت اختیار کی جہاں مدرسہ گلزار مدینہ میں حفظ وتجوید کے ساتھ ساتھ کراچی بورڈ سے میٹرک کا امتحان بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء میں ہی اپنے آبائی گاؤں ڈمکہ واپس آئے اور پھر ہزارہ ڈویژن کی مشہور ومعروف دینی درس گاہ دارالعلوم ضیاء القرآن بازار گے اوگی ضلع مانسہرہ سے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت ”حفظ وتجوید“ کا امتحان دے کر سند حاصل کی۔ ۱۴۳۱ھ میں ہی باقاعدہ طور پر درس نظامی کی کتب ”دارالعلوم ضیاء القرآن بازار گے اوگی میں پڑھنی شروع کیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا سفر بھی جاری رکھا اور ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۲ء میں Abbottabad بورڈ سے F-A ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۰۱۵ء میں ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ سے بی اے اور ساتھ ساتھ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے P-T-C کورس کی تکمیل کی۔ ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۰۱۶ء میں ہزارہ یونیورسٹی سے M-A پریوس یعنی سال اول کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ ۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۰۱۷ء میں دارالعلوم ضیاء القرآن بازار گے اوگی سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر ”تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان“ سے ”الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ“ کا امتحان دے کر سند الفراغ وفضیلت حاصل کی۔ جنوری ۲۰۱۷ء میں Allama Iqbal Open University سے بی۔ ایڈ کا امتحان دے کر سند حاصل کی۔ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت دورہ حدیث میں آپ نے ایک مقالہ بعنوان ”ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت قرآن اور قانون میں“ بھی لکھا ہے۔ مروجہ علوم سے فراغت کے بعد آپ جامع مسجد بہار مدینہ کیر بائی اوگی ضلع مانسہرہ میں درس وتدریس اور امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھا رہے ہیں موصوف نے جن اساتذہ کے سامنے زانو تلمذ طے کیا ان میں مولانا مفتی محمد ادریس صابری، مولانا مفتی محمد شاکر ضیائی، مولانا خائستہ گل اور مولانا عبدالغفار کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ۱

مولانا محمد اقبال جمیل

بن عبدالجمیل بن محمد صدیق بن بہرام دین بن فقیر

مولانا حافظ وقاری محمد اقبال جمیل وادی تناول کے مشہور علاقے باندی شنگلی کے گاؤں چمراسی میں ۴ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ بمطابق ۳ جنوری ۱۹۸۹ء بروز منگل کو عبدالجمیل کے گھر پیدا ہوئے۔ عصری تعلیم کی ابتداء گورنمنٹ پرائمری سکول باندی شنگلی سے کی۔ بعد ازاں مڈل (آٹھویں کلاس) تک ہائی سکول جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔ موصوف نے ۲۱ شوال ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۹ جنوری ۲۰۰۰ء حفظ القرآن کا آغاز جامعہ مدینۃ

۱؎ موصوف نے عندالملاقات اپنے حالات وکوائف خود تحریر فرما کر دیے

العلم فاروق آباد چھٹہ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ سے کیا اور حفظ کی تکمیل مدرسہ تحفیظ القرآن جناح کالونی فیصل آباد میں کی۔ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء سے ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۶ء تک تجوید وقراءت اور درس نظامی کی ابتدائی کتب جامعہ دار العلوم اسلامیہ لاہور میں پڑھیں۔ بعد ازاں متوسط اور اعلیٰ درجات کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ حمادیہ کراچی میں داخل ہوئے۔ بالآخر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۰۱۴ء میں جامعہ حمادیہ کراچی میں دورحدیث پڑھ کر وفاق المدارس پاکستان سے ''الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ'' کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۶ء جامعہ طیبہ تعلیم القرآن بانڈی شنگلی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ میں مقامی طلباء کو ناظرہ اور حفظ القرآن پڑھاتے ہوئے تدریس کا آغاز کیا۔ اور ساتھ First Time پاک تناول پبلک سکول بانڈی شنگلی میں عصری تعلیم کی دولت سے طلباء کو روشناس کرا رہے ہیں۔ موصوف M-S-O کراچی ڈویژن کے نائب ناظم بھی رہ چکے ہیں اور اہلسنت دیوبند کونسل تناول کے بطور سیکرٹری کے عہدے پر بھی کچھ عرصہ کام کرتے رہے ہیں۔ موصوف نے جن اساتذہ کے سامنے زانوتلمذ طے کیا۔ ان میں:

۱۔ قاری حبیب اللہ، مدرس جامعہ مدینۃ العلم فاروق آباد چھٹہ تحصیل اوگی

۲۔ قاری احمد میاں ثانوی، مدرس دار العلوم اسلامیہ لاہور

۳۔ قاری نور محمد قادری، مدرس دار العلوم اسلامیہ لاہور

۴۔ مولانا مفتی حبیب احمد، جامعہ انوار القرآن کراچی

۵۔ مولانا مفتی حماد اللہ وحید، جامعہ انوار القرآن کراچی

۶۔ مولانا ذوالفقار، جامعہ حمادیہ کراچی

۷۔ مولانا عبداللہ ہزاروی، جامعہ حمادیہ کراچی

۸۔ مولانا صدیق، جامعہ حمادیہ کراچی

۹۔ مولانا مفتی نور الدین جامعہ حمادیہ کراچی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ؎

ا کوائف موصوف نے خود تحریر فرما کر ارسال کیے

مولانا مفتی انوار الحق

بن مولانا عبدالمعبود بن مولانا عبدالقیوم بن مولانا عبدالمنان بن عبدالعزیز

مولانا مفتی انوار الحق ۷ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۴ جولائی ۱۹۸۶ء بروز سوموار کو کلالہ اکازئی ضلع تورغر (کالا ڈھاکہ) میں مولانا عبدالمعبود کے گھر پیدا ہوئے۔ناظرہ قرآن گھر پر والد گرامی سے ہی پڑھا۔حفظ قرآن مدرسہ مدینۃ العلوم ناظم آباد بلاک A کراچی میں مکمل کیا۔ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۱ء میں حفظ کی تکمیل کرنے کے بعد خامسہ تک درس نظامی کی مروجہ کتب مدینۃ العلوم کراچی میں مولانا حسن ،مولانا حسین ،مولانا جمال ،مولانا نورالدین

اور مولانا بدر عالم سے پڑھیں ۔ بعد ازاں ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۱۰ء میں دارالعلوم کراچی میں مفتی تقی عثمانی، مفتی رفیع عثمانی، مفتی محمود اشرف، مفتی عبدالرؤف سکروی سے دورہ حدیث پڑھ کر وفاق المدارس پاکستان سے" الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دیکرسند الفراغ حاصل کی ۔ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۱ء میں دارالعلوم سعیدیہ اوگی ضلع مانسہرہ میں تخصص فی الفقہ یعنی مفتی کورس کے لئے داخلہ لیا۔ اور مولانا غنی احمد، مولانا مفتی ریاض اور مولانا سعید الرحمن (الخطیب) سے مزید پڑھ کر فن افتاء کورس کیا۔ مفتی کورس کی تکمیل کرنے کے بعد آپ " تاشقند کوٹ " اوگی میں امامت اور دار العرفان مسجد اوگی میں تدریس کروارہے ہیں جو تادم تحریر جاری ہے ۔ ؎

مولانا انورزیب

بن نورغلام بن عبدالزمان بن مہربان بن پنو بابا بن رحم الدین بن مراد اللہ

مولانا انورزیب ۲۲ شوال ۱۳۸۹ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو u/c باندی شنگلی کے گاؤں " پوریاں " میں نورغلام کے گھر پیدا ہوئے ۔ ناظرہ قرآن پاک والدہ محترمہ سے گھر پر پڑھا اور ابتدائی تعلیم پرائمری سکول باندی شنگلی میں حاصل کی ۔ ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء میں جامعہ محمودیہ کراچی میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۹۸۷ء میں حفظ کی تکمیل کی ۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد جامعہ محمودیہ کراچی میں ہی درس نظامی کی ابتدائی کتب ۱۴۰۸ھ

؎ معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا ممنون ہے

بمطابق ۱۹۸۸ء اور ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۹ء میں مولانا اعظم طارق (سربراہ S-S-P) اور مولانا مدنی سے پڑھیں۔ پھر ایک سال جامعہ ربانیہ قصبہ کالونی کراچی میں مولانا نورالھدیٰ سے ثالثہ کی مروجہ کتب پڑھیں۔ بعد ازاں مولانا مفتی رشید احمد کی خدمت کی غرض سے دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر ۴ کراچی میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث تک کی کتب موصوف ہی کے قائم کردہ جامعہ میں ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۰۰۰ء میں پڑھ کر وفاق المدارس پاکستان کے تحت" الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر فراغت حاصل کی۔ علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ جامعہ ضیاء العلوم مجاہد کالونی کراچی میں تقریباً آٹھ سال تک طلباء کو علم کی دولت سے روشناس کراتے رہے۔ اور FIRST TIME الرشید ٹرسٹ کراچی میں دفتری کام بحسن خوبی سرانجام دیتے رہے۔ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۸ء میں الرشید ٹرسٹ پر گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے پابندی عائد کی گئی۔ تو مفتی رشید احمد نے معمار ٹرسٹ کے نام سے نیا ادارہ قائم کیا۔ آپ کی محنت ولگن کی وجہ سے نئے ادارے کی دفتری ذمہ داری بھی آپ کو تفویض کی گئی جس کو آپ نے بخوشی قبول کیا اور معاش کے لئے پراپرٹی کی طرف متوجہ ہوئے جو تادم تحریر جاری ہے۔ ۱؎

مولانا تاج الرحمن

بن عبدالغنی بن مولانا عبدالقاسم بن مولانا عبدالمنان بن عبدالعزیز

مولانا تاج الرحمن بن عبدالغنی ۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۳ فروری ۱۹۸۵ء بروز ہفتہ u/c بانڈی شنگلی کے گاؤں سُنج میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ ابتدائی عصری تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول سُنج میں حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۴ء میں گورنمنٹ ہائی سکول بانڈی شنگلی سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے علم دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں جامعہ سعیدیہ اوگی میں داخل ہوئے اور فیض اکتساب

۱؎ کوائف موصوف نے فون پر لکھوائے راقم آپ کا ممنون ہے۔

کرتے رہے بالآخر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۰۱۳ء میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر وفاق المدارس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔آپ کے اساتذہ میں

مولانا سعید الرحمن (الخطیب)، مولانا مفتی حفیظ الرحمن

مولانا تاج اللہ، مولانا شاد محمد، مولانا مفتی ریاض

مولانا گل شیر اور مولانا غنی احمد کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

گزشتہ چند سالوں سے موصوف سعودی عرب میں اقامت اختیار کیئے ہوئے ہیں اور وہاں تحفیظ القرآن کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ ۱

۱ آپ کے چچازاد بھائی مولانا عبدالسلام نے معلومات فراہم کیں

مولانا محمد جہانزیب

بن فقیر زمان بن شیر زمان بن کوکا بن عمران

مجاہد اہلسنت مولانا محمد جہانزیب ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ بمطابق یکم مئی ۱۹۷۴ء کو وادی تناول کی مشہور u/c بانڈی شنگلی کے گاؤں ڈمکہ میں محمد فقیر زمان کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول بانڈی شنگلی سے حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں گورنمنٹ ہائی سکول اوگی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔میٹرک کے بعد آپ نے اپنی زندگی کا ہدف علم دین بنایا اس لئے دار العلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی میں علامہ

مفتی عبدالعلیم ہزاروی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور موصوف کے پاس درجہ رابعہ تک کی مروجہ کتب بڑی محنت سے پڑھیں۔ بعد ازاں اہلسنت کی عظیم دینی درسگاہ ''دارالعلوم امجدیہ کراچی'' کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۸ء میں دورہ حدیث شریف شیخ الحدیث علامہ مفتی عبدالعلیم حنفی، مولانا اسماعیل رضوی، شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد قادری (مردان والے) اور شیخ الحدیث مولانا مختار احمد قادری سے پڑھ کر جامعہ امجدیہ کراچی سے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے ''الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ'' کے امتحان میں شرکت فرما کر اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ موصوف ادیب عربی، فاضل عربی اور عالم عربی کے امتحانات میں بھی شرکت کر کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور سندیں حاصل کیں۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد جامع مسجد مکہ اورنگی ٹاؤن کراچی میں پانچ سال، امامت، خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ موصوف بڑے محنتی اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والے علماء میں سے ایک ہیں۔ آپ صبح کے وقت سکول میں طلباء کو علم کی دولت سے روشناس کراتے ہیں۔ تادم تحریر المدینہ ماڈرن پبلک سکول اورنگی ٹاؤن کراچی میں بطور پرنسپل خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور عرصہ دس سالوں سے جامع مسجد گلزار مصطفی سرجانی ٹاؤن کراچی میں امامت و خطابت کے فرائض بحسن خوبی نبھا رہے ہیں۔ بندہ ناچیز جب ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۲ء میں "جانثاران مصطفی ﷺ کانفرنس" نشتر پارک کراچی میں ہزارہ ڈویژن کی نمائندگی کے لئے کراچی گیا تھا تو اس وقت موصوف کی مسجد میں بھی خطاب کرنے کا موقع ملا تھا۔ بڑی عالیشان مسجد ہے۔ امامت خطابت اور دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ علامہ صاحب قائد ملت اسلامیہ علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کے دست اقدس کے قائم کردہ ادارے" امام ابوحنیفہ "سرجانی ٹاؤن کراچی میں حفظ و ناظرہ اور ترجمہ و تفسیر بھی پڑھا رہے ہیں۔ ماشاءاللہ موصوف بڑی مصروف زندگی گزار رہے ہیں۔ راقم الحروف کے علامہ صاحب سے بڑے گہرے اور مخلصانہ روابط ہیں۔ [1]

۱ موصوف نے کوائف موبائل فون پر لکھوائے

مولانا حبیب اللہ حسینی

بن مولانا خائستہ خان بن مولانا محمد شریف بن گل سید بن پیر سید

مولانا حبیب اللہ حسینی مدظلہ نے ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۹۱ء بروز منگل وادی تناول کے علاقے باڈی شنگلی کے گاؤں جبڑ میں مولانا خائستہ خان کے گھر آنکھ کھولی۔ والدین نے آپ کا نام حبیب اللہ رکھا۔ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے نسبت ارادت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ حسینی کا اضافہ کیا۔ چنانچہ آپ کا پورا نام حبیب اللہ حسینی ہو گیا۔ موصوف نے ابتدائی عصری تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول نواں شہر میں محترم المقام جناب خطاب الرحمان (ڈنہ) والے سے حاصل کی۔ ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۸ء میں

گورنمنٹ ہائی سکول باڈی شنگلی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ درمیان میں ایک سال گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں بھی زیرتعلیم رہے۔سکول کے اساتذہ میں محترم المقام جناب الطاف الٰہی ،مولانا عبد الرزاق (شوشنی) مولانا محمد ریاض (رحمکوٹ) محترم جناب سلیم (ڈھیری گلی) محترم جناب اظہار (ملوکڑہ اوگی) کے اسماء نمایاں ہیں۔میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد علم دین کی طرف متوجہ ہوئے اور جامعہ منظور الاسلام (صدر چھاؤنی) میں ابتدائی دو سالوں کی کتب مولانا سیف اللہ خالد اور مولانا عبید الرحمان نعمانی سے پڑھیں۔قبل ازیں ناظرہ قرآن گھر پر والد محترم اور درس نظامی کی کچھ ابتدائی کتابیں شیخ القرآن والحدیث علامہ محمود شاہ رضوی قدس سرہ العزیز سے" جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی" میں پڑھ چکے تھے۔ [۱] بعد از اں ثالثہ کی مروجہ کتب جامعہ عثمانیہ آسٹریلیاں مسجد لاہور، رابعہ اور خامسہ کی مروجہ کتب جامعہ حنفیہ سراج العلوم نزد لاہور ہوٹل، لاہور پنجاب میں پڑھیں۔جامعہ نصرۃ الحق میں ایک سال گزارنے کے بعد اپنے علاقے وادی تناول کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ میرا کلاں دربند روڈ اوگی میں داخل ہوئے اور فیض اکتساب کیا۔ ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۰۱۶ء میں جامعہ انوار الاسلام ایبٹ آباد میں داخلہ لیا اور اسی ادارے سے سند فراغت حاصل کی۔ مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد اپنے آبائی اور جدی گاؤں جبڑ میں امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھارہے ہیں اور ساتھ ساتھ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۰۰۰ء میں سانحہ نشتر پارک کے بعد اہلسنت کی عظیم مذہبی، دفاعی اور سیاسی تحریک" پاکستان سنی تحریک" سے منسلک ہوئے۔آجکل PST تحصیل اوگی کے صدر ہیں اور ماشاء اللہ اپنے فرائض منصبی بڑی عمدگی سے نبھا رہے ہیں۔موصوف بڑے متحرک اور ذہین وفطین عالم دین ہیں اور بندہ ناچیز کے ساتھ بڑے گہرے اور مخلصانہ روابط ہیں۔تصنیف وتالیف کی طرف بھی جھکاؤ رکھتے ہیں۔"شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" کے عنوان پر ایک کتاب تصنیف فرما رہے ہیں میری دعا ہے کہ حبیب

---

[۱] افسوس کہ قبلہ محمود شاہ رضوی کو ۲۰۱۵ء میں نماز مغرب کے بعد گھر کے قریب عقب میں بیٹھے نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے شہید کر دیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ حسینی کی یہ کاوش جلد پایہ تکمیل کو پہنچے ۔موصوف نے جن حضرات کے سامنے زانو تلمذ طے کئے ان میں!!

۱۔شہید ناموس رسالت حضرت علامہ محمود شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی
۲۔شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۳۔علامہ مولانا حاجی محمد نقشبندی، جامعہ نعمانیہ لاہور
۴۔علامہ قاری محمد عثمان صدیقی، خطیب مرکزی جامعہ مسجد شیر گڑھ
۵۔مولانا قاضی مفتی نصر اللہ جان ہزاروی، جامعہ اسلامیہ رحمانیہ میرا کلاں
۶۔علامہ مفتی محمد طاہر خان، مانسہرہ
۷۔مولانا عبد الرحمان نعمان، جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور
۸۔مولانا مفتی ساجد لاہوری، جامعہ مسجد حنفیہ سراج العلوم لاہور
۹۔مولانا نعیم فاروقی، جامعہ عثمانیہ آسڑیلیاں مسجد لاہور
۱۰۔مولانا مفتی شفیق الرحمان، خطیب ہزارہ جامعہ انوار الاسلام ایبٹ آباد کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ [1]

مولانا محمد حسین (نور اللہ مرقدہ)

بن شاہ حسین بن غلام حسین بن سید عالم بن نجیب اللہ بن محمد بن قاضی عزیز اللہ

مناظر اسلام پاسبان مسلک اہلسنت علامہ مولانا محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ فقہ حنفی کے عظیم مفتی تھے۔آپ قدس سرہ السامی کے ابتدائی حالات پردۂ اخفاء میں ہیں۔موصوف نے کم و بیش ۵۰ حج کئے اور اتنی ہی مرتبہ دربار رسالت ﷺ میں حاضری دی نیز مولانا محمد ایوب بن محمد داؤد (چچھ برہ زئی) کے بیان کے مطابق کہ ہماری صدری و خاندانی روایت کے مطابق موصوف کا ایک دانت سبز تھا اور موصوف اپنے وقت کے عظیم مناظر اور حاضر دماغ مفتی تھے

---

[1] کوائف حبیب اللہ حسینی صاحب نے خود تحریر فرما کر ارسال فرمائے۔راقم آپ کا ممنون ہے

اہلسنت اورغیر مقلدین کے مابین ایک مناظرہ ہوا تھا۔جس میں غیر مقلدین کے ۱۶علماء کے نام اوراہلسنت کی طرف سے پندرہ علماء کے نام درج ہوئے، جن میں علامہ محمد حسین ساکن چچھ برہ زئی کانام بھی ملتا ہے ۔اس مناظرے کی مکمل روئیداد''توضیح دلائل ونام تاریخی فصلی تصریح ابحاث''نامی کتاب میں موجود ہے ۔اس کتاب کی سن اشاعت ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۳ءمیں ہوئی ۔کاتب الحروف کویہ کتاب مولانا محمد ایوب برہ زئی کے پاس دیکھنے اوراپنی عدیم الفرصتی کی بناء پر چند چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھنے کاموقع ملا ہے ۔جوحضرات دیکھنا چاہیں وہ علامہ محمد ایوب کے پاس جا کر چچھ برہ زئی میں دیکھ سکتے ہیں ۔اس مناظرے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۳ءکے لگ بھگ بقید حیات تھے مولانا محمد ایوب برہ زئی کے بیان کے مطابق موصوف جنت البقیع کے مکینوں کی فہرست میں داخل ہیں ۔موصوف مشہور زمانہ غازی ،عاشق رسول حضرت علامہ غازی عبد المنان قدس سرہ العزیز کے دادا تھے ۔

مولانا حبیب الرحمان

بن مولانا محمد شریف بن گل سید بن پیر سید بن عبداللہ بن شعیب

مولانا حبیب الرحمان u/c باڈی شنگلی کے گاؤں جبڑ میں مولانا محمد شریف نوراللہ مرقدہ کے گھر پیدا ہوئے ۔مولانا کے ایام طفولیت میں ہی ان کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا چنانچہ نامساعد حالات کے باوجود موصوف کی والدہ نے آپ کی تعلیم جاری رکھنے کا عزم مصمم کر لیا۔آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا غلام جیلانی سے حاصل کی ۔علوم فقہ میں آپ نے مولانا محمد ولی سے مہارت حاصل کی ۔بعد ازاں آپ کراچی چلے گئے اور چھ سال کا عرصہ وہاں ہی کسی

مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور پھر واپس لاہور آ کر ازدواجی زندگی میں منسلک ہوئے اور بعد از اں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایم۔اے۔او کالج لاہور میں بطور خطیب بھرتی ہوئے اور ۲۵ سال تک اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ مگر ریٹائرمنٹ سے پہلے ہی اس دار الفناء سے دارالبقاء کی طرف رخصت ہوئے۔ آپ کا لاہور میں انتقال ہوا اور وہیں کسی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ [۱]

[۱] حالات وکوائف میں موصوف کے چچازاد بھائی مولانا فضل الرحمان نے تعاون کیا۔

مولانا خطاب گل

بن مولانا عبدالغفار بن عبداللہ بن غلام اللہ بن سراج الدین بن حیات اللہ

مولانا خطاب گل نے ۱۳۴۸ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو جنت نظیر وادی" گاؤں ڈنہ " میں مولانا عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد گرامی سے حاصل کی جو اپنے دور کے جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ بعد از اں جامعہ حنفیہ سراج العلوم لاہور میں" الحاج مولانا مرتضی (مہتمم جامعہ ہذا) مولانا شہباز خان اور مولانا عالم شاہ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ آپ نے درس نظامی کی کتب مختلف مساجد و مدارس میں پڑھیں

کسی خاص منظم مدرسے میں پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔آپ کے بیان کے مطابق آپ نے ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۰۱۵ء میں جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں مفتی محمد امین ،مولانا شفیق الرحمان اور دیگر اساتذہ کے سامنے زانوتلمذ طے کرتے ہوئے دورہ حدیث پڑھ کر وفاق المدارس پاکستان سے" الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کے امتحان میں شرکت فرما کر سند الفراغ حاصل کی۔کچھ عرصہ موصوف نے لاہور پنجاب کو اپنا مسکن بنایا لیکن اہلیہ کی وفات کے بعد مستقل طور پر اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں ہی سکونت اختیار کی۔تقریباً ۱۵ سال سے اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھارہے ہیں۔ ؎۱

؎۱ حالات وکوائف موصوف نے موبائل فون پر لکھوائے۔راقم آپ کا احسان مند ہے۔

مولانا رحیم اللہ (قدس سرہ العزیز)

بن سید احمد بن ملا غفران بن ملا شیر بن سمندر بن حیات اللہ

علامہ مولانا رحیم اللہ مرحوم u/c باڈی شنگلی کے ایک معروف سرسبز اور لہلہاتے درختوں کے درمیان اور حسین پہاڑ کی چوٹی پر واقع گاؤں" ڈنہ" میں سید احمد کے گھر پیدا ہوئے۔چونکہ وصال کے وقت موصوف کی عمر (۷۰) ستر برس تھی۔اس لئے غالب گمان ہے کہ آپ کی ولادت ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں ہوئی ہوگی۔مولانا رحیم اللہ مرحوم نے درس نظامی کی تعلیم علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ اور بقیہ ضلع مانسہرہ کے کسی مدرسے سے حاصل کی

۔مروجہ علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے بعد اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں امامت کے فرائض ایک عرصہ تک بحسن خوبی نبھاتے رہے ۔کاتب الحروف کے والد مولانا عزیز الرحمان اور بہنوئی عبدالعزیز بن میرزمان (ڈنہ) کی روایت کے مطابق "اللہ تعالی نے آپ کو پرسوز آواز اور لحن داؤدی عطا کیا تھا۔آپ ایک عظیم قاری ،اور مبلغ دین تھے ۔جب موصوف قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو سامعین پر ایک کیف طاری ہو جاتا تھا۔ ۱؎ موصوف نے اپنی حیات میں ہی اپنے بھتیجے مولانا عبدالعزیز کو غالباً ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۷ء کو اپنا جانشین مقرر فرمایا نصف صدی سے زیادہ عرصہ رشد و ہدایت میں گزار کر موصوف ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۹۷۱ء کو عازم خلد بریں ہوئے ۔نماز جنازہ مولانا قاضی عبدالعزیز (پھگوڑہ) نے پڑھائی ۔اور آبائی گاؤں ڈنہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ۲؎ افسوس کہ کوشش بسیار کے باوجود راقم کو تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے لہذا انہی معلومات کو پیش کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

۱؎ وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

۲؎ معلومات میں موصوف کے بھتیجے عبدالرحمان بن گل شریف نے تعاون کیا راقم ان کا ممنون ہے۔

مولانا محمد ریاض

بن مولانا غلام جان بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا

مولانا محمد ریاض ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۵ مئی ۱۹۷۳ء بروز منگل u/c شیر گڑھ کے موضع رحمکوٹ میں مولانا غلام جان کے گھر پیدا ہوئے ۔ابتدائی تعلیم پرائمری سکول رحمکوٹ میں حاصل کی ۔بعد ازاں ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء میں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول شیر گڑھ سے پاس کی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں FSC گورنمنٹ ڈگری کالج اوگی سے پاس کی ۔اور دورہ حدیث جامعہ تفہیم القرآن ضلع مردان میں پڑھ کر

رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان سے" الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دیکر سند فراغت ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹۹۳ء میں حاصل کی۔ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء کو محکمہ تعلیم صوبہ سرحد (K-P-K) میں ملازمت اختیار کی۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ دینی وعصری تعلیم کا سفر جاری رکھا۔ اور ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹۹۵ء میں ATD بورڈ سے مولوی فاضل، ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں Open University سے بی۔ ایڈ اور ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں ہی پشاور یونیورسٹی سے M-A کی ڈگری حاصل کی۔ نیز ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ء میں Allama Iqbal Open University سے ایم ایڈ جبکہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰۱۴ء میں ایم۔ فل کی ڈگریاں بھی حاصل کر چکے ہیں۔ تادم تحریر گورنمنٹ ہائی سکول u/c ساون میرا میں ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر فائض ہونے کے ساتھ ساتھ جامع مسجد عبداللہ محلہ اورنگ آباد مانسہرہ میں امامت وخطابت کے فرائض بھی بحسن خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ [1]

[1] معلومات کی فراہمی پر راقم الحروف آپکا ممنون ہے۔

مولانا حافظ محمد زاہد

بن مولانا عبدالقیوم بن قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا حافظ محمد زاہد وادی تناول کے مشہور خطے بانڈی شنگلی کے گاؤں چمراسی بمقام گُلبَند شَرِیف میں مولانا عبدالقیوم کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ موصوف کے والد اپنے دور کے دیوبندی مکتبہ فکر کے جید عالم دین تھے۔ ایام طفولیت میں ہی والد گرامی کے سایہ شفقت سے محروم ہو کر Abbottabad یتیم خانے میں داخل ہوئے اور سکول ~~نمبر ۱۴ ایبٹ آباد میں دو سال عصری~~ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ بعد ازاں اپنے علاقے بانڈی شنگلی کے پرائمری سکول میں پڑھنے کے بعد کچھ عرصہ گورنمنٹ پرائمری سکول

رحمکوٹ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پرائمری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایشیا کے مشہور شہر صوبہ سندھ کے دارالخلافہ کراچی کے لئے رخت سفر باندھا۔ جہاں بھینس کالونی لانڈھی کراچی نمبر ۳۴ مدینہ مسجد و مدرسہ انوار القرآن میں قاری عبد اللطیف کشمیری سے قرآن مجید حفظ کیا۔ حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد ہزارہ ڈویژن کی عظیم مذہبی، دینی درس گاہ جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی میں علامہ محمود شاہ رضوی سے کچھ عرصہ فیض اکتساب کیا۔ اسکے علاوہ جامعہ قادریہ سبحانیہ اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں اتحاد المدارس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں سنہ ۱۴۱۰ھ بمطابق سنہ ۱۹۹۰ء میں عامہ سنہ ۱۴۱۲ھ بمطابق سنہ ۱۹۹۲ء میں خاصہ سنہ ۱۴۱۴ھ بمطابق سنہ ۱۹۹۴ء میں عالیہ اور سنہ ۱۴۱۶ھ بمطابق سنہ ۱۹۹۶ء میں "الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ و فضیلت حاصل کی سنہ ۱۴۱۶ھ بمطابق سنہ ۱۹۹۶ء میں ہی Abbottabad بورڈ کے امتحان میں شرکت کر کے اچھے نمبروں سے میٹرک پاس کی۔ بعد ازاں ضلع شیخوپورہ تحصیل صفدر آباد سانگلہ ہل ہمراج پورہ چک نمبر ۴۰ مدرسہ انوار مدینہ (سابقہ دارالعلوم جامعہ اسلامیہ) میں بطور ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ جہاں ۴۵۰ طلباء اور تین قاری حضرات پہلے ہی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اپنے عہدے سے وفا، دانشمندی اور ہوشیاری کی وجہ سے بہت جلد ہی پورے علاقے میں مشہور ہوئے اور جامع مسجد سراج پورہ کی امامت و خطابت بھی آپکے سپرد کی گئی۔ تین مساجد میں یہ واحد مسجد تھی جو جامع تھی جہاں آپ کا تقرر ہوا۔ چار سال کا عرصہ امامت، خطابت اور ناظم اعلیٰ کے فرائض بحسن خوبی نبھائے۔ لیکن کچھ عوارض اور گھریلو مصروفیات کی وجہ سے اپنے آبائی وطن واپس آ کر گھر کے قریب ہی امامت و خطابت شروع کی۔ بعد ازاں حاجی قمر بالا (اوگی) میں ایک سال، مسجد بلال چار باغ اوگی میں پانچ سال تک امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ درمیان میں ۲ سال اوگی کے علاقے ہوا گلی میں امامت و خطابت کے فرائض بھی بحسن خوبی نبھائے۔ پھر گردے کا آپریشن ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ گھر گُلبَند شریف میں ہی رہنا پڑا۔ لیکن علم دین سے وابستگی کی وجہ سے دوبارہ امامت کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک سال بلال مسجد شیر گڑھ ڈمڈھیری میں امامت کروانے کے بعد u/c شائیہ سہرہ گلی لساں نواب میں امام،

خطیب اور مدرس مقرر ہوئے۔جہاں چار سالوں سے تادم تحریر لوگوں کو اپنے فیض سے سیراب کر رہے ہیں۔ یاد رہے درمیان میں موصوف نے چھ ماہ کا عرصہ ایران میں بھی گزارا۔لیکن بے حیائی اور دین سے دوری کی وجہ سے ایران کو خیر باد کہنا پڑا۔موصوف نے جن اجلّہ علمائے کرام کے سامنے زانوتلمذ طے کیا ان میں

۱۔علامہ محمود شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ،مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی

۲۔علامہ مفتی عبدالسبحان قادری،مہتمم جامعہ قادریہ سبحانیہ

۳۔علامہ صاحبزادہ عبدالعلیم قادری،ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ سبحانیہ

۴۔مولانا عبدالوکیل

۵۔شیخ الحدیث امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی ، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اسماء قابل ذکر ہیں۔موصوف سیاسی میدان میں بھی ذوق وشوق رکھتے ہیں ۲۰۱۲ء سے تادم تحریر u/c باڈی شنگلی P-T-I کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ؎۱

مولانا سعید الرحمان ؎۱

بن قاضی عبدالمستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ

مولانا سعید الرحمان نے ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۶ء کو وادی تناول u/c شیر گڑھ کے گاؤں گلی رحمکوٹ میں علامہ قاضی عبدالمستعان نور اللہ مرقدہ کے گھر آنکھ کھولی۔چونکہ گھر کا ماحول مذہبی تھا اور آپکے والد نے گھر کو ہی مدرسہ بنایا ہوا تھا۔اس وجہ سے موصوف نے ابتدائی تعلیم گھر پر والد محترم سے حاصل کی۔ناظرہ قرآن اور فارسی کی کچھ کتابیں گھر پر والد محترم سے پڑھنے کے بعد گاؤں بیلیاں (اوگی) گاؤں شمدھڑہ (اوگی) بام خیل (صوابی) دار العلوم جامعہ نعمانیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔بعد ازاں کراچی میں کسی مدرسے میں پڑھتے

؎۱ معلومات کی فراہمی پر راقم الحروف آپ کا ممنون ہے۔

رہے۔اور مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد کراچی میں ہی جامعہ مسجد رحمانیہ پٹیل پاڑا میں تقریباً ۲۸ برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا اور دور دراز علاقوں میں جا کر دین کا پیغام پہنچایا۔موصوف اردو، ہندکو اور پشتو تینوں زبانوں میں وعظ و ارشاد فرمانے میں مکمل مہارت رکھتے ہیں۔موقع محل کے مطابق گفتگو کرنا آپکا طرہ امتیاز ہے آپ ذریعہ معاش کے لئے بیرون ملک سعودی عرب میں تقریباً چار سال تک مقیم رہے۔جہاں آپ کو حج وعمرہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔بیرون ملک سے واپسی پر آپ نے اپنے آبائی گاؤں گلی رحمکوٹ میں بود و باش رکھی اور ساتھ گاؤں کی مسجد میں ہی امامت کرواتے رہے۔آجکل موصوف ضعیف وعلیل ہونے کی وجہ سے گھر پر ہی زندگی کی باقی بہاریں گزار رہے ہیں۔اللہ انھیں عمر خضر عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

۱؎ حضرت راقم الحروف کے تایا جان ہیں۔

مولانا سمیع الحق

بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا بن فاروق بن عزیز اللہ بن مولانا عبدالکریم

مولانا سمیع الحق u/c شیر گڑھ کے معروف گاؤں رحمکوٹ میں محمد صلاح کے گھر پیدا ہوئے۔ایام طفولیت کیسے گزرے؟ علم کی ابتداء کب اور کہاں کی؟ اور کس کی خدمت میں اولین علمی حاضری دی؟ ان تمام سوالات کے جوابات سربستہ راز ہیں۔موصوف کے صاحبزادے مولانا غلام جان کے بیان کے مطابق آپ سہارنپور انڈیا میں پڑھتے رہے اور وہاں کسی جگہ امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔اور سنہ ۱۹۳۰ء میں اپنے آبائی وطن رحمکوٹ واپس آئے اور یہاں امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھاتے ہوئے راہی دار آخرت

ہوئے۔

مولانا محمد شریف

بن گل سید بن پیر سید بن عبداللہ بن شعیب قدست اسرارھم

مولانا محمد شریف نور اللہ مرقدہ نے وادی تناول کی مشہور u/c بانڈی شنگلی کے گاؤں جبڑ میں گل سید کے گھر آنکھ کھولی۔ آپ اپنے دور کے عظیم فاضل اور مسلک حق اہلسنت وجماعت کے عظیم مبلغ تھے۔ موصوف ملت اسلامیہ کا بے پناہ درد رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپکے ابتدائی حالات پردہ خفا میں ہیں۔ بہرحال آپ نے ابتدائی تعلیم تحصیل اوگی کی مشہور دینی درسگاہ گاؤں بیلیاں میں حاصل کی۔ بعدازاں متوسط درجہ کی کتب علاقہ غیر موجودہ ضلع تورغر کے علاقے کُنڈ میں پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے سمہ (موجودہ ضلع صوابی)

کے کسی دار العلوم میں داخل ہوئے اور تعلیم حاصل کرتے رہے ۔آپ نے مشہور زمانہ عالم قاضی عبد المستعان قدس سرہ السامی سے بھی فیض اکتساب کیا۔تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں جبڑ میں امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھاتے رہے ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۹۵ھ یا ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۵ء یا ۱۹۷۶ء کو "جبڑ" گاؤں میں ہوئی اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی ۔ ۱؎ راقم کو کئی بار فاتحہ خوانی کے لئے آپ کی قبر پر حاضری کا موقع ملا ہے.

۱؎ معلومات کی فراہمی میں موصوف کے شاگرد اور بھتیجے مولانا فضل الرحمان نے تعاون کیا راقم ان کا ممنون ہے۔

مولانا قاضی صفی اللہ

بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ بن قاضی وصی اللہ بن قاضی اسماعیل بن قاضی علی قدست اسرارھم

حضرت علامہ مولانا قاضی صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وادی تناول کے مشہور خطے بانڈی شنگلی کے گاؤں چمراسی "گلبند شریف" کے مقام پر علامہ قاضی حبیب اللہ کے ہاں کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے ۔آپ کا گھر علم وحکمت اور تصوف وعرفان الٰہی کا دار العلوم تھا۔ آپ کا ماحول یاد الٰہی اور اتباع سنت نبوی ﷺ کی نورانیت سے جگمگا رہا تھا۔اس وجہ سے موصوف نے اپنی خاندانی عظمت وشرافت ،علمی فضیلت اور فقر نبوت سے وافر حصہ پایا۔ موصوف کی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی قاضی حبیب اللہ کے زیر سایہ ہوئی ۔اور آپ کا گھر علم

وفضل اور فقر وطریقت کا گہوارا تھا لہٰذا یہی وجہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک مقتدر عالم، مفتی اور قاضی تھے۔ دنیوی لحاظ سے بھی ایک بلند اخلاق، صاحب عزت وشرافت شہری تھے۔ موصوف صاحب کرامت بزرگ تھے اور آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی کرامت میں سے ایک زندہ کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے آبائی گاؤں چمراسی کی مسجد میں نماز فجر کی امامت کروانے گُلبَند شریف سے تشریف لائے تو مسجد میں آپ پر وجد طاری ہوگیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کا ہر عضو علیحدہ علیحدہ ہوا اور ہر عضو سے اَللہ ہُوْ اَللہ ہُو کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ اور کافی دیر تک یہی حالت آپ پر طاری رہی۔ آپ کی اس کرامت کے بہت سے افراد شاہد تھے جن میں مولانا میر غلام چمراسی اور عبدالغفور بابا چمراسی کے اسماء نمایاں تھے۔ ۱؎

حضرت علامہ مولانا قاضی صفی اللہ رحمتہ اللہ کے بارے میں ہی آتا ہے کہ ایک شخص سے آپ کی بے ادبی سرزد ہوئی۔ شخص مذکور معافی کے بجائے اس پر اکڑ گیا۔ جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بے ادب شخص ایک موذی بیماری (رچھنی کی بیماری) میں مبتلا ہوا اور اسی بیماری میں ہلاک ہوا۔ ۱؎ حضرت علامہ قاضی صفی اللہ قدس سرہ العزیز کی اور بھی بہت سی کرامات ہیں، آپ اللہ کے ولی تھے۔ آپ نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تبلیغ دین میں بسر کی۔ موصوف سنت نبوی ﷺ کا حسین پیکر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں ہی اپنے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آبائی گاؤں چمراسی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور خود تبلیغ دین کی خاطر گاؤں گلی رحمکوٹ میں امامت سنبھالی۔ خدا کا کرنا کہ آپ کی حیات طیبہ میں ہی آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ نے گلی رحمکوٹ میں امامت سنبھالی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی بڑے صاحبزادے علامہ عصمت اللہ کے پاس گاؤں

۱؎ بروایت والد مؤلف کتاب وَهٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

چراسی میں مقیم رہتے اور کبھی چھوٹے صاجزادے علامہ قاضی عبد المستعان کے پاس گاؤں گلی رحمکوٹ میں اقامت گزیں ہوتے۔لیکن روایت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کے آخری ماہ وسال اپنے چھوٹے فرزند حضرت علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ کے پاس گلی رحمکوٹ میں گزارے اور یہیں (گلی شریف) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔افسوس کہ اس سے قبل پسماندہ علاقہ جات اور وسائل کی کمی کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی تحریر نہ ہو سکے۔موصوف ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات دونوں معلوم نہیں۔ایسے نامور حضرات کے علمی کارناموں اور مذہبی خدمات سے ہماری ناواقفیت خود ہمارے لئے بہت بڑا المیہ ہے تاہم یہ کوئی ذاتی یا شخصی مسئلہ نہیں بلکہ اس کے لئے قومی سطح پر سوچنے کی ضرورت ہے اور گورنمنٹ آف پاکستان کو اس بارے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔بہر حال اس آفتاب علم ظاہر و باطن،قطب الاقطاب اور قاضی القضاۃ کو u/c شیر گڑھ کے موضع رحمکوٹ کے معروف گاؤں" گلی شریف" میں سڑک کے کنارے سپرد خاک کیا گیا۔ب

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار چھوٹی زیارت کے نام سے مشہور و معروف اور مرجع انام ہے خود بندہ ناچیز وقتاً فوقتاً آپکے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتا رہتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی شیر گل بن سیف الدین (چراسی) کی دختر سے ہوئی،جس سے آپ کے دو فرزند اور چھ بیٹیاں تولد ہوئیں۔سوائے ایک صاجزادی (مولوی عبد الحق کاڑنگہ،گاؤں کیلہ والے کی والدہ)

لے **بروایت والد مؤلف کتاب** وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

ب۔ **سچ فرمایا رسول محتشم ﷺ نے کہ** "مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" **یعنی جس نے میرے ولی کو ایذا دی میں (اللہ) اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔**

کے باقی تمام کی شادیاں قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے خاندانوں میں ہی طے ہوئیں۔ جس کی وضاحت میں نے ”تفصیلی شجرہ نسب قوم مانکیال“ میں کر دی ہے۔

مولانا ضیاء الحق

بن مولانا غلام جان بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا

مولانا ضیاء الحق ۱۶ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق یکم مارچ ۱۹۸۳ء بروز منگل موضع رحمکوٹ میں مولانا غلام جان کے گھر پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول رحمکوٹ میں حاصل کی۔ بعد ازاں ملک پاکستان کے مختلف مدارس میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ موصوف نے دینی تعلیم کی ابتداء ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں جامعہ سعیدیہ اوگی سے کی، بعد ازاں جامعہ محمدیہ اسلام آباد، جامعہ تفہیم القرآن مردان، جامعہ سراجیہ راولپنڈی، دارالعلوم اسلام آباد میں مروجہ کتب پڑھ کر ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۶ء میں جامعہ

تفہیم القرآن مردان میں دورہ حدیث پڑھ کر رابطۃ المدارس لاہور پاکستان کے تحت "الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ حاصل کی۔ دوران تعلیم موصوف نے ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء اور ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں "مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں" مولانا امان اللہ اور "دارالعلوم اسلام آباد" میں مولانا تاج محمد سے دورہ تفسیر القرآن بھی کیا۔

موصوف نے جن اساتذہ کے سامنے زانوتلمذ طے کیا ان میں

۱۔مولانا گوہر رحمن (مردان)

۲۔مولانا بزرجمہر

۳۔مولانا عبدالقدوس

۴۔مولانا محمد سلیم

۵۔مولانا چراغ شاہ

۶۔مولانا سید آصف (مردان)

۷۔مولانا سراج الحق (مردان)

۸۔مولانا حبیب الرحمان (مردان)

۹۔مولانا محمد ارشاد (اوگی)

۱۰۔مولانا محمد بشیر (مانسہرہ)

۱۱۔مولانا ہدایت اللہ (اسلام آباد)

موصوف دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔آپ نے ایم۔اے عربی کی ڈگری ہزارہ یونیورسٹی اور بی ایڈ، ایم ایڈ کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے حاصل کر رکھی ہے۔مروجہ علوم سے فراغت کے بعد آپ نے تقریباً سات سال جامع مسجد الفرقان سوھان اسلام آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔آجکل گورنمنٹ مڈل

سکول چنیال پڑھنہ ضلع مانسہرہ میں بطور عربی ٹیچر خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور گاؤں حاجی قمر اوگی میں(with family)اقامت گزین ہیں۔ ا؎

ا؎ یہ حالات ان کے خط سے اخذ کیے گئے ہیں۔

مولانا مفتی محمد طاہر صدیقی ا؎

بن مولانا عبدالقیوم بن قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا مفتی محمد طاہر صدیقی نے ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز ہفتہ وادی تناول کی تاریخی u/c باندی شنگلی کے گاؤں چمراسی کے مشہور مقام ''کُلبَند شَرِیف'' میں مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد کے گھر آنکھ کھولی۔ والدین نے آپ کا نام محمد طاہر رکھا آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نسبت ارادت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ صدیقی کا اضافہ کیا۔ ابتدائی تعلیم پرائمری سکول باندی شنگلی میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے صوبہ سندھ کے دار الخلافہ کراچی کی طرف رخت سفر باندھا۔ جہاں رابعہ تک کی مروجہ کتب دارالعلوم رحمانیہ بفرزون کراچی میں پڑھیں۔ بعد ازاں اعلیٰ

درجات کی تعلیم کا حصول اور تخصص فی الفقہ میں موصوف نے جامعہ انوار القرآن ناظم چورنگی کراچی میں مہارت حاصل کی۔تعلیم سے فراغت کے بعد ایک سال تک شادمان ٹاؤن کراچی کے ایک ادارے میں تشنگان علوم کو سیراب کیا۔لیکن افسوس کہ تدریس یا مستقل امامت خطابت کی طرف توجہ نہیں دی۔معاش کے لئے تجارت کی طرف متوجہ ہوئے۔ خاندان کے ہر فرد کے لئے خلوص اور محبت کا جذبہ رکھتے ہیں۔خاندان میں کسی افتراق کو برداشت نہیں کرتے۔موصوف نے جن حضرات کے سامنے زانوتلمذ طے کیا ان میں

مولانا حنیف الرحمان درخواستی (کراچی)

مولانا فداء الرحمان درخواستی مہتمم انوار القرآن (کراچی)

مولانا مفتی ہارون (کراچی) مولانا سعید الرحمان (کراچی)

مولانا محمد طیب (کراچی) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔تقریباً ۳۵ سال سے تادم تحریر آپ نے کراچی شہر کو اپنا مسکن بنایا ہوا ہے۔ ؎۲

علامہ قاضی عزیز اللہ

بن مولانا عبد الکریم قدست اسرارھما

علامہ دوراں، عالم باعمل، ولی کامل، مجاہد اسلام، صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا قاضی عزیز اللہ قدس سرہ العزیز اپنے وقت کے متبحر عالم دین تھے۔آپ نے والد گرامی کے سوات واپس جانے کے بعد ان کے نیک مشن کو جاری رکھتے ہوئے دین متین اور مخلوق خدا کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑا اور وادی تناول میں تبلیغی دورے کر کے مقبولیت حاصل کی۔موصوف کی اولاد میں کثیر تعداد میں علماء، فضلاء اور حفاظ پیدا ہوئے۔جس کی تفصیل ہم" اہل گلبند شریف" کون؟ کے عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

؎۱ حضرت راقم الحروف کی والدہ کے اخیافی بھائی ہیں

؎۲ معلومات کی فراہمی پر بندہ ناچیز آپ کا ممنون ہے۔

مولاناغلام سرور [1] گاؤں سنج کے بیان کے مطابق آپ کی اولاد میں جتنے علماء،فضلاء اور حفاظ پیدا ہوئے ۔اتنی کثیر تعداد میں علماء وفضلاء آپ کے باقی تین بھائیوں کی اولاد میں پیدا نہیں ہوئے ۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ موصوف خود ایک جید عالم دین تھے اور دین کی قدر و منزلت کو سمجھتے تھے اور باقی ماندہ بھائی زمیندارہ کرتے تھے ۔واللہ اعلم بالصواب

کاتب الحروف نے جب مذکورہ روایت میں غور وفکر کیا تو اس روایت کو حق وصواب پایا میری معلومات کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تادم تحریر وہ فضلاء اور علماء یا حفاظ جو کسی ادارے کے فارغ التحصیل ہیں اور پھر کسی نہ کسی درجہ میں دین کی خدمت میں منسلک ہیں ۔ان علماء کی تعداد بتیس (۳۲)،حفاظ کی تعداد بارہ اور قراء کی تعداد پانچ ہے ۔ یاد رہے یہ تعداد میری معلومات پر منحصر ہے اس میں اضافے کا قوی امکان ہے اور یہ تعداد بلاتفریق مسلک میں نے درج کی ہے ۔خاندانی وقومی روایات کے مطابق گاؤں بجنہ سے مغرب کی جانب" انہارکھٹہ "دونوں ریاستوں (تنولی اور ترااوڑہ قوم) کی حد بندی تھی ۔انہارکھٹہ سے مغرب کی جانب علاقہ ترواڑہ قوم کی ریاست تھی ۔اور ترااوڑہ قوم کی ریاست میں قاضی القضاۃ کا عہدہ علامہ قاضی عزیز اللہ نور اللہ مرقدہ اور آپکے اخلاف کے پاس رہا ۔موصوف بیک وقت ایک عالم باعمل،خطیب بے باک ،قاضی القضاۃ،مفتی وقت اور مجاہد اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فنا فی اللہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل کوائف (تعلیم وتربیت، پیدائش ووفات) زندگی کافی بسیار کے باوجود نہ مل سکے کیونکہ اس بارے میں کوئی تحریری مواد موجود نہیں ۔البتہ خاندانی روایات کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی علامہ عبدالکریم قدس سرہ العزیز کے سوات رخت سفر باندھنے کے بعد یہاں (تناول) میں خدمت دین کا فریضہ بحسن خوبی نبھایا اور یہاں تناول میں ہی رحلت فرمائی ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر گاؤں شوشنی میں ہے لیکن کوئی کتبہ وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے نشاندہی نہیں ہوسکتی ۔کتنے

---

[1] وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

افسوس کی بات ہے کہ آج ان کی قبر کی تعین کرنے والا بھی کوئی موجود نہیں ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند ارجمند تھے ۔جن کے اسماء علی محمد اور فاروق قدست اسرارھم تھے ۔

ولی کامل **علامہ قاضی علی بابا** المعروف شھید بابا

بن قاضی عزیز اللہ بن مولانا عبدالکریم قدست اسرارھم

u/c بانڈی شنگلی کو علمی حلقہ میں وہ مقام حاصل ہے جیسے قرون اولیٰ و وسطیٰ میں بصرہ ،کوفہ ،سمرقند اور بخارا کو حاصل تھا ۔ یہاں کے بزرگان دین میں ایک نام ولی کامل حضرت علامہ قاضی علی بابا المعروف شھید بابا کا بھی ہے ۔آپ مشہور عالم دین اور مجاہد اسلام حضرت علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (مرید از اخون سالک) کے پوتے تھے ۔آپ وادی تناول کے مشہور گاؤں شوشنی میں پیدا ہوئے ۔تعلیم وتربیت کے سلسلے میں معلومات حاصل نہ ہوسکیں ۔آپ کے جد ضلع سوات سے اس علاقے میں تبلیغ کی خاطر تشریف لائے ۔ا آپکا

خاندان دین اسلام کی خدمت میں پیش پیش رہا ہے۔موصوف بذات خود نڈر، متقی، متوکل اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔حضرت علی بابا المعروف شھید بابا رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد کرامات لوگوں میں مشہور ومعروف ہیں۔بزرگوں ۲ کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ گاؤں چمراسی کو از سر نو آباد کرنے والے آپ (حضرت علی بابا المعروف شھید بابا) اور آپ کے بھائی محمد اور فاروق تھے۔آپ تینوں بھائیوں نے والد گرامی حضرت علامہ قاضی عزیز اللہ نور اللہ مرقدہ کے حکم کے مطابق اس گاؤں چمراسی کو از سر نو آباد کیا اور جہاں آپ تین بھائی اقامت گزیں ہوئے وہ مقام کُلَبَند شَرِیف کے نام سے موسوم ہوا۔آپ تین بھائیوں نے اس گاؤں چمراسی کو از سر نو آباد کیا۔یاد رہے آپ حضرات سے قبل انسانی آبادی کے آثار معلوم ہوتے تھے مگر معلوم نہیں آپ حضرات سے قبل اس مقام پر کون لوگ آباد تھے۔بعض بزرگوں کے بیان کے مطابق یہاں سکھ اور ہندو آباد تھے۔واللہ اعلم بالصواب

حضرت علامہ قاضی علی بابا المعروف شھید بابا رحمۃ اللہ علیہ بڑے بے باک نڈر اور روشن دماغ رہنما تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کُلَبَند شَرِیف کو درس گاہ بنا کر تشنگان علم کو سیراب کیا۔لوگ دور دور سے آکر روحانی وعلمی استفادہ کرتے۔لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اس علاقے "کُلَبَند شَرِیف" میں بغیر اذن کے داخلہ ممنوع تھا۔۱ خاندانی وقومی راویات اور دیگر اقوام کے بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی بابا المعروف شھید بابا رحمۃ اللہ علیہ چمراسی "کُلَبَند شَرِیف" میں اقامت گزیں تھے اور اسلام کی سربلندی کے لئے شب و روز بے لوث خدمت سر انجام دے رہے تھے کہ موصوف کے دشمنوں اور اسلام کے مخالفین کو یہ کچھ ہضم نہیں ہو رہا تھا۔انہوں نے اہل کُلَبَند شَرِیف کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔چونکہ "کُلَبَند شَرِیف" بیک وقت ایک عظیم درس گاہ، مجاہدین اسلام کا قلعہ، سیاست کا گڑھ، اور مظلوموں کی پناہ گاہ تھی۔ایسے وقت میں مخالفین اسلام اور شرک و بدعت کے بیمار ذہنوں کے مالکوں نے اس قلعے کے

---

۱ قد تقدم ما یکفی لافادتہ ۲ ھٰکَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

روحانی پیشواء حضرت علامہ قاضی علی بابا رحمۃ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملے شروع کیے مگر اپنے ارادوں میں ناکام ونامراد ہوئے۔موصوف چونکہ نڈر ومتوکل تھے اور اسلام کے دشمنوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مال مویشی بانڈی شنگلی سے باہر "موھری" کے مقام پر ہونے کی وجہ سے صبح وشام آپ کا مقام "موھری" کو آنا جانا ہوتا تھا۔اس لئے اسلام کے ان دشمنوں نے نئی چال چلی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ موھری مقام سے واپس "گُلبَنْد شَرِیف" جہاں آسی کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں تاک لگائے بدبختوں نے آپ پر بے خبری میں حملہ کرلیا۔ موصوف نے حملہ روکنے کی کوشش کی مگر ان بدبختوں کا حملہ اتنا زوردار تھا کہ اسے روکنا مشکل ہوگیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ان بدبختوں نے حضرت علی بابا کو شہید کر کے آپکے جسم اقدس سے سر مبارک کو الگ کرلیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرنے کے بعد وہ بدبخت حیران وششدر رہ گئے کہ آپ نے اپنا سر مبارک لے کر چلنا شروع کردیا۔سبحان اللہ! یہاں تک کے بانڈی شنگلی گاؤں ۲ تک پہنچے تو اس وقت (زمانے) کے بچوں نے شور مچایا اور کہا کہ سر کپا بابا یعنی سر کاٹا ہوا بابا آرہا ہے۔ جب لوگوں کا مجمع اکٹھا ہونا شروع ہوا تو حضرت علامہ قاضی علی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر ایک طرف رکھا اور اسی مقام پر گرگئے۔بعد میں اس زمانے کے لوگوں نے اس جگہ کے ارد گرد چار دیواری لگادی تاکہ شہید کے خون کی بے قدری نہ ہو۔ ۱ یہ چار دیواری آج بھی موجود ہے اور اب تو یہاں 2، تین چھوٹے بچوں کی قبریں بھی موجود ہیں اور چار دیواری کے اندر ایک عظیم درخت بھی موجود ہے۔راقم الحروف اس دور کے ان عظیم لوگوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ ان تمام پر اپنا خصوصی فضل وکرم فرمائے۔جن کے دلوں میں شہید کی قدر تو تھی ہی مگر جہاں شہید کے خون کا قطرہ بھی گرجائے وہ اس مقام کو بھی احتراماً چار دیواری لگا کر محفوظ کرلیتے تھے کہ یہاں کوئی جانور یا کسی انسان کے قدم خون کے آثار پر نہ پڑ

---

۱ کما قال مناہ نقلہ ۲ موجودہ بانڈی شنگلی u/c ہے

جائیں ۔کتنے عظیم لوگ تھے جن کے ہاتھوں سے شہداء کی قبروں پر مٹی کے دیئے جلائے جاتے تھے ۔مختلف رنگوں کے جھنڈے گاڑے جاتے تھے تاکہ شہداء کے کارناموں کو زندہ رکھا جائے ۔جیسا کہ آج کے دور میں ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے شہداء کی قبروں پر پھولوں کی چادریں باقاعدگی سے چڑھائی جاتی ہیں ۔مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب خصوصاً ہندو،سکھ بھی جب شہداء کی قبروں کے قریب سے گزرتے تو ہاتھ جوڑ کر اپنے مخصوص انداز میں سلام کرتے ۔ان کی بارات گزرتی تو احتراماً ڈھول شہنائی اس وقت تک بجنی رک جاتی جب تک شہداء کے مقبروں سے دس بیس گز آگے نہ نکل جاتی ۔جھنڈیوں اور دیئے جلانے سے دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے میں پتا چلتا کہ یہاں کسی شہید کی قبر ہے ۔جہاں یہ شہادت کے جذبے کو زندہ رکھنے میں کارآمد طریقے تھے ۔وہاں علاقے یا متعلقہ گاؤں کے لوگ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ان کے ہاں بھی شہداء کی زیارت گاہیں ہیں ۔الحمدللہ راقم الحروف کے گھر کے قریب بھی ایک شہید کا مزار ہے ۔اس مزار کی وجہ سے اس پورے قبرستان کو بڑی زیارت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ۔مگر افسوس کہ صاحب مزار کے بارے میں معلومات تشنہ ہیں ۔موجودہ وقت میں چند تنگ نظر ملاؤں کی وجہ سے یہ سلسلہ بھی تقریباً ختم ہونے کو ہے ۔کیونکہ جو کوئی بھی ان زیارت گاہوں پر جھنڈا لگاتا یا دیا جلاتا ہے اس پر مشرک، بدعتی اور کفر تک کے فتوے داغ دیے جاتے ہیں اور الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ قبر کو شریک خدا مانتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک ستم بالائے ستم یہ کہ بعض جگہوں پر طلباء کو اتنی شدت سے ابھارا جاتا ہے کہ وہ اکثر شہداء اور بزرگوں کی چاردیواری تک اکھاڑ دیتے ہیں اور کتبوں کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں ۔اس طرح فتنہ فساد کا موجب بنتے ہیں ۔افسوس! یہ لوگ طلباء کو ان شہداء اور بزرگوں کی تاریخ سے آگاہ کرتے اور تفرقہ بازی میں قوم کو نہ الجھاتے ۔کاتب الحروف بعض

---

۱ بروایت والد مؤلف کتاب، وعم محترم مؤلف کتاب قاضی محمد اسماعیل وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

ایسے تنگ نظر ملاؤں کو خوب جانتا ہے جو شہداء کے مزاروں سے جھنڈوں کو اتارنا ہی توحید اور اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ راقم کے علاقے کے ایک نام نہاد عالم (حقیقت میں اجہل معلوم ہوتا ہے) نے تو حد کرتے ہوئے زیارت قبور اور فاتحہ خوانی کرنے والوں کا اپنی تحریروں وتقریروں میں استہزا اڑانا کار ثواب سمجھا ہوا ہے۔ مگر الحمد اللہ راقم بھی ہر محاذ پر ان کو جواب دینا اپنی اخلاقی و ایمانی ذمہ داری سمجھتا ہے۔ میں نے تقریر و تحریر کے ذریعے ان کے بے بنیاد دلائل و اعتراضات کے پرخچے کئی مقامات پر اڑائے ہیں۔ اور عوام الناس بالخصوص عوام اہلسنت سے وعدہ کرتا ہوں جب تک میری رگوں میں خون کا آخری قطرہ بھی باقی ہے۔ میں اہلسنت کے مسلک و مذہب پر اٹھنے والے ہر اعتراض کا تسلی بخش جواب دیتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ!! طوالت کے خوف سے زیارت قبور کے متعلق صرف دو دلیلیں پیش خدمت ہیں۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ ، فَزُوْرُوْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَالتِّرْمَذِيُّ وَزَادَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْاٰخِرَةَ -

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ سن لو اب ان کی زیارت کیا کرو یہ تمھیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ [1]

فتاوی ردالمختار میں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔!

اِنِّيْ لَاَ تَبَرَّكُ بِأَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَ جِيْئُى اِلٰى قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضْتُ لِيْ حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَسَأَلْتُ اللّٰهَ عِنْدَ قَبْرِهٖ فَقَضٰى سَرِيْعًا۔ [2]

یعنی میں (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، ان کی قبر انور پر حاضری دیتا ہوں جب کبھی کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو دو رکعت

پڑھتا ہوں اور ان کی قبر شریف کے پاس اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگتا ہوں تو بہت جلد پوری ہوتی ہے۔

قارئین! میں نے اختصار کے پیش نظر صرف دو دلیلیں پیش خدمت کی ہیں۔ باقی رہا ہدایت دینا تو یہ ہمارا کام نہیں۔ خیر یہ تو موصوف مذکور کی سمجھ کا قصور ہے۔ جب خدا فہم نہ دے تو بندہ مجبور ہے۔ زیارت قبور کے متعلق جسکو تفصیل چاہیے ہو وہ ہمارے پاس چل کر آئے ان شاء اللہ ہم دلائل سے اس کو قائل کریں گے۔ بات دور نکل گئی ذکر ہو رہا تھا ولی کامل حضرت علامہ قاضی علی بابا المعروف شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے جسد خاکی کو باڈی شنگلی سے اٹھایا گیا اور موصوف کے آبائی وجدی گاؤں شوشنی لے جایا گیا جہاں آپ کی تدفین ہوئی۔ یاد رہے u/c باڈی شنگلی کی مرکزی جامعہ مسجد کے قریب جو چار دیواری آج بھی لگی ہوئی ہے یہاں شہید بابا کا خون گرا تھا۔ موصوف کی قبر گاؤں شوشنی میں مرجع انام ہے۔ ہاں اب اس چار دیواری کے احاطے میں دو، تین بچوں کی قبریں بنالی گئی ہیں۔ قارئین آپ پڑھ آئے کہ حضرت علی بابا المعروف شہید بابا قدس سرہ السامی صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ہم یہاں چند کرامات کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی بابا المعروف شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے احاطے سے جو کوئی بھی درخت کاٹتا۔ اس بندے کو مالی یا جانی نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ گل نبی ولد احمد (شوشنی) نے جب آپکے مزار سے درختوں کو کاٹ کر مال مویشی کے لئے ایک باڑی تعمیر کی۔ تو اس باڑی میں باندھے ہوئے تمام جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے کھاڑ نام کی ایک بیماری لاحق کر دی اور یکے بعد دیگر تمام جانور مرتے رہے۔ ۱؎ اسی طرح دوسری روایت میں آپ کے متعلق ہی آتا ہے کہ جس مقام (موھری) میں آپ کو شہید کیا گیا تھا۔ اس مقام (موھری) پر اگر کوئی

۱؎ مسلم شریف، فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور جلد ۱ صفحہ ۳۱۴

۲؎ امام عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ "مصنف" رد المختار جلد ۱ مقدمہ نمبر ۵۱

جانور چرنے جاتا تو وہ زندہ واپس نہ آتا بلکہ وہ وہاں ہی مر جاتا۔آج ایسی صورتحال نہیں۔ ۲
محمد ایوب چشتی بن عبدالعزیز گاؤں سیری صاحب خان کے بیان کے مطابق بانڈی شنگلی میں جہاں حضرت علی بابا المعروف شھید بابا رحمۃ اللہ علیہ کا خون مبارک گرا تھا۔اس چاردیواری کے احاطے سے ایک امیر صاحب (تبلیغی جماعت) نے درخت کاٹا۔تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ امیر صاحب درخت سے گرے اور ایک ماہ تک گھر میں چار پائی پر پڑے رہے۔حضرت علی بابا المعروف شھید بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہونے والا اپنے دل میں جلال و جمال کی ملی جلی کیفیت محسوس کرتا ہے۔راقم الحروف کو بارہا موصوف کے مزار مقدس پر حاضری اور فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔الحمدللہ یہ سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ضلع مانسہرہ تحصیل اوگی علاقہ تناول کی معروف یونین کونسل بانڈی شنگلی کے گاؤں شوشنی میں مرجع انام ہے۔

مولانا قاضی عبد المستعان

بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ بن قاضی وصی اللہ قدست اسرارھم

عالم باعمل،فقیہ زمان پیکر عزم واستقامت مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا قاضی عبد المستعان قدس سرہ السامی قریباً ۱۲۸۴ھ بمطابق ۱۸۶۵ء میں وادی تناول کے معروف گاؤں چمراسی میں کُلبَند شریف کے مقام پر علامہ قاضی صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔آپ کا خاندان علم وفضل اور تقوی و پرہیز گاری میں مشہور و معروف تھا۔الحمدللہ یہ خاندان آج بھی اسی بزرگی اور فضیلت کا حامل ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے اجلّہ فضلاء سے علوم وفنون کی تحصیل کی۔موصوف زمانہ طالب علمی میں ہی علم

---

۱ بروایت والد مؤلف کتاب علامہ عزیز الرحمان وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

۲ قاضی محمد اسماعیل (گلی رحمکوٹ) والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

وفضل، ذکاوت وفطانت میں تمام طلبہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ جو بھی آپ سے مباحثہ کرتا اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت علامہ قاضی صفی اللہ نور اللہ مرقدہ سے مراہقانہ عمر میں حاصل کی۔ بعد ازاں گاؤں شمدھڑہ، تراوڑہ (اوگی) سنگل کوٹ (کونش) کھبل بالا اور شاہ کوٹ وغیرہ کی مساجد و مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱

بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے دہلی انڈیا کی کسی درسگاہ میں داخل ہوئے، ان مقامات کے علاوہ ہندوستان (انڈیا) کے مختلف شہروں میں بھی فیض اکتساب کرتے رہے۔ ۲

لیکن افسوس کہ کوشش بسیار کے باوجود آپ کے اساتذہ کی تفصیلات راقم کو دستیاب نہ ہوسکیں۔ حضرت علامہ قاضی عبدالمستعان نور اللہ مرقدہ اپنے وقت کے عالم باعمل بلند پایہ فقیہہ، خطیب بے باک اور مناظر اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فنا فی اللہ مرد قلندر تھے۔ قاضی موصوف نے حق کی دعوت پیش کرنے میں کسی قسم کی مداہنیت سے کام نہیں لیا۔ جرأت و شجاعت سے اللہ تعالیٰ کے دین کو پیش کیا اور کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ میری حق گوئی کی زد میں کون کون آسکتا ہے۔ جو آئے سو آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کے ایک عظیم مبلغ اور دین حق کے ترجمان تھے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانَ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

علامہ قاضی عبدالمستعان قدس سرہ السامی مندرجہ بالا حدیث پر یوں عمل کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ نواب خانیزمان خان کے عہد حکومت (۱۹۰۷ء تا ۱۹۳۶ء) میں شیر گڑھ کے کمرہ

---

۱ براویت مولانا محمد ایوب گلبنڈ شریف چھراسی

۲ بروایت والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان

عدالت میں چمبہ نامی قاضی نے مسئلہ بیان فرمایا۔ اتفاق سے قاضی عبد المستعان بھی کمرہ عدالت میں موجود تھے۔آپ نے قاضی موصوف کو توجہ دلائی کہ قاضی صاحب آپ مسئلہ پر غور فرمائیں مجھے (قاضی عبدالمستعان کو) لگتا ہے آپ کی مسئلہ پر پوری توجہ مبذول نہیں ہوسکی۔ قاضی عبدالمستعان نوراللہ مرقدہ کے توجہ دلانے کے باوجود قاضی موصوف بجائے غور وفکر کرنے کے،قاضی عبدالمستعان سے یوں مخاطب ہوئے۔مولوی عبدالمستعان جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں آپ نے ان کا نام بھی نہیں سنا ہوگا۔قاضی موصوف کی ایسی سطحی اور جذباتی گفتگو سن کر آپ کی رگ جلالت پھڑک اٹھی۔آپ نے قاضی موصوف کے اتنے زور کا مکا مارا کہ سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے اور ساتھ آپ نے فرمایا۔قاضی صاحب میں (عبدالمستعان) تو سمجھا تھا کہ آپ کی عدم توجہ کی وجہ سے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی لیکن آپ تو مسئلہ غلط بیان کر کے اوپر سے اپنی تحقیق ومنطق دانی پر اترا بھی رہے ہیں۔گویا قاضی عبدالمستعان نوراللہ مرقدہ نے قاضی موصوف کو یوں کہا ہو کہ قاضی صاحب ؎

تم کو غرور حسن ہے مجھ کو سرور عشق
تو بھی نشے میں چور ہے میں بھی پیئے ہوئے

بہرحال واقعہ کی اطلاع نواب خانیزمان خان تک پہنچی تو انہوں نے دونوں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہما کو اپنے پاس بلا کر واقعہ مذکورہ کے بارے میں استفسار کیا۔حضرت علامہ قاضی چمبہ (صحیح نام معلوم نہیں ہوسکا) نواب موصوف سے مخاطب ہوئے۔نواب صاحب علامہ قاضی عبد المستعان حق گوئی میں یکتا ہے۔آپکا حق گوئی میں کوئی ثانی نہیں۔میں (قاضی چمبہ) اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔اور اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جب بھی کوئی فتوٰی تحریر کریں تو تحریر کرنے کے بعد قاضی عبدالمستعان کی خدمت میں ضرور پیش کریں۔اگر قاضی صاحب فتوے کی تائید وتوثیق فرمادیں تو پھر اس فتوے کو جاری کریں ورنہ نہیں۔ [1]

حضرت علامہ قاضی عبدالمستعان قدس سرہ السامی حق پرست،حق گو اور حق شناس

عالم تھے۔ اور حق بیان کرتے ہوئے کسی حکمران اور بااثر شخصیات کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تنولی قوم کی مشہور شاخ ساریال کے ایک نوجوان خانیز مان [۲] ساکنہ گاؤں کوٹیڑہ کا نکاح پڑھایا۔ جس کی بناء پر نواب خانیز مان خان آپے سے باہر ہوگیا۔ اور آپ پر غضب ناک ہوتے ہوئے آپ کو ریاست تناول سے فی الفور نکلنے کا حکم ارشاد فرماتے ہوئے۔ نواب موصوف فرمانے لگے۔ قاضی عبدالمستعان آپ علاقہ غیر (موجودہ ضلع تورغر) جائیں، اگرور (اوگی) جائیں یا دربند سے اس پار ہجرت کریں آپ کو اجازت ہے۔ کیونکہ اب آپ تناول ریاست میں ہرگز اقامت گزیں نہیں ہوسکتے۔ ریاست تناول کے حکمران اتنے ظالم و جابر تھے کہ [۳] جس شخص کو ریاست سے نکل جانے کا پروانہ سناتے۔ وہ اکیلا ریاست تناول سے کوچ کرتا۔ اس کو اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر چلنے کی اجازت نہیں تھی۔ بلکہ بیوی بچے ورثاء کے حوالے کیئے جاتے۔ نواب موصوف چونکہ وقت کا حکمران تھا اس لئے قاضی عبدالمستعان کو نہ چاہتے ہوئے بھی ریاست تناول چھوڑنی پڑی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خان اگرور کے ساتھ بڑے گہرے اور مخلصانہ تعلقات تھے اور خان موصوف عالم دین ہونے کی وجہ سے آپ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اس وجہ سے آپ نے خان اگرور کے پاس پناہ لی جبکہ آپکے اہل و عیال (بیوی بچوں) کو آپکے بھائی علامہ قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا گیا۔ اور وہ ان کو گاؤں چمراسی "گُلبَند شریف" کے مقام پر لے گئے۔

کیونکہ قاضی عبدالمستعان قدس سرہ السامی نواب موصوف کے اس فیصلے سے خوش نہیں تھے اور قاضی موصوف کے اپنے ہم عصر مذہبی و سیاسی قائدین کے ساتھ بڑے اچھے،

۱؎ بروایت والد مؤلف کتاب علامہ عزیز الرحمان و عم محترم مولانا قاضی محمد اسماعیل وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ ۔ ۲؎ اس وقت کے نوجوان اب یہ بزرگ وفات پاچکے ہیں تاہم ان کی اولاد آج بھی گاؤں کوٹیڑھ موضع رحمکوٹ میں موجود ہے۔ ہزاروی غفرلہ

۳؎ ریاست تناول کے حکمرانوں کے ظلم کا ذکر مولانا گوہر رحمان (مردان) نے بھی اپنے مکتوب میں کیا ہے ماہنامہ جریدۃ الاتحاد لاہور اپریل ۲۰۰۳ء صفحہ ۹

گہرے اور مخلصانہ روابط و مراسم تھے ۔ اس لئے انہوں نے سیاسی و مذہبی قائدین سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ویسے تو صوبہ سرحد اور ملحقہ ریاستوں کے نامور علماء و سیاسی قائدین اور حکمرانوں سے آپکے بڑے گہرے روابط و مراسم تھے ۔لیکن اس سلسلے میں خان اگرور، بٹل میں اورنگزیب خان، کھلابٹ ٹاؤن ہری پور میں مہدی زمان خان اور دیگر بااثر شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور نواب موصوف کے اس ظالمانہ فیصلے سے آگاہ کیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور کے اس وقت کے گورنر سے بھی اس سلسلے میں ملاقات کی اور ان کو بھی نواب موصوف کے ظلم وستم سے آگاہ کرتے ہوئے مسحور کن گفتگو کی جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا!

گورنر صاحب !! نواب خانیز مان خان، ان کے مشیر وزیر اور ان کی تائید وتوثیق کرنے والے علماء کرام مذکورہ مسئلے (نکاح پڑھانے) میں اہل سنت و جماعت، دیوبندی، اہلحدیث، شیعہ یہاں تک کہ اہل کتاب کے مذہب میں بھی مجھ سے مناظرہ کرنا چاہیں تو کرلیں میں تیار ہوں ۔ اگر میں نے مناظرہ میں فریق مخالف کو شکست فاش نہ دی تو میں نواب موصوف کے فیصلے سے مکمل اتفاق کروں گا اور ساری زندگی ریاست تناول واپس نہیں جاؤں گا۔ قاضی عبد المستعان کے اس مسحور کن بیان کے بعد گورنر پشاور نے نواب موصوف کو پشاور طلب کر کے ملاقات کی۔ نواب موصوف پشاور سے واپس شیر گڑھ آئے اور قاضی عبد المستعان کو اپنے پاس بلا کر فرمانے لگے ۔ بندا خدا مجھے سمجھ نہیں آئی کہ تناول میں حکومت میری ہے یا آپ کی؟ ریاست تناول کا حکمران میں ہوں یا آپ؟ کیونکہ کراچی سے پشاور تک جس ریاست اور جس علاقے میں میرا جانا ہوتا ہے ۔ حکمران ، مذہبی و سیاسی قائدین آپ (قاضی عبد المستعان) کا نام لیتے اور آپ کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھری محفل میں نواب موصوف کو مخاطب کر کے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ - [1]

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ پڑھ کرفرمایا۔

نواب صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ پرحق عیاں کر دیا کہ اس مسئلے (نکاح پڑھانے) میں، میں حق بجانب تھا۔ آپ، آپکے مشیر وزیر اور باقی ناعاقبت اندیش لوگ خطا پر تھے اور اب سب کے چہروں سے نقاب اٹھ چکا۔ نواب صاحب یاد رکھیے حق گوئی سے مجھے (قاضی عبدالمستعان) کو پہلے نہ کسی کا عہدہ، یا کسی کا رعب و دبدبہ روک سکا ہے اور نہ اب روک سکتا ہے۔ حق بات میں نے ہر گلی، محلے، چوراہے، عدالت، محراب ومنبر اور ہر حکمران کے سامنے کی بھی ہے اور خون کے آخری قطرے تک کروں گا بھی۔ کیونکہ حق پرست اور حق گو کسی ظالم و جابر کو خاطر میں نہیں لاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نواب موصوف کی اس طرف توجہ مبذول کروائی کہ آپکے نکمے مشیر و وزیر آپ سے رعایا پر ظلم وستم کرواتے ہیں۔ وقت کے حکمران نواب خانیزمان خان نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پر جوش اور سحر انگیز گفتگو سن کر فرمایا۔ مولانا عبدالمستعان آپ ریاست تناول کے جس علاقے اور جس گاؤں میں سکونت اختیار کرنا چاہیں۔ آپ کو اجازت ہے کیونکہ مجھ پر حقیقت آشکار ہوگئی۔ آپ حق وصواب پر ہیں۔ [۱]

حضرت علامہ قاضی عبدالمستعان نور اللہ مرقدہ کی حق پرستی شاعر مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کے مصداق تھی ؎

نہ آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند　　کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند　　اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

حضرت علامہ قاضی عبدالمستعان رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عالم اجل اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی متعدد کرامات عوام الناس میں مشہور ومعروف ہیں چند ایک ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔ قاضی صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے موصوف کی بے ادبی کی

---

[۱] سورۃ محمد: ۷/۴۷

اور آپ کی ناراضگی مول لی تو اس شخص کا یہ حال ہوگیا کہ وہ پیشاب، پاخانہ کھاتا تھا۔(نعوذ باللہ) اور اسی طرح گندگی کھاتے کھاتے بھیانک اور عبرتناک موت مرا۔اسی طرح قاضی موصوف ایک خاندان کی بدسلوکیوں اور بدتمیزیوں سے تنگ آ کر فریاد ایزدی ہوئے اور زبان سے چند کلمات بددعا کے کہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس خاندان کو مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا۔اور مذکورہ خاندان میں کافی قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا۔ ۲

سچ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ سے سوال کریں تو اللہ ضرور بالضرور ان کے سوالوں کو پورا فرماتا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ "وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ" ۳

یعنی اگر مجھ سے سوال کریں تو میں ضرور بالضرور عطا کروں گا۔

اور دوسری روایت میں یوں ہے! لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ ۱

یعنی اگر وہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو وہ اسے ضرور پورا فرماتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش چمراسی میں ہوئی لیکن والد حضرت علامہ قاضی صفی اللہ اپنی حیات میں ہی اپنے بڑے بیٹے قاضی عصمت اللہ کو گاؤں چمراسی میں اپنا جانشین مقرر کر کے گاؤں گلی رحمکوٹ میں امامت کروانے چلے آئے۔قاضی عبدالمستعان نوراللہ مرقدہ کے ایام طفولیت گاؤں گلی میں گزرے اور مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد آپ نے گاؤں گلی رحمکوٹ میں امامت کی ذمہ داری سنبھالی۔درمیان میں کچھ عرصہ کنگڑ میرا میں بھی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔لیکن پھر اپنے آبائی گاؤں گلی میں ہی امامت کے منصب کو سنبھالا

---

۱ **بروایت والد مؤلف کتاب علامہ عزیز الرحمان** وَهٰكَذَا سَمِعْتُ مِنْ مَّشَائِخِ الْقَوْمِ

۲ **بروایت والد مؤلف کتاب، عم محترم قاضی محمد اسماعیل، مولانا محمد ایوب اور ماموں محترم مؤلف کتاب محمد فاروق**

۳ **صحیح بخاری (ت: زهیر) جلد ۸، رقم: ۶۵۰۲، باب التواضع**

اور یہاں ہی راہی دار آخرت ہوئے۔علم وفضل کے باوجود موصوف سراپا اخلاق، پیکر شفقت، متواضع اور حلیم الطبع شخصیت کے مالک تھے۔علامہ قاضی عبد المستعان رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مدرس تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کو ہی مدرسہ بنایا ہوا تھا۔یہاں تشنگان علوم آپکے پاس آکر سیراب ہوتے تھے۔ان متلاشیان علم میں سے چند ایک کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔مولانا قاضی محمد اسماعیل	گاؤں گلی	(صاجزادہ)
۲۔مولانا محمد جان	گاؤں گلی	(صاجزادہ)
۳۔مولانا سعید الرحمان	گاؤں گلی	(صاجزادہ)
۴۔مولانا عزیز الرحمان	گاؤں گلی	(صاجنزادہ)
۵۔مولانا گوہر رحمان	ضلع مردان	(بھانجا)
۶۔مولانا عبد الحق	گاؤں شوشنی	(بھانجا)
۷۔مولانا محب اللہ	گاؤں شنگاری	(بھانجا)
۸۔مولانا عبد الحق	گاؤں کیلہ	(بھانجا)
۹۔مولانا عبد الغفار	گاؤں ڈنہ	
۱۰۔مولانا عبد الجبار	گاؤں ڈنہ	
۱۱۔مولانا رحیم اللہ	گاؤں ڈنہ	
۱۲۔مولانا محمد شریف	گاؤں جبڑ	
۱۳۔مولانا عبد الرحمان	گاؤں رگ رحمکوٹ	
۱۴۔مولانا خادم اللہ	گاؤں گیدڑئی	

۱۵۔ چغرزئی استاد صحیح نام معلوم نہ ہوسکا

---

۱ صحیح بخاری (ت:زھیر) جلد ۳، رقم: ۲۷۰۳، بَابُ الصُّلْحِ فِي الدِّيَةِ

۱۶۔گاؤں چمیڑی اور جودہ گاؤں کے امام مسجد بھی آپ کے فیض یافتہ تھے۔ ؎

ان حضرات کے علاوہ بھی موصوف کے کافی تلامذہ تھے۔حقیقت یہ ہے کہ اس مرد درویش کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں موجود ہے۔مگر یہاں جن شخصیات کے نام دستیاب ہو سکے ہیں ان کا ذکر ہی کیا گیا ہے۔علامہ قاضی صاحب علمائے سلف کی یادگار تھے۔کبھی خوف یا لالچ آپ کو اظہار حق سے باز نہ رکھ سکا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کتب خانہ بہت بڑا تھا مگر افسوس کہ آج چند کتابوں کے سواء کچھ باقی نہیں رہا۔موصوف فتوٰی نویسی بھی کرتے تھے اور صاحب قلم بزرگ تھے۔لیکن افسوس صد افسوس کہ آپ کے تحریر کردہ فتوے بھی آج محفوظ نہیں۔اور ان کی تصانیف بھی اخلاف کی بے پرواہی سے ضائع ہو چکی ہیں۔آخر اسلام کے اس عظیم مجاہد،سنیت کے بطل جلیل کی روح ۱۰ ذوالحجہ(یوم عید الاضحی)۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۱۹۶۵ء بروز منگل کو اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے اہل سنت وجماعت بالخصوص وادی تناول کے عوام وخواص ایک فاضل،کامل اور صاحب دل ولی اللہ سے بظاہر محروم ہو گئے۔آپکے جنازے میں اطراف واکناف کے بکثرت مسلمانوں نے شرکت کی اور چشم پرنم سے موصوف کو اپنے آبائی گاؤں گلی رحمکوٹ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔آپکا مزار آج بھی چھوٹی زیارت کے نام سے مشہور ومعروف اور مرجع انام ہے۔کاتب الحروف بھی گاہے بگاہے فاتحہ خوانی کے لئے آپ کے مزار پر حاضر ہوتا رہتا ہے

نوٹ: حضرت علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ نے دو شادیاں کی تھیں۔آپ کی بہت اولاد ایام طفولیت میں ہی فوت ہوئی۔تاہم ۴ بیٹوں اور دو بیٹیوں نے عہد شباب اور بڑھاپا بھی دیکھا۔آپ کی اولاد میں اب صرف دو بیٹے بقید حیات ہیں۔باقی اولاد اللہ کو پیاری ہو چکی ہے۔ہزاروی غفرلہ

؎ بروایت والد مؤلف کتاب وعم محترم قاضی محمد اسماعیل

مولانا قاضی عصمت اللہ

بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ بن قاضی وصی اللہ قدست اسرارھم

مولانا قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ رحمۃ اللہ علیھما باڈی شنگلی کے مشہور گاؤں چمراسی کے مرکزی مقام " کُلُبَندِ شَرِیف "میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ بعد ازاں شمدھڑہ (اوگی) بفہ (اوگی) میں کچھ عرصہ اسباق پڑھتے رہے۔ پھر سمہ (موجودہ ضلع صوابی) مرغز، شاہ منصور میں اوسط درجے کی کتب مختلف مساجد و مدارس میں پڑھیں۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مانکی

شریف اورترن (بٹگرام) کے اساتذہ کے سامنے زانوتلمذ طے کیا۔ [1] موصوف اپنے وقت کے ایک مقتدر عالم دین تھے۔فضلائے عہد آپ کی فضیلت علمی کے مداح ومعترف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم دینیہ سے فارغ ہو کر اپنے آبائی گاؤں چمراسی میں سکونت اختیار کی اور امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔موصوف نے حیات جاودانی کا زیادہ عرصہ خدمت خلق اور جودوسخا میں گزارا۔جس طرح بے سہارا اور مظلوم لوگوں کی مدد واعانت آپکے اسلاف کا طرہ امتیاز تھا۔آپ بھی اپنے اسلاف کی اتباع میں خدمت خلق اور مالی فیاضی میں اپنی مثال آپ تھے۔موصوف کے دورحیات میں بھی"گلبند شریف "مظلوم اور بے سہارا لوگوں کا مسکن رہا اور آپ ان کی مدد واعانت کرتے رہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوشادیاں کی تھیں جن سے آپ کی ایک بیٹی اور تین فرزندارجمند تولد ہوئے۔

(۱) صاحبزادہ مولانا عظیم اللہ مرحوم

(۲) مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد

(۳) مولانا محمد ایوب

جن میں سے دو داغ مفارقت دے چکے ہیں۔جبکہ مولانا محمد ایوب والد کی امانت عظیمہ کو ملت اسلامیہ تک پہنچانے میں کوشاں ہیں۔حضرت علامہ قاضی عصمت اللہ نوراللہ مرقدہ نے ۳ محرم ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۹۶۵ء بروز پیر تقریباً ۱۵۰ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اپنے آبائی قبرستان چھڑی شریف (چمراسی) میں مدفون ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد نے پڑھائی۔

---

[1] بروایت صاحبزادہ مولانا محمد ایوب (گلبند شریف چمراسی)

حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان ؒ

بن علامہ قاضی عبدالمستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ قدست اسرارھم

حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان سنہ ۱۳۶۲ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۳ء میں ریاست تناول کے مشہور ومعروف عالم جناب قاضی عبدالمستعان قدس سرہ السامی کے گھر گاؤں گلی رحمکوٹ میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے ۔موصوف کے والد ماجد اپنے دور کے مقتدر عالم دین تھے آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد گرامی اور برادر اکبر علامہ قاضی محمد اسماعیل سے حاصل کی بعد ازاں تحصیل اوگی گاؤں بیلیاں کی دینی درسگاہ میں داخل ہوئے اور متوسط درجہ کی کتب

پڑھیں ۔آپ مدظلہ العالی نے مختلف مساجد و مدارس میں فیض اکتساب کیا۔مثلاً شمد ھڑہ (اوگی) بام خیل (صوابی) اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں بھی اپنے وقت کے مقتدر علماء کے سامنے زانو تلمذ طے کیا۔لیکن افسوس کہ کسی دینی ادارے سے مستقل طور پر فراغت حاصل نہ کرسکے۔آپ کے مزاج میں جلال کا پہلو نہایت واضح اور عیاں تھا اور آج بھی ہے۔موصوف کی جلالی طبیعت میں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کی عکاسی نظر آتی ہے۔ضلع راولپنڈی کے مضافات میں آپ دامت برکاتھم العالیہ امامت کی ذمہ داری بحسن خوبی نبھارہے تھے۔کہ وہاں مولوی عبدالغنی نامی ایک عالم پر مناظرے کا بھوت سوار تھا۔موصوف ہر جنازہ میں دعا بعد نماز جنازہ کو بدعت اور جہالت کہتے ان کو بدعت کی یہ گردان ایسے حفظ تھی کہ پناہ خدا۔مولوی عبدالغنی چونکہ اپنی عادت سے مجبور تھے انہوں نے اس گاؤں میں بھی دعا بعد نماز جنازہ کو بدعت و جہالت کہا جس کے قرب و جوار میں علامہ عزیز الرحمان اطال اللہ عمرہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔اور مزے کی بات یہ کہ آپ اس جنازہ میں بذات خود موجود تھے۔جس میں مولوی عبدالغنی نے یہ وعظ فرمایا۔آپ نے مولوی موصوف کا چیلنج قبول کیا اور فرمایا عبدالغنی صاحب

---

۱ حضرت کاتب الحروف کے والد ماجد ہیں آپ کے حالات وکوائف کو قلمبند کرنے سے شاید کسی خود نمائی کے بارے میں مبالغہ آرائی کا دھوکہ ہو۔کیونکہ ایک بیٹا ہونے کی حیثیت سے مجھے اپنے والد گرامی کی ہر ادا سے محبت ہے آپ کا ہر قدم اپنے لئے مشعل راہ سمجھتا ہوں۔ویسے بھی باپ بیٹے کا رشتہ دنیا کے دوسرے رشتوں سے پائیدار اور مستحکم رشتہ ہے۔جہاں بیٹا والد کی ہر حرکت کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔یہ ایک طبعی اور فطری امر ہے، جو کسی انسان کے بس میں نہیں۔لیکن والد گرامی کے خلوص وللہیت، سادگی اور درویشانہ زندگی سے کسی کو انکار نہیں۔کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہ ہونے کے باوجود والد گرامی نے ہماری تربیت پر پوری توجہ دی۔آپ کے پرخلوص جذبے کے طفیل سے آج بندہ ناچیز علماء کی جوتیوں کے اٹھانے کی سعادت پر فخر محسوس کرتا ہے۔

اگر مناظرہ یہیں ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ مولانا عزیز الرحمان نے دعا بعد نماز جنازہ کے جواز میں مشہور حدیث ''إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ'' [1] پیش کی۔ موصوف جواب میں قرآن کی کوئی آیت یا حدیث تو پیش نہ کر سکے۔ جس سے دعا بعد نماز جنازہ کا بدعت و جہالت ہونا ثابت ہوتا ہو۔ مگر بدعت و جہالت کے الفاظ رٹے جا رہے تھے کہ دعا بعد نماز جنازہ بدعت و جہالت ہے، بدعت و جہالت ہے۔ اُف یہ انداز مقررانہ اور صدائے ظالمانہ مولوی موصوف کا طرہ امتیاز معلوم ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا! بندہ خدا چیخنے چلانے سے بات بننے والی نہیں یا اپنے دعوے پر دلیل پیش کرو یا ہماری پیش کردہ حدیث کا جواب دو۔ آپ نے مزید فرمایا عبد الغنی صاحب بدعت و جہالت دو الگ چیزیں ہیں۔ بدعت کی تعریف اور اقسام آپ نے مولوی عبد الغنی کے سامنے پیش کیں۔ لیکن عبد الغنی صاحب ہیں کہ بدعت و جہالت کے سواء زبان پر کوئی لفظ ہی نہیں آتا۔ مولوی عبد الغنی کے بدلے تیور دیکھ کر آپ کی رگ جلالت بھی پھڑک اٹھی۔ آپ نے جوتا پاؤں سے نکالا اور مولوی موصوف کے دو، چار رسید کر دیے اور ساتھ فرمایا مولوی جی بدعت کی تعریف و اقسام ہم پہلے بیان کر چکے۔ جہالت یہ ہے جسے میں نے پریکٹیکل طریقے سے آپ کو سمجھا دیا۔ اس واقعہ کا علم دیوبندی عالم مولوی غلام اللہ خان کو ہوا تو انہوں نے مولانا عزیز الرحمان سے کہا۔ مولانا میں نے پہلے ہی آپ کو مطلع کر دیا تھا کہ مولوی عبد الغنی سے مت الجھنا یہ جاہل شخص ہے۔ اس واقعہ کا کمال یہ ہوا کہ پھر مولوی موصوف کو فساد فی الارض کرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ دوسرے موقع پر ایک شخص مولانا عزیز الرحمان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جناب ہمارے امام صاحب نے مسئلہ بیان کیا ہے کہ ایک جانور (گائے، بھینس اور بیل وغیرہ) میں نو آدمی شریک ہو کر قربانی کر سکتے ہیں۔ یہ جائز ہے؟ آپ نے سائل سے فرمایا! میرے علم میں یہ مسئلہ نہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کے امام صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے؟ لیکن میرا گمان ہے کہ آپ کو سمجھنے یا سننے

---

[1] اس مسئلے کی تفصیل کے لئے میری کتاب "الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازہ" ملاحظہ فرمائیں

میں فرق آیا ہے۔امام صاحب نے مسئلہ ایسے بیان نہیں کیا ہوگا۔لیکن سائل برابر اس بات پر اصرار کر رہا تھا کہ انہوں نے مسئلہ یوں ہی بیان کیا ہے اور وہ بھی ہمارے قریب ہی کھڑے ہیں۔اور وہ بھی صاحب علم ہیں۔ پورے علاقے میں اکیلے آپ ہی تو عالم دین نہیں۔آپ نے سائل کی گفتگو سنی تو آپ جلال میں آگئے اور فرمایا جناب جب آپ کے امام صاحب بھی یہاں موجود ہیں تو جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنی لڑکیوں کا ختنہ کرنا شروع کر دو کیونکہ یہ واجب ہے۔آپ کے اس بیان کے بعد تو امام موصوف نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ البتہ چند شر پسندوں نے آپ پر حملہ کیا اور لڑائی شروع کر دی۔ بہر حال آپ نے فرمایا۔ بھائیوں اپنے امام صاحب کو بلاؤ جہاں وہ ۹ آدمیوں کی قربانی ثابت کریں گے وہاں ہم لڑکی کا ختنہ کرنا ثابت کر دیں گے۔مگر بقول شاعر! ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار چلے گی
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

امام موصوف کو آپ کے سامنے آ کر اپنا مؤقف ثابت کرنے کی ہمت نہ ہوئی موصوف کو تو آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن آپ نے بھی لڑائی اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے اپنے بیان کردہ مسئلے کا حوالہ نہیں دیا۔بیٹا ہونے کے ناطے آپکا یہ ادھار میں چکا دیتا ہوں اور امام موصوف آج بھی بقید حیات ہیں اور ماشاء اللہ اب تو علامہ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ اب بھی اگر وہ اپنے بیان کردہ مسئلے (نو آدمیوں کی قربانی ایک جانور میں جائز) کو باحوالہ بیان کر دیں تو ہم ان کے ممنون ہوں گے لیکن ہم جانتے ہیں وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے پھر بھی میں والد محترم کے بیان کردہ مسئلے کو تفصیل میں جائے بغیر باحوالہ نقل کرتا ہوں۔کیونکہ ہوسکتا ہے امام موصوف کے دل میں یہ بات ہو کہ مولانا عزیز الرحمان نے یہ مسئلہ ویسے ہی بیان کر دیا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے امام صاحب دل کے کان کھول کر سنیے کیونکہ!

؎ تم ہی نہ سن سکے اگر قصہ غم سنے گا کون

کس کی زبان کھلے گی پھر، ہم نہ اگر سنا سکے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اَلْخِتَانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَ مُكْرَمَةٌ لِلنِّسَاءِ۔ [1]
یعنی ختنہ مردوں کے حق میں سنت اور عورتوں کے حق میں عمدہ ہے۔

الاشباہ میں ہے! لَا يُسَنُّ خِتَانُهَا وَاِنَّمَا هُوَ مُكْرَمَةٌ۔ [2]
یعنی لڑکیوں کا ختنہ کرنا سنت نہیں بلکہ وہ ایک عمدہ کام ہے۔

منیتہ المفتی پھر غمز العیون میں ہے!

وَاِنَّمَا كَانَ الْخِتَانُ فِي حَقِّهَا مُكْرَمَةٌ لِاَنَّهُ لَا يَزِيْدُ فِي اللَّذَّةِ۔ [3]
لڑکیوں کے حق میں ختنہ ایک عمدہ فعل ہے کیونکہ اس سے لذت جماع میں اضافہ ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ عربستان میں لڑکیوں کے ختنہ کا عام رواج ہے لیکن ہندوستان میں یہ رواج عام نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس پر ہنسیں گے اور لوگوں کے گناہ عظیم میں مبتلا ہونے کا سبب ہوگا۔ اور حفظ دین مسلمانوں پر واجب ہے لہذا یہاں ہندوستان میں اس کا حکم نہیں۔ یاد رہے عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ ہم نے یہاں صرف تین حوالہ جات قلمبند کیے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو مزید کتابوں کے حوالے بھی امام موصوف کو لکھ کر ارسال فرمائیں گے۔ یاد رہے یہ مسئلہ ضمناً آگیا تو میں نے اس کی وضاحت کر دی۔ چونکہ والد گرامی نے یہ مسئلہ محفل میں بیان کیا تھا۔ اس وجہ سے مسئلہ کی وضاحت کرنا ضروری سمجھا۔ حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان نے جن عظیم ہستیوں کے سامنے زانوتلمذ طے کیا ان میں!!

---

[1] مسند احمد بن حنبل، حدیث اسامۃ الھذلی، جلد ۵ صفحہ ۷۵، المعجم الکبیر حدیث نمبر ۷،۱۱۲،۱۱۳ جلد ۷ صفحہ ۷۴

[2] الاشباہ والنظائر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰، ادارۃ القرآن کراچی

[3] غمز العیون البصائر شرح الاشباہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۰، ادارۃ القرآن کراچی

۱۔علامہ قاضی عبدالمستعان نوراللہ مرقدہ (والدمحترم)

۲۔علامہ قاضی محمداسماعیل (برادراکبر)

۳۔مولاناعبدالمنان (شمدھڑہ اوگی)

۴۔مولاناعبدالغفور(چچھ برہ زئی)

۵۔مولانا عبدالمنان (بیلیاں اوگی) کے اسماء قابل ذکر ہیں ۔حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان نے مختلف مقامات پر امامت کے فرائض سرانجام دیے ۔ضلع راولپنڈی ،علاقہ روات کے گاؤں پنج گراں ،سواں کیمپ ، پنڈ گھا کھڑا اور اپنے آبائی گاؤں گلی رحمکوٹ اور لساں نواب کے مقامات قابل ذکر ہیں ۔انکے علاوہ بھی مختلف مقامات پر امامت کرواتے رہے۔

مولاناعطاء الرحمان ؒ

بن مولاناعزیز الرحمان بن قاضی عبدالمستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا عطاء الرحمان ۳ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ بمطابق ۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو وادی تناول موضع رحمکوٹ کے معروف گاؤں گلی شریف میں مولانا عزیز الرحمان کے گھر کتم عدم سے منصہ شھود پر جلوہ گر ہوئے ۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول رحمکوٹ سے حاصل کی ۔بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں داخل ہوئے ۔اور ۲۰۰۳ء میں میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔قبل ازیں ایک سال گورنمنٹ ہائی سکول شیر گڑھ میں بھی تعلیم حاصل

کرتے رہے۔درس نظامی کی ابتدائی کتابیں نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں پڑھیں اور ترجمہ وتفسیر کے لئے مولانا نورالحق حقانی (رحمکوٹ) کے سامنے زانوتلمذ طے کیا۔تاہم منظم طور پر کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں ہیں۔البتہ مطالعہ کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کرتے رہتے ہیں آپ کی طبیعت میں جلال کا پہلو نہایت واضح اور عیاں ہے۔کاتب الحروف کی حصول تعلیم میں موصوف کا بہت بڑا دخل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہم چھوٹے بہن بھائیوں کی کفالت کی وجہ سے موصوف اعلیٰ درجات کی تعلیم حاصل نہ کرسکے۔اللہ کریم ان کا سایہ ہم بہن بھائیوں پر تادیر سلامت رکھے آمین۔

ا؎ موصوف بندہ ناچیز کے برادر اکبر ہیں۔

مولانا عظیم اللہ

بن قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ بن قاضی وصی اللہ قدست اسرارھم

مولانا عظیم اللہ وادی تناول کے مشہور خطے بانڈی شنگلی کے گاؤں چمراسی کے مرکزی مقام "کُلَبَند شَرِیف" میں قاضی عصمت اللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد گرامی سے حاصل کی۔بعد ازاں مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر اپنے دور کے ممتاز فضلاء ومشائخ سے اکتساب فیض کیا اور تبحر علمی میں معاصرین سے ممتاز ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیرگڑھ اور پشاور کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی دوران تعلیم ہی ازدواجی

زندگی سے منسلک ہو گئے جس کی وجہ سے منظم طور پر کسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ ازدواجی زندگی میں منسلک ہونے کے بعد مختلف مقامات پر امامت کے فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ جن میں آبائی گاؤں چمراسی اور گاؤں چکلی نمایاں ہیں۔ آپ کے مزاج میں جلال کا عنصر نمایاں تھا۔ آپ کی جلالی طبیعت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرتوں کی عکاسی کی جھلک نظر آتی تھی۔ ۲۷ رمضان ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے آبائی قبرستان چھڑی شریف (چمراسی) میں محو استراحت ابدی ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی مولانا محمد ایوب نے پڑھائی۔ [1]

[1] یہ تمام معلومات موصوف کے علاتی بھائی مولانا محمد ایوب نے فراہم کیں راقم ان کا شکر گزار ہے

مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد

بن قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی بہر اللہ

تاریخ گواہ ہے کہ انسانی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں تاریخ ساز شخصیات کا کردار ہی اہم عنصر رہا ہے۔ ایسی شخصیات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے اپنی شخصیت و کردار کی قوت سے وقت کے دھارے کا رخ موڑ دیا وہ نہ صرف عامۃ الناس کے لئے ایک نمونہ اور قابل تقلید بن گئے بلکہ اقدار کی جلا و نشو نما کا باعث بھی رہے۔ عصر گزشتہ میں انہی شخصیات میں سب سے نمایاں شخصیت شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالقیوم ہزاروی گلبندی

کی تھی ۔جنکی جامعیت مختلف شعبہ حیات مذہب ، معاشرت ،معیشت، سیاست ، قیادت اور ثقافت پر محیط تھی۔آپکی علمی کاوشوں نے ملی افکار میں نئی روح پھونکی،آپکی بصیرت نے زندگی کو نئے رجحانات سے ہمکنار کیا۔آپکی حکمت نے شخصی طرز عمل سے ملی لائحہ عمل تک سب کچھ بدل دیا۔آپ کی لطافت نگاہ نے انفرادی اور اجتماعی حیات کے مخفی گوشوں کی غمازی کی ۔مرض ملت کی تشخیص کے ساتھ علاج لقمانی بھی تجویز کیا۔آپ علوم دینیہ اور طب میں فخر روزگار تھے اپنے آبائی گاؤں چمراسی میں امامت کرواتے اور دن کو مطب چلا کر اپنی معاش کا سامان کرتے ۔u/c باانڈی شنگلی میں سب سے پہلے آپ نے ہی مطب شروع کیا۔دانشمندی اور خداداد قابلیت کی بنا پر مطب نہایت کامیابی سے چل پڑا۔آپکے فکر و فلسفہ نے ذھن انسانی کو نئی دنیاؤں اور نئے نئے جہانوں سے روشناس کرایا۔آپکی ذات سے علم وعرفان کے نئے چشمے پھوٹے ۔جنہوں نے فردکی ویران زمین فکر کو بھی شاداب و سیراب کیا اور قوم وملت کی حیات کو بھی نئے موسم ومنظر سے آشنا کیا۔آپکے عزم کی پختگی جذبہ حدت اور افکار کی تمازت نے کائنات ہست و بو کو نئے حادثات سے دو چار کر کے حیات نو اور نشاۃ ثانیہ کمالیہ پیدا کی ۔ معاشرے کی ہیت وتشکیل کے انداز بدل رہے تھے ۔آپ نے خوابیدہ ضمیر کو بیدار کر کے ایک نیا ولولہ، جوش و جذبہ،فکرو کردار دیا۔آپ نے مایوسی و ناامیدی کے سمندر میں غرق اور روحوں کو یقین وعمل کے سفینوں پر نیا عزم زندگی اور ذوق منزل عطا کیا۔آپکی بارعب شخصیت، سحر انگیز طرز عمل ،ہیبت ناک استقامت اور حیات آمیز افکار نے فرد اور معاشرہ کی فکر وعمل میں انقلاب برپا کر دیا۔آپکے افکار ونظریات اور طرز عمل اور جدو جہد مرض ملت کے لئے اکسیر حیات ثابت ہوئیں ۔آپکی گفتگو ،معنویت ، جامعیت ، ربط وتسلسل الفاظ کے برجستہ و برمحل انتخاب،فصاحت و بلاغت بھرا لہجہ اور موثر اظہار بیان میں اپنا نظریہ بنیاد رکھتی تھی۔علمیت کا رنگ لئے ہوا آپکی گفتگو اصلاح وتعمیر کے درد کے ساتھ سامع تک پہنچتی تھی۔آپ نے مسلک پرست ،فرقہ واریت کے ماحول میں بھی ان منفی اقدار کو مرکز توجہ بنانے کے بجائے وحدت، اتحاد کو

موضوع کلام بنایا۔آپ نے ذھن ملت کونئی جہتوں سے ہمکنار کیا۔ان کو یقین محکم سے عمل پیہم کا درس دیا ان کے افکار ونظریات کو چشمہ گنبد خضرا سے سیراب کرکے انہیں رفعت پرواز کے نئے راستوں پر ڈال دیا اور اذہان وقلوب میں اسلام کی عظمت، شان وشوکت اور ہیبت و جلال کو زندہ کیا۔آپ نے اپنی انقلابی شخصیت کی بناء پر عامۃ الناس کے طرزعمل میں واضح تبدیلیاں پیدا کیں۔لوگوں کے طرزعمل میں تبدیلی ہی دراصل معاشرے میں کسی مثبت تبدیلی کی اساس ہوتی ہے۔آپ نے مروجہ افکار ونظریات کونئی جہتوں سے آشکار کرکے لوگوں کی بڑی تعداد کو متاثر کیا۔آپکی شخصیت وخدمات کی بناء پر انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر معاشرے میں نمایاں تبدیلیاں رونماء ہوئیں۔ان میں سب سے پہلے جو آواز اٹھائی وہ شرک و بدعت کے خلاف تھی۔ [1] مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد جہاں کہیں افراد کا جم گٹھا دیکھتے وہاں ہی دین کا کام شروع کردیتے، بازار سے لے کر منبر ومحراب تک تقریروں کے ذریعہ کلمہ توحید بلند کرتے۔شرک و بدعت کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کیا۔جہاں شادی و نکاح کی محفل ہوتی وہاں پہنچ جاتے۔منگنی، نکاح اور شادی میں جو خلاف سنت امور ہوتے ان سے لوگوں کو آگاہ کرتے۔حالات ایسے تھے کہ میراثیوں یعنی ڈھول باجے کے بغیر شادی ہونا ناممکن تھی۔یہاں تک کہ علاقے کے معززین بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔یہ رسم ختم کرنی کچھ آسان کام نہ تھا۔یہاں تک کہ علاقے کے لوگوں میں مشہور تھا کہ شادی میں ڈھول ڈھمکے اور ڈانس نہ ہوتو یہ شادی نہیں بلکہ جہلم کی خیرات ہے۔اس وقت سب گاؤں والوں کو اکھٹا کرکے فیصلہ کیا کہ جو آدمی نکاح، شادی میں یعنی خوشی کے موقع پر میراثیوں کو بلائے گا تو اسے ۵۰۰ روپے بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔اس دور کے ۵۰۰ آج کے ۲۰،۰۰۰ بیس ہزار سے زیادہ سمجھیں۔جب یہ آواز اٹھی تو لوگ آپ کے مخالف ہو گئے مگر رفتہ رفتہ یہ قبیح رسم ان کی زندگی میں ہی ختم ہوئی۔الحمد اللہ سنت کے مطابق نکاح وشادی شروع

---

[1] شرک وبدعت کی تفصیل کے بارے میں میری کتاب دھوکا مت کھائیے کا مطالعہ فرمائیں۔

ہوئی جواب تک جاری وساری ہے۔ ۱

جہاں فوتگی ہوتی وہاں مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد پہنچ جاتے اور فوتگی کے اندر جو غلط رسم ورواج تھے وہاں ان کے خلاف بات شروع کردیتے۔ ان میں پہلی آواز بین کرنا تھا جو کہ عام تھا۔ چند مخصوص عورتیں عجیب عجیب الفاظ سے بین کرتیں۔ جو کہ بالکل شرکیہ تھے یا تو بے جا تعریف یا لعن طعن مگر یہ سب بغیر سوچے سمجھے ہورہا تھا بال نوچے جارہے تھے۔ اب ہر میت کے رشتے داروں کے لئے یہ کچھ کرنا ضروری خیال کیا جاتا تھا ورنہ میت کو محروم سمجھا جاتا تھا یا محبت میں کمی کی دلیل تھی۔ توحید کی تلوار جو چلی تو یہ رسم بھی ختم ہوئی۔ ایسے ہی یہ رسم بھی زوروں پر تھی جیسے ہی کوئی فوت ہوا۔ کفن دفن سے پہلے چند نوجوانوں کا انتخاب کیا جاتا کہ آپ چکی (یعنی جندر) پر دانے لیکر جائیں اور پسوا کر لے آئیں کیونکہ ہم نے پہلے دن میت کی موجودگی میں لوگوں کو کھلانا ہے۔ یہ رسم گویا فرض کا مقام رکھتی تھی۔ اگر گھر میں گندم موجود نہ ہوتی

---

۱ یاد رہے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے خاندانوں میں میراثیوں کو بلانا خوشی کے مواقع پر بھی ایک معیوب فعل سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قوم کے افراد کی شادی ہو یا خوشی کا کوئی اور موقع ہو یہ لوگ ڈھول باجے والوں کو کسی صورت دعوت نہیں دیتے کہ وہ آکر ڈھول باجے بجائیں اور گانیں گائیں۔ اللہ کرے باقی تمام مسلمانوں میں بھی یہ قبیح رسم ڈھول، باجے والی ختم ہو جائے۔ قارئین! یاد رہے شادی یا دوسرے خوشی کے موقع پر طوائفوں کا گانا بجانا، ڈھول، طبلہ، بانسری، سارنگی اور باجہ وغیرہ بجانا یہ سب ممنوع ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ مشکوۃ شریف کی روایت میں رنڈیوں (مغنیات) کی خرید وفروخت اور ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینے اور اس کاروبار کی کمائی کو حرام کہا ہے۔ مردوں کی محفل میں تو طوائفوں کا ناچنا اور گانا بجانا تو ظاہر ہے آنکھوں اور کانوں کا زنا ہے اور یہ حرام ہے۔ لیکن عورتوں کی مخصوص محفل میں بھی ڈومنیوں اور میراثیوں کا ناچنا ممنوع ہے۔ البتہ ڈھول، باجے، طبلے، بانسری اور سارنگی کے بغیر اگر کوئی بامقصد گانا یا اشعار پڑھے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اسلام جائز اور بامقصد تفریح کی اجازت دیتا ہے اور خوشی کے موقع پر اپنے جذبات کا اظہار کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ اللہ کریم ہم تمام مسلمانوں کو ان برے افعال واعمال سے محفوظ رکھے آمین۔

تو قرض لے کر یہ رسم ادا کرنی پڑتی تھی۔غریب لوگوں کو مجبوراً یہ کرنا پڑتا تھا ورنہ ان کے خیال میں معاشرے میں ان کی ناک کٹ جاتی اگر وہ ایسا نہ کرتے۔مولانا موصوف نے یہاں بھی ضرب حق لگائی نابالغوں کے حقوق واضح کئے ،یتیم کے حقوق ،میت کے حقوق ،اسکی وصیت ثلث ،اسکا قرضہ،کفن دفن کے مسائل ،یتیموں کا مال ،نابالغ کا مال ،انکے حصے ،اجازت کے بغیر مال کا خرچ ،لوگوں نے مخالفت کی مگر یہ رسم بھی ان کی زندگی میں ہی ختم ہوئی ۔ [۱]

ایسے ہی جب جنازے کے لئے صفیں تیار ہو جاتیں تو ہر صف میں ایک آدمی کھڑا ہو جاتا اور پانچ ،پانچ روپے فی کس دیتا اس کو فدیہ کہتے تھے ۔مولانا عبد القیوم ہزاروی نے فدیے کے مصارف واضح کیے ،کھول کھول کر بیان کیے اور اسکے مصرف بیان کیے ،کتنا دینا ہے اور کیسے دینا ہے لوگوں نے مخالفت کی مگر یہ رسم بھی ختم ہوئی ۔ایسے ہی دوران قرآن کے چند آدمی گول دائرے کی صورت میں بیٹھتے اور ایک آدمی (عالم ،ہزاروی) کچھ پڑھتا ۔پھر چند روپے اور قرآن پاک جو رومال میں محفوظ ہوتے ہیں اسکو گھماتے ہیں اسکو وصول اور قبول کرتے ہیں پھر چند روپے لیکر آپس میں تقسیم کر کے قصہ ختم ۔مولانا موصوف نے اسکے خلاف بھی آواز بلند کی مگر لوگوں نے ابھی تک یہ رسم نہیں چھوڑی لیکن اس وقت نہ ہونے کے برابر ہے ۔کہیں کہیں یہ رسم اب بھی موجود ہے ۔ [۱]

ایسے ہی قبر پرستی ،بت پرستی کی صورت اختیار کر چکی تھی یہاں اس میدان میں بھی مولانا ڈٹ گئے ۔ان عورتوں کے خلاف بیان بازی شروع کی جو قبروں پر جا کر ایسے دعائیں مانگتی تھیں جیسے باپ یا خاوند سے مانگتے ہیں ۔ [۱] اور قبروں پر چھوٹی چھوٹی لکڑیاں باندھ کر ان پر

---

[۱] میت کے پاس دعوت کھانا یہ بدعت قبیحہ ہے کیونکہ دعوت کا طریقہ سرور کے وقت رکھا نہ کہ شرور کے وقت ،اس مسئلے کی تفصیل کے لئے حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ الرحمان کا رسالہ جَلِیُّ الصَّوْتِ لِنَهْيِ الدَّعْوَةِ اَمَامَ مَوْتٍ یعنی کسی موت پر دعوت ممانعت کا واضح اعلان" ملاحظہ فرمائیں ۔فتاوی رضویہ جلد ۹ صفحہ ۶۶۲ اشاعت ۱۹۹۶ء رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان

شملے، پٹکے یا دوسرے لفظوں میں عمامے باندھتی تھیں۔ جتنے بھی شملے باندھتی ان کا یقین (عقیدہ) تھا کہ اتنے ہی بیٹے ہوں گے۔ یہاں تک کہ اس مزار کا نام ہی کلیاں والا بابا مشہور ہو گیا۔ مولانا نے یہاں بھی آواز بلند کی اور توحید کا پرچار کیا۔ ۲

ایسے ہی قبر پر عورتوں کا غیر محرموں کے سامنے آنا جانا۔ ۱ قبر پر شمع جلانا ۲ برکت کے لئے نمک اور قبر کی مٹی کو دوا سمجھ کر کھانا اسکو حردہ (Hurda) کہتے تھے۔ اس میدان میں بھی مولانا نے خوب مقابلہ کیا۔ ۳ بیٹیاں اور بیٹے یہ تو اللہ کے اختیار میں ہیں شفاء دینا بھی اللہ

---

۱ چونکہ مولانا عبد القیوم صاحب دیوبندی مکتب فکر کے عالم دین تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے دوران قرآن کی مخالفت کی ہوگی۔ راقم نے تو ان کو نہیں دیکھا۔ لیکن تعجب و حیرت ہے کہ اتنے بڑے عالم دین سے دوران قرآن کے دلائل کس طرح مخفی رہ گئے۔ قرآن و احادیث اور فقہائے کرام بلکہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے بھی حیلہ اسقاط و دوران قرآن کو جائز لکھا۔ تفصیل کا یہ محل نہیں ورنہ تفصیل بیان کرتا۔ سر دست صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں وہ بھی دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی کتابوں سے تفصیل کے لئے میری کتاب " اَوۡضَحُ الۡبِیَانِ فِیۡ جَوَازِ الۡحِیۡلَةِ وَالۡاِ سۡقَاطِ مَعَ دَوۡرَانِ الۡقُرۡآن "کا مطالعہ فرمائیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے مشہور عالم رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ!

سوال۔ مرنے کے بعد جو طرائق اسقاط عوام کرتے ہیں کہ فرائض و واجبات تجویز کر کے اس کے فدیہ میں جو گندم وغیرہ مقرر ہوئے ان کے عوض ایک کلام اللہ شریف دے کر سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں لہذا طریق مروجہ ثابت اور جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا حق تعالی نیت سے واقف ہے، مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو۔ (رشید احمد گنگوہی "مصنف" فتاوی رشید صفحہ ۱۵۰)

دیوبندی مسلک کی نمائندہ کتاب فتاوی دار العلوم دیوبند میں حیلہ اسقاط کے متعلق پوچھے جانے والے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں! ان میں سے جس حیلہ کو بعض فقہا نے لکھا ہے وہ بصورت ناداری و افلاس ورثہ محض تبرع کے طریق سے فقہا نے لکھا تھا کہ بضرورت اگر ایسا کر لیا جاوے تو امید ہے کہ میت کے ذمہ کے فرائض ادا ہو جاویں۔ (مفتی عزیز الرحمان دیوبندی "مصنف" فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ۴ صفحہ ۲۶۱)

کے اختیار میں ہے برکت تو اللہ کے نام میں، اللہ کے احکام میں ہے۔ یہ محنت مولانا نے اس وقت کی تھی۔ جب حق کی بات کرنا آگ کا انگارہ ہاتھ میں پکڑنے کے مترادف تھا۔ مولانا کی یہ محنت بے نتیجہ نہ رہی۔ ۲

اس علاقے میں یعنی بانڈی شنگلی میں مولانا جس جنازے میں موجود ہوتے ہر عالم آپ کو ادباً مصلے پر کھڑا کرتا اور آپکی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کرتا۔ مولانا جنازہ پڑھانے سے قبل

---

۱ علمائے دیوبند کو اس مقام پر یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ جب حقیقت میں دیتا اللہ ہی ہے۔ انبیاء و اولیا کا کام دعا کرنا ہے اور محض واسطہ ہوتے ہیں تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ غوث پاک نے بیٹا دیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہیں اور حضور ﷺ کو حاجت روا یا مددگار کیوں کہا جاتا ہے؟ ان تمام باتوں کا جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے بارہا دیا جا چکا ہے یہ سب اسناد مجازی کے قبیل سے ہیں۔ تلخیص المفتاح میں لکھا ہے ''اَسْنَادُ اِلیَ السَّبَبِ ''اسناد مجازی کی ایک قسم ہے۔ (علامہ تفتازانی صاحب ''مصنف'' ''تلخیص'' المفتاح صفحہ ۱۵)

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں ''وَبَنَی اْلاَمِیْرُ مَدِیْنَۃَ فِی السَّبَب ''یعنی یہ کہا جاتا ہے یہ شہر امیر نے بنایا، حالانکہ یہ کام تو امیر کے ملازم کرتے ہیں۔ اسکا جواب یہی ہے کیونکہ امیر کے حکم سے شہر بنایا گیا پس وہ شہر بنانے کا سبب ہے اور اسکی طرف سے اسناد کرکے مجازاً کہا جاتا ہے کہ ''بَنَی اْلاَمِیْرُ مَدِیْنَۃَ'' امیر نے شہر بنایا۔ اسی طرح چونکہ انبیاء اور اولیاء کی دعا سے اللہ تعالی رزق یا اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس عطا میں سبب قرار پاتے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ انبیاء و اولیاء نے رزق دیا یا اولاد دی۔ اور اسناد مجازی قرآن کریم سے ثابت ہے تفصیل کا یہ محل نہیں، تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب "دھوکا مت کھائیے" کا مطالعہ کریں۔

۲ شہداء کے مقبروں اور اولیاء کے مزارات پر جھنڈیاں لگانا اور چادریں چڑھانا بالکل جائز ہے جسکی قدرے تفصیل ہم حضرت علی بابا المعروف شہید بابا کے حالات زندگی میں لکھ چکے مزید تفصیل کے لئے حکیم الامت احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جاء الحق کا مطالعہ کریں ہاں خواتین کا مذکورہ عقیدہ رکھنا درست نہیں۔

تقریر کرتے توحید کے ڈنکے بجاتے شرک کا قلعہ قمع کرتے۔ مولانا نے تدریس کے لئے دار العلوم کی عمارت کے بغیر اپنے گھر میں ہی طلباء کو پڑھانا شروع کیا۔ ساتھ گاؤں کی امامت سنبھالی، باڈی شنگلی میں طب کی دکان کھولی اور ساتھ ساتھ باڈی شنگلی کی مسجد میں جمعہ کی نماز کا اجراء کیا جب جمعہ کی نماز پڑھائی تو لوگوں کے ساتھ ساتھ علماء نے بھی اختلاف کیا اور مناظرے اور بحثیں ہوئیں لیکن آپ نے دلائل قاہرہ سے اس بات کو ثابت کیا کہ باڈی شنگلی میں جمعہ کی نماز جائز ہے۔ اس طرح ۱۹۶۷ء میں باقاعدہ طور پر باڈی شنگلی کی مسجد میں جمعہ کی نماز شروع کی جو تادم تحریر جاری وساری ہے (مولانا موصوف نے اس سے قبل بھی تین

۱؎ اس مسئلے کی تفصیل کے لئے امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جُمَلُ النُّوْرِ فِیْ نَہْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ" فتاوی رضویہ جلد ۹ صفحہ ۵۴۱ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۲؎ اولیاء وصالحین اور شہداء کی قبور پر شمع جلانا بالکل جائز ہے معلوم نہیں مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد زندگی بھر بقول مولانا زاہد کے ان جائز کاموں کو شرک و بدعت اور روکنے میں کیوں کوشاں رہے ہیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ الرحمان کی کتاب "بُرِیْقُ الْمَنَارِ بِشُمُوْعِ الْمَزَارِ" "یعنی مزارات پر روشنی کا ثبوت" فتاوی رضویہ جلد ۹ صفحہ ۴۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

۳؎ معلوم نہیں مزارات اولیاء پر رکھا نمک کھانا کس دلیل کے تحت ناجائز ہوگیا وہی نمک اگر ہم گھر میں کھائیں تو جائز ہے مگر مزارات پر کھائیں تو ناجائز۔ مزارات پر کھانا تو زیادہ باعث برکت ہونا چاہیے کہ وہاں دیکھیں کہ اسکی نسبت کس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ پھر بھی مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد آج بقید حیات نہیں اگر ہوتے تو ہم بصد ادب و احترام ان سے اس کی ناجائز ہونے کی دلیل پوچھنے کی ضرور جسارت کرتے مگر افسوس وہ بقید حیات نہیں۔

۴؎ حیرت وتعجب کی بات ہے کس نے کہہ دیا کہ مذکورہ بالا افعال اللہ کے اختیار میں نہیں سب جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ اور تمام افعال اللہ کے اختیار وقدرت میں ہیں۔ لیکن اگر کوئی اسناد مجازی کے قبیل سے انبیاء واولیاء سے مدد مانگتا ہے تو یہ شرک نہیں بلکہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ تفصیل راقم کی کتاب "دھوکا مت کھائیے" میں دیکھیں۔ البتہ سر دست دیوبندی مکتب فکر کی مشہور کتاب ارواح ثلاثہ سے ایک حکایت پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں! (بقیہ صفحہ آئندہ)

مقامات پر جمعہ کی نماز کا اجراء کیا۔ان میں سے خانپور، راجہ مقصود کے محلے والی مسجد میں سب سے پہلے جمعہ کا اجراء کیا۔افسوس کہ اب یہ مسجد ڈیم میں آگئی ہے۔دوسرا جمعہ درہ خانپور کے نزدیک کسی جگہ میں شروع کیا اور تیسرا جمعہ موضع کولیاں تحصیل ٹیکسلا میں پڑھانا آپ نے ہی شروع کیا۔ان تمام مقامات کے علاوہ بھی بیشتر مقامات پر آپ نے جمعہ کی نماز کا اجراء کیا تھا جسکی تفصیل ابھی تک مجھے دستیاب نہیں ہوسکی۔آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۱ء گاؤں چمراسی بمقام گلبند شریف ہے۔اور زندگی کی ۵۰ بہاریں دیکھ کر ۳۰ جولائی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی۔ہزاروی) بیان فرماتے تھے۔ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا تو اسے ہی آرام ہو جاتا۔بس اس کثرت سے مٹی لے کر گئے کہ جب ہی قبر پر مٹی ڈلواؤ تب ہی ختم کئی دفعہ ڈال چکا پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا آپکی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوگئی۔یاد رکھو اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو۔لوگ جوتے پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔بس اس دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔(مولانا اشرف علی تھانوی: ارواح ثلاثہ حکایت نمبر ۳۶۵ صفحہ نمبر ۲۹۵،۲۹۴) اب میں اہلسنت و جماعت کے معمولات کو شرک و بدعت کہنے والوں سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ فرمائیے جناب! مولوی محمد یعقوب صاحب کی قبر کی زیارت، ان کی قبر کی مٹی سے شفاء پھر صاحبزادہ صاحب کا مرے ہوئے اباجی سے عرض کرنا اور اباجی کا ڈر کر لوگوں کو شفا بند کر دینا سب کچھ ہی ثابت ہوا۔کیا یہ سب کچھ شرک نہیں۔اگر آپ کے مسلک میں یہ سب کچھ شرک ہے تو آج تک کسی دیوبندی عالم نے نانوتہ کے ان دیوبندیوں کے خلاف فتویٰ شرک دیا یا نہیں؟ اگر نہیں دیا اور یقیناً نہیں دیا تو کیوں؟ اس لئے کہ یہ دیوبندی مولوی نے لکھا ہے۔سچ ہے! ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

۱۹۸۱ء بمطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بروز جمعرات کو آپ نے وصال فرمایا۔ اور اپنے آبائی قبرستان چھری شریف (چمراسی) میں مدفون ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ قاضی بھگوڑہ مولانا قاضی عبدالعزیز صاحب نے پڑھائی۔ ہزاروی غفرلہ)

نوٹ

مولانا عبدالقیوم صاحب کے حالات وکوائف چونکہ ان کے صاجزادے مولانا حافظ محمد زاہد نے تحریر کر کے ارسال فرمائے تھے راقم نے امانت سمجھ کر من وعن ان کی تحریر یہاں درج کی۔ البتہ جہاں زاہد صاحب کی تحریر سے بندہ ناچیز نے اختلاف کیا ہے وہاں میں نے حاشیہ لکھ کر اپنے مسلک کا دفاع کیا ہے۔ ھذا من فضل ربی۔ یہ توضیح اس لئے ضروری سمجھی گئی تاکہ قاری کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔

مجاہد اسلام محافظ ناموس رسالت ﷺ

مولانا غازی عبدالمنان

بن مولانا غلام یحییٰ بن مولانا محمد حسین بن شاہ حسین بن غلام حسین بن سید عالم قدست اسرارھم

فخر اسلام محافظ ناموس رسالت ﷺ مولانا غازی عبدالمنان قدس سرہ السامی کی پیدائش کے متعلق تاریخی اختلاف موجود ہے۔ بعض روایتوں میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۵ء ہے اور یہی تاریخ آپ کی قبر کی تختی پر بھی رقم ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۸ء ہے۔ [۱] جبکہ محترم المقام عزیز ملک کی تحریر سے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۹ء معلوم ہوتی ہے۔ [۲] غازی اسلام مولانا

غازی عبد المنان رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش کی یہی تین روایات مشہور و معروف ہیں اور ان تینوں میں زیادہ بُعد نہیں ہے۔ آپ علیہ الرحمہ ضلع اٹک تحصیل حضرو کے مشہور و معروف گاؤں برہ زئی میں حضرت علامہ غلام یحییٰ کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد محترم حضرت مولانا غلام یحییٰ سے گھر پر ہی حاصل کی اور صرف و نحو کی کتب غورغشتی کے مدرسے میں پڑھیں۔ غازی عبد المنان ولد مولانا غلام یحییٰ خان نے ۱۹۳۷ء میں ایک گستاخ ہندو کو نرتوپہ میں قتل کیا تھا اس بناء پر انھیں سات سال قید کی سزا سنائی گئی۔ ہندو مردود کا نام بھوشن داس عرف بشو تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ سیشن جج ڈی، جی کھوسلہ نے سنایا تھا۔ سنا گیا ہے کہ ہندو ہمارے پیغمبر ﷺ کی شان میں ہنسی مذاق کیا کرتا تھا کہ غازی عبد المنان علیہ الرحمہ نے اسے قتل کر دیا۔ غازی صاحب سے حضرو شہر میں گاہے بگاہے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ یہ ۱۹۴۶ء [3] میں قید سے رہا ہوئے تھے۔

ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۱۸ء ہے [1] رسوائے عالم شردھانند اور راجپال کے عبرتناک قتل پر چند ہی برس گزرے تھے کہ ناقابل اصلاح مہاسبھائی ذہنیت نے پھر ایک بار انگڑائی لی اور ضلع کیمبل پور (موجودہ ضلع اٹک) کے ایک بد باطن کراڑ بچے نے شان رسالت مآب میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔ ہوا یہ کہ حضرو تھانہ سے تین میل مشرق کی جانب ایک گاؤں برہ زئی میں آلو پیاز کی پھیری لگانے والے ادھیڑ عمر ہندو بھیشو نے کسی خاتون گاہک کو سودا بیچتے ہوئے حد ادب کو پھلانگتے ہوئے بلاوجہ شان رسالت ﷺ میں گستاخانہ حملہ کیا۔ وقتی طور پر بات رفت گزشت ہوگئی کیونکہ آس پاس کوئی مرد اس وقت موجود نہ تھا۔ بھیشو ہانک لگاتا گاؤں سے باہر نکل گیا۔ وہ نواحی قصبہ نرتوپہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا اصل نام بھوشن اور عرفی نام بھیشو تھا۔ وہ

---

[1] سکندر خان: دامن اباسین صفحہ ۲۰۰ [2] محمد متین خالد: شہیدان ناموس رسالت ﷺ صفحہ ۱۸۳

[3] (غازی عبد المنان کے بیٹے محمد مشتاق نے عند الملاقات راقم کو بتایا کہ غازی صاحب ۱۹۴۶ء میں نہیں بلکہ ۱۹۴۲ء میں قید سے رہا ہوئے تھے لگتا ہے سکندر خان صاحب سے یہاں بھول ہوئی ہے یا کاتب کی غلطی سے ۱۹۴۶ء لکھا گیا ہے ہزاروی غفرلہ)

برسوں سے آس پاس کے دیہات میں سبزی کی پھیری لگانے آتا۔ ہر چند اسے معلوم تھا کہ مسلمان دیہاتی ہی اس کے گاہک اور رزق کا وسیلہ ہیں، اس کی بے لگام زبان مسلمانوں کے بارے میں زہر اگلنے سے باز نہ رہتی۔ مسلمان صبر سے کام لیتے کہ کتے کی عف عف کا کیا جواب! آخر کار اس کے دل کی خباثت ابل کر ایک روز ہونٹوں تک آ گئی۔ یہ جولائی ۱۹۳۷ء کے پہلے ہفتے کا واقعہ ہے۔ گاؤں بھر میں چرچا ہوا۔ تیسرے چوتھے روز گاؤں کا ایک اٹھارہ سالہ نوجوان عبد المنان دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں غورغشتی کے مدرسے سے صرف و نحو کا درس لے کر گھر واپس پہنچا تو اس کے بڑے بھائی حافظ غلام محمود ۲ نے کہا کہ بعد دوپہر جب دھوپ ذرا ڈھل جائے تو مجھے سائیکل پر حضرو چھوڑ آنا میں وہاں سے پنڈی کے لئے بس پکڑلوں گا۔ عبد المنان نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ ذرا دیر آرام کر لیں میں بھی مسجد میں جا کر ستا لوں۔ وہ گھر سے باہر نکلا تو کسی نے اسے بتایا کہ بھیشو آج پھر گاؤں کی گلیوں میں ہانک لگاتا پھرتا ہے۔ عبد المنان مسجد کے اندر جاتے جاتے رک گیا اسے کچھ خیال آیا ایک خیال جس نے اس کی تقدیر بدل دی۔ وہ تقدیر جس پر فرشتوں کو بھی رشک آئے وہ تیزی کے ساتھ اپنے ایک دوست کے یہاں پہنچا اور اس سے کمانی چاقو مانگا جو حال ہی میں اس نے خرید کیا تھا اور عبد المنان کو بہت پسند آیا تھا۔ چاقو لے کر وہ اپنے شکار کی تلاش میں نکلا۔ بھیشو اس دوران گاؤں سے باہر کھلے کھیتوں سے ہوتا ہوا ڈیڑھ فرلانگ دور جا چکا تھا۔ عبد المنان نے تعاقب کیا اور کھیتوں سے پرے گھنے درختوں سے متصل ایک کنویں پر جا لیا جہاں بھیشو کچھ دیر ستانے کو رک گیا تھا۔ عبد المنان اس کے پاس جا بیٹھا اور ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ بھیشو نے اس کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر پوچھا۔ یہ کیوں کھول رکھا ہے

---

۱ سکندر خان: دامن اباسین صفحہ ۲۰۰

۲ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مکتوب بنام قاضی عبد المستعان ہزاروی راقم کے جد محترم کی طرف راقم کو دادا محترم کی کتابوں سے ملا ہے۔ مکتوب سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ کافی با اثر اور صاحب علم شخصیت تھے۔

؟عبدالمنان نے جواب دیا۔ابھی معلوم ہو جاتا ہے دشمن رسول کو اپنے انجام کا احساس ہو گیا اور وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔عبدالمنان نے پوچھا کہ تو نے اگلے روز شان رسالت میں گستاخی کی جرأت کیوں کر لی؟ بھیشو کوئی معقول جواب نہ دے سکا تو عبدالمنان نے چاقو اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔وہ اٹھ کر بھاگنے لگا مگر اجل کہاں جانے دیتی ہے؟ عبدالمنان نے اسے گھٹنوں تلے دبوچ کر دو تین وار کیے۔کافر کا ناپاک خون کنویں کی حوالی کی مٹی میں جذب ہونے لگا۔بھیشو نے صرف اتنا کہا مار تو چکا ہے اب تو بس کر۔دشمن کو ابھی تک زندہ جان کر عبدالمنان نے اس کی شہ رگ کو چاقو کی دھار پر لیا اور اس کا کام تمام کر ڈالا۔چند زمیندار جو کنویں سے چند گز دور اپنے کام میں مصروف تھے شور سن کر آ گئے۔کچھ دیر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔دیکھتے دیکھتے برہ زئی اور آس پاس کے دیہات سے مسلمان جمع ہو گئے۔کسی نے حضرو تھانہ جا کر اطلاع کر دی اور پولیس آ گئی۔ظہر کا وقت ہو چلا تھا جب پولیس کے جھرمٹ میں عبدالمنان کو حضرو لے جایا گیا سینکڑوں آدمی تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے جلوس کی شکل میں ساتھ ساتھ گئے۔حضرو پہنچتے پہنچتے ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔تھانہ کے مسلمان انچارج نے عبدالمنان سے کہا تم اپنا بیان میری ہدایت کے مطابق لکھواؤ عبدالمنان نے کہا یہ پٹی تم کسی اور کو پڑھانا۔میں نے اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت میں اپنا فرض ادا کیا ہے اور اب جھوٹ بول کر اپنے عمل کو ضائع نہیں کر سکتا۔بہر کیف حضرو تھانہ میں عبدالمنان کا اقبالی بیان درج ہو گیا۔تھانہ والوں نے کیمبل پور (ضلع اٹک) اطلاع دی کہ یہاں ہزاروں مسلمان مشتعل کھڑے ہیں۔اندیشہ ہے کہ کہیں ہندو مسلم تصادم نہ ہو جائے کیمبل پور سے پولیس سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو تین چھوٹے افسر حضرو پہنچ گئے اور عبدالمنان کو کار میں کیمبل پور لے آئے یہاں بھی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے عبدالمنان کو ہمدردانہ مشورہ دیا مگر اس نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا۔دو تین روز میں استغاثہ مکمل ہو گیا۔اقبالی بیان تو موجود تھا ہی عبدالمنان سیشن سپرد ہو گیا۔ان دنوں مسٹر جی۔ڈی۔کھوسلہ کیمبل پور کے ڈسٹرک سیشن

جج تھے ۔فریقین نے اپنے اپنے گواہ پیش کیے ۔مقتول کی طرف سے دو تین جگادری ہندو وکلاء نے پیروی کی ۔پیشی کے روز عدالت کے باہر ہزاروں کا مجمع تھا۔دراز اقامت اٹھارہ سالہ نوجوان عبدالمنان مجرموں کے کٹہرے میں بڑے وقار کے ساتھ کھڑا مقدمے کی کاروائی سنتا۔مقتول کی بیوی بھی گواہی کے لئے پیش ہوئی اور اس نے جرح کے دوران اس حقیقت کا اعتراف کرلیا کہ بھیشو اکثر مسلمانوں کے خلاف زہر چکانی کرتا اور منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتا تھا اور آخر کار وہی ہوا جو غیر متوقع نہیں تھا۔ بیوی کے بیان نے مقتول شوہر کے استغاثہ کا حصار توڑ کر رکھ دیا۔ جی ۔ڈی کھوسلہ نے قتل کو فوری اشتعال کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے عبدالمنان کو سات سال قید کی سخت سزا سنائی اور فیصلہ میں لکھا کہ مجرم اگر جواں سال نہ ہوتا تو اسے عمر قید کی سزا دی جاتی ۔جس وقت یہ فیصلہ سنایا جارہا تھا عدالت کے باہر ان گنت مسلمان والہانہ نعرے لگا رہے تھے اور حب رسول اللہ ﷺ کی بارش اہل ایمان کے دلوں پر رم جھم برس رہی تھی ۔عبدالمنان کو عدالت کے عقبی دروازہ سے نکال کر عجلت کے ساتھ جیل پہنچا دیا گیا اور مجمع بہت دیر انتظار کرنے کے بعد منتشر ہوگیا۔انہیں افسوس ہی رہا کہ اس روز وہ اس جیالے عاشق رسول ﷺ کی جھلک نہ دیکھ سکے مسلمانوں نے ہائی کورٹ میں اپیل کے لئے تگ و دو کی ۔ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹر کا خیال تھا کہ اپیل ضرور کرنی چاہیے مگر کچھ دوسرے مقتدر مسلمان وکلاء نے مشورہ دیا کہ سزا میں اضافہ کا امکان ہے ۔اس لئے اپیل نہ کرنا ہی قرین مصلحت ہے چنانچہ اپیل نہ کی گئی ۔سات برس کی مدت قید چھوٹ کے ایام کی رعایت سے صرف پانچ برس رہ گئی جس میں سے عبدالمنان نے ایک برس ملتان اور چار برس پنڈی جیل میں گزارے ۔ایک محفل میں گذشتہ دنوں مجھے غازی عبدالمنان سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں اس کی باوقار اور متین شخصیت سے بڑا متاثر ہوا۔اس نے یہ سارا واقعہ دھیمے لہجے میں مجھے خود سنایا غازی عبدالمنان نے ان دنوں برہ زئی میں آٹا پیسنے کی مشین لگا رکھی ہے اس کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے جو پنڈی میں بیاہی ہوئی ہے ۔ بڑا لڑکا انگلینڈ میں ہے اور خاصا متمول

ہے ۔ ۱؎ برہ زئی گاؤں کی معروف شخصیت مرد مجاہد اور مدنی آقا ﷺ کے نام پر مر مٹنے والے غازی عبد المنان جنھوں نے ۱۹۳۷ء میں صرف سترہ سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے والے بھیشو کو ذبح کر دیا تھا اور سات سال انگریز دور میں پابند سلاسل رہے ۔ ۲؎

انہوں نے اپنی ذات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک گستاخ ہندو کو جہنم واصل کیا اپنے لئے جنت میں ایک گھر بنالیا۔ غازی عبد المنان ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور بہت ہی نفیس طبع انسان ہیں ۔ آجکل اپنے گاؤں برہ زئی میں ہوتے ہیں ۔ ان کے چار صاجزادے ہیں ۔ بڑے بیٹے مشتاق احمد جو انگلینڈ میں مقیم ہیں ۔ دوسرے بیٹے نثار احمد جو امریکہ میں ہیں ۔ اشفاق احمد اور آفتاب احمد جو گاؤں میں مقیم ہیں ۳؎

سب سے چھوٹے بیٹے آفتاب احمد گزشتہ بلدیاتی الیکشن میں ناظم کی سیٹ پر الیکشن لڑ چکے ہیں غازی عبد المنان کے پوتے جہانزیب نے پچھلے دنوں ٹیلی فون پر بتایا کہ آپ نے گیارہ جولائی کو ہمارے پاس آنا ہے ۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ گوجرانوالہ سے ۴۰ سے ۵۰ آدمی غازی صاحب سے ملنے کے لئے آرہے ہیں میں چاہتا ہوں آپ بھی تشریف لائیں میں نے جہانزیب بھائی کو کہا کہ میں ضرور آپ کے ہاں تشریف لاؤں گا ۔ غازی صاحب سے ملنے کا پہلے بھی اشتیاق تھا مگر کوئی ایسا موقع نہیں بن پارہا تھا کہ میں ان کا دیدار کرلوں ۔ بہر حال گیارہ جولائی ۲۰۰۶ء کو جب میں غازی صاحب کے آستانے پر پہنچا تو گوجرانوالہ سے آنے والے معززین مہمانوں کے لئے مکان کے باہر صحن میں کرسیاں لگی

۱؎ محمد متین خالد: شہیدان ناموس رسالت ﷺ صفحہ ۱۸۳، مضمون نگار عزیز ملک

۲؎ سات سال کی سزا ہوئی تھی لیکن چھوٹ کے ایام کی وجہ سے پانچ برس پابند سلاسل رہے۔

۳؎ افسوس کہ اشفاق احمد سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے داغ مفارقت دے چکے ہیں۔ اللہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

ہوئی تھیں اوران کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا جارہا تھا۔حالانکہ انہوں نے آنے سے پہلے جہانزیب بھائی کو سختی سے منع کیا تھا کہ ہمارے کھانے پینے کا آپ نے بالکل انتظام نہیں کرنا ہے مگر ایسا ہوسکتا ہے کہ اتنے دور سے گرمی کے اس موسم میں مہمان آئیں اور بھوکے پیاسے لوٹ جائیں ۔ یہ بات علاقہ چھچھ کے غیور عوام کی شان کے خلاف ہے ۔صدیوں سے روایت چلی آرہی ہے کہ چھاچھی اپنے مہمانوں کی اپنے سے بڑھ کر عزت کرتے ہیں ۔سلسلہ حق شمسیہ کے بانی سرکار شمس الدین جب ۵۰ مریدین کے ہمراہ بس سے اترے تو کسی کے ہاتھ میں پھول کے ہار،کسی کے ہاتھ میں آم کی پیٹی،کسی کے ہاتھ میں پھولوں کی پتیاں اور کسی کے ہاتھ میں بہت پیارا عمامہ شریف تھا۔سب نے گلے میں پیلے رنگ کا کپڑا پہنا ہوا تھا۔وہ کئی بار اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو کہہ چکے تھے کہ ان لوگوں نے میرا دیدار کرنا تھا تو مجھے کہہ دیتے تاکہ میں پانچ چھ آدمیوں کے ہمراہ ان کے پاس چلا جاتا ان سے مل بھی لیتا اور وہ مجھ سے مل لیتے ۔اس بے چینی کی حالت میں جب ان کو بتایا گیا کہ وہ لوگ آگئے ہیں تو غازی صاحب جھٹ سے اپنی چارپائی سے اٹھے اور باہر تشریف لے آئے ۔جوں ہی برآمدے میں آئے گوجرانوالہ سے آئے ہوئے مہمانوں نے ان پر پھول کی پتیاں نچھاور کرنا شروع کر دیں ۔ سرکار شمس الدین سے سینہ بہ سینہ ہو کر ملے اور ان کو بوسہ دیا اور غازی صاحب کے لئے ایک آم کی پیٹی اور ایک عمامہ کالے رنگ کا جو بہت ہی پیارا تھا۔غازی صاحب کو تحفے میں دیے سب نے عاشق رسول ﷺ اور مرد مجاہد غازی عبدالمنان کا جی بھر کر دیدار کیا۔اسی جماعت میں آئے ہوئے اشتیاق احمد کافی دیر تک غازی صاحب کے قدموں میں بیٹھے رہے اور ان کے پاؤں دباتے رہے۔ پھر باری باری یہ سعادت ہر ایک کو نصیب ہوئی ۔اس موقع پر سرکار شمس الدین جو حق شمسیہ کے بانی ہیں سے میری ملاقات ہوئی ۔جہانزیب بھائی نے ان سے میرا تعارف کروایا تو وہ مجھ سے مل کر کہنے لگے ۔اپنی اور اپنی اخبار کی کامیابی چاہتے ہو تو اپنی اخبار میں غازیوں کا ذکر ضرور کیا کرو۔میں نے ان کی جماعت کے متعلق سوال کیے تو انہوں

نے کہا کہ ہمارا اور ہماری جماعت کا مقصد محبت، امن، یکجہتی اور غازیوں سے پیار کرنا ہے۔ جس جگہ پر ہم سنتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا دیوانہ جس نے اپنی جان پر کھیل کر نبی ﷺ کے گستاخوں کو جہنم واصل کیا تو ہم وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ غازی عبد القیوم، غازی علم الدین شہید، عاشق رسول ﷺ غازی فرید حسین شاہ، غازی غلام محمد شہید اور دیگر جتنے بھی غازی گزرے ہیں۔ ان کا ہر سال عرس منانا اور جو حیات ہیں ان کا سال میں ایک یا دو مرتبہ دیدار کرنا ہمارا مقصد حیات ہے اور غازیوں سے محبت ہم اپنے پیارے آقا ﷺ سے محبت کا اظہار کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ بعد ازاں سرکار شمس الدین اور ان کے ساتھ آئے ہوئے مریدین نے غازی صاحب اور ان کی فیملی کا شکریہ ادا کیا اس وعدے کے ساتھ اجازت طلب کی کہ وہ پھر بھی ان کے دیدار کے لئے آتے رہیں گے۔ اس موقع پر غازی صاحب کے بڑے بیٹے محمد مشتاق، آفتاب احمد خان، بھتیجے حافظ عبد الباری، نوید، محمد سلیم، ناصر، میجر عبد الوحید[1] ساجد محمود، ظفر محمود، ملک الطاف، امجد خان، محسن خان، احسن، ڈاکٹر افضال، محمد دانش، نصیر احمد، ضیاء الحق، خالد محمود، خیبر زمان، اشفاق احمد اور دیگر احباب بھی موجود تھے۔ جنہوں نے سرکار شمس الدین اور ان کے مریدین کو رخصت کیا۔ [1] مجاہد تحفظ ناموس رسالت غازی عبد المنان قدس سرہ السامی نے نوے سال کا عرصہ رشد و ہدایت میں گزار کر ۲۴ نومبر ۲۰۰۰ء کو عازم خلد بریں ہوئے۔ مزار پر انوار تحصیل حضرو ضلع اٹک کے مشہور و معروف گاؤں برہ زئی قبرستان میں ہے۔ بندہ ناچیز والد صاحب کی معیت میں پہلی مرتبہ علاقہ چھچھ محلہ برہ زئی غازی صاحب کے گھر ۲۸ جنوری ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک کو گیا تھا۔ اس وقت غازی صاحب کے بڑے بیٹے محمد مشتاق، چھوٹے بیٹے آفتاب احمد خان، عبد المالک اور دیگر کئی احباب سے ملاقات ہوئی تھی اور ان سے ان کا شجرہ نسب صفحہ قرطاس کرنے کے علاوہ غازی اسلام غازی عبد

---

[1] اب یہ کرنل کے عہدے پر فائز ہو چکے ہیں۔ ہزاروی

المنان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔اس موقع پر غازی صاحب کے بڑے بیٹے محمد مشتاق نے راقم الحروف کو سکندر خان مرحوم کی لکھی ہوئی تاریخی کتاب ''دامن اباسین'' تحفے میں دی ۔جس میں غازی صاحب کا ذکر بھی کیا گیا ہے ۔دوسری مرتبہ اپنے ماموں زاد بھائی مفتی محمد اقبال صدیقی کے ہمراہ ۲۹ نومبر ۲۰۱۶ء بروز منگل کو غازی صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی نیت سے جانا ہوا ۔آفتاب احمد خان اور محمد طارق سے ملاقات ہوئی ۔غازی صاحب کے بیٹے آفتاب احمد خان اور محمد طارق بن سلیم راقم اور میرے ماموں زاد بھائی مفتی محمد اقبال صدیقی کو اپنے اپنے موٹر بائیک پر بٹھا کر غازی صاحب کے مزار پر لے گئے جہاں غازی صاحب کے مزار کے علاوہ مولانا غلام یحییٰ ،مولانا سید احمد،مولانا حافظ غلام محمود ،مولانا غلام احمد رحمۃ اللہ علیھم اجمعین اور دیگر کئی بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے کا موقع ملا تھا افسوس!غازی صاحب سے تو راقم الحروف کی ملاقات نہ ہو سکی مگر غازی صاحب کے صاجزادوں سے ملاقات کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ غازی صاحب کا مشن اور نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ان شاء اللہ کیونکہ غازی صاحب نے کام ہی کچھ ایسا کیا تھا کہ وہ مر کر بھی نہیں مر کر سکتے اور پھر غازی صاحب کے پسران مہمان نواز اور خوش اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ پیار،محبت ،الفت اور ہمدردی کے جذبے سے بھی سرشار ہیں ۔غازی عبد المنان صاحب کے نام پر گاؤں برہ زئی میں ایک محلہ بھی آباد ہوا ہے ۔جسکا نام'' غازی آباد" رکھا گیا ہے ۔اس میں ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے ۔راقم الحروف کے غازی صاحب کے بیٹے محمد آفتاب احمد خان کے ساتھ بڑے گہرے روابط و مراسم ہیں ۔ وقتاًفوقتاًملاقات بھی ہوتی رہتی ہے ۔اللہ کریم غازی صاحب کے صاجزادوں کو ہمیشہ آباد و شاد رکھے اور مولا کریم غازی صاحب کے صدقے راقم اثیم کی تمام خطاؤں کو معاف فرمائے ۔ آمین ثم آمین

۱؎ محمد حفیظ میر'' ہفت روزہ فکر وطن حضرو اٹک پاکستان'' ۲۰ جولائی ۲۰۰۴ء شمارہ نمبر ۲۳

دعافرمائیں!

اللہ تعالی مجھے زندگی میں بار بار غازی صاحب کے مزار پر حاضری کا شرف بخشے۔آمین

مولانا محمد عارف

بن مولانا عبدالقیوم بن علامہ قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ

مولانا محمد عارف ۱۱رمضان المبارک ۱۳۹۹ سنہ ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۹۷۹ سنہ ء بروز اتوار کو u/c بانڈی شنگلی کے مشہور و معروف گاؤں چمراسی میں ”کُلبَند شَرِیف“ کے مقام پر مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی عصری تعلیم کے لئے گورنمنٹ ہائی سکول بانڈی شنگلی میں داخلہ لیا اور ۱۴۱۷ سنہ ھ بمطابق ۱۹۹۷ سنہ ء میں موصوف نے میٹرک کا امتحان اسی سکول سے اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔

میٹرک کے بعد آپ دنیاوی تعلیم کو چھوڑ کر دینی تعلیم کے لئے سرگرم عمل ہو گئے ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۸ء میں جامعہ منصورہ لاہور کی درسگاہ میں داخل ہو گئے۔ اولیٰ کی مروجہ کتب یہیں پڑھ کر درجہ ثانیہ کی کتابیں دیوبندی مکتب فکر کی درسگاہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں پڑھیں۔ بعد ازاں اعلیٰ درجات کی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵ کی طرف رُخ کیا۔ جہاں دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کی زیرنگرانی پڑھتے ہوئے ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

۲۰۰۷ء میں فراغت کے بعد کراچی میں ہی امامت، خطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے جو تادم تحریر جاری و ساری ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں! ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۲ء میں کراچی ملیر ۱۵ میں ایک شیعہ ذاکر محمد عون جعفری سے ۳ گھنٹے" خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ" پر مناظرہ ہوا۔ مگر افسوس کہ ۳ گھنٹے گزرنے کے باوجود محفل مناظرہ بغیر کسی نتیجے کے برخاست کرنا پڑی کیونکہ فریقین کی طرف سے جھگڑا اور فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔

موصوف کے اساتذہ میں!

۱۔ مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس پاکستان

۲۔ مولانا محمد انور ہزاروی (کراچی)

۳۔ مولانا عبدالرزاق ہزاروی (کراچی)

۴۔ مولانا ظفر اقبال (نصرۃ العلوم)

۵۔ مولانا محمد ریاض (ناظم تعلیمات نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

۶۔ مولانا محمد ابراہیم (منصورہ لاہور)

۷۔ مولانا محمد کامران (منصورہ لاہور) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ لے

۱؎ معلومات کی فراہمی پر بندہ ناچیز مولانا محمد عارف کا ممنون ہے۔

مولانا عبد الرزاق قادری

بن مولانا محمد اسماعیل بن قاضی عبد المستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا عبد الرزاق قادری ۲۴ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۹، اپریل ۱۹۷۲ء بروز اتوار u/c شیر گڑھ موضع رحمکوٹ گاؤں گلی شریف میں قاضی محمد اسماعیل نور اللہ مرقدہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول رحمکوٹ سے حاصل کی۔ بعد ازاں چھٹی کلاس گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں پڑھی۔ جبکہ ساتویں، آٹھویں اور نویں جماعت گورنمنٹ ہائی سکول شیر گڑھ میں پڑھ کر پھر گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں داخل ہوئے۔ جہاں

۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں میٹرک کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ ایف۔اے، گورنمنٹ ڈگری کالج اوگی سے ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء میں پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء میں Abbotabad بورڈ سے مولوی فاضل کیا۔ ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء میں ہی گورنمنٹ مڈل سکول گلی رحمکوٹ میں بطور (T.T) اسلامیات ٹیچر موصوف کا تقرر ہوا مگر افسوس ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۷ء میں محمد نواز شریف نے سیاسی بنیاد پر معطل کر دیا۔ پھر اکتوبر ۲۰۱۴ء میں ہائی کورٹ ایبٹ آباد کے حکم پر دوبارہ بطور اسلامیات لیکچرار گورنمنٹ ہائی سکول بٹ ڈوگہ u/c شایہ میں آپکا تقرر ہوا۔ تقریباً ایک سال سات ماہ وہاں پڑھانے کے بعد مئی ۲۰۱۶ء میں ٹرانسفر ہو کر G-M-S-S یوسی بانڈی شنگلی میں تقرری ہوئی۔ موصوف مختلف مقامات مثلاً دوگائی (اوگی) ملوگہ (اوگی) سید آباد (اوگی) اور گلی، ٹینڈ کی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تقریباً ۱۵ سال اپنے آبائی گاؤں گلی شریف (رحمکوٹ) میں امامت کے فرائض بخوبی انجام دیے۔ [1]

[1] معلومات قادری صاحب نے خود فراہم کیں جس پر راقم موصوف کا ممنون ہے۔

مولانا ڈاکٹر عطاالرحمان

بن مولانا گوہر رحمان بن مولانا محمد شریف اللہ بن حضرت اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا ڈاکٹر عطاالرحمان ۲۸ رجب ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز پیر، محلہ رستم خیل تحصیل وضلع مردان میں مولانا گوہر رحمان کے گھر پیدا ہوئے۔ موصوف اپنے حالات وکوائف خود بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

ناظرہ قرآن گھر پر والد محترم سے پڑھا۔ انہوں نے ابتدائی قاعدہ میں حروف کی پہچان اور جوڑنے کا طریقہ ایسے بہترین انداز سے سکھایا کہ

تھوڑے دنوں میں تلفظ ٹھیک ہو گیا اور پھر روزانہ مقررہ وقت پر ترتیب سے والد محترم کے سامنے قرآن سناتا اور جہاں ضرورت پڑتی تو والد محترم تصحیح فرماتے۔ پرائمری تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر ۲ مردان میں حاصل کی۔ پانچویں سے آٹھویں تک گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۳ مردان میں پڑھتا رہا۔ ۱۹۸۲ء سے جب دارالعلوم مالاکنڈ روڈ پر نئی عمارت میں منتقل ہوا تو مجھے گورنمنٹ ہائی سکول بغداد مردان میں داخل کرایا گیا۔ جہاں سے ۱۹۸۴ء میں میٹرک سائنس کے مضامین کے ساتھ فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سکول کی تعلیم کے دوران میں خارجی طور پر دارالعلوم کے اساتذہ سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھتا رہا۔ لیکن میٹرک کے بعد میں نے باقاعدہ دارالعلوم میں داخلہ لے لیا اور پرائیوٹ طور پر ایف، اے کا امتحان پاس کیا۔ بعد میں امیر جماعت محترم قاضی حسین احمد اور والد محترم کے مشورہ سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے شعبہ اصول دین میں داخلہ لے لیا۔ الحمد اللہ میں نے اسی شعبہ سے بی، اے آنرز (اصول دین) فرسٹ کلاس پوزیشن کے ساتھ مکمل کیا اور پھر اسی یونیورسٹی سے تفسیر و حدیث میں ایم، اے کی ڈگری حاصل کی۔

موصوف نے ۱۹۹۳ء میں رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان کے تحت شھادۃ العالمیہ کے امتحان میں پورے ملک (پاکستان) میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ آجکل آپ جامعہ تفہیم القرآن مردان میں بطور مدرس، مہتمم اور رابطۃ المدارس اسلامیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری نبھارہے ہیں۔

نوٹ

راقم الحروف کا مورخہ ۱۲اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار اپنے ماموں زاد بھائی علامہ مفتی محمد اقبال صدیقی کے ہمراہ جامعہ تفہیم القرآن مردان جانا ہوا تھا۔جامعہ میں ڈاکٹر عطاالرحمان نے عند الملاقات راقم اثیم کو ماہنامہ مشکوۃ المصباح المعروف گوہر زمان نمبر بطور تحفہ دیا تھا۔ڈاکٹر صاحب کے تمام حالات وکوائف اسی سے ماخوذ ہیں۔

مولانا عبدالرحمان گوہر

بن مولانا گوہر رحمان بن مولانا محمد شریف اللہ بن حضرت اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا عبدالرحمان گوہر ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۶۹ء محلہ رستم خیل تحصیل وضلع مردان میں مولانا گوہر رحمان کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد محترم سے حاصل کی بعد ازاں میٹرک تک گورنمنٹ ہائی سکول مردان میں پڑھا۔موصوف نہایت ہی مہمان نواز اور خوش طبع انسان ہیں ۱۲اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار بندہ ناچیز اپنے ماموں زاد بھائی مفتی محمد اقبال صدیقی کے ہمراہ جامعہ تفہیم القرآن مردان گیا تھا۔مولانا موصوف نہایت ہی شفقت سے

پیش آئے اپنے مدرسے کا دورہ کرایا اور ہمارے منع کرنے کے باوجود پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ ہمارے درمیان تقریباً پانچ گھنٹے کی طویل بیٹھک ہوئی۔ جس کی ابتداء میں مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمان نے بھی حصہ لیا۔لیکن صحت کی خرابی کی وجہ سے آدھے یا پونے گھنٹے بعد وہ آرام کی غرض سے اٹھ کر چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب سے مولانا گوہر رحمان اور مدرسے کے انتظامی امور پر گفتگو ہوئی۔ مولانا عبدالرحمان گوہر سے اس طویل نشست میں دینی، وعلمی گفتگو کے ساتھ ساتھ خاندانی وقومی مسائل اور مولانا گوہر رحمان کی زندگی کے متعلق بات چیت ہوئی۔ ظہر کی نماز ہم نے تفہیم القرآن کی وسیع وعریض جامع مسجد میں ادا کی۔ بعد ازاں واپسی پر مولانا عبدالرحمان گوہر نے اپنے والد محترم کی لکھی ہوئی چند تصانیف مثلاً تفہیم المسائل جلد پنجم، حرمت سود پر عدالتی بیانات، عورت کی حکمرانی قرآن وسنت کی روشنی میں۔ اجتہاد وتقلید اور امام ابو حنیفہ کے فقہی اصول، تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی شرعی حیثیت وشبہات کا ازالہ اور مولانا گوہر رحمان کی زندگی پر لکھی جانے والی کتاب" تذکرہ شیخ الاسلام" بطور تحفہ عطا فرمائیں۔ جو راقم کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ مولانا عبدالرحمان گوہر سے ہم نے اس وعدے کے ساتھ اجازت طلب کی کہ ہم پھر بھی جامعہ میں ان کے پاس آتے رہیں گے۔ موصوف نے جامعہ سے نکل کر ہمیں گاڑی پر بٹھایا اور رخصت کیا۔ موصوف جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن للنساء والبنات (مردان) کے مہتمم، تفہیم الاسلام ماڈل سکول (مردان) کے ڈائریکٹر اور مکتبہ تفہیم القرآن (مردان) کے نگران ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ تفہیم القرآن (مردان) قسم البنین والبنات کے منتظم بھی ہیں۔ راقم کا وقتاً فوقتاً موصوف سے رابطہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے۔

مولانا عبدالحق

بن مولانا عبدالکریم بن مولانا عبدالرحمان بن محمد گل بن نجم الدین بن مراد اللہ

مولانا عبدالحق نے ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۸ء کو ریاست تناول کے مشہور گاؤں شوشنی میں مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی کے گھر آنکھ کھولی۔ فارسی اور فقہ کی کچھ ابتدائی کتابیں والد گرامی سے پڑھیں۔ آپ کے والد اپنے دور کے جید عالم دین اور موہڑہ شریف والوں کے مرید تھے۔ بعد ازاں وادی اگرور کے مشہور گاؤں بیلیاں کی دینی درسگاہ میں وقت کے شیخ مولانا عبدالمنان کے سامنے زانوتلمذ طے کرتے ہوئے کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر

تحصیل علم کی غرض سے قافلے کی شکل میں صوابی ،منصورہ (لاہور) بام خیل ،سلیم خان (صوابی) کی مختلف درسگاہوں میں اپنے وقت کے شیوخ سے علمی استفادہ کیا۔اس کے علاوہ آپ نے قاضی عبد الخالق (گاؤں شیڑھ) اور اپنے ماموں علامہ قاضی عبد المستعان (گاؤں گلی رحمکوٹ) سے بھی اکتساب فیض کیا۔آپکے ہم درس علماء میں مولانا ولی محمد (پیر پٹہ اوگی) مولانا تاج محمد (اوگی) علامہ قاضی محمد اسماعیل (گلی رحمکوٹ) مولانا مفتی غلام الرحمان (اوگی) مولانا محمد یونس (چورکلاں اوگی) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔تحصیل علم سے فراغت کے بعد والد گرامی کی جانشینی کرتے ہوئے اپنے آبائی گاؤں شوشنی میں امامت کرتے رہے اور علاقے میں مقبول ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں سادگی نمایاں تھی۔آپ نے سب کچھ ہونے کے باوجود کبھی اسراف سے کام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے۔عند الملاقات آپ راقم الحروف پر بڑی شفقت ومہربانی فرماتے اور اکثر دینی مسائل پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ماشاء اللہ آپ سے مذاکرہ کرتے ہوئے اندازہ ہوتا کہ آپ کو اصول الشاشی زبانی یاد تھی۔ موصوف نے تقریباً (۶۰) ساٹھ سال اپنے آبائی گاؤں شوشنی میں امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ ۱۴۳۸ھ بمطابق ۱۳ نومبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار بوقت عصر ساڑھے پانچ بجے آپ کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرگئی۔موصوف کے وصال کے وقت اہلسنت و جماعت ،ایک فاضل وکامل عالم دین سے بظاہر محروم ہو گئے۔آپ کے جنازہ میں اطراف و اکناف کے بکثرت علماء وعوام نے شرکت کی۔نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا عزیز الحق نے پڑھائی۔جنازہ میں شرکت کے لئے راقم الحروف واہ کینٹ ٹیکسلا سے گیا تھا۔ماشاء اللہ مولانا کے جسد نور کی زیارت کی چہرہ تر وتازہ تھا اور آپ اپنے آبائی گاؤں شوشنی کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔مولانا اپنے پیچھے دس بیٹوں ، چار بیٹیوں ، دو بیویوں اور بڑی تعداد میں اعزہ و اقارب کو سوگوار چھوڑ گئے ہیں۔اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ الجنۃالفردوس ۔

۱ موصوف کے حالات وکوائف میں آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالقیوم نے تعاون کیا راقم ان کا ممنون ہے۔

مولانا عبدالقیوم

بن مولانا عبدالحق بن مولانا عبدالکریم بن مولانا عبدالرحمان بن محمد گل بن نجم الدین

مولانا عبدالقیوم ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۶ مارچ ۱۹۶۹ء بروز جمعرات کو اپر تناول کے علاقے بانڈی شنگلی کے گاؤں شوشنی میں مولانا عبدالحق کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن میں فقہ و فارسی کی ابتدائی کتب والد گرامی سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالرزاق (سرائی اوگی) اور شہید ناموس رسالت حضرت علامہ مولانا محمود شاہ رضوی (مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی) سے

بھی فیض اکتساب کیا۔بعد ازاں اعلیٰ درجات کی تعلیم کے حصول کے لئے عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ مظہر الاسلام بھابڑا بازار راولپنڈی میں داخل ہوئے۔اور فخر اہلسنت شیخ الحدیث مولانا حافظ عبد الغفور سے دورہ حدیث پڑھ کر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت "الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ وفضیلت ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء میں حاصل کی۔فراغت کے بعد P.T.C.L میں بطور کلرک بھرتی ہوئے۔سروس کے ساتھ ساتھ مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔زمانہ طالب علمی میں تقریباً ۲ سال راولپنڈی میں خطابت کے جوہر بھی دکھائے۔تقریباً ۲ سال سے موصوف گورنمنٹ آف پاکستان کی دی ہوئی ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔[1]

[1] معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا احسان مند ہے۔

مولانا عبد المتین حقانی

بن عبد القدیم بن مولانا عبد الحق بن مولانا عبد الکریم بن مولانا عبد الرحمان

مولانا عبد المتین ۲۰ جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۹۸۳ء کو U/C باڈی شنگلی کے گاؤں شوشنی میں عبد القدیم کے گھر پیدا ہوئے۔پرائمری تک سکول نواں شہر اور پھر میٹرک ہائی سکول باڈی شنگلی سے پاس کی۔۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۱ء میں دنیائے اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں مولانا عبد اللہ، مولانا عباس علی انجم، مولانا لیاقت علی انجم، علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری، علامہ مولانا مفتی جنید القادری، علامہ

مولانا سید عاصم شہزاد، علامہ مولانا عبد الرحمان گلگتی، علامہ مولانا سید تصدق حسین شاہ، علامہ مولانا یوسف القادری، مولانا بشیر سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے "الشہادۃ العالمیہ" سال اول تک درس نظامی کی مروجہ کتابیں پڑھ کر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۰۰۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان میں دورہ حدیث مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی عبد التواب صدیقی اچھروی، امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی (امیر تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پاکستان)، جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وشیخوپورہ اور فخر العلماء حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل الحنان سعیدی ہزاروی سے پڑھ کر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان سے اور تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے "الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد قلعہ ستارشاہ، کوٹ عبد المالک شیخوپورہ جامعہ سلیمانیہ میں چار سال تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں جامعہ ضیاء القرآن بازار گے اوگی ضلع مانسہرہ میں اور پھر جامعہ منہاج الاسلام کلر سیداں راولپنڈی میں ایک سال تدریس کرواتے رہے۔ موصوف نے ایک سال ایبٹ آباد ہرنو محلہ دیسال میں امامت وخطابت کی اور تادم تحریر تحصیل حویلیاں میں امامت وخطابت کے منصب پر فائض ہیں۔ [۱]

مولانا عمر خطاب

بن عبد الحئی بن رحیم اللہ بن احمد حسین بن مولانا عبد الرشید بن محمد گل

مولانا عمر خطاب ۷ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۰ اپریل ۱۹۶۵ء بروز ہفتہ U/C باڈی شنگلی کے معروف گاؤں شوشنی میں محترم جناب عبد الحئی صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول باڈی شنگلی میں حاصل کی۔ میٹرک ہائی سکول نمبر ۱ مانسہرہ اور پشاور بورڈ سے، ایف اے بورڈ آف انٹرمیڈیٹ کراچی اور ایم۔ اے

۱۔ معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا ممنون ہے۔

اسلامیات بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ سے کیا۔موصوف نے دینی تعلیم کا آغاز دارالعلوم غوثیہ رضویہ اوگی مانسہرہ سے کیا جہاں مجاہد اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمود شاہ رضوی سے ابتدائی کتب پڑھیں ۔ بعد ازاں مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دار العلوم حنفیہ رضویہ محلہ مفتی آباد ضلع مانسہرہ میں اکتساب فیض کیا اور درجہ اولیٰ سے لیکر رابعہ تک کی تمام مروجہ کتب پڑھیں ۔اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ امجدیہ کراچی میں داخل ہو کر دورہ حدیث تک کی تعلیم کی تکمیل فرمائی اور سند الفراغ وفضیلت حاصل کی ۔اس کے ساتھ ساتھ موصوف نے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام "الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔آپ نے عملی زندگی کا آغاز درجہ رابعہ سے ہی امامت وخطابت سے منسلک رہ کر کیا۔ابتداءً میوہ شاہ دلکشا مسجد بکرا پڑی کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دیے ۔ پھر غوثیہ مسجد ڈاکخانہ لیاقت آباد کراچی اور اس کے بعد حنیفہ اکبری مسجد لانڈھی نمبر ساڑھے پانچ میں تین سال تک امامت وخطابت سے لوگوں کے دلوں کو نور ایمان سے گرماتے رہے ۔ بعد ازاں یکم رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ بمطابق ۸ اپریل ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ سے لیکر تادم تحریر وزارت دفاع میں ملک پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے محافظوں کی دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ وابستگی کا تسلسل تا حال جاری ہے ۔موصوف سحر بیان اور نقطہ دان خطیب ہیں ۔ماشاء اللہ آپ کی تقریر میں روانی بے باکی ، بے پناہ خلوص اور سب سے بڑھ کر سرور عالم ﷺ کا عشق جلوہ گر ہوتا ہے ۔
مولانا عمر خطاب نے جن مقامات پر فرائض منصبی ادا کیے ان میں کوئٹہ ،گوجرانوالہ ،ملتان شریف ،ملیر کراچی ،حویلیاں ،ایبٹ آباد ،کھاریاں ،سوات ،کرم ایجنسی اور داتا کی نگری لاہور قابل ذکر ہیں ۔موصوف نے جن اساتذہ کے سامنے زانو تلمذ طے کیا ان میں مجاہد اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمود شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ غوثیہ اوگی) حضرت علامہ مولانا مختار، حضرت علامہ مولانا افتخار ، حضرت علامہ مولانا اسماعیل رضوی ، حضرت علامہ مولانا مفتی وقار

الدین، حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث عبد المصطفیٰ الازہری اور حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیھم اجمعین (دار العلوم حنفیہ رضویہ مانسہرہ) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ آپ نہایت ہی مہمان نواز اور خاموش طبع انسان ہیں۔ راقم کے آپ سے بڑے گہرے روابط و مراسم ہیں۔ حضرت، راقم الحروف پر بڑے مشفق و مہربان ہیں۔ اللہ کریم موصوف کو عمر خضر عطا فرمائے آمین۔ [۱]

مولانا عمر صدیق اشرفی

بن عبد الحئی بن رحیم اللہ بن احمد حسین بن مولانا عبد الرشید بن محمد گل

مولانا عمر صدیق اشرفی نے U/C باڈی شنگلی کے مشہور و معروف گاؤں شوشنی میں محترم جناب عبد الحئی صاحب کے گھر آنکھ کھولی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ حنفیہ رضویہ محلہ مفتی آباد مانسہرہ میں استاذ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی بعد ازاں عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ دار العلوم امجدیہ کراچی میں درجہ اولیٰ تا دورہ

---

[۱] کوائف موصوف نے خود لکھ کر بذریعہ ڈاک ارسال کیے راقم آپکا ممنون ہے۔

حدیث تک کی تمام مروجہ کتب پڑھ کر دار العلوم امجدیہ کراچی اور تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے "الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی درویش مسجد بلوچ کالونی کراچی میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دینے شروع کیے۔ جو تادم تحریر جاری و ساری ہیں۔ موصوف امامت، خطابت کے علاوہ پرائیوٹ سکول میں تدریسی خدمات بھی سر انجام دے رہے ہیں اور اسکے علاوہ آپ جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) کے مجلس شوری کے رکن بھی ہیں۔ موصوف نے جن عظیم ہستیوں کے سامنے زانو تلمذ طے کیا ان میں حضرت علامہ مولانا عبد الحلیم مولانا غلام قمر الدین، حضرت علامہ مفتی عبد العزیز حنفی، حضرت علامہ مولانا مختار، حضرت علامہ مولانا افتخار اور حضرت علامہ مولانا اسماعیل رضوی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ۱

مولانا عبد العزیز

بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا بن فاروق

مولانا عبد العزیز U/C شیر گڑھ کے معروف گاؤں رحمکوٹ میں مولانا سمیع الحق کے گھر پیدا ہوئے۔ موصوف نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول شیر گڑھ سے حاصل کی دینی تعلیم کی ابتدائی کتب باجہ بام خیل ضلع مردان میں پڑھیں۔ بعد ازاں جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خان کے پاس درس نظامی مکمل کر کے دورہ تفسیر کیا۔

---

۱ موصوف کے حالات وکوائف آپکے اخی مکرم جناب مولانا عمر خطاب نے لکھ کر ارسال کیے۔

قبل ازیں مولانا محمد طاہر کے پاس پنج پیر میں بھی دورہ تفسیر پڑھ چکے تھے۔ بعد ازاں شاہ اللہ دتہ نزد گولڑہ شریف میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور یہیں سے ہی طلباء لیکر اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ میں درس وتدریس کا کام شروع کیا۔ تقریباً ۱۲۵ افراد نے ترجمہ قرآن مکمل کیا اور رگ گاؤں کے تقریباً ۶ بچے علم دین حاصل کر چکے ہیں مگر رحمکوٹ کے ماحول نے ساتھ نہ دیا اور بالآخر گوجر خان میں جامعہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رابطۃ المدارس سے الحاق کر کے کام شروع کیا جو تادم تحریر جاری وساری ہے اور آبائی گاؤں رحمکوٹ کی مدنی مسجد میں حفظ وناظرہ کی کلاس یہاں ہی کے مقامی قاری صاحب پڑھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ گزشتہ دس سالوں سے ملک کے مختلف مقامات پر دورہ تفسیر بھی پڑھاتے رہے ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں جس کی ایک جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے مزید نو جلدیں زیر طبع ہیں۔ آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱)۔التبیان فی توضیح القرآن جلد اول مطبوعہ

(۲)۔مسنون دعائیں

(۳)۔اربعین حنفیہ

(۴)۔اقوال الفقہاء والمحدثین

(۵)فی جواب السفہاء والمنافقین

(۶)۔فیوض الحرمین

(۷)۔فلاح المسلم

(۸)۔الانصاف فی سبب الاختلاف

(۹)۔دین اسلام اور دین جمہوریت

(۱۰)۔کتاب الصلوۃ

(۱۱)۔الامن والھدیٰ بترک اللغو والھویٰ

(۱۲)۔منہاج التبلیغ (حصہ دوم تا پنجم) غیر مطبوعہ

(۱۳)۔البتیان فی توضیح القرآن (جلد دوم تا پنجم) غیر مطبوعہ

(۱۴)۔اسلام کے ارکان خمسہ (غیر مطبوعہ)

(۱۵)۱۔الجہاد فی القرآن لرفع شر وحصول الایمان (غیر مطبوعہ)

(۱۶)۔فلاح الانسان فی تعلیم القرآن

(۱۷)۔منہاج التبلیغ حصہ اول

آپ آج کل گوجرخان میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ [۱]

نوٹ:

ان تصانیف میں سے التبیان فی توضیح القرآن جلد اول اور آخر الذکر دو کتابیں کاتب الحروف کی نظر سے گزری ہیں۔ ہزاروی غفرلہ

مولانا عبدالرشید

بن مولانا عبدالعزیز بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا

مولانا عبدالرشید U/C شیر گڑھ کے گاؤں رحمکوٹ میں مولانا عبدالعزیز کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم پرائمری تک اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول اوگی سے میٹرک کا امتحان ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں پاس کیا۔ بعدازاں انٹر کالج اوگی سے ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء میں پاس کیا۔ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء میں C - T کورس کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد "شھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ

---

[۱] کوائف مولانا موصوف نے خود لکھ کر میری طرف ارسال کیے۔

والاسلامیہ" کا امتحان مولانا نور محمد مرحوم کی زیر نگرانی مکمل کیا۔B-A کا امتحان پشاور یونیورسٹی سے پاس کیا۔علاوہ ازیں دوران ملازمت P-T-C پوسٹ پر کافی عرصہ گورنمنٹ پرائمری سکول راحمکوٹ میں طلباء کو علم کی دولت سے روشناس کراتے رہے۔دوران سروس تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں L-C-O لرننگ کوارڈینیٹر کی پوسٹ پر بھی دس سال کا عرصہ گزارا۔ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۳ء میں Unicef کا پروگرام کیا۔آپ ٹیچر ٹریننگ پراجیکٹ میں ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۹۹۷ء تک کام کرتے رہے۔بعد ازاں L-C-O پوسٹ سے دوبارہ P-T-C پوسٹ پر گورنمنٹ پرائمری سکول ٹڑیالی میں چارسال کے عرصہ میں بہت سے طلباء کو علم کی دولت سے آراستہ کیا بالآخر ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء میں C-T پوسٹ پر گورنمنٹ سکول گلی رحمکوٹ میں Order ہوا۔جو کہ اب ہائی سکول کا درجہ رکھتا ہے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔آپ مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے اور گزشتہ بارہ سال سے ملوگہ (اوگی) گریڈ سٹیشن کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ل

مولانا عبد الحفیظ

بن مولانا عبدالعزیز بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا

مولانا عبد الحفیظ نے ریاست تناول کے مشہور گاؤں رحمکوٹ میں مولانا عبدالعزیز کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ کے پرائمری سکول سے حاصل کی۔بعد ازاں P-T-C اینڈ C-T کورس کے ساتھ ساتھ B-A تک تعلیم حاصل کی۔علاوہ ازیں جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں درس نظامی کی تکمیل کی اور منصورہ لاہور میں دورہ تفسیر مکمل کیا اور جامعہ تفہیم القرآن مردان میں بھی دورہ حدیث کیا۔آج کل مختلف مقامات پر خطابت اور

ل یہ تمام حالات موصوف کے والد گرامی مولانا عبدالعزیز نے لکھ کر ارسال کیے۔

امامت کے فرائض سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ کئی اسلامی مطبوعات کی کمپوزنگ بھی کر رہے ہیں۔ ۱؎

مولانا عبدالحمید

مولانا عبدالحمید وادی تناول علاقہ شیر گڑھ کے موضع رحمکوٹ میں مولانا عبدالعزیز کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ سے حاصل کرنے کے بعد P-T-C کا کورس کیا اور B-A تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کی فراغت جامعہ اسلامیہ لوہی بھیر، اسلام آباد سے ہے۔ آجکل آپ اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ کے پرائمری سکول میں معلم کی حیثیت سے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ کی مدنی مسجد میں امامت بھی کروا رہے ہیں۔ ۲؎

۱؎ یہ تمام حالات موصوف کے والد مولانا عبدالعزیز نے لکھ کر ارسال کیے۔
۲؎ کوائف موصوف کے والد مولانا عبدالعزیز نے لکھ کر ارسال کیے۔

مولانا عبدالحکیم

بن مولانا غلام جان بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا

مولانا عبدالحکیم نے یکم شوال ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۶۹ء کو تناول کے مشہور گاؤں شیر گڑھ کے موضع رحمکوٹ میں مولانا غلام جان کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم پرائمری سکول رحمکوٹ میں حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء میں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول شیر گڑھ سے پاس کی۔ F-A ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء میں ایبٹ آباد بورڈ سے پاس کیا۔ درس نظامی کی ابتدائی کتب والد محترم مولانا غلام جان سے پڑھیں۔ دورہ

حدیث مولانا شیخ محب اللہ سے پڑھ کر تعلیم القرآن اسلام آباد سے اور رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان سے "الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند فراغت حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ موصوف نے دنیوی تعلیم کا سفر بھی جاری و ساری رکھا اور ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء کو پشاور یونیورسٹی سے B-A اور ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء پشاور یونیورسٹی سے ہی ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کی۔ قبل ازیں مولانا عبد الحکیم نے دورہ تفسیر القرآن جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان میں مولانا گوہر رحمان سے ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء میں کیا۔ اور ۱۹۹۴ء کو ہی آپ کا A-T ٹیچر ہائی سکول جال گلی کے گاؤں میں Order ہوا۔ ۱۹۹۴ء سے لیکر تادم تحریر سینکڑوں طلباء کو مختلف سکولز میں رہ کر پڑھاتے رہے ہیں۔ موصوف بطور معلم مڈل سکول گوڑکی ہری پور، ہائی سکول بانڈی شنگلی، گورنمنٹ ہائی سکول کوچھتی، گورنمنٹ مڈل سکول کلوال پھلڑہ اور گورنمنٹ مڈل سکول آل سیری پھلڑہ میں اپنے فرائض منصبی ادا کر چکے ہیں۔ اپریل ۲۰۱۵ء سے لیکر تادم تحریر گورنمنٹ مڈل سکول ناڑہ ڈوگہ پھلڑہ کے سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر طلباء کو علم کی دولت سے روشناس کرا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء سے تادم تحریر تنظیم اساتذہ ضلع مانسہرہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں ہی علماء ٹیچر ایسوسی ایشن ضلع مانسہرہ کے نام سے ایک تنظیم بنی تھی۔ جس کے صدر آپ تھے اور تادم تحریر آپ ہی صدر ہیں۔ موصوف کے اساتذہ میں مولانا غلام جان، مولانا گوہر رحمان اور مولانا محب اللہ کے اسماء نمایاں ہیں۔ ؎

۱؎ معلومات کی فراہمی پر راقم الحروف آپکا ممنون ہے۔

مولانا عبد القاسم

بن مولانا عبد المنان بن عبد العزیز بن مولانا عبد الواحد بن برکات

مولانا عبد القاسم یکم صفر المظفر سنہ ۱۳۲ھ بمطابق ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء بروز جمعرات کو علاقہ باڈی شنگلی کے گاؤں سنج میں مولانا عبد المنان کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ موصوف دینی تعلیم کے حصول کے لئے گاؤں بیلیاں تحصیل اوگی کی درس گاہ میں داخل ہوئے۔ جہاں آپ نے مولانا عبد القہار ۱؎ سے قدوری، کنز، اصول الشاشی، شرح جامی اور دیگر کتب پڑھیں۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مردان اور پھر دینہ سمیرا

یں مولانا محمد صادق سے کچھ عرصہ پڑھتے رہے۔منظم طور پر کسی مدرسے میں دورہ حدیث پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا۔موصوف تقریباً ۶۵ سال سے اپنے آبائی گاؤں سُنج میں امامت کے فریضے کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔[۲] موصوف سے بندہ ناچیز کی ملاقات گاؤں شوشنی میں ہوئی تھی بڑے خاموش طبع انسان معلوم ہوتے ہیں۔

[۱] آپ کا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو انتقال ہوا۔آپ کا تعلق سواتی قوم سے تھا۔
[۲] کوائف کی فراہمی میں موصوف کے پوتے مولانا عبدالسلام نے تعاون کیا۔

مولانا عبدالباقی

بن مولانا عبدالقاسم بن مولانا عبدالمنان بن عبدالعزیز بن مولانا عبدالواحد

مولانا عبدالباقی ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۱۹۸۰ء بروز منگل کو گاؤں سُنج میں مولانا عبدالقاسم کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم، گورنمنٹ پرائمری سکول سُنج میں حاصل کی۔بعدازاں ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹۹۵ء میں مدرسہ تعلیم القرآن کوسن نیازی کالونی کراچی میں حفظ القرآن کے لئے داخل ہوئے۔اور ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۸ء میں حفظ کی تکمیل ہوئی۔حفظ مکمل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ کراچی میں مولانا سمیع الحق، مولانا عبیداللہ،

مولانا رفیق ،مولانا عطاء اللہ اور مولانا عبد الکریم سے اوسط درجے کی کتب پڑھیں ۔ بعد ازاں اعلیٰ درجات کی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ مدینہ حنیف پارک لاہور میں داخل ہوئے اور مولانا عبد الرشید کشمیری ،مولانا رشید میاں ، (مہتمم جامعہ مدینہ لاہور) مولانا نعیم الدین ،مولانا حفیظ الرحمان ،مولانا عبد الولید ،مولانا بشیر یوسف زئی ،مولانا سیف الرحمان ،اور مولانا عبد الواحد سے کتب فنون اور دورہ حدیث پڑھ کر وفاق المدارس پاکستان سے "الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ " کا امتحان ۱۳ مارچ ۲۰۰۷ء کو دیکر سند الفراغ حاصل کی ۔مروجہ علوم سے فراغت کے بعد اوگی میں امامت کرواتے رہے اور ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۰۹ء میں معاش کے سلسلے میں سعودی عرب چلے گئے اور تادم تحریر وہیں مقیم ہیں ۔

۱؎ معلومات کی فراہمی میں آپکے بھتیجے مولانا عبد السلام نے مدد کی ۔

مولانا عبد السلام

بن عبد الغفار بن مولانا عبد القاسم بن مولانا عبد المنان بن عبد العزیز بن مولانا عبد الواحد

مولانا عبد السلام نے ۳ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۳ مئی ۱۹۸۵ء بروز جمعرات U/C باڈی شنگلی کے گاؤں سُنج میں عبد الغفار کے گھر آنکھ کھولی ۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول سُنج میں حاصل کی ۔ پھر جامعہ مسجد مدینۃ العلوم نارتھ ناظم آباد کراچی میں ناظرہ وحفظ کی تکمیل ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء میں ہوئی ۔ بعد ازاں جامعہ اشرفیہ نارتھ ناظم آباد کراچی میں مولانا سمیع الحق ،مولانا عبید اللہ ،مولانا رفیق ،مولانا عطاء اللہ اور مولانا عبد الکریم

سے ابتدائی چار سال تک درس نظامی کی مروجہ کتب پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ رحمانیہ بفرزون کراچی میں داخل ہوئے اور مولانا عطاء الرحمان مدنی، مولانا محب اللہ، مولانا مفتی عبدالمجید اور مولانا زبیر سے درس نظامی اور دورہ حدیث پڑھ کر وفاق المدارس پاکستان سے ''الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ'' کا امتحان ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۰۱۱ء میں پاس کیا اور سند الفراغ حاصل کی۔ مروجہ علوم سے فارغ ہونے کے بعد ایک سال تک دارالقرآن مصطفی مسجد گلشن اقبال کراچی میں تدریس کرواتے رہے۔ اور پھر ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۰۱۵ء میں سعودی عرب (جدہ) چلے گئے۔ جہاں امامت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔ تادم تحریر موصوف وہیں مقیم ہیں اور اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ [1]

[1] حالات وکوائف موصوف نے موبائل فون پر لکھوائے۔

مولانا عبدالستار

بن عبدالمجید بن مولانا عبدالمنان بن عبدالعزیز بن مولانا عبدالواحد

مولانا عبدالستار ۱۱ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۵۰ء تحصیل اوگی کے مشہور گاؤں سُنمبل بوٹ میں عبدالمجید کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامع مسجد دربند میں مولانا عبدالرحمان (الائی والے) سے پڑھنے کے بعد متوسط درجہ کی کتب کی تعلیم کے لئے مولانا عبدالستار جامعہ ربانیہ نزد ریلوے اسٹیشن تحصیل وضلع ہری پور میں مولانا عبدالستار، مولانا محمد یوسف (الائی والے) اور مولانا شیر علی شاہ (الائی) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے

علمی استفادہ کیا۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے مولانا عبدالرحمان (صوابی) اور مولانا غلام اللہ خان (مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی) کے پاس حاضر ہوئے۔ اور غالباً ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی گاؤں سنمبل بوٹ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر دو سال حسین ڈی سلوی شمالی ناظم آباد کراچی میں امامت کے منصب پر فائض رہے۔ موصوف تادم تحریر اپنے آبائی گاؤں میں امامت کروا رہے ہیں۔ [1]

[1] معلومات موصوف نے موبائل فون پر فراہم کیں۔

مولانا عبدالحسن المعروف شاعر سُنمبل بوٹ

بن عبدالصمد بن برکات بن سلام دین بن مولانا عبدالکریم

مولانا مولوی عبدالحسن عرف شاعر سنمبل بوٹ (اوگی) قوم مانکیال اکوزئی کے شعراء میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ آپکے والد کا نام عبدالصمد تھا۔ ایام طفولیت کیسے گزرے؟ علم کی ابتداء کب اور کہاں کی؟ اور کس کی خدمت میں اولین علمی استفادہ کیا؟ اس بارے میں معلومات ہنوز تشنہ ہیں بہر حال آپ پشتو، ہندکو اور اردو میں شعر کہتے تھے اور پشتو زبان میں بہت بلند پایہ کلام کیا ہے مگر افسوس مرور زمانہ سے ان کا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کی

وجہ یہ تھی کہ کسی نے ان کے کلام اور افکار کو محفوظ رکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔اس بڑی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے ہم نہایت ہی عمدہ ادب اور شعر کے خزانے سے محروم رہ گئے۔راقم کے خیال میں اگر اب بھی گاؤں پٹیاں، سنمبل بوٹ اور دیگر دیہات کے معمر لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے تو امید واثق ہے کہ بہت سا کلام ہاتھ آسکتا ہے۔راقم الحروف کثرت مشاغل اور قلت وقت کی وجہ سے موصوف کے تمام کلام کو یکجانہ کرسکا البتہ موصوف کا نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

سیری کوہانی کے خان ہاشم علی خان جنہوں نے ۱۸۸۰ء میں کسی واقعہ کی وجہ سے ناموری حاصل کی تھی۔اور بعد میں انگریزوں کے ساتھ ہاشم علی خان کی بھی جنگ ہوئی اس جنگ کے بارے میں مولانا عبدالحسن اپنے خیالات کا اظہار پشتو،اردو،ہندکو اور گوجری میں کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَزْمَانْ ہَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَامْ دَہْ نِشَانَہْ
سَرْدَار پِہْ سِیْرِیْ کَہْ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِیْ دِیْ شُوْ بَرْ سِیْرَا
اَزْمَانْ سَخِیْ سَرْدَار لَا فَرْ بِہْ دِیْ کَفَّار
تَوْپ خَانَہْ سَارَا کِنْ کے میں تیرے در آنا (روانہ)
اَزْمَانْ ہَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَامْ دَہْ نِشَانَہْ
سَرْدَار پِہْ سِیْرِیْ کَہْ قدر ثانی نئی تیرا
تَوْپ خَانَیْ سَارِیْ کن کے تیرے در پجَائی
بَچ پھکڑ ال دا مہینہ چڑیا اَوْ توفوجاں دا اندھیرا
اَزْمَانْ ہَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَامْ دَہْ نِشَانَہْ
سَرْدَار پِہْ سِیْرِیْ کَہْ قدر ثانی نئی تیرا

شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
فنکڑاں شو پہ بَرَا، آلَمْ دِیْ نَاخَبْرَا
فرنک دا غلل فَوْجُوْنَۀ، کو ممتئے لا نا کو مانہ
اَزْمَانْ هَاشِمْ عَلِیْ خَانَۀ تُوْ اِسْلَام دَۀ نِشَانَۀ
سَرْدَار پِۀ سِیْرِیْ کَۀ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
فَوْجُوْنَۀ بہ رَا تَلِیْ، آلمُوْں بہ کَتَلِیْ خَاوَرِیْ دَوْرِیْ دَلِیْ
خَانْ پَخْپِلَا پَرَا شُوْ، سَوَات بہ پخلے بُنَیْرَا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
اَزْمَانْ هَاشِمْ عَلِیْ خَانَۀ تُوْ اِسْلَام دَۀ نِشَانَۀ
سَرْدَار پِۀ سِیْرِیْ کَۀ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
خَانْ آپ گیا فریادی، گل تُس دِیْ اے رضادی
میں اس گماں کولو دوئی نہ کراں تاں تُساں در آنا
اَزْمَانْ هَاشِمْ عَلِیْ خَانَۀ تُوْ اِسْلَام دَۀ نِشَانَۀ
سَرْدَار پِۀ سِیْرِیْ کَۀ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
اے قَامْ (قوم) ہمارا پائی اے، ہم تاں تیرے در آئی اے
ھک زرا سستی نہ کرو ھک اوکے تدبیر بنوالے میرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
اَزْمَانْ هَاشِمْ عَلِیْ خَانَۀ تُوْ اِسْلَام دَۀ نِشَانَۀ

سَرْدَار پۂ سِیْرِیْ کۂ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِیْ دِیْ شُوْ بَرْ سِیْرَا
ھک زرا سستی نہ کرو، خان ہووے بنیر دا حرز مان ہووے
مِیّاں گُلْ دِیْوِیْ تَۂ لَاڑْ استیری لاس استومانہ
اَزْ مَانْ ھَاشِمْ عَلِیْ خَانَۂ تُوْ اِسْلَام دَۂ نِشَانَۂ
سَرْدَار پۂ سِیْرِیْ کۂ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِیْ دِیْ شُوْ بَرْ سِیْرَا
مِیّاں گُلْ غوراغی دلتہ، خبر کرا عمل تہ
تَۂ وُس کَوْرَا دَۂ چَلْتَا لَشْکَرِیْ بِیْ حِسَابَۂ کوچا پیرا
شُغْلِیْ دِیْ شُوْ بَرْ سِیْرَا
اَزْ مَانْ ھَاشِمْ عَلِیْ خَانَۂ تُوْ اِسْلَام دَۂ نِشَانَۂ
سَرْدَار پۂ سِیْرِیْ کَۂ قدر ثانی نئی تیرا
شُغْلِیْ دِیْ شُوْ بَرْ سِیْرَا
چفیری آیا لوکے، غزادی نیتی ہوکے،
سُرنگاں بے چے تر پے بے چے کھوتے آدمی کپے
کلا سکندر خان کرے لڑائی، نہ نال کوئی اور مزیرا
شُغْلِیْ دِیْ شُوْ بَرْ سِیْرَا
یو، وازی سکندر خان وو، سردار دہ غازیونوں
شپہ بہ چھپا وو نہ کَوْلْ، پرہ نہ کوئ عیس خپانہ
اَزْ مَانْ ھَاشِمْ عَلِیْ خَانَۂ تُوْ اِسْلَام دَۂ نِشَانَۂ
سَرْدَار پۂ سِیْرِیْ کَۂ قدر ثانی نئی تیرا

شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
چھپا وونہ بہ کوُل، آلموں بہ قتل یوو، وازی کرزی دل
اُرْگٹ پہ منظری دی، لاڑے کفر کرا ھیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
اَزْمَانْ ھَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَام دَہْ نِشَانَہْ
سَرْدَار پہْ سِیْرِیْ کَہْ قدر شانی نئی تیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
خان خیل سمندری سارے، عین ربّا دے پیارے
سرتلاں کرنائیں، گولیاں بردی ہِک امانہ
اَزْمَانْ ھَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَام دَہْ نِشَانَہْ
سَرْدَار پہْ سِیْرِیْ کَہْ قدر شانی نئی تیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
سرتلاں کرناوالے، عین گجر چئے چئے کالے
معاملہ حسن زئ پہ کرن، اے اناں کو خیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
اَزْمَانْ ھَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَام دَہْ نِشَانَہْ
سَرْدَار پہْ سِیْرِیْ کَہْ قدر شانی نئی تیرا
شُغْلِےدِیْ شُوْبَرْسِیْرَا
معاملے کے بنیر وال، آلموں تہ دے خیال
تورزن دی چغرزئی، اینکاری کڑومروانہ
اَزْمَانْ ھَاشِمْ عَلیٰ خَانَہْ تُوْ اِسْلَام دَہْ نِشَانَہْ

سَرِدَار پهٔ سِیٖرِیٔ کهٔ قدر ثانی نئ تیرا
شُغْلِیِ دِیٔ شُوٖ بَرْ سِیٖرَا
تورزن دی چغرزئی، ځورا تلل اخپل مرضی
سر گنده شو دلیا نړئی ته گُوٖ لُوٖ نهٔ اُکړَا مِیٖرَا
شُغْلِیِ دِیٔ شُوٖ بَرْ سِیٖرَا
اَزْ مَانْ هَاشِمْ عَلیٔ خَانَهٔ تُوٖ اِسْلَام دَهٔ نِشَانَهٔ
سَرِدَار پهٔ سِیٖرِیٔ کهٔ قدر ثانی نئ تیرا
شُغْلِیِ دِیٔ شُوٖ بَرْ سِیٖرَا
سوال سوڑ (سن) میرا رحیمہ، نہ مارا س کو کریمہ
دل میرا او پھٹیتے دے فکر دہ خپکانہ
اَزْ مَانْ هَاشِمْ عَلیٔ خَانَهٔ تُوٖ اِسْلَام دَهٔ نِشَانَهٔ
سَرِدَار پهٔ سِیٖرِیٔ کهٔ قدر ثانی نئ تیرا
اختہ حسن خاص، نال کونٹر (کون) کرے دو وآ بحث
بغیر سید قبولا تھیں، دوئ جڑیں دا کٹ کنساں بڈیرا
شُغْلِیِ دِیٔ شُوٖ بَرْ سِیٖرَا

مولوی عبد الحسن عرف شاعر سنمبل بوٹ نے انگریز قوم سے جنگ میں جن قوموں نے حصہ لیا تھا۔ ان کا ذکر بھی مختلف زبانوں میں کیا ہے ہاشم علی خان مرحوم کے ساتھ اکابرین قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے اچھے اور گہرے روابط و مراسم تھے۔ مولانا عبد الحسن نے بھی خان موصوف کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ کاتب الحروف یہاں مناسب خیال کرتا ہے کہ ہاشم علی خان کا شجرہ نسب قلمبند کر دوں۔ تمام لوگوں کا شجرہ نسب یہاں درج کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ لہذا جن حضرات کا شجرہ جہاں سے جدا ہوتا ہے وہ اپنا شجرہ وہاں سے مرتب

کر کے اس کتاب کے آخر میں یا اسی صفحے پر رقم کریں۔

اعتذار

قارئین! یاد رہے میری مادری زبان ہندکو ہے۔میں پشتو میں مہارت نہیں رکھتا اس بات کا مجھے پوری طرح احساس ہے۔مولانا عبدالحسن کا کلام جو پشتو میں تھا وہ میں نے یہاں درج کر دیا۔لیکن ہوسکتا ہے اس کلام میں بعض الفاظ پشتو طرز پر نہ لکھے گئے ہوں۔ یا غلط درج ہو گئے ہوں کیونکہ میرے عزیز کمپوزر دوست محمد تصدق رضا کے پاس کمپیوٹر میں پشتو کا رسم الخط سیو بھی نہیں۔لہذا میرے عذر کو قبول کرتے ہوئے نکتہ چینی کرنے کے بجائے مجھے میری کوتاہی اور غلطی کی طرف متوجہ کریں۔تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔

خادم العلم والعلماء عنایت الرحمان ہزاروی

خانان سیری کوہانی کا شجرہ نسب

کاکا خیل عیسیٰ زئی

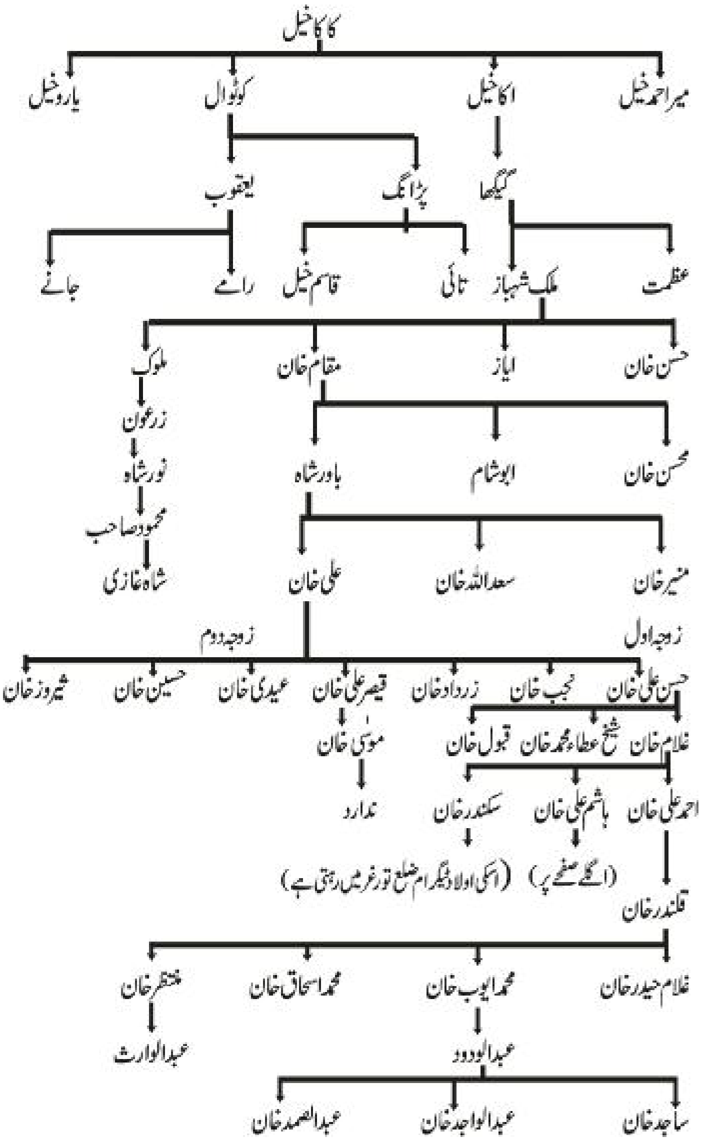
کاکاخیل
میراحمد خیل
اکاخیل
کوٹوال
یاروخیل
گیگھا
پڑانگ
یعقوب
عظمت
ملک شہباز
تائی
قاسم خیل
رامے
جانے
حسن خان
ایاز
مقام خان
ملوک
زرعون
نورشاہ
محمود صاحب
شاہ غازی
محسن خان
ابوشام
باورشاہ
منیرخان
سعداللہ خان
علی خان
زوجہ اول
زوجہ دوم
حسن علی خان
نجب خان
زرداد خان
قیصر علی خان
عیدی خان
حسین خان
شیروز خان
غلام خان
شیخ عطاء محمد خان
قبول خان
موسیٰ خان
ندارد
احمد علی خان
ہاشم علی خان
سکندر خان
(اگلے صفحے پر)
(اسکی اولاد ڈیگرام ضلع تورغر میں رہتی ہے)
قلندر خان
غلام حیدر خان
محمد ایوب خان
محمد اسحاق خان
مختصر خان
عبدالوارث
عبدالودود
ساجد خان
عبدالواجد خان
عبدالصمد خان

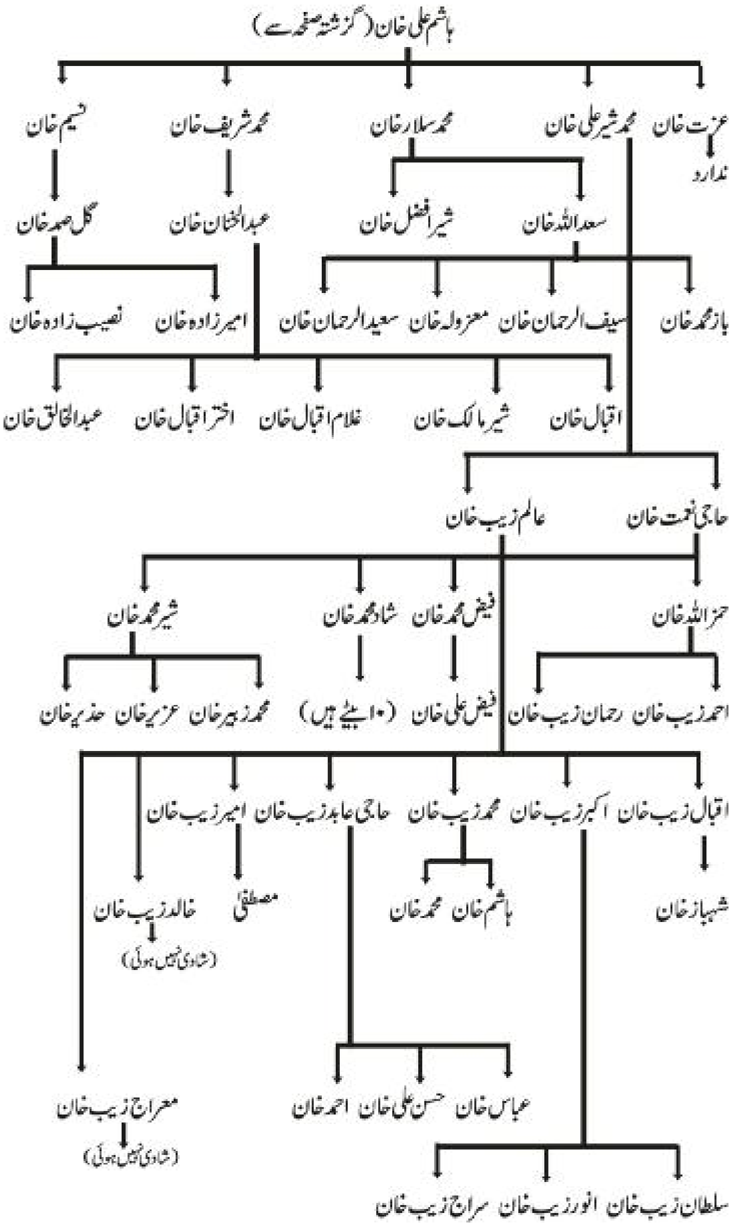
ہاشم علی خان (گزشتہ صفحہ سے)
عزت خان
ندارد
محمد شیر علی خان
محمد سلار خان
محمد شریف خان
نسیم خان
سعد اللہ خان
شیر افضل خان
عبدالحنان خان
گل صمد خان
باز محمد خان
سیف الرحمان خان
معزولہ خان
سعید الرحمان خان
امیرزادہ خان
نصیب زادہ خان
اقبال خان
شیر مالک خان
غلام اقبال خان
اختر اقبال خان
عبدالخالق خان
حاجی نعمت خان
عالم زیب خان
حمز اللہ خان
فیض محمد خان
شاد محمد خان
شیر محمد خان
احمد زیب خان
رحمان زیب خان
فیض علی خان
(۱۰ بیٹے ہیں)
محمد زبیر خان
عزیر خان
حذیر خان
اقبال زیب خان
اکبر زیب خان
محمد زیب خان
حاجی عابد زیب خان
امیر زیب خان
شہباز خان
ہاشم خان
محمد خان
مصطفیٰ
خالد زیب خان
(شادی نہیں ہوئی)
عباس خان
حسن علی خان
احمد خان
معراج زیب خان
(شادی نہیں ہوئی)
سلطان زیب خان
انور زیب خان
سراج زیب خان

مولانا عالم زیب

بن ملک آمان بن عبدالزمان بن مہربان بن پنوبابا بن رحم الدین

مولانا عالم زیب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۷۳ء بروز پیر کو ملک آمان کے گھر گاؤں پوریاں یوسی باڈی شنگلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم تیسری کلاس تک گورنمنٹ پرائمری سکول باڈی شنگلی میں حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۵ء میں کراچی جامعۃ الرشید میں داخلہ لیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اسی جامعہ میں مفتی رشید احمد، مفتی عبدالرحیم، مولانا مفتی محمد، مولانا مفتی ابو البابہ شاہ منصور اور مولانا عبیداللہ سے درس نظامی کی مروجہ کتب اور دورہ حدیث پڑھ کر جامعۃ الرشید کراچی سے اور وفاق المدارس پاکستان سے "الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ حاصل کی۔ مروجہ علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد فقہ میں تخصص یعنی مفتی کورس بھی جامعۃ الرشید کراچی میں ہی مفتی رشید احمد کے زیر سایہ رہ کر مکمل کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد تین سال جامعۃ الرشید کراچی میں نائب ناظم کے عہدے پر فرائض سر انجام دیتے اور ساتھ تدریس بھی کرواتے رہے۔ مزید شعبہ **تدریب المعلمین** کے سرپرست اعلیٰ بھی ہیں۔ [۱]

---

۱ کوائف کی فراہمی میں موصوف کے بھانجے سمیع الحق صاحب نے تعاون کیا۔

مولانا عبدالجبار

بن عبداللہ بن غلام اللہ بن سراج الدین بن حیات اللہ بن مولانا عبدالکریم

مولانا عبدالجبار جنت نظیر وادی گاؤں ڈنہ میں عبداللہ نامی ایک بزرگ کے گھر پیدا ہوئے ۔ چونکہ وصال کے وقت آپکی عمر ۷۰ برس تھی اغلب ہے کہ موصوف کی تاریخ پیدائش سنہ ۱۳۳۳ھ بمطابق سنہ ۱۹۰۳ء میں ہوئی ہوگی ۔آپ نے درس نظامی کی تعلیم علامہ قاضی عبدالمستعان نوراللہ مرقدہ [۱] گاؤں شمدھڑہ اور بفہ کی مختلف درسگاہوں سے حاصل کی ۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد موصوف مختلف مساجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ۔ جن میں گاؤں کملوڑیاں، ماسم جگی اور اپنے آبائی گاؤں میں مختلف اوقات میں امامت کے فرائض ایک عرصہ تک بحسن خوبی نبھاتے رہے ۔آپکا وصال سنہ ۱۳۹۳ھ بمطابق سنہ ۱۹۷۳ء میں ہوا اور اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں محو استراحت ابدی ہوئے ۔ [۲]

---

[۱] قاضی صاحب راقم کے جد محترم تھے ۔

[۲] معلومات کی فراہمی میں موصوف کے بھتیجے مولانا خطاب گل صاحب نے مدد کی

مولانا عبد الغفار

بن عبد اللہ بن غلام اللہ بن سراج الدین بن حیات اللہ بن مولانا عبد الکریم

مولانا عبد الغفار وادی تناول کے مشہور علاقے باندی شنگلی کے معروف گاؤں ڈنہ میں محترم جناب عبد اللہ صاحب کے گھر کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ چونکہ وصال کے وقت آپ کی عمر ۹۲ سال تھی لہذا غالب گمان یہ ہے کہ آپکی پیدائش ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء میں ہوئی ہوگی۔ موصوف نے درس نظامی کی تعلیم راقم کے جد محترم علامہ قاضی عبد المستعان ہزاروی نور اللہ مرقدہ اور علاقہ غیر (موجودہ ضلع تورغر) کے کسی علاقے میں حاصل کی۔ مولانا عبد الغفار کو اہل دنیا سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ موصوف ہر وقت ذکر خدا و مصطفے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں رطب اللسان رہتے تھے۔ آپ ایک مجذوب اور صوفی باصفا اور خاموش طبع عالم دین تھے۔ موصوف گاؤں سیر گے، ڈمگہ اور اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں مختلف اوقات میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء کو ہوا اور آبائی گاؤں ڈنہ میں آپکی آخری آرام گاہ بنی۔ [1]

---

[1] معلومات کی فراہمی میں موصوف کے بھتیجے مولوی خطاب گل صاحب نے تعاون کیا۔ راقم ان کا شکر گزار ہے۔

مولانا عبدالعزیز

بن گل شریف بن سید احمد بن ملا غفران بن ملا شیر بن سمندر

مولانا عبدالعزیز نے ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۵ء کو U/C بانڈی شنگلی کے مشہور و معروف گاؤں ڈنہ میں " گل شریف مرحوم" کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم پرائمری تک گورنمنٹ پرائمری سکول بانڈی شنگلی میں حاصل کی۔ بعد ازاں دینی تعلیم کے لئے گاؤں بیلیاں تحصیل اوگی کی مشہور دینی درس گاہ میں داخل درس ہوئے۔ جہاں مولانا عبدالباقی [1] کے پاس صرف ،نحو ،ہدایۃ النحو،نحومیر ، قدوری ، اصول الشاشی ،نورالانوار،نفحۃ الاعرب،شرح وقایہ، کنز اور خلاصہ وغیرہ کتابیں تین سالوں میں پڑھیں۔ بعد ازاں جامعہ فتحیہ اچھرہ موڑ لاہور میں مولانا حبیب الرحمان کے پاس چار سال اکتساب فیض حاصل کیا اور پھر جامعہ تفہیم القرآن مردان میں مولانا گوہر رحمان کے پاس بیضاوی ،شرح جامی ،ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھ کر مولانا موصوف کے ہی قائم کردہ دارالعلوم سے دورہ حدیث تک کی مکمل کتابیں پڑھیں۔ دورہ حدیث تک کتابیں جامعہ تفہیم القرآن مردان میں پڑھنے کے بعد ترجمہ قرآن، اور دورہ تفسیر دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خان سے کیا۔ علم کے طبعی شوق کی وجہ سے آپ نے فراغت کے بعد بھی استفادہ کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور فراغت کے بعد بھی ایک سال جامعہ دارالعلوم سعیدیہ اوگی میں مولانا سعید الرحمان (الخطیب) سے دورہ حدیث پڑھا۔ دارالعلوم سعیدیہ سے دوبارہ دورہ حدیث کرنے کے بعد اپنے آبائی گاؤں ڈنہ میں امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ جو تادم تحریر جاری و ساری ہیں۔ [2]

---

[1] تاریخ پیدائش ۱۹۳۹ء ہے۔

[2] حالات وکوائف میں موصوف کے فرزند حافظ عبدالحق صاحب نے تعاون کیا۔

مولانا عبد الرزاق

بن عبد الجمیل بن گل شریف بن سید احمد بن ملا غفران بن ملا شیر

مولانا عبد الرزاق ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء بروز جمعۃ المبارک علاقہ بانڈی شنگلی کے ایک پہاڑ پر واقع گاؤں ڈنہ میں عبد الجمیل مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول بانڈی شنگلی میں حاصل کی۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں داخل ہوئے اور ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ آپ عصری تعلیم کے دوران خارجی طور پر جامعہ ضیاء القرآن بازار گے اوگی میں تقریباً ۳ سال تک مولانا عبد الرزاق صاحب (تکیہ اوگی) سے صرف ونحو اور دیگر کتب پڑھتے رہے۔ بعد ازاں ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱ء میں مرکز اسلامیہ منصورہ لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۸ء تک مروجہ تمام کتب مولانا عبد المالک صاحب (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور) مولانا منہاج الدین (فاضل دار العلوم دیوبند) مولانا عبد الرحمان (فاضل دار العلوم دیوبند) اور دیگر اساتذہ سے پڑھ کر رابطۃ المدارس اسلامیہ پاکستان سے "الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مرکز الاسلامیہ منصورہ لاہور میں بطور ناظم آپ کا تقرر ہوا۔ اور تادم تحریر آپ ناظم کی ذمہ داری کو بحسن خوبی نبھا رہے ہیں۔ [۱]

[۱] معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا ممنون ہے۔

مولانا عبدالحئی

بن عبدالحلیم بن عبدالکبیر بن رسال بن حیات اللہ بن مولانا عبدالکریم

مولانا عبدالحیٔ غالباً ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۹ء کو ریاست تناول کے مرکز شیر گڑھ کے ایک گاؤں شنگاری میں مولانا عبدالحلیم کے گھر پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر اپنے دور کے اجلّہ علماء سے فیض اکتساب کیا۔ موصوف نے نمی گڑھی، ملوکڑہ (اوگی) اور بانڈی شنگلی کے گاؤں شیڑھ کے قاضی عبد الخالق سے درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ مگر افسوس کے آپ منظم طور پر کسی مدرسے سے سند الفراغ حاصل نہیں کر سکے۔ موصوف نے اندازاً ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء میں گاؤں نڑیالی میں امامت شروع کی اور تادم وصال جاری رکھی۔ اس طرح تقریباً ۸۰ سال سے زیادہ کا عرصہ موصوف امامت کے فرائض کو نہایت خوبی سے نبھایا۔ آپکی نماز جنازہ پروفیسر محمد سعید (اوگی) نے پڑھائی۔ [۱]

---

[۱] یہ تمام معلومات موصوف کے صاحبزادے محمد سعید نے فراہم کیں۔

مولانا غلام داؤد

بن مولانا محمد ایوب بن قاضی عصمت اللہ بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا غلام داؤد ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بمطابق ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعۃ المبارک کو علاقہ تناول کے مشہور و معروف گاؤں چمراسی کے مقام "گلبند شریف" میں مولانا محمد ایوب کے گھر کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول بانڈی شنگلی میں حاصل کی۔ بعد ازاں ایک، ایک سال شیر گڑھ اور پکھلی میں پڑھا۔ اور پھر ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۹۷۴ء میں آٹھویں کلاس کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول اوگی سے پاس کیا درس نظامی کی ابتدائی کتب، منیہ، خلاصہ، قدوری، نام حق اور کریما سعدی مولانا میر غلام (چمراسی) سے بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھیں۔ بعد ازاں عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ عرصہ فیض اکتساب کیا۔ اس کے بعد ترجمہ و تفسیر کے لئے قائد ملت اسلامیہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور دورہ تفسیر کی تکمیل کی۔ ۲۴ ذو الحجہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۶ دسمبر ۱۹۷۷ء کو وزارت دفاع میں ملک پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے محافظوں کی صف میں شامل ہوئے اور ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ بمطابق ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء تک آپ نے اپنے عہدے کے فرائض کو بڑی محنت اور قابلیت سے انجام دیا۔ دوران ملازمت بھی اور ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد بھی کوہاٹ، کراچی، منگلا اور اسلام آباد کے مختلف مقامات پر امامت کے فرائض بحسن خوبی نبھاتے رہے۔ موصوف آج کل ضلع راولپنڈی میں مقیم ہیں اور معاش کے لئے ایک دکان چلا رہے ہیں۔ اللھم زد فزد [1]

---

[1] کوائف موصوف نے خود فراہم کیے۔ جس پر راقم آپ کا ممنون ہے۔

مولانا غلام محمد

بن مولانا غلام یحییٰ بن مولانا محمد حسین بن شاہ حسین بن غلام حسین بن سید عالم

مولانا غلام محمد اپنے زمانے کے مشہور عالم اور شاعر تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ مشہور زمانہ غازی عبد المنان علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی تھے۔ موصوف کی وفات ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۰ جون ۱۹۷۳ء بروز اتوار کو گاؤں برہ زئی حضرو ضلع اٹک میں ہوئی۔ تعلق موضع برہ زئی سے تھا۔ والد کا نام مولانا غلام یحییٰ تھا۔ مختلف جگہوں پر خطیب کے فرائض سرانجام دیے، اردو اور فارسی میں اشعار کہتے تھے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

منقبت حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر والے

۱

امیروں کے آقا غریبوں کے مولا　　یتیموں کے غم خوار اجمیر والے
ٹھوکریں کھا رہا ہوں مدت سے　　دربدر پھر رہا ہوں غربت سے

۲

وفا کی تھی جن سے امید بے وفا نکلے　　جو با حیا تھے بے بسی میں بے حیا نکلے
تھی یہ امید کہ احسان یاد رکھیں گے　　برنگ ابیض واندر سے ناصفا نکلے

بھتیجے کی خوشخبری سننے پر فارسی میں اشعار کہے چند اشعار ملاحظہ ہوں

بحمد اللہ براں وقت وزمانے　　چو بشنیدم چنیں از راہ روانے
کہ یک نو ر از آسمانے　　عنایت کشت بر عبدالمنانے [1]

دامن اباسین میں عبد الحنانے لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں غالباً یہ کتابت کی غلطی سے لکھا گیا ہے۔ اصل لفظ عبد المنانے ہے۔ مولانا موصوف کے چھوٹے بھائی غازی عبد المنان مرحوم کو اللہ نے جب بیٹے کی نعمت سے نوازا تو اس وقت مولانا غلام محمد نے مندرجہ بالا اشعار کہے تھے۔ اس لئے راقم نے عبد المنانے لکھا ہے۔

---

[1] سکندر خان "مؤرخ" دامن اباسین صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷

فارسی اور اردو کلام ؎

عجب معشوق میدارم خراماں طور چلتی ہے
غریبا نرا زرہ رفتن بیاد کر دھرتی ہے
آہستہ رفتم بردرش گفتہ کہ باہر کون ہے؟
درنیم شب از خواب خوش بیدار کرتا یہ کون ہے؟
گفتم کہ من یار توام از جان خریدار توام
گفتہ نبا ستنے یار من میں مانتے کوئی ہور ہے
دست زدم بر گردنش بسہا نہا دم بربش
بوسہ گرفتم از رخش گفتہ کہ پکڑو چور ہے
گفتم مکن برما جفا دارم امید از تو وفا
بیرون بیا پرون بیا ہرگز نہ اگھو چور ہے
سرخی چو دیدم بربش گفتم کہ یہ کہتا ہے
گفتہ کہ خون عاشقاں من پھر پیالہ پیتا ہے
گفتم کہ خون عاشقاں ضایع چرا میر بختہ
گفتہ کہ مردا دور سوا س شہر کا یہ رستہ ہے [1]

افسوس کہ مولانا صاحب کے مزید حالات وکوائف اور کلام کوشش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا اس لئے انہی معلومات پر اکتفا کیا گیا۔ مولانا غلام محمد صاحب کے اخلاف عزیز وقرباء احباب اور معتقدین سے درخواست ہے کہ ان میں سے جن کے پاس بھی موصوف کی زندگی اور کلام کے حوالے سے کچھ یاداشت، واقعات خصوصی یا عمومی جس شکل میں ہوں تو وہ راقم الحروف کے ایڈریس پر بھیج دیں یا بذریعہ فون رابطہ کریں میں خود حاضر خدمت ہوں گا ان شاء اللہ تا کہ آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت ہو سکے۔

---

[1] منقول از مولانا محمد ایوب بن محمد داؤد مرحوم (برہ زئی حضرو اٹک)

مولانا غلام سرور

بن مولانا عبدالمنان بن عبدالعزیز بن مولانا عبدالواحد بن برکات بن سلام دین

مولانا غلام سرور نے ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں U/C بانڈی شنگلی کے گاؤں سُنج میں مولانا عبدالمنان کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم پرائمری سکول سُنج میں حاصل کی۔ بعدازاں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔پھر دارالعلوم رحمانیہ کراچی میں خامسہ تک مروجہ کتب اور اس کے بعد دارالعلوم جامعہ فاروقیہ ڈی۔ گروٹ کراچی میں دورہ حدیث پڑھ کر وفاق المدارس کے تحت امتحان دے کر سند الفراغ حاصل کی۔مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں سُنج میں واپس آئے اور امامت سنبھالی جو تادم تحریر جاری و ساری ہے۔موصوف کے اساتذہ میں مولانا حفیظ اللہ کوہستانی اور مولانا عبدالرحمان رحمانی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ [1]

---

[1] معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا احسان مند ہے۔

مولانا غلام جان

بن مولانا سمیع الحق بن محمد صلاح بن پشاوری بابا بن کالا بابا بن فاروق

مولانا غلام جان ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۶ء ریاست تناول کے معروف گاؤں رحمکوٹ میں مولانا سمیع الحق کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے موصوف بچپن اور ایام طفولیت میں تھے کہ والد گرامی کا شفیق سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ آپ ابتداء ہی سے دینی علوم کی طرف مائل تھے۔ موصوف نے مختلف مساجد و مدارس میں دینی تعلیم حاصل کی۔ مثلاً بیلیاں، منجورہ، شمدھڑہ، کھٹائی (اوگی) بٹل ہروڑی اور بام خیل صوابی کی مختلف مساجد و مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں اعلیٰ درجات کی تعلیم کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ عند الملاقات [1] راقم کے استفسار پر فرمانے لگے بیٹا۔ میں (غلام جان) ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۹۵۸ء کو مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں رحمکوٹ کو واپس ہوا اور یہیں سکونت اختیار کی۔ اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ گاؤں میں امامت کرواتا رہا۔ بعد ازاں موصوف بوٹا کیملپور (ضلع اٹک) اور خان پور میں امامت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ موصوف ایک معروف خطیب تھے۔ آپ نے تقریباً ۲۵ سال سوہاں اسلام آباد میں خطابت کے فرائض سر انجام دیے۔ آپ کے اساتذہ میں: ۱۔ مولانا ادریس کاندھلوی (جامعہ اشرفیہ لاہور) ۲۔ مولانا عبد المتین (بام خیل صوابی) ۳۔ مولانا سخی شاہ (ہروڑی) ۴۔ مولانا رسول خان (جامعہ اشرفیہ لاہور) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ [2]

---

[1] موصوف سے راقم الحروف کی ملاقات ضلع مانسہرہ میں آپ کے بڑے بیٹے مولوی نور الحق حقانی کے گھر پر ہوئی تھی۔ ہزاروی غفرلہ

[2] یہ تمام معلومات عند الملاقات موصوف نے خود فراہم کیں۔

مولانا فضل الرحمان

بن احمد سید بن گل سید بن پیر سید بن عبداللہ بن شعیب بابا

مولانا فضل الرحمان ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ بمطابق ۸ فروری ۱۹۵۶ء بانڈی شنگلی کے گاؤں جبڑ میں سید احمد مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے لئے ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۶۰ء گورنمنٹ پرائمری سکول بانڈی شنگلی میں داخلہ لیا۔ ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۴ء تک پرائمری سکول بانڈی شنگلی میں غنی احمد نامی ایک استاد سے پڑھتے رہے۔ پھر پانچویں کلاس بیر بٹ پرائمری سکول میں گلزار حسین شاہ (گڑھی حبیب اللہ) سے پڑھی۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں داخلہ لیا جہاں ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۷۰ء میں میٹرک پاس کر کے لاہور چلے گئے۔ جہاں F-A کا امتحان گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول نزد کچہری سے اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ بچپن میں ابتدائی دینی کتب اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد شریف مرحوم سے پڑھیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کیپٹن صفدر اعوان (M-N-A) کے چچا محترم حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض اکتساب کیا۔ علامہ جیلانی اپنے دور کے مقتدر عالم دین تھے۔ مولانا فضل الرحمان نے فقہ کی کتابیں مولانا ولی محمد مرحوم سے پڑھیں اور کچھ عرصہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ترجمہ و تفسیر کے لئے مولانا سرفراز خان صفدر (گوجرانوالہ) کے سامنے زانو تلمذ طے کیا۔ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء میں گورنمنٹ ٹیچر T-S-T میں بھرتی ہوئے اور تقریباً ۳۴ سال ایک ہی سکول میں خدمات سر انجام دیتے ہوئے چھ فروری ۲۰۱۶ء کو ریٹائر ہوئے۔ موصوف تادم تحریر لاہور میں مقیم ہیں اور زندگی کی باقی بہاریں داتا کی نگری میں گزار رہے ہیں۔ [۱]

---

[۱] کوائف موصوف نے موبائل فون پر لکھوائے۔

مولانا گوہر رحمان

بن مولانا محمد شریف اللہ بن حضرت اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ

مولانا گوہر رحمان غالباً ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۶ء میں سابقہ ریاست اَپر تناول کے گاؤں چھپراسی درہ شنگلی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ میں مولانا محمد شریف اللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱ موصوف کے چھوٹے بھائی مولانا محمد ہارون (قلندرآباد) کی روایت کے مطابق مولانا کی تاریخ پیدائش ۱۳۴۸ھ بمطابق ۱۹۳۰ء ہے۔ ۲

الشیخ کلیم اللہ رقم طراز ہیں!

شیخ الاسلام اپنے بچپن اور ایام طفولیت کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چھپراسی، شوشنی، ڈنہ سابقہ ریاست اپر تناول کے حکمران بڑے ظالم و جابر تھے۔ اس نے ریاست کی تمام زمینیں اور جنگلات زبردستی اپنی ملکیت بنا لیے تھے اور عوام کو اپنے مزارعین اور ملازمین بنا دیے تھے۔ البتہ آئمہ مساجد کے انتقال کے بعد اگر ان کی اولاد میں سے کوئی امامت کے قابل ہوتا تو ٹھیک ورنہ کوئی دوسرا امام مقرر ہو کر آجاتا اور زمین پر اس کا قبضہ ہو جاتا تھا۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی مولانا محمد ہارون دونوں والد محترم کے انتقال کے وقت نابالغ تھے۔ اس لئے دوسرا امام مقرر ہو کر آیا اور ہمارے مکان اور زمین دونوں پر قبضہ کر لیا۔ انتقال کے وقت میرے والد محترم اپنے آبائی گاؤں (چھپراسی، ہزاروی) سے کوئی دس میل دور کو بھائی نام کے ایک گاؤں میں تھے۔ مکان اور زمین سے بے دخل ہونے کے بعد میری والدہ محترمہ ہم دونوں بھائیوں اور تین بہنوں کو لیکر آبائی گاؤں چھپراسی میں میرے ماموں (علامہ قاضی عصمت اللہ رحمتہ اللہ علیہ، ہزاروی غفرلہ) کے ہاں منتقل ہو گئے اور محنت مزدوری کر کے ہماری پرورش کی۔ ۳

---

۱ الشیخ کلیم اللہ: تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۷

۲ ڈاکٹر عطا الرحمان "ترتیب و تدوین" حیات و خدمات مولانا گوہر رحمان صفحہ ۵۱

۳ الشیخ کلیم اللہ: تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۷

یاد رہے کہ موصوف کے والد محترم اور قاضی عصمت اللہ وقاضی عبد المستعان برادران آپس میں چچازاد بھائی تھے۔اس لئے مولانا شریف اللہ کی میت کو بھائی گاؤں سے چم اسی لائی گئی اور اہل گُلبَند شَرِیف کے آبائی قبرستان چَھرِی شَرِیف میں تدفین ہوئی۔راقم کی تحقیق اور بزرگوں کی روایت کے مطابق مولانا گوہر رحمان کی صحیح تاریخ پیدائش ۱۹۳۰ء ہے۔اس حساب سے موصوف کے والد محترم کے رحلت فرمانے کا دور ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۷ء بنتا ہے کیونکہ والد کے انتقال کے وقت موصوف جماعت دوم میں گورنمنٹ پرائمری سکول شیر گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔موصوف کے بھائی رقم طراز ہیں کہ!

(مولانا گوہر رحمان نے،ہزاروی غفرلہ) ابتدائی تعلیم پرائمری سکول شیر گڑھ میں حاصل کی۔جماعت دوم میں پڑھ رہے تھے کہ والد محترم کا انتقال ہوگیا۔چنانچہ نامساعد حالات کے باوجود والدہ نے آپ کی تعلیم جاری رکھنے کا عزم مصمم کرلیا۔آپ خداداد قابلیت کی بنیاد پر ہر جماعت میں اول ہی رہے۔[۱]

موصوف اپنے حالات زندگی قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ!

والدہ محترمہ نے پرائمری پاس کرنے کے بعد مجھے اور میرے بھائی کو دینی تعلیم کے لئے علاقہ اگرور تحصیل مانسہرہ (موجودہ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ،ہزاروی عفی عنہ) کے گاؤں بیلیاں بھیجا اور میرا تعلیمی سفر شروع ہوا۔فارسی کی ابتدائی کتابیں بچپن میں والد سے پڑھی تھیں یتیم ہونے کے بعد فارسی اور فقہ کی کچھ کتابیں شوشنی میں اپنے خالو (مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ،ہزاروی عفی عنہ) سے پڑھیں تھیں اور درس نظامی کی تکمیل علاقہ اگرور،علاقہ چھچھ ضلع اٹک،مردان اور علاقہ ہشتنگر ضلع پشاور کی مختلف درسگاہوں میں کی ہے کسی خاص منظم مدرسہ میں پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔دورہ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند جانے کا عزم کیا تھا لیکن

---

۱ ماہنامہ مشکوۃ المصباح لاہور المعروف گوہر زمان نمبر جمادی الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء صفحہ ۴۹

ایضاً حیات وخدمات مولانا گوہر رحمان صفحہ ۱۳۹

تقسیم ہند کے ہنگاموں کی وجہ سے موقع نہ مل سکا۔البتہ فکری طور پر میں علمائے دیوبند سے منسلک رہا ہوں۔اس لئے میرے اکثر اساتذہ بھی دیوبند مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔اور علمائے دیوبند کی کتابیں بھی بالعموم زیر مطالعہ رہی ہیں۔ [1]

راقم الحروف (ہزاروی) یہاں موصوف کے اس بیان سے بصد ادب و احترام اختلاف رائے رکھتا ہے کہ ''موصوف کے اکثر اساتذہ کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے تھا''۔بندہ ناچیز کی تحقیق کے مطابق یہ درست نہیں بلکہ حقیقت کے برعکس ہے۔یعنی مولانا گوہر رحمان کے اکثر اساتذہ کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے نہیں بلکہ سنی بریلوی مکتبہ فکر سے تھا۔مثلاً موصوف کے والد مولانا شریف اللہ ،آپ کے ماموں مولانا قاضی عصمت اللہ ، دوسرے ماموں مولانا قاضی عبد المستعان ،موصوف کے خالو مولانا عبد الکریم قدست اسرارھم اور گاؤں بیلیاں کی مشہور دینی درس گاہ کے اساتذہ اہلسنت و جماعت بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اگرچہ آج گاؤں بیلیاں کی درسگاہ دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کے زیر سایہ ہے۔مگر ان علماء کے آباءواجداد بھی سنی بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔جو اظہر من الشمس ہے۔ہاں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت گاؤں بیلیاں میں دو درسگاہیں تھیں۔بہر حال مولانا گوہر رحمان تو آج بقید حیات نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ ان کے معتقدین ومحبین میری تحقیق وتحریر سے اتفاق نہ کریں تو ان حضرات کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ جناب اختلاف رائے رکھنا کوئی بری بات نہیں اور مولانا گوہر رحمان نے تو خود اپنی تحریروں وتقریروں میں دوسرے مسالک کے علماء کے علاوہ اپنے ہم مسلک علماء سے بھی اختلاف کیا ہے۔جس کی تفصیل موصوف کی تصنیفات میں دیکھی جاسکتی ہے۔تعجب و حیرت اس بات پر ہے کہ موصوف نے اپنے اساتذہ کے اسماء کا تفصیلی ذکر نہیں کیا البتہ چار اساتذہ کا ذکر ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے اور دلچسپ بات

---

[1] ماہنامہ جریدۃ الاتحاد لاہور،اپریل ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۰

ایضاً تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۸، ۱۹ وحیات وخدمات مولانا گوہر رحمان صفحہ ۲۹۳

یہ کہ ان چار میں سے تین کا تعلق سنی بریلوی مکتبہ فکر سے ہے اور ایک کا دیوبندی مکتبہ فکر سے۔
بندہ ناچیز کو موصوف کے چھ اساتذہ کے اسماء معلوم ہوئے ہیں جن میں چار اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور دو کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے ہے۔ان اساتذہ کے اسماء آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔مولانا محمد شریف اللہ (والدمحترم،مولانا موصوف) ۲۔مولانا قاضی عصمت اللہ (ماموں محترم، مولانا موصوف) ۳۔مولانا قاضی عبد المستعان (ماموں محترم،مولانا موصوف) ۴۔مولانا عبد الکریم (خالو محترم،مولانا موصوف) ۵۔مولانا عبد المالک ۶۔مولانا عبد الحکیم

اول الذکر چار کا تعلق اہلسنت و جماعت بریلوی مکتبہ فکر سے ہے اور آخر الذکر دو کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے۔راقم الحروف یہاں دیوبندی،سنی بحث نہیں کر رہا بلکہ حقائق سے پردہ اٹھا رہا ہے اور پھر مولانا موصوف سے یہ اختلاف کوئی اصولی اور اعتقادی بھی نہیں بلکہ تاریخی اختلاف ہے اور تاریخ سے اختلاف ہوا کرتے ہیں۔میں ایک دینی طالب علم ہونے کے ناطے موصوف کی مذکورہ تحریر سے اتفاق نہیں رکھتا لیکن یاد رہے اس تاریخی اور مسلکی اختلاف کے باوجود میں موصوف کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مولانا گوہر رحمان دیوبندی مکتبہ فکر کے ممتاز عالم دین تھے۔موصوف کی تمام تصنیفات میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کا مطالعہ بھی کرتا رہتا ہوں۔میری تحقیق و تحریر سے اختلاف کا حق ہر صاحب علم کو ہے۔اگر میری تحقیق و تحریر پر کوئی صاحب معترض ہو تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ اصولی اور اعتقادی اختلاف نہیں بلکہ تاریخی حقائق ہیں اور تاریخی حقائق عقائد نہیں ہوتے جو بات دلائل و قرائن سے ثابت ہوگی وہی تحریر کی جائے گی میں ایک مرتبہ پھر دعوت فکر دیتا ہوں کہ یہ بندہ ناچیز کی اپنی تحقیق ہے اور اس سے اختلاف رائے کیا جا سکتا ہے کیونکہ اہل علم کے درمیان اختلاف کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔مولانا گوہر رحمان کسی مدرسے کے سند یافتہ یعنی فارغ التحصیل نہیں تھے۔

چنانچہ موصوف ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں کہ!

میں نے بھی دین کا علم اساتذہ سے حاصل کیا تھا اور اب تک مطالعے اور درس و تدریس کے ذریعے اپنے علم میں اضافے کی کوشش کر رہا ہوں مگر بدقسمتی سے میں کسی مدرسے کا سند یافتہ نہیں ہوں۔ ؎۱

مؤلف تذکرہ شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ!

شیخ الاسلام نے جن علمائے کرام سے استفادہ کیا اور شرف تلامذہ حاصل کیا ان کے اسماء گرامی اجمالی تعارف کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

۱۔خالو مولانا (مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ، ہزاروی)

حضرت شیخ فرماتے تھے کہ یتیم ہونے کے بعد فارسی اور فقہ کی کچھ ابتدائی کتابیں شوشنی میں اپنے خالو سے پڑھیں تھیں۔

۲۔مولانا عبدالمالک:

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں سے ایک حضرت مولانا عبدالمالک ہیں جو شیخو پورہ نزد ڈھیری کی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آذان فجر سے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ ہاتھ میں قہوے یا چائے کی چینک ہوتی۔ ہمیں جگا کر وضو کرنے اور دو رکعت نفل پڑھنے کا حکم دیتے اور پھر ایک کپ قہوہ یا چائے پلا کر پڑھائی شروع کر دیتے۔ نماز فجر تک ایک یا دو سبق پڑھاتے اور باقی سورج نکلنے کے بعد پڑھاتے تھے۔ مولانا چونکہ نادار تھے اس لئے ہمارے کپڑوں وغیرہ کے لئے کبھی کبھی اہل خیر مسلمانوں کو متوجہ کرتے تاکہ ہمیں مزدوری کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ میرے ساتھ ان کے تعلق اور حسن سلوک کی انتہا نہ تھی جب بھی یاد آتے ہیں تو بے اختیار دعائیں نکلتی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اساتذہ کرام بھی ہیں کیونکہ حضرت شیخ نے مختلف مساجد و مدارس میں اسباق پڑھے

؎۱ گوہر رحمان" مولانا" تفہیم المسائل جلد ۶ صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳

مثلاً اگرور مانسہرہ، پچھ ضلع اٹک، مردان، ہشت نگر تاہم ان اساتذہ کرام کی تفصیلات ہمیں دستیاب نہیں۔ ؎۱

راقم اثیم کو موصوف کے چھ اساتذہ کے اسماء دستیاب ہوئے ہیں جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ ایک مرتبہ پھر ان اساتذہ کے اسماء ملاحظہ فرمائیں جن کے سامنے دیوبندی مکتبہ فکر کے ممتاز عالم دین مولانا گوہر رحمان نے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۔مولانا محمد شریف اللہ (والد محترم) ۲۔مولانا عبدالمالک
۳۔مولانا عبدالکریم (خالو محترم) ۴۔مولانا قاضی عصمت اللہ (ماموں محترم)
۵۔مولانا قاضی عبدالمستعان (ماموں محترم) ۶۔مولانا عبدالحکیم

مولانا موصوف کے شاگرد الشیخ کلیم اللہ موصوف کی تصانیف کے متعلق لکھتے ہیں!

(مولانا گوہر رحمان) ایک محقق اور اعلیٰ پائے کے مصنف بھی تھے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں حضرت شیخ کا کام اتنا ہمہ جہت، علمی اور تحقیقی نوعیت کا ہے کہ مجھ جیسے کم علم کے لئے اس پر لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ان کی تصانیف:

۱۔اسلامی سیاست ۲۔حقیقت توحید وسنت ۳۔اجتہاد وتقلید اور امام ابوحنیفہ کے فقہی اصول ۴۔نفاذ شریعت اور اتحاد امت ۵۔عورت کی دیت شرعی ۶۔عورت کی حکمرانی قرآن وسنت کی روشنی میں ۷۔تفہیم المسائل مکمل چھ جلدیں ۸۔حرمت سود پر عدالتی بیانات ۹۔مسئلہ وسیلہ ۱۰۔فوٹوگرافی۔ ؎۲

مؤلف ”تذکرہ شیخ الاسلام“ نے موصوف کی تصانیف کا اجمالی تعارف بھی لکھا ہے۔ تاہم راقم نے صرف تصانیف کے اسماء نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ تفصیل کے لئے موصوف کی زندگی پر لکھی جانے والی پہلی کتاب ”تذکرہ شیخ الاسلام“ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شیخ کے شاگرد تو

؎۱ الشیخ کلیم اللہ "مرتب" تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۲۱ ؎۲ ایضاً صفحہ ۶۶،۶۷

ویسے ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ یہاں پر چند نمایاں شخصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ [۱]

شیخ الاسلام کے تلامذہ:

۱۔مولانا محمد شریف ۲۔حضرت مولانا خورشید احمد ۳۔مولانا ڈاکٹر شمس الحق حنیف

۴۔مولانا نور احمد دین ۵۔مولانا ڈاکٹر حبیب الرحمان ۶۔مولانا شمس الحق

۷۔مولانا حمید اللہ رضوان ۸۔مولانا محمد عالم ۹۔مولانا عبید الرحمان

۱۰۔مولانا فضل محمود ۱۱۔مولانا قاری لطیف اللہ ۱۲۔مولانا فضل حلیم (لقمان باڈہ)

۱۳۔مولانا شیر محمد (شیر پنگل) ۱۴۔مولانا امین سید (باجوڑ)

۱۵۔مولانا حضرت سید ۱۶۔مولانا شاہ حسین ۱۷۔مولانا محمد احمد واسطی

۱۸۔مولانا قاری فضل اکبر ۱۹۔مولانا سعید اللہ ۲۰۔مولانا تسلیم اقبال (کرک)

۲۱۔مولانا وحید گل (باجوڑ) ۲۲۔مولانا محمد سلطان (کلکوٹ دیر)

۲۳۔مولانا زین الابرار ۲۴۔مولانا سید محمد شاہ ۲۵۔مولانا صفی اللہ

۲۶۔الشیخ کلیم اللہ "مرتب تذکرہ شیخ الاسلام" [۲]

آخر کار مولانا گوہر رحمان مورخہ ۱۸ مارچ ۲۰۰۳ء بوقت ۱۲:۳۰ بجے اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ K-P-K کے مشہور شہر مردان میں عظیم الشان نماز جنازہ ہوئی جو قاضی حسین احمد" امیر جماعت اسلامی" نے پڑھائی اور جامعہ تفہیم القرآن مردان کے عقب میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا

نوٹ:

مولانا گوہر رحمان کے تمام حالات زندگی "تذکرہ شیخ الاسلام" ماہنامہ مشکوۃ المصباح المعروف گوہر زمان نمبر " ماہنامہ جریدۃ الاتحاد اپریل ۲۰۰۳ء اور حیات وخدمات مولانا گوہر رحمان کتب ورسائل سے ماخوذ ہیں۔ موصوف کی سوانح عمری اور سیرت وکردار کے متلاشی حضرات مذکورہ کتب ورسائل کا مطالعہ کریں۔ راقم کے کتب خانے میں مذکورہ کتابیں اور مولانا موصوف کی تمام تصانیف موجود ہیں۔ ہزاروی عفی عنہ

---

[۱] تفصیل تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۰۳ تا ۱۱۲ دیکھیں راقم الحروف یہاں صرف شاگردوں کے اسماء نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ ہزاروی عفی عنہ [۲] الشیخ کلیم اللہ "مرتب" تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۰۳ تا ۱۱۱

مولانا گل رزاق صدیقی

بن علامہ قاضی محمد اسماعیل بن قاضی عبد المستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا گل رزاق صدیقی نے ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک U/C شیر گڑھ کے معروف گاؤں گلی رحمکوٹ میں ممتاز عالم دین علامہ قاضی محمد اسماعیل نور اللہ مرقدہ کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم والد گرامی سے گھر میں ہی حاصل کی۔ عصری تعلیم پرائمری تک گورنمنٹ پرائمری سکول راحمکوٹ میں حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں داخلہ لیا اور ساتھ خارجی طور پر دار العلوم غوثیہ رضویہ اوگی میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔تقریباً دوڈھائی سال اوگی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱ء میں کچھ عوارض اور گھریلو مصروفیات کی وجہ سے اپنے آبائی گاؤں میں سکونت اختیار کرنا پڑی۔ اور آٹھویں جماعت موصوف نے گورنمنٹ مڈل سکول شیر گڑھ سے پاس کی اور گھر پر چچا محترم مولانا سعید الرحمان سے کچھ عرصہ خارجی طور پر دینی استفادہ حاصل کرتے رہے۔ ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء دوبارہ گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں نویں کلاس میں داخلہ لیا اور ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء میں اوگی ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ خارجی طور پر دینی تعلیم بھی مختلف اوقات میں جید علمائے کرام سے حاصل کرتے رہے۔

آپ خود رقم طراز ہیں کہ!

۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء کو اوگی ہائی سکول میں داخلہ لیا اور مولانا عبد الرزاق (اوگی تکیہ والے) سے کچھ دینی کتابیں پڑھیں۔ایک دن اچانک مفتی اعظم (صوبہ سرحد) k-p-k مفتی خلیل الرحمان ٹکروی سے" دار العلوم غوثیہ رضویہ اوگی" میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کچھ تقریری امتحان لیا تو رضوی صاحب (علامہ محمود شاہ رضوی) سے فرمانے لگے

ایسے طالب علم کو یہاں (دار العلوم غوثیہ رضویہ اوگی، ہزاروی غفرلہ) ہونا چاہیے۔ ان کے اصرار پر دوبارہ غوثیہ رضویہ میں داخلہ لیا اور چند دن مفتی اعظم k-p-k غوثیہ رضویہ میں رکے تو بندہ ناچیز کو چند اسباق پڑھائے۔ اس وقت مفتی صاحب کے ہمراہ موصوف کے دونوں پوتے محمد نعیم اور محمد سلیم بھی تھے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں!

میں نے میٹرک ہائی سکول اوگی میں اور عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ رابعہ تک درس نظامی کی مروجہ کتب" جامعہ غوثیہ رضویہ" اوگی میں پڑھیں۔ بعد ازاں دار العلوم ضیاء القرآن بازار گے اوگی میں داخل ہوا اور درس نظامی کی باقی ماندہ کتب پڑھیں۔

موصوف آگے لکھتے ہیں!

۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۴ء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی نور اللہ مرقدہ کے زیر سایہ رہ کر دورہ حدیث شریف میں پڑھائی جانے والی کتب پڑھیں مگر افسوس کہ دورہ حدیث میں مستقل طور پر حاضری نہ دے سکا۔ مجبوری کی بناء پر چھٹیاں دوران کلاس ہوتی رہیں تاہم الحمد اللہ دورہ حدیث کی تکمیل ہوئی۔ [1]

ویسے تو موصوف دینی تعلیم کے ساتھ ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء سے ہی منسلک رہے ہیں مگر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۷ء کے امتحان میں شرکت کی اور ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء میں "الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" کا امتحان دے کر سند الفراغ وفضیلت حاصل کی۔ بعد ازاں دار العلوم ضیاء القرآن بازار گے اوگی میں مجاہد اہل سنت حضرت علامہ مفتی سعید محمد بلخی (افغانستان) سے دو سالہ مفتی کورس کیا تخصص فی الفقہ کے بعد فاضل عربی کا امتحان ATD بورڈ سے پاس کیا۔ اور اتحاد المدارس پاکستان کے امتحانات میں شرکت فرما کر مکمل اسناد حاصل کیں۔ بعد ازاں M-A عربی اور

---

[1] مکتوب مولانا گل رزاق صدیقی (اوگی خواجہ نگر) بنام راقم الحروف ۱۶ جنوری ۲۰۱۷ء

M-A اسلامیات کا امتحان دے کر ڈگریاں حاصل کیں۔

موصوف اپنے حالات وکوائف میں لکھتے ہیں کہ!

اساتذہ کی حکمت عملی یہ تھی کہ جن طلباء کے پاس عصری تعلیم ہے وہ سکول کالج میں دین اسلام کا عَلَمَ بلند کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور جو عصری تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں وہ حضرات مدارس میں بطور مدرس خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیں۔اساتذہ کی حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے فراغت کے بعد سکولز، کالج کا راستہ اختیار کیا اور آکسفورڈ اکیڈمی اور اقراء اکیڈمی میں اردو و اسلامیات کی کتابیں پڑھاتا رہا۔پھر اسلامک اکیڈمی کالج اوگی میں بطور لیکچرار تقرر ہوا۔الحمد اللہ میرے شاگردوں میں بہت سے افراد ڈاکٹر، انجینئر، پائلٹ اور کیپٹن کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔موصوف صرف سکولز وکالج میں درس وتدریس تک محدود ہی نہیں رہے۔بلکہ امامت، خطابت کے ساتھ ساتھ خارجی طور پر درس نظامی کی مروجہ کتب بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ماشاءاللہ آپ نے تدریس کے میدان میں بھی یادگار قسم کی خدمات انجام دی ہیں۔ان کے تلامذہ میں سے اکثر مختلف مساجد ومدارس میں دین متین کی خدمت کر رہے ہیں۔

چند تلامذہ کے اسماء:

ا۔مولانا قاری وزیر محمد (باڈی شنگلی) ۲۔مولانا محمد اسرار (سیری جگی) ۳۔مولانا قاری محمد صابر (پیش امام حاجی قمر اوگی ونگران دعوت اسلامی تحصیل اوگی) ۴۔مولانا قاری محمد عمران ۵۔مولانا قاری محمد کامران ۶۔مولانا قاری محمد وقاص (حاجی قمر اوگی) ۷۔قاری محمد وسیم (حسین بانڈہ) ۸۔قاری محمد عادل (حسین بانڈہ اوگی) ۹۔حافظ وقاری عبد الصمد ۱۰۔حافظ اکرام شاہ ۱۱۔قاری منیب شاہ (خواجہ نگر اوگی شریف)

موصوف مختلف جگہوں پر امامت وخطابت کرتے رہے ہیں۔جامع مسجد دوگائی اوگی پھر گاؤں حسین بانڈہ اوگی میں امامت اور R-H-C اوگی میں تقریباً گیارہ سال اپنے سحر بیان سے

لوگوں کے دلوں کو نور ایمان سے گرماتے رہے۔ جامع مسجد R-H-C چار باغ اوگی میں خطبہ جمعہ کے لئے موصوف نے بندہ ناچیز کو بھی تقریباً چار دفعہ مدعو کیا تھا۔ اور راقم نے موصوف کی دعوت بخوشی قبول کرتے ہوئے ہر بار خطبہ جمعہ دیا تھا۔ ماشاء اللہ موصوف راقم پر بڑے مشفق و مہربان ہیں۔ اور گاہے بگاہے دینی مسائل و سیاسی معاملات پر آپ سے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ موصوف آج کل خواجہ نگر شریف اوگی میں امامت اور کالج دوراہا مانسہرہ میں مسلک اہلسنت و جماعت کی ترجمانی پوری بے باکی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ امامت و خطابت اور اسلامک اکیڈمی اوگی میں خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم نوریہ معینیہ خواجہ نگر شریف اوگی میں Second Time درس نظامی کی مروجہ کتب بھی پڑھا رہے ہیں۔ ماشاء اللہ موصوف کی اہلیہ محترمہ عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ للبنات شیخوپورہ کی فاضلہ و عالمہ ہیں۔ جو دارالعلوم نوریہ معینیہ للبنات خواجہ نگر شریف اوگی میں درس نظامی کی کتب غیر رہائشی طلبات کو بڑے احسن انداز سے پڑھا رہی ہیں۔ مختلف درجات کی طالبات کی تعداد تقریباً ۷۵ بنتی ہے۔ چونکہ بنات وبنیں دونوں کے لئے مذکورہ بالا ادارہ ۲۰۱۶ء میں شروع ہوا ہے۔ اس لئے فی الحال رابعہ تک کی کتب بنات وبنین کو پڑھائی جا رہی ہیں۔ اور موصوف آنے والے دنوں میں دورہ حدیث تک کی مروجہ کتب پڑھانے کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔

موصوف لکھتے ہیں!

جب موجودہ دور کے مجدد و محقق حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری [1] دورہ حدیث کراوتے تھے تو میں بطور تبرکاً ان کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوا اور کتب احادیث کا درس سماعت فرمایا۔

موصوف چند سال تحریک منہاج القرآن تحصیل اوگی کے ناظم دعوت و ناظم تربیت کے

---

[1] یاد رہے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کو مجدد وقت کہنا یہ صدیقی صاحب کی اپنی رائے اور تحریر ہے۔

عہدے پر رہے ۔تادم تحریر T-M-Q ہزارہ ڈویژن کے ناظم دعوت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ۔

آپ نے جن عظیم ہستیوں کے سامنے زانو تلمذ طے کیا ان میں

۱۔حضرت مولانا قاضی محمد اسماعیل نور اللہ مرقدہ (والد گرامی مولانا موصوف)

۲۔مولانا سعید الرحمان گلی رحمکوٹ (عم محترم مولانا موصوف)

۳۔فقیہ العصر حضرت علامہ عبد الواحد (جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی)

۴۔مولانا محمد جان بلخی (جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی)

۵۔مولانا قاضی کوہستانی (شیر گڑھ)

۶۔مولانا عبد الرزاق (تکیہ اوگی)

۷۔مفتی اعظم k-p-k خلیل الرحمان ٹکروی

۸۔حضرت مولانا گل شریف (جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی)

۹۔حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صابری (جامعہ ضیا القرآن بازار گے اوگی)

۱۰۔علامہ مفتی سعید محمد بلخی (افغانستان) (جامعہ ضیا القرآن بازار گے اوگی)

۱۱۔شہید ناموس رسالت حضرت علامہ محمود شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ غوثیہ رضویہ اوگی) کے اسماء قابل ذکر ہیں ۔ [1]

---

[1] مولانا موصوف نے اپنے حالات وکوائف خود لکھ کر ارسال فرمائے ۔جس پر راقم موصوف کا احسان مند ہے۔

مولانا محمد جان ؎

بن علامہ قاضی عبد المستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی برا للہ

مولانا محمد جان انداز اً ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۱ء میں شیر گڑھ کے معروف موضع رحمکوٹ گاؤں گلی شریف میں مشہور عالم دین علامہ قاضی عبد المستعان نور اللہ مرقدہ کے گھر میں کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔موصوف کے والد اور جد محترم اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے تھے۔مولانا محمد جان نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد محترم سے حاصل کی۔بعد ازاں تحصیل اوگی کے گاؤں بیلیاں کی درسگاہ میں مولانا عبد الحلیم سے تعلیم حاصل کرتے رہے اس کے علاوہ بام خیل صوابی، علاقہ شمد ھڑہ اوگی اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں بھی اپنے وقت کے اجلّہ علمائے کرام سے اکتساب فیض حاصل کیا۔بعد ازاں جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ وفضیلت حاصل کی۔موصوف ایک جراح عالم دین تھے۔ مولانا محمد جان ظاہری اور باطنی علوم میں یگانہ روزگار تھے۔علم وفضل کی بدولت اغنیاء اور اہل دنیا کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔آپ ایک عظیم محقق تھے بزرگوں کی روایت کے مطابق موصوف جس محفل ومجلس میں جلوہ گر ہو جاتے اس محفل ومجلس پر سکتہ طاری ہو جاتا تھا اور اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء ومشائخ آپ کی جلالت علمی کی وجہ سے آپ کی آمد پر ادباً کھڑے ہو جاتے تھے۔موصوف شعلہ بیان خطیب اور نکتہ داں مقرر تھے۔آپ تقریر فرماتے تو نئے نئے نکات سامعین کو سننے کو ملتے تھے۔گویا آپ حق گو اور تحقیق کا حق ادا کرنے والے عالم دین تھے مولانا فضل الرحمان بن احمد سید (گاؤں جبڑ) کی روایت کے مطابق موصوف ایک عظیم مقرر، مدرس، محقق اور مدقق عالم دین تھے۔کسی بھی مسئلے کو ایسی خوبصورتی اور دلائل سے بیان فرماتے تھے کہ کند ذہن والا بھی آپ کی سحر بیان گفتگو کی وجہ سے اس مسئلے کو اچھی طرح ازبر

؎ حضرت راقم کے عم محترم تھے۔

کر دیتا تھا۔(۳۲) بتیس سال کی عمر میں مخالفین نے دھوکے سے آپ کو بلا کر رات کے اندھیرے میں شہید کر دیا۔موصوف کے جنازے میں دور و نزدیک سے ہر خاص و عام اور علاقے بھر کے علماء و مشائخ نے شرکت کی۔آپ کی آخری آرام گاہ چھوٹی زیارت گاؤں گلی رحمکوٹ میں ہے۔آپ کی شہادت سے علماء وفضلا کے حلقہ میں وہ خلا پیدا ہوا جو آسانی سے پر نہیں ہوسکتا۔کہنے والے کہتے ہیں کہ جب موصوف کی شہادت ہوئی تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ علم و فضل کا ایک دور سمٹ گیا ہے مولانا محمد جان کی شہادت سے ملت اسلامیہ ایک عظیم عالم دین اور مجاہد سے محروم ہوئی ۔موصوف عین شباب کے عالم میں ۳۲ سال کی عمر میں ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء کو شہید ہوئے ۔کاش تاریخ کا کوئی محقق اس نادر روزگار شخصیت پر ریسرچ کرتا اور ان کی جلالت علمی کو آشکار کرتا تو بڑے بڑے سکالر ان کے سامنے بونے نظر آتے ۔ ان الفاظ سے کسی کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ اہل تحقیق کی توجہ اس فاضل اجل کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے جو تحقیق وتدوین میں متقدمین اہل فن سے کہیں آگے نظر آتا ہے ۔مولانا محمد جان نے جن اساتذہ کے سامنے زانو تلمذ طے کیا ان میں

۱۔حضرت علامہ قاضی عبدالمستعان (والد مولانا) ۲۔مولانا عبدالحلیم گاؤں بیلیاں اوگی
۳۔مولانا عبدالمتین (بام خیل اوگی)

ان کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی ہیں کیونکہ موصوف نے مختلف مساجد و مدارس میں اسباق پڑھے تاہم کاتب الحروف کو ان اساتذہ کی تفصیلات دستیاب نہیں ہوسکیں۔

مولانا محب الحق

بن مولانا عبدالحق بن مولانا عبدالکریم بن مولانا عبدالرحمان بن محمد گل بن نجم الدین

مولانا محب الحق حقانی نے ۲۳ صفر ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۷۸ء بروز جمعرات کو علاقہ تناول کے مشہور و معروف خطے باڈی شنگلی کے گاؤں شوشنی میں مولانا عبد الحق کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول باڈی شنگلی میں حاصل کی۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول اوگی سے ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۴ء میں میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج اوگی سے ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۸ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ عصری تعلیم کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور FA کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جامعہ منصورہ لاہور میں داخل ہو کر دینی تعلیم کا سفر شروع کیا۔ کچھ ماہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مگر چونکہ مدرسے کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے تھا۔ لہٰذا موصوف نے اختلاف عقائد کی وجہ سے یہاں تعلیم حاصل کرنا ترک کیا اور ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۸ء تک گھریلو کام میں والدین کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اور پھر کچھ ماہ بعد کراچی چلے گئے اور والدین کی خواہش پر دوبارہ دینی تعلیم کی طرف توجہ دی اور اہلسنت کی مشہور و معروف اور عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم نعیمیہ میں داخل ہوئے اور سات سال کے بعد ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں اسی ادارے سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے ”الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ“ کا امتحان دے کر سند الفراغ و فضیلت حاصل کی۔ تنظیم المدارس کے تحت دورہ حدیث میں ”تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت کا کردار“ کے عنوان سے مقالہ بھی لکھا۔ مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد تین سال تک جامع مسجد بسم اللہ اورنگی ٹاؤن سائیٹ ایریا عابدہ آباد کراچی میں امامت اور خطابت کرتے رہے۔ موصوف ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۶ء میں ازدواجی زندگی سے منسلک

ہوئے۔موصوف نے ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۷ء میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا اور حج کی سعادت حاصل کی۔ماشاء اللہ،مولانا محب الحق حقانی دینی کاموں میں شب و روز مصروف عمل رہے اور ہیں۔بالآخر ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۸ء میں کراچی چھوڑ کر اپنے آبائی گاؤں شوشنی میں سکونت اختیار کی اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ موصوف رقم طراز ہیں!

بعد ازاں ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۱ء میں علامہ مفتی عنایت الرحمان ہزاروی (مؤلف کتاب ہذا) کی معرفت سے گاؤں پھلکوٹ تحصیل و ضلع ایبٹ آباد میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دینے لگا۔ ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۰۱۳ء میں کچھ ماہ شیروان تحصیل و ضلع ایبٹ آباد میں امامت کرواتا رہا مگر ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۴ء میں پھلکوٹ گاؤں کے غیور سنی مسلمان بھائیوں کے مسلسل اصرار پر دوبارہ گاؤں پھلکوٹ میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دینے لگا جو تادم تحریر جاری و ساری ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ان میں:

۱۔مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمان ۲۔مفسر قرآن و شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۳۔علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی ۴۔علامہ سید نذیر شاہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ [۱]

---

[۱] کوائف مولانا موصوف نے خود ارقام فرما کر ارسال کیے۔راقم موصوف کا شکر گزار ہے۔

مولانا محمد مسکین

بن مولانا محب اللہ بن مولانا عبدالحلیم بن عبدالکبیر بن رسال بن حیات اللہ

مولانا محمد مسکین اندازاً ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۶ء کو ریاست تناول کے چھوٹے سے گاؤں شنگاری میں مولانا محب اللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔عصری تعلیم کی ابتدائی چار جماعتیں گورنمنٹ پرائمری سکول شیر گڑھ میں پڑھیں۔ بعد ازاں دل میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے تڑپ پیدا ہوئی اور آپ نے گاؤں کنگڑمیرا میں مولانا خیر اللہ کے سامنے زانو تلمذ طے کیا۔ایک سال کا عرصہ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامع مسجد شیر گڑھ میں مولانا عبدالاحد سے تقریباً ۲ سال فیض اکتساب کیا۔اور پھر اگرور گاؤں بازار گے اوگی میں مولانا غلام ربانی کے زیر سایہ رہ کر مزید ایک سال درس نظامی کی کتابیں پڑھتے رہے۔بعد ازاں تحصیل اوگی کے معروف گاؤں چھجڑ میں مولانا جیلانی کے پاس مزید دو سال درس نظامی کی کتابیں پڑھیں مگر افسوس کے آپ کے والد گرامی پر بیماری کے شدید حملے کی وجہ سے ان کی ذہنی صلاحیت مفلوج ہوئی جس کی وجہ سے آپ تعلیم مکمل نہ کر پائے اور اپنے آبائی گاؤں شنگاری میں امامت سنبھالنی پڑی۔تاہم صبح کے اوقات میں آپ جامع مسجد شیر گڑھ میں فیض اکتساب کرتے رہے۔تقریباً ۴۵ سال سے تادم تحریر آپ اپنے آبائی گاؤں شنگاری میں امامت کی ذمہ داری بحسن خوبی نبھا رہے ہیں۔ [1]

---

[1] معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا ممنون ہے۔

مولانا نعمت الرحمان (ایڈووکیٹ)

بن صدیق اللہ بن مولانا محمد حسین بن مولانا عبدالرحمان بن محمد گل بن نجم الدین

مولانا نعمت الرحمان (المعروف وکیل صاحب) ۱۳شوال ۱۳۸۵ھ بمطابق ۵ فروری ۱۹۶۶ء بروز ہفتہ کو U/C باٹڈی شنگلی کے گاؤں شوشنی میں محترم جناب صدیق اللہ مرحوم کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔موصوف ایک نامور وکیل اور قانون دان ہیں۔ آپ علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے لئے جامعہ نعیمیہ کراچی کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں اسی دارالعلوم میں داخل ہوئے اور تمام مروجہ کتب اور دورہ حدیث یہیں سے پڑھ کر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت ”الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ“ کا امتحان ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۸ء میں پاس کیا اور سند فراغت حاصل کی۔قبل از یں آپ ابتدائی کتب دارالعلوم غوثیہ رضویہ اوگی میں علامہ محمود شاہ رضوی مرحوم سے پڑھ چکے تھے۔مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد آپ نے سبزی منڈی کراچی میں جامعہ غوثیہ میں تقریباً چار سال تدریس کرواتے ہوئے تشنگان علم کو سیراب کیا۔موصوف نے عملی زندگی کا آغاز دور طالب علمی سے ہی امامت وخطابت سے منسلک رہ کر کیا۔آپ نے جامع مسجد غریب نواز لیاقت آباد بی ایریا کراچی میں تقریباً دس سال کا عرصہ امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔آپ کے اساتذہ میں

۱۔مولانا محمود شاہ رضوی مرحوم، دارالعلوم غوثیہ رضویہ اوگی ضلع مانسہرہ

۲۔حضرت علامہ شیخ الحدیث عبدالمصطفیٰ الازہری مرحوم

۳۔مولانا مختار احمد قادری "شہید نشتر پارک کراچی"

۴۔مولانا افتخار احمد قادری ۵۔مولانا حسین حقانی

۶۔مولانا غلام جیلانی (مانسہرہ) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

موصوف نے ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹۹۳ء میں لاء میں داخلہ لیا اور بیرسٹر حبیب الرحمان (کراچی) فخر الدین (کراچی) اور وکیل عمر فاروق (مانسہرہ) کے زیر سایہ رہ کر وکالت کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف تحصیل اوگی کے مشہور و معروف اور نامور وکیل و قانون دان ہیں۔ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۷ء سے تادم تحریر آپ اوگی میں لوئر کورٹ، سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ میں وکالت کر رہے ہیں۔ [1]

---

[1] معلومات کی فراہمی پر راقم آپ کا ممنون ہے۔

مولانا محمد یونس

بن عبدالوارث بن عبدالواحد بن غلام نبی بن امیر حسین بن نصیر بن فقیر

مولانا محمد یونس ۸ شوال ۱۴۱۰ھ بمطابق ۴ مئی ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک کویوسی باڈی شنگلی کے گاؤں ڈمکہ میں جناب عبدالوارث صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول نواں شہر میں حاصل کی۔ بعدازاں گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں داخل ہوئے اور ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء کو میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ میٹرک تک عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء کو ہی داتا نگر یعنی شہر لاہور کی طرف رخت سفر باندھا اور جامعہ منظور اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ بالآخر ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۰۱۵ء میں مروجہ کتب مولانا حفیظ اللہ، مولانا فاروق، مفتی عزیز الرحمان، مولانا الیاس گھمن، مولانا ابوایوب قادری اور مولانا زرولی خان سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی جاری رکھی اور ۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۰۱۷ء میں ایم۔اے اسلامیات کی ڈگری ہزارہ یونیورسٹی سے حاصل کر چکے ہیں۔ مروجہ علوم اسلامیہ کی فراغت کے بعد کچھ ماہ اپنے آبائی گاؤں ڈمکہ میں ہی سکونت اختیار کی۔ لیکن تادم تحریر موصوف میرا بشام جامع مسجد بلال و مدرسہ تدریس القرآن میں امامت و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ [1]

---

[1] معلومات کی فراہمی پر بندہ ناچیز آپ کا ممنون ہے۔

سیاسی و معروف
شخصیات
قوم مانکیال
اکوزئی یوسف زئی

محترم المقام جناب آفتاب احمد خان

بن غازی عبدالمنان بن مولوی غلام یحیٰی بن مولوی غلام حسین بن سید عالم

محترم المقام جناب آفتاب احمد خان ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء میں تحصیل حضرو ضلع اٹک کے مشہور ومعروف علاقے چھچھ گاؤں برہ زئی میں غازی اسلام غازی عبدالمنان نور اللہ مرقدہ کے ہاں کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول برہ زئی میں حاصل کی۔بعدازاں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول حضرو میں پڑھی۔
موصوف ۲۰۰۲ء پرویز مشرف دور میں ملک مالا یونین کونسل سے بلدیاتی الیکشن میں ناظم کی سیٹ پر قسمت آزمائی کر چکے ہیں۔آج کل بھی سیاست سے Related ہیں موصوف نہایت ہی مہمان نواز ہیں۔راقم کے موصوف کے ساتھ بڑے اچھے اور گہرے روابط ہیں گاہے بگاہے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے۔آج کل موصوف گھر پر ہی ہوتے ہیں۔

محترم جناب تاج محمد

بن شیر محمد بن فقیر محمد بن حبیب گل بن نور حبیب بن باشابابا

محترم جناب تاج محمد نے وادی تناول کے مشہور ومعروف علاقے باڈی شنگلی کے ایک گاؤں " ڈنہ " میں ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۹۷۳ء کو شیر محمد کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول نواں شہر سے اور آٹھویں جماعت کا امتحان گورنمنٹ مڈل سکول باڈی شنگلی سے پاس کیا۔دو مرتبہ کسان کونسلر کا انتخاب لڑا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ایک اندازے کے مطابق دونوں مرتبہ تقریباً ۳۰۰ ووٹوں کے لگ بھگ ووٹ حاصل کیے تاہم کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔موصوف آئندہ بھی بلدیاتی الیکشن لڑنے کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔کیوں نہ رکھیں کہ بقول شاعر ؎

گرتے ہیں شاہسوار ہی میدان زار میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

محترم المقام جناب ملک خلیل الرحمان

بن ملک فضل محمود بن عبدالغفور بن صابرین بن ملاغفران بن ملاشیر بابا

محترم المقام جناب ملک خلیل الرحمان ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۶۹ء کو یو۔سی بانڈی شنگلی کے ایک معروف، سرسبز اور لہلہاتے درختوں کے درمیان اور حسین پہاڑوں کے دامن میں واقع معروف گاؤں" ڈنہ" میں ملک فضل محمود کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے ۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول بانڈی شنگلی میں حاصل کی ۔ پرائمری جماعت پاس کرنے کے بعد ہائی سکول اوگی میں داخلہ لیا اور ماسٹر محمد جسیم صاحب سے تعلیم حاصل کرتے رہے ۔مگر افسوس کہ ساتویں جماعت پاس کرنے کے بعد تعلیم حاصل نہ کرسکے ۔اور ذریعہ معاش کے لئے لاہور چلے گئے یہ ۱۹۸۲ء کی بات ہے ۔وہ دن اور آج کا دن محنت مزدوری کرکے اپنی زندگی بسر کررہے ہیں ۔موصوف خود فرماتے ہیں کہ میری زندگی کا سب سے تکلیف دہ دن وہ ہے جس دن میں نے سکول چھوڑا۔موصوف اعلیٰ تعلیم سے ناخواندہ ہونے کے باوجود تاریخی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور تاریخ پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں ۔کاتب الحروف تو موصوف کو قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا تاریخی انسائیکلو پیڈیا کہتا ہے ۔میرے علم کے مطابق والد محترم مولانا عزیز الرحمان اطال اللہ عمرہ کے بعد اگر کسی کو قوم مانکیال کے تاریخی واقعات اور شجرہ یاد ہے تو وہ ملک خلیل الرحمان صاحب ہیں ۔موصوف نے اس کتاب کی تالیف وتصنیف میں تاریخی کتب مہیا کرنے کے علاوہ مفید مشورے بھی دیئے اور راقم کی قدم قدم پر حوصلہ افزائی کرتے رہے ۔ اللہ موصوف کے جذبہ خلوص کو سلامت رکھے ۔کاتب الحروف پر بڑے مشفق ومہربان ہیں ۔گاہے بگاہے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور کبھی کبھار فون پر رابطہ بھی ہوجاتا ہے لیکن جب بھی ملتے ہیں تاریخی موضوع پر ہی گفتگو فرماتے ہیں ۔موصوف تادم تحریر لاہور شہر میں محنت مزدوری کرتے ہوئے رزق حلال کمارہے ہیں۔ اللھم زدفزد

محترم المقام جناب ملک عبد المالک

بن ملک عبد الغفور بن صابرین بن ملا غفران بن ملا شیر بابا بن سمندر بن حیات اللہ

محترم المقام جناب ملک عبد المالک غالباً ۴ / ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۵ء کو سابقہ ریاست اپر تناول کے مشہور و معروف خطے بانڈی شنگلی کے معروف اور جنت نظیر علاقے (گاؤں ڈنہ) میں ملک عبد الغفور مرحوم کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے ۔ موصوف نے ۲۰۰۵ء میں اور ایک مرتبہ پھر B-T ممبری اور جنرل کونسلر کے لئے سیاسی میدان میں قسمت آزمائی کی مگر آپ کے خلاف اندرونی و بیرونی سطح پر گروپ بندی عمل میں آئی جس کی وجہ سے آپ دونوں مرتبہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے ۔ تاہم علاقے میں آپ کی مقبولیت میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوا موصوف کا قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے ان افراد میں شمار ہوتا ہے جن کے علاوہ پورے علاقے میں لوگ جرگہ نہیں کرواتے ۔ قومی سطح پر جرگے ہوں یا برادری اور گھریلو معاملات ملک عبد المالک صاحب کی سربراہی لازمی سمجھی جاتی ہے ۔ موصوف ایک نیک سیرت، بندہ پرور اور خاموش طبع انسان ہیں ۔ کاتب الحروف پر نہایت ہی مشفق و مہربان ہیں ۔ گاہے بگاہے گاؤں ڈنہ میں موصوف سے ملاقات ہوتی رہتی ہے ۔ اللہ موصوف کا سایہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی اور علاقے پر قائم و دائم رکھے ۔ آمین

مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمان

بن مولانا گوہر رحمان بن مولانا محمد شریف اللہ بن حضرت اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمان ۲۸ رجب ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز پیر کو محلہ رستم خیل تحصیل وضلع مردان میں مولانا گوہر رحمان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ تفصیلی حالات زندگی ہم علماء وصوفیاء قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے عنوان کے تحت بیان کر چکے تاہم سیاسی طور پر موصوف اپنے والد محترم کی حیات میں ہی ان کی جگہ ۲۰۰۳ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور ڈاکٹر موصوف اپنے والد کی جگہ جماعت اسلامی کے ضلعی امیر بھی مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ موصوف رکن مرکزی مجلس شوری و عاملہ جماعت اسلامی پاکستان و رکن صوبائی کونسل خیبر پختونخواہ (K-P-K) بھی ہیں اور الیکشن میں جماعت اسلامی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے حلقے سے میدان سیاست میں قسمت آزمائی کرتے رہتے ہیں۔

محترم المقام جناب کرنل عبدالوحید

بن حافظ عبدالباری بن مولانا غلام محمد بن مولانا غلام یحییٰ بن غلام حسین

محترم المقام جناب کرنل عبدالوحید ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ کو حافظ عبدالباری کے گھر ضلع کوھاٹ میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ اس وقت موصوف کے والد محترم کوہاٹ پاکستان ریلوے میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے۔اور وہاں ہی مقیم تھے کہ کرنل عبدالوحید کی پیدائش ہوئی۔آپ کے والد نے کوہاٹ، راولپنڈی اور میانوالی کندیا میں اپنے فرائض منصبی بحسن خوبی نبھائے۔کرنل صاحب نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ کندیا میانوالی میں حاصل کی۔بعد ازاں والد محترم کی پوسٹنگ نوشہرہ میں ہونے کی وجہ سے پانچویں جماعت گورنمنٹ پرائمری سکول لال کرتی نوشہرہ میں پڑھی۔ پھر ایک سال کے لیے اپنے آبائی گاؤں چچھ برہ زئی تحصیل حضرو ضلع اٹک شفٹ ہوئے تو چھٹی جماعت برہ زئی سکول سے پاس کی۔بعد ازاں دوبارہ ۱۴۰۶ھ تا ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۶ء ۱۹۸۹ء تک نوشہرہ میں سکونت اختیار کی جہاں مسلسل تین سال گورنمنٹ ہائی سکول بدرشتی نوشہرہ میں قابل اساتذہ محمد زیب، سعد الاقبال، سمیع الحق مرحوم اور شوکت صاحب سے پڑھتے ہوئے میٹرک کے امتحان میں سکول میں TOP کیا۔اس سے قبل موصوف نے آٹھویں جماعت، نوشہرہ ڈویژن میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔جس کی وجہ سے آپ کو دو سال کے لیے سکالرشپ ملی۔موصوف خداداد قابلیت کی بنیاد پر اول سے میٹرک تک ہر جماعت میں اول پوزیشن حاصل کرتے رہے ۱۴۱۰ھ تا ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۲ء تک موصوف پشاور کے کسی کالج میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔کرنل صاحب کی تعلیم جاری تھی کہ آرمی میں سلیکشن ہوگیا۔ ۹ شوال ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۹۲ء کاکول ATD میں ٹریننگ کرتے رہے۔ Traning کے مشکل مراحل طے کرنے کے بعد ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء

میں 15-A-K رجمنٹ ڈیرہ نواب سندھ میں تقریباً چھ ماہ اپنے فرائض منصبی بحسن خوبی نبھاتے رہے۔ پھر ۴ سال کشمیر میں کنٹرول لائن پر اپنے فرائض کو بڑی عمدگی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ کرنل عبدالوحید نے ملک پاکستان کے جن مقامات پر فرائض منصبی ادا کیے ان میں کراچی، لاہور، راولپنڈی، پنوں عاقل (سندھ) کوئٹہ، سکردو اور نوشہرہ قابل ذکر ہیں۔ کرنل صاحب کا ۱۲ مئی ۱۹۹۲ء میں Second Liutenant تقرر ہوا۔ ۱۹۹۴ء میں لیفٹینٹ کے عہدے پر فائض ہوئے ۱۹۹۷ء میں کیپٹن، ۲۰۰۴ء میں میجر اور ۲۰۱۱ء میں کرنل کے عہدے پر ترقی ہوئی۔ ۲۰۱۱ء سے تادم تحریر کرنل کے عہدے پر رہتے ہوئے عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بندہ ناچیز کے کرنل صاحب سے بڑے گہرے روابط ہیں۔ کبھی کبھار ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے۔ موصوف آج کل راولپنڈی G-H-Q میں اپنے فرائض بحسن خوبی نبھارہے ہیں۔ [1]

---

[1] یہ تمام معلومات عندالملاقات کرنل صاحب نے راقم کو خود دیں جس پر راقم ان کا ممنون ہے۔

محترم المقام مولانا غلام الرحمان

بن قاضی محمد اسماعیل بن قاضی عبدالمستعان بن قاضی صفی اللہ بن قاضی حبیب اللہ

مولانا غلام الرحمان ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۶۵ء بروز جمعۃ المبارک کو موضع رحمکوٹ کے گاؤں گلی شریف میں مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی عصری تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول رحمکوٹ میں حاصل کی۔ بعد ازاں گورنمنٹ سکول شیر گڑھ سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ درس نظامی کی ابتدائی کتب گھر پر والد محترم سے پڑھیں تاہم منظم طور پر کسی مدرسے کے فارغ التحصیل نہیں ہیں۔ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰۱۵ء میں بلدیاتی الیکشن میں حصہ لیا اور بغیر کسی تشہیری مہم کے کامیاب ہو کر سیاسی میدان میں بڑے بڑوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بجادی۔ پہلی مرتبہ بغیر کسی پوسٹر اور تشہیری مہم کے میدان سیاست میں قدم رکھتے ہی کسان کونسلر کی سیٹ پر الیکشن لڑا اور کامیاب ہوئے۔

محترم المقام جناب ممبر غلام رسول

بن عبدالغفور بن شیر گل بن سیف الدین بن تاج الدین بن رسال بن حیات اللہ

محترم المقام جناب ممبر غلام رسول ۴ / ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۶ءکو ریاست تناول کے مشہور علاقے باڈی شنگلی کے گاؤں چمراسی میں عبدالغفور صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں صدر ایوب خان نے ملک میں بلدیاتی سسٹم رائج کیا تو موصوف نے پہلے بلدیاتی الیکشن میں واضح اکثریت سے کامیابی حاصل کرکے اپنے سیاسی سفر کا آغاز کیا۔ ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۴ء سے شروع ہونے والا سفر ۲۴ نومبر ۲۰۰۸ء بروز منگل کو اختتام پذیر ہوا۔ اور آپ کو اپنے آبائی گاؤں چمراسی کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ افسوس! آپ کے صاحبزادے محمد صدیق نے آپ کے حالات وخدمات قلم بند کرکے ارسال فرمائیں تھیں۔ مگر وہ راقم الحروف کے کتب خانے میں کہیں آگے پیچھے ہونے کی وجہ سے مل نہیں سکیں۔ کوشش بسیار کے باوجود آپ کے حالات وکوائف کتب خانہ وسیع ہونے کی وجہ سے ابھی تک مل نہیں سکے۔ تلاش جاری ہے ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن تک اگر مل گئے تو شامل اشاعت کیے جائیں گے۔

مولانا گوہر رحمان

بن مولانا محمد شریف اللہ بن حضرت اللہ بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی ببر اللہ

مولانا گوہر رحمان غالباً ۴/ ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۶ء میں سابقہ ریاست اپر تناول کے مشہور و معروف گاؤں چمراسی میں کُلَبَند شریف کے مقام پر مولانا محمد شریف اللہ کے گھر رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۰ء ہے۔ موصوف کے حالات زندگی ہم پہلے نقل کر چکے تاہم سیاسی حالات کے بارے میں آپ کے ایک شاگرد الشیخ کلیم اللہ رقم طراز ہیں کہ!

حضرت شیخ بیک وقت ایک ماہر مفسر، محدث، فقیہہ، ایک عالم دین، محقق اور مصنف ہونے کے ساتھ ایک عظیم سیاسی رہنما بھی تھے۔ آپ سیاست کو دین کا لازمی جزو سمجھتے تھے اور عملی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ سیاسی نظام کی اصلاح اور دین اسلام کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے متعدد مقالے بھی لکھے جو تفہیم المسائل میں موجود ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتاب "اسلامی سیاست" بھی لکھی ہے۔ حضرت شیخ کی سیاسی اور تنظیمی زندگی ایک الگ داستان ہے۔ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے تاہم مختصراً اتنا عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے ۱۹۶۳ء سے باقاعدہ سیاسی اور تنظیمی سفر کا آغاز کیا اور مرتے دم تک اس میدان میں ہماری رہنمائی کر رہے تھے۔ اس دوران آپ ۹ سال تک جماعت اسلامی مردان کے ضلعی امیر، تقریباً ۱۳ سال صوبائی امیر رہے۔ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۵ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور اسمبلی فلور پر حق گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی سیاسی زندگی ہر طرح کی سیاسی الائشوں، منافقت، جھوٹ اور خیانت سے بالکل پاک تھی۔ تمام سیاست دانوں کی طرح منافقانہ اور ریاکارانہ سیاست سے بالکل نابلد تھے بلکہ سیدھے سادھے مسلمان تھے اور سیاسی میدان میں سادگی میں رہ کر ہر قسم کے منکرات سے حتی الوسع اجتناب کرتے تھے۔ [1]

---

[1] الشیخ کلیم اللہ "مرتب" تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۷۰

محترم المقام جناب ملک ممتاز

بن ملک عبدالمالک بن ملک عبدالغفور بن صابرین بن ملاغفران بن ملاشیر بابا

محترم المقام جناب ملک ممتاز نے ۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ کو علاقہ بانڈی شنگلی کے معروف گاؤں ڈنہ میں ملک عبدالمالک کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی عصری تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول نواں شہر اور میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول بانڈی شنگلی سے ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۸ء میں پاس کی۔ اور F-S-C کے لئے ڈگری کالج اوگی کا انتخاب کیا اور ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۱۰ء میں ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ۳ مئی ۲۰۱۵ء میں بلدیاتی الیکشن میں حصہ لے کر سیاست میں قدم رکھتے ہی بڑے بڑے سیاسی قائدین کو حیرت میں ڈال دیا۔ یوتھ کونسلر کی سیٹ پر الیکشن لڑنے میں قسمت آزمائی کی اور تقریباً ۱۲۰۰ ووٹ لے کر کامیاب ہوئے۔ آپ کی کامیابی کے پیچھے آپ کے والد ملک عبد المالک کی نیک سیرت اور علاقہ بھر میں تعلقات کا اہم اور بنیادی کردار ہے۔ صوبائی وقومی الیکشن لڑنے والے افراد کی صفوں میں ہلچل مچانے والے یہ نوجوان ملک ممتاز آئندہ بھی سیاسی میدان میں رہنے کا عزم مصمم کیے ہوئے ہیں۔

باب سوم

نوٹ

کتاب کا یہ حصہ ۵ فروری ۲۰۱۱ء میں، میں نے مکمل تحریر کر لیا تھا۔ جس کا ذکر میں نے کتاب کے شروع میں" عرض مصنف" کے عنوان کے تحت بھی کیا ہے۔اب اس باب کے شروع کے مضمون میں اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے شجرہ ہائے نسب میں ۲۰۱۱ء کے بعد جو بچے رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ ان کے اسماء بھی درج کر کے اس باب میں بھی اضافہ کیا ہے۔(عنایت الرحمان ہزاروی)

وجہ تالیف

شجرہ نسب کی شرعی حیثیت پر لکھنے سے قبل میں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آیا ’’شجرہ نسب کی شرعی حیثیت‘‘ کے عنوان سے کچھ لکھنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوئی ۔تو عرض یہ ہے کہ جب میں ’’مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کی اولاد کے شجرہ ہائے نسب ارض پاک کے دورونزدیک علاقوں میں جا کر قلمبند کر رہا تھا۔تو میلوں کا سفر طے کر کے بعض حضرات کے پاس سے تہی دست واپس ہوتا تو دل کو از حد تکلیف پہنچتی ۔بعض مقامات پر تو نہایت ناشائستہ اور بے ہودہ الفاظ سننے کو ملتے ۔لیکن بعض مقامات میں حوصلہ افزائی بھی ہوتی جس سے اس کام کے لئے حوصلہ بلند ہوتا رہا۔علم سے بالکل نابلد حضرات نے جب میری اس تاریخی کتاب کی وجہ سے میری ذات کو ہدف تنقید بنایا تو ان حضرات کو میں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔کیونکہ جہال سے الجھنا یاان کی کسی بات کا جواب دینا ایک دینی متعلم ہونے کے ناطے مجھے روا نہیں تھا۔اور ویسے بھی میں اکثر اوقات دعا مانگتا ہوں کہ یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ !مگر حیرت اور تعجب کے ساتھ ساتھ افسوس اس وقت ہوا جب ’’علامہ‘‘ کے نام سے شہرت رکھنے والے ایک نام نہاد عالم (اصل میں اجہل معلوم ہوتے ہیں) نے میری تحقیقی وتاریخی کاوش کو بکواس قرار دیتے ہوئے ’’اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ ‘‘ آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی ۔کہ عنایت صاحب شجرہ نسب کچھ نہیں سب کچھ تقوی ہے اور انسان سارے حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی اولاد ہیں لہذا آپ (عنایت الرحمان ہزاروی) جو شجرہ نسب دورونزدیک علاقوں میں جا کر اکٹھا کرتے ہوئے اپنے پاس قلمبند کر رہے ہو ۔اس کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ۔بلکہ یہ سب بکواس ہے جو مر گئے سو مر گئے ۔ بس تم نیک اعمال کرو اور تقوی اختیار کرو بزرگوں کو یاد کرنے سے کچھ نہیں ہوتا ۔مجھے مولانا صاحب کی گفتگو پر تعجب ہوا تو میں نے حیرانگی کے عالم میں استفسار کیا ’’مولانا صاحب‘‘ آپ ہوش وحواس میں گفتگو فرما رہے ہیں؟ تو کہنے لگے بالکل میں نے کہا مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آپ نشے میں سرشار کسی ملنگ کی طرح بے تکیاں ہانک رہے ہو۔بہر حال میں ،مولانا

موصوف سے اسی نشست میں یوں مخاطب ہوا کہ " مولانا صاحب" اگر قرآن و احادیث اور شریعت مطہرہ میں نسب لکھنے، جاننے اور بیان کرنے کی کوئی اہمیت نہیں ۔ جیسے آپ کے ذہن نارسا میں ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ! (وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا)(شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا)اورحدیث پاک!(تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ)
آیات اور حدیث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے مجھے مطلب سمجھا دیجئے اور اگر بزرگوں کو یاد کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو آپ کے مسلک کے مشہور عالم مولانا شبلی نے یہ کیوں کہا کہ دنیا میں اگر قومیں زندہ ہیں تو بزرگوں کے کارنامے یاد رکھنے سے اور مرگئی ہیں تو بزرگوں کے نام بھول جانے سے ۔موصوف سے کچھ جواب بن نہ پایااور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے مجھے جاہل کہہ گئے ۔کہنے لگے ہزاروی صاحب میں تو آپ کو عالم سمجھ رہا تھا آپ تو جاہل ہیں ۔میری بیان کردہ آیات ، حدیث اور قول مولانا شبلی کا قطعاً یہ جواب نہیں تھا جو موصوف نے دیا۔ بہرحال میں اس نشست میں موصوف کو اس کے سواء کیا کہہ سکتا تھا کہ ! جناب من جس نے کہا خوب کہا ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیہدیہم طریق الھالکینا

یعنی جب کوّا کسی قوم کا رہبر ہوتو وہ اس کو ہلاکت کی راہ پر ڈالے گا۔

میں آئندہ سطور میں اس عنوان پر مختصر مگر جامع تحریر کروں گا تاکہ قاری پر یہ واضح ہو کہ" جاہل " کا لفظ کس پر صادق آتا ہے ۔مجھ پر یا موصوف پر ،موصوف اور موصوف کی جماعت کافی عرصے سے مجھے شکست دینے اور گرانے کے درپے ہے ۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ

؎ نہ میں گرا نہ میری امیدوں کے مینار گرے
پر کچھ لوگ مجھے گرانے میں کئی بار گرے

حضرت صاحب کو اپنے قوت بازو پر بھی بڑا ناز ہے اور وہ دولت کے نشے سے بھی چور چور ہیں ۔لیکن الحمدللہ !میرا تعلق بھی اہلسنت کی دینی ، دفاعی اور سیاسی جماعت ''پاکستان سنی تحریک'' سے ہے ۔کسی کی دھمکی یا قوت سے خوفزدہ ہونا نہ میری خاندانی کمزوری ہے اور نہ

ایمانی ؎

قوت پر تم کو ناز ہے اپنی، تو ہم بھی کسی سے کم نہیں
چاہو تو کبھی آزما لینا یا تم نہیں یا ہم نہیں

یہ بھی ہوسکتا ہے ”مولانا موصوف“ میری اس تحریر پر افسوس یا غصے کا اظہار کریں کہ ”ہزاروی صاحب“، آپس کی بات تھی اسکو یوں ضبط تحریر میں لا کر منظر عام کیوں کیا؟ تو میں ان کی بارگاہ میں پھر بھی بصد ادب واحترام یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ؎

وفائیں کیں آپ نے کہ ہم نے، جفائیں کیں آپ نے کہ ہم نے
خیال فرمائیں آپ خود ہی کہ عہد ٹوٹا کدھر سے پہلے

اس نشست کے بعد میں تو خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ مگر سنا ہے آپ نے اپنے حلقہ احباب میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ " عنایت الرحمان صاحب ”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ“ آیت کا ترجمہ تک نہیں جانتے۔ اور میرے کسی سوال کا جواب وہ نہیں دے سکے۔ عنایت صاحب مجھ سے مناظرہ ہارے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔ مولانا صاحب دن کے اجالے میں خواب دیکھنا چھوڑ یئے۔ بندہ ناچیز کو آپ کے ہم مسلک علماء خوب جانتے ہیں۔ میرے بارے میں جا کر ان سے استفسار کرنا۔ بہر حال آپ نے کتنی بڑی ڈھینگ ماری ہے۔ آپ کے لیے تو مناسب ہے کہ شرمندگی اور ندامت کے آنسوؤں میں ڈوب کر مر جاؤ کہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔

؎ مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

جناب من! نہ وہ محفل مناظرہ تھی اور نہ ہم مناظرہ کرنے کیلئے وہاں اکٹھے ہوئے تھے وہ تو حسن اتفاق تھا۔ لیکن آپ کی بے جا تنقید اور بے ہودہ دعوے کی قلعی میں اب بھی آپ کا نام صیغہ راز میں رکھ کر کھولتا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ میں آپ کا نام واضح نہیں کرسکتا بلکہ ؎

میں چپ ہوں کہ برباد نہ ہو گلشن کا سکون
نادان تو سمجھتا ہے کہ مجھ میں قوت للکار نہیں

اور اس تحریر کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نہ معلوم آپ کے کتنے بھائی بند اور ہونگے جو اس کارخیر اور جائز امر کو بکواس، ناجائز اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہونگے؟ میں نے یہ تحریر فقط آپ اور آپ کے بھائی بند لوگوں کی دلی تسلی و تشفی اور اس کارخیر کو سرانجام دینے والے حضرات کی حوصلہ افزائی کے لئے لکھی ہے۔ باقی آپ بھی جانتے ہیں کہ ہدایت دینا میرے اختیار میں نہیں!

قارئین کرام! میں "مولانا موصوف" کو ایک مرتبہ پھر دعوت فکر دیتا ہوں کہ" جناب "زرا دینی کتب کا مطالعہ فرمالیجئے۔ آپ کو اگر عربی عبارت والی کتب سمجھ میں نہیں آتیں تو اردو ترجمہ والی کتابوں کے لیے وقت نکالو اور مطالعہ کرو۔ ان شاء اللہ یہ بات آپ پر عیاں ہو جائے گی کہ شریعت مطہرہ میں نسب بیان کرنے، سمجھنے اور لکھنے کی ترغیب آئی ہے۔ بلکہ آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ بہت سے دنیاوی معاملات میں بھی "علم الانساب" کی ضرورت پیش آتی ہے مثلاً تقسیم ترکہ اور نابالغہ کے انتخاب کے لیے نسب کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اس علم کی بدولت یہ پتہ چلتا ہے کہ وراثت کا حقدار کون ہے؟ اور ولی بننے کا اہل کون؟ حسب ونسب اور خاندان سے واقف ہو کر انسان کو اپنے اسلاف کی عظمتوں اور کارناموں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے اندر جرأت و جذبہ اور عمل کی تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ نسبی شرافت بھی انسان کے لیے سرمایہ افتخار ہوتی ہے۔ لیکن آپ کو ان باتوں سے کیا؟ مولانا صاحب خدارا مسئلہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے موقف سے رجوع فرمالیجئے۔ میں تو بفضلہ آپکا محرم راز ہوں مگر صد افسوس کہ ؎

میں دعا لکھتا رہا تو دغا پڑھتا رہا
ایک نکتے نے مجھے محرم سے مجرم بنا دیا

ملاں جی میرا مفت کا مشورہ قبول فرمالیں! ؎

در بساط نکتہ داناں خود فروشی نیست
یا سخن دانستہ گو اے مرد غافل یا خموش

یعنی نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں۔ اے مرد غافل یا تو سوچ کر بات کر یا خاموش رہ۔

اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے" ترمذی شریف" میں پورا ایک باب" ماجاء فی تعلیم النسب" کے عنوان سے باندھا ہے مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے اس بات کو چھیڑا ہے۔اس کی وجہ سے مجھے بات کو واضح کرنے کا موقع مل گیا۔آپ اگر ناراض ہوں تو میں یہی عرض کروں گا کہ" ملاں جی"علمی دنیا میں ناراضگی کوئی معنیٰ نہیں رکھتی اور پھر!

ے شکایت تو نہیں کرتا لیکن عرض اتنی ہے
وہ آخر کیا کرے جو ہر طرح مجبور ہو جائے

آپ نے چلتے چلتے جو لقب بندہ ناچیز کو دیا ہے اور پھر اپنے حلقہ احباب میں اتنی بڑی ڈھینگ ماری ہے۔

ے تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لاکھ ضبط
الفت وہ راز ہے جو چھپایا نہ جائے گا

اب میری دینی اور اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ میں آپ کو آپ کی ہی زبان میں جواب دوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ سنجیدگی و وقار کو قائم رکھ کر اور دلائل کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے قاری کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کروں گا بلکہ جو بات کروں گا دلائل و براہین کے ساتھ کروں مگر اللہ کا قول کہ! لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ

بس آپ سے یہی التماس ہے کہ میری تحریر کو ٹھنڈے دل و دماغ سے بغور پڑھنا

ع شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

ان شاء اللہ میں آئندہ سطور میں" حسب ونسب کا معانی ومطلب" شجرہ نسب کی شرعی حیثیت " افتخار نسبی کی ممانعت" اپنا نسب بدلنے، چھپانے اور کسی کے نسب پر لعن وطعن کرنے پر وعید ،پیشہ نسب نہیں اور مولانا موصوف کی پیش کردہ دلیل کا تسلی بخش جواب درج کروں گا۔

حسب ونسب کا معانی ومطلب

حسب ونسب ہے کیا؟ ذرا اس کی وضاحت بھی ہو جائے۔ نسب عربی زبان کا لفظ ہے جو اسم مذکر ہے جس کا معنی نسل، سلسلہ خاندان، جمع انساب۔ ١

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

نسب کا رشتہ انسان کے باپ کی طرف سے قائم ہوتا ہے۔ ٢

فَجَعَلَهٗ نَسَبًا یعنی ذو نسب، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ذکور (مذکر باپ) کے ساتھ نسب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلْاُمَّھَاتُ اَوْعَادٌ وَلِلْاَ نْسَابِ اٰبَاءٌ۔ یعنی مائیں محض برتن ہیں اور نسب کے لئے باپ ہیں۔ ٣

نسب آدمی کی نژاد اور اصل کو کہتے ہیں۔ نسب کے لحاظ سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ تمام انسان ایک ہی درخت کی شاخیں، پتے اور پھول ہیں۔ اس لئے ہر عورت بنت حواء اور ہر مرد ابن آدم ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کفار کی جانب سے اپنے نسب پر ناشائستہ کلمات سنے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نسب اور بزرگوں کے کارنامے منبر شریف پر جلوہ گر ہو کر بیان فرمائے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ أَنَا؟، فَقَالُوا: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ. قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ، فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَّخَيْرِهِمْ نَسَبًا۔ رواہ الترمذی واحمد ٤

---

١ مولوی فیروز الدین "مصنف" جامع فیروز اللغات اردو صفحہ ۱۳۵۸

٢ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی "مصنف" لسان العرب جلد ا صفحہ ۷۵۵

٣ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری "مفسر" تفسیر الحسنات جلد ۴ صفحہ ۸۰۶

٤ امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "محدث" ترمذی شریف

(یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے گویا انہوں نے اپنے نسب پر کوئی طعن کی بات سنی پس نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا! اے صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین) میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بے شک اللہ نے مخلوق (جن وانس) کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین خلق (یعنی انسانوں) میں پیدا کیا۔ پھر مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (یعنی عرب وعجم) تو مجھے بہترین طبقہ (یعنی عرب) میں داخل کیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے پس مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ (قریش) میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان (گھرانے) بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر خاندان بنو ہاشم میں رکھا اور بہترین نسب والا بنایا۔ (اس لئے میں تمام لوگوں سے اپنی ذات کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں)

شیر خدا مشکل کشا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خاندانی عظمت اور وقار کا یوں اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ!

محمد نبی ﷺ میرے بھائی اور میرے سسر ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو شام کے وقت فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں میرے سگے بھائی ہیں۔

اسکا مطلب یہ تھا کہ میں اتنے عظیم بزرگوں میں سے ہوں میرا کوئی کیا مقابلہ کرے گا۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے موقع پر یوں فرمایا:

میں علی رضی اللہ عنہ ہوں اور محمد ﷺ کے بعد نسب میں سب سے اعلیٰ ہوں۔ تاریخ کا ذوق و شوق اور مطالعہ کرنے والے حضرات واحباب اس بات کو خوب جانتے اور مانتے ہیں کہ اہل عرب حسب ونسب کے زبردست قائل تھے اور وہ اپنے نسب کو زبانی یاد رکھا کرتے تھے۔ ''کشف الظنون'' میں لکھا ہے کہ عربوں نے اپنے نسب کو ضبط تحریر میں لانے کی باقاعدہ کوشش کی ہے۔ اور اس کے لئے بہت سی کتب تصنیف بھی کیں ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے وہ اپنے ننھیال میں رہے جب دس برس کے ہوئے تو والدہ

نے اس ڈر سے کہ کہیں وہ اپنا نسب نہ بھول جائیں انہیں ان کے چچا محترم کے پاس مکہ مکرمہ بھیج دیا تا کہ وہ اپنے نسب سے آگاہ ہوسکیں۔

مولانا عبدالحیٔ" فوائدالبیھہ فی تراجم الحنیفہ" میں لکھتے ہیں!

علم نسب اور اس کا ضابطہ تحریر میں لانا ان کاموں میں سے ہے۔جن کا اہتمام زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ کئی مواقع پر اس کی ضرورت پڑتی ہے۔

کہیے"مولانا صاحب"،میرے پیش کردہ دلائل کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ جناب من! خاموش کیوں ہو۔ذرا ہمت کرو کچھ تو لب کشائی کرو!

؎ صیاد کی نگاہ اسی دن سے تجھ پر تھی
جس دن سے کہ آشیاں میں تجھے بال و پر ملے

اس ضمن میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ"علم الانساب"یعنی اپنے نسب کو جاننے کا علم بھی تاریخ کے علم کی ایک شاخ ہے۔نسب کا مطلب ہے اپنے باپ دادا کی عظمت سے واقفیت اور اپنے خاندان کی چند پشتوں سے آگاہ ہونا۔اس سے انسان نہ صرف اپنے آباء واجداد سے واقف رہتا ہے بلکہ ان کے کارنامے اور اچھائیاں اسے مہمیز کرتے ہیں اور وہ لوگوں سے اچھائی کرتا ہے۔مولانا شبلی صاحب کا قول میں پہلے نقل کر چکا ہوں کہ!

دنیا میں اگر قومیں زندہ ہیں تو بزرگوں کے کارنامے یاد رکھنے سے اور مرگئی ہیں تو بزرگوں کے نام بھول جانے سے اور پھر تاریخ سے شغف رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جو قوم اپنی تاریخ سے سبق سیکھتی ہے وہ قوم کبھی ناکام نہیں ہوتی۔اس لئے ہر قوم کو چاہیے کہ وہ بزرگوں اور اپنے اکابرین کے کارناموں،دین کی خدمت،معاشرے کی خدمت،انسانوں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کو یاد کرے۔اس لئے کہ وہ آئندہ نسل کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہے۔تاریخ ایک آئینہ ہے جسے سامنے رکھ کر قومیں اپنے ماضی وحال کا موازنہ کرسکتی ہیں اور یہی ماضی کا موازنہ ان کا مستقبل کا راستہ تیار کرتا ہے۔لیکن معلوم نہیں" علامہ" کے نام سے شہرت رکھنے والے یہ حضرت صاحب" علم الانساب" کو کیوں بکواس کہہ رہے ہیں اور پھر اپنے حلقہ احباب میں جا کر مجھ پر جھوٹا الزام لگانے سے بھی نہیں شرمائے۔لیکن حیاء ہی باقی نہ ہو تو پھر الزام

لگانے سے کیا شرمانا! ان جیسے مولویوں پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

موصوف کا دعویٰ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ طفل تسلی سے دل بہلایا جائے۔ ہوسکتا ہے موصوف ہی کہہ دے۔

تمنا میں الجھایا گیا ہوں
کھلونا دے کہ بہلایا گیا ہوں

میں ایک دینی متعلم ہونے کے ناطے موصوف کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ اکابرین امت میں سے کسی ایک اکابر کی کتاب سے اپنے دعوے کو ثابت کرو تو ایک لاکھ روپے انعام اور ساتھ آپ کی من پسند غذا کوؤں کی بریانی اور شوربے کی دعوت کے حقدار ہیں۔ مگر آپ تو کیا آپ کی پوری جماعت اس بات کو ثابت نہیں کرسکتی کہ شجرہ نسب لکھنا، جاننا اور محفوظ کرنا اسکی کوئی شرعی حیثیت نہیں! بلکہ یہ بکواس ہے۔ فیا للعجب۔ یہ آپ کا صریح جھوٹ اور کھلا بہتان ہے۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ نسب کے متعلق میں کافی لکھ چکا اب "حسب" کی وضاحت کرتا ہوں۔ حسب کا مطلب ہے کسی شخص کی ذاتی قابلیت اور لیاقت، یعنی ذاتی اوصاف جو اس کے باپ دادا میں تھے اس کے لئے بھی فضیلت اور بزرگی کا باعث ہوں۔

"حسب" کے متعلق عالم اسلام کے نامور مؤرخ ابن خلدون صاحب لکھتے ہیں!

"حسب" عام طور پر چوتھی پشت میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ چونکہ انسان کی فضیلت نسب نہیں بلکہ حسب کی بناء پر ہوئی ہے۔ اس لئے خاندان کا مورث اعلیٰ جن صفات اور اعزاز کا حامل ہوتا ہے۔ وہ اس نے ایک جہد مسلسل اور تگ و دو سے حاصل کیے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے اعزاز کو برقرار رکھتا ہے۔ اس کا بیٹا اپنے باپ کے ممتاز مقام اور عزت و مرتبہ کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور باپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے اپنے باپ کو یہ مقام حاصل کرتے نہیں دیکھا ہوتا مگر اس مقام کی بدولت اس کو حاصل ہونے والی

عزت وتکریم سے آگاہی ہوتی ہے۔اس مورث اعلیٰ کا پوتا محض رسمی طور پر جب اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتا ہے تو اس کی عظمت کا بھرم کچھ عرصہ قائم رہتا ہے مگر چوتھی نسل ان اوصاف سے محروم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ عزت اور مرتبے کو اپنی" وراثت "سمجھنے لگتی ہے۔اور ان اوصاف اور خوبیوں کو فراموش کر دیتی ہے جن کی بناء پر ان کے اسلاف نے یہ عزت ومقام حاصل کیا تھا۔

شجرہ نسب کی شرعی حیثیت

پوری کائنات میں بسنے والے انسان ایک باپ کی اولاد ہیں۔کما قال اللہ تبارک وتعالی فی القرآن العظیم یَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ [1]

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔

مفسرین کرام نے نفس واحدہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد انسانیت کے باپ خلیفۃ اللہ، حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں۔چنانچہ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں!(مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ) مِنْ نَّفْسٍ اٰدَمَ وَحْدَهَا [2]

یعنی نفس واحد سے مراد حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں

صاحب روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں!

وَالْمُرَادُ مِنَ النَّفْسِ الْوَاحِدَةِ اٰدَمُ علیہ السلام [3]

یعنی نفس واحد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔انسان کی ابتدائے پیدائش کا بیان کر کے قدرت الٰہیہ کی عظمت کا بیان فرمایا گیا اگر چہ دنیا کے بے دین،بدعقلی ونافہمی سے اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔لیکن اصحاب فہم وخرد جانتے ہیں کہ یہ مضمون

---

[1] النساء:۴/۱

[2] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما" صحابی رسول" تفسیر ابن عباس صفحہ ۵۲

[3] محمود آلوسی" علامہ سید" روح المعانی جلد ۲ تحت زیر آیہ

ایسی زبردست برھان سے ثابت ہے جس کا انکار محال ہے ۔ مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل پہلے انسانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح جانب ماضی میں چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی اسکا نام کتب الھیہ میں آدم علیہ السلام ہے۔ [۱]

غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

نفس واحد سے پیدا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام جن کو بغیر ماں کے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ [۲]

نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں ۔ یہ بات تقریباً تمام مکاتب فکر کے مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں لکھی ہے ۔ تفصیل کے لئے کتب تفسیر کا مطالعہ کریں ۔ اگرچہ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں جو پوری انسانیت کے باپ ہیں مگر جھال کی جہالت کا کیا بھروسہ کہ کب، کیا کہہ دیں؟

سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَّأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۔ [۳]

اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حواء سلام اللہ علیھا) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے ۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت سے تین باتیں سامنے آتی ہیں ۔ پہلی بات یہ کہ تمام انسانوں کے والدین حضرت

---

۱ صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" خزائن العرفان: النساء، ۱/ حاشیہ نمبر ۳)

۲ علامہ سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" تفسیر الحسنات جلد ۱ صفحہ ۶۵۲ ۳ الحجرات: ۴۹/ ۱۳

آدم وحواء ہیں ۔اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی ہے آپ فرماتے ہیں!

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ اَبُوْهُمْ اٰدَم وَالْاُمِّ حَوَاء۔

یعنی تمام انسان اپنے اجسام (پیکر عنصری) کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں ان کا باپ آدم علیہ السلام اور ماں حواء علیہا السلام ہیں۔

مندرجہ بالا آیت سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذات، پات وجہ تفاخر نہیں ہے ۔دنیا میں ذات کوئی " درجہ " یا " رینک " نہیں ہے ۔سرداری یا امارت کی بنیاد وسبب نہیں ہے ۔دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے کا " ہتھیار " نہیں ہے بلکہ ہے تو ایک " پہچان " ہے ایک " تعارف " ہے ۔پھول کو کسی نام سے پکارئیے وہ پھول ہی ہے اور انسان کو کسی بھی خطاب یا لقب سے پکارئیے وہ ہے ایک انسان ہی ۔انسان جس کی حقیقت ایک ہے فطرت ایک ہے، بصارت اور سماعت ایک ہے، چال ڈھال ایک ہے ۔جدا ہے، تو رنگ جدا ہے، جدا ہے تو زبان جدا ہے، جدا ہے تو نظریہ حیات جدا ہے ۔مگر انسانوں میں نیکی کا شعور ایک ہے اپنے مفادات کا تحفظ ایک ہے ۔تیسری بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک کالے، گورے، چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، عربی اور عجمی میں کوئی امتیاز نہیں ۔اللہ کے نزدیک اچھا شخص وہی ہے جس کے اعمال سب سے اچھے ہیں ۔جو متقی اور پرہیزگار ہے یعنی بزرگوں کے کارنامے یاد رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنے اسلاف کے کارناموں پر اتراتا رہے اور خود عملی طور پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے ۔بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے باپ، دادا کے اچھے کاموں اور اعلیٰ روایات کو زندہ رکھے ۔تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ۔اس بارے میں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں نبی کریم ﷺ کے واضح ارشادات موجود ہیں ۔تاہم میں اختصار کے پیش نظر صرف دو احادیث نقل کرتا ہوں ۔

ملاحظہ فرمائیں!

رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے خطاب ذیشان میں فرمایا تھا!

النَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَخَلَقَ اللّٰہُ مِنْ تُرَابٍ ۱

رسالت مآب ﷺ نے ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا!

اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ۲

قرآن و احادیث سے جب یہ بات عیاں ہے کہ نوع انسانی کے باپ اللہ کے نبی خلیفۃ اللہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں۔ تو پھر ہوسکتا ہے بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب سارے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سارے انسان ان کی اولاد ہیں تو پھر یہ قوم، قبیلے، ذات، پات اور انسانی معاشرے کو قبیلوں، خاندانوں اور شاخوں میں منقسم کرنے کی آخر وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں تاہم یہاں تفصیل کرتا ہوں تاکہ بات مزید واضح ہو جائے جس سے قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ چونکہ اہل علم سے مخفی نہیں وہ جانتے ہیں کہ انسانی معاشرے کو قبائل خاندانوں اور قوموں میں تقسیم کرنے کی وجہ خود قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے!

وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۳

اور ہم نے تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان کرسکو۔

اس کی تفسیر میں صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

> ایک دوسرے کا نسب جاننے اور کوئی اپنے باپ دادا، کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے، نہ یہ کہ نسب پر فخر کرے اور

---

۱ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "محدث" ترمذی شریف

۲ امام ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ "محدث" مشکوۃ شریف صفحہ ۴۱۸

۳ الحجرات: ۴۹/۱۳

دوسروں کی تحقیر کرے۔ [1]

اولاد آدم علیہ السلام کامختلف شعوب وقبائل میں بٹنا اس لئے نہیں کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو حقیر سمجھے اور اپنے آپ کو اشرف واعلیٰ خیال کرے بلکہ اس لئے ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور باہمی معاملات میں گڑبڑ پیدا نہ ہو۔ [2]

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو قوم،قبیلوں، شاخوں اور خاندانوں میں منقسم اسلئے نہیں کیا گیا کہ اپنے نسب پر فخر کریں اور دوسروں کو گھٹیا خیال کریں۔بلکہ یہ تقسیم اس لئے ہے کہ ایک دوسرے کی پہچان ہو اور انسان اپنے عزیز واقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور ان کے حقوق ادا کرے۔ایک دوسرے کی پہچان کی وجہ سے معاملات میں گڑبڑ پیدا نہیں ہوگی۔ اس بات کو ہم مفسرین کرام کی تفسیروں میں باحوالہ نقل کر چکے۔مندرجہ بالا تفسیر وتفصیل آپ کو عربی، فارسی اور باقی اردو تفاسیر میں بھی بااختلاف الفاظ ملے گی۔بخوف طوالت مضمون انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔جو حضرات مزید تفصیل کے خواہش مند ہیں ان کے لئے کتب تفاسیر کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اہمیت نسب

قارئین کرام! مجھے امید ہے مندرجہ بالا تفصیل کو آپ بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ انسان سارے سید، پٹھان، اعوان، ترک، سندھی، پنجابی، بلوچی، افغانی، ہندوستانی، امریکی، کالے، گورے، روسی، جاپانی سب حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی اولادیں ہیں۔اس سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں لیکن قوم، قبیلہ یا گروہ اس کی بھی ایک حقیقت ہے اور یہ آپس میں شناخت کے لئے ہیں ایک دوسرے پر کبر وفخر کے لئے ہرگز نہیں۔شریعت مطہرہ میں نسب لکھنے اور جاننے کی ترغیب

---

[1] صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" خزائن العرفان تحت زیر آیت حاشیہ ۳۲

[2] پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" ضیاالقرآن جلد ۴ صفحہ ۶

دی گئی ہے۔کیونکہ شریعت میں بہت سارے مسائل مثلاً نکاح، وراثت، صلہ رحمی اور کفالت وغیرہ کا تعلق نسب سے ہے۔نسب بیان کرنے، جاننے اور تحریر کرنے کے متعلق میں چند دلائل "حسب ونسب کا معانی ومطلب" کے عنوان کے تحت بیان کر چکا ہوں۔اب یہاں کچھ مزید دلائل نقل کرتا ہوں۔ملاحظہ فرمائیں!

نسب نامے سیکھنے کے متعلق نبی کریم ﷺ کا بالکل واضح ارشاد گرامی ہے!

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ [1]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اپنے نسب کے بارے میں (اتنی) تعلیم ضرور حاصل کرو جس کے ذریعے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرسکو

اس حدیث کی تشریح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں!

یعنی ددھیال، ننھیال کا رشتہ یاد رکھو اور یہ بھی دھیان رکھو کہ کسی سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ بقدر رشتہ ان کے حق ادا کرتے رہو اگر تم کو رشتہ داروں کی خبر ہی نہ ہوگی تو ان سے کیا سلوک کرو گے۔ [2]

قارئین! کیا خیال ہے اگر" مولانا موصوف" کا موقف تسلیم کرلیا جائے کہ شجرہ نسب مرتب کرنا، جاننا سب بکواس ہے تو پھر عزیز واقارب، آباء واجداد کے بارے میں علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق کی ادائیگی کس طرح ممکن ہوگی۔ایک شخص کو اگر معلوم ہی نہیں کہ عزیز واقارب، چچا، چچی، ماموں، ممانی، پھوپھی، خالہ اور باقی رشتہ دار بھی ہوتے ہیں تو وہ ان کے حقوق کیا خاک ادا کرے گا۔مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کا واضح مطلب یہی ہے کہ اپنے نسب کے متعلق علم حاصل کیا جائے اور اپنے رشتہ داروں اور برادری سے میل ملاپ کیا جائے تاکہ رشتہ اخوت قائم رہے۔اس لئے ہر شخص کو اپنے نسب کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔اگرچہ آج کل بہت

---

[1] امام ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ "محدث" مشکوۃ شریف صفحہ ۴۲۰

[2] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی "مصنف" مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۵۳۰

زیادہ قریبی رشتے بھی بے حسی کا شکار ہو رہے ہیں مگر ابھی تک ایسے خاندانوں کی کمی نہیں جو اپنی ذات برادری کے لئے نہ صرف جذبہ ہمدردی رکھتے ہیں بلکہ عملی طور پر بھی ان کے کام آنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ۔إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ سے" مولانا موصوف" کا یہ طرز استدلال میرے خیال میں تین باتوں سے خالی نہیں ۔ یا تو آیت کریمہ کے مفہوم کو سمجھے نہیں، یا جان بوجھ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کی ۔ یا پھر مجھ سے مسلکی اختلاف، اور ضد بازی میں ایسا بے ہودہ استدلال کیا ہے ۔اول الذکر موصوف کو کسی صاحب علم کی صحبت اختیار کرنی چاہیے ۔ذکر الثانی موصوف کو تفسیر واحادیث کا مطالعہ کر کے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے ۔

ذکر الثالث : اگر مجھ سے مسلکی اختلاف اور تعصب کی بناء پر یہ بے ہودہ استدلال کیا ہے تو مولانا صاحب یقین جانیے !! آپ نے بڑی زیادتی کی ہے ۔بلکہ "سینہ زوری" کی ہے ۔ اگر یہی بات ہے تو میں بصد ادب واحترام یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جناب من! یہ صاحب علم لوگوں کو تو کیا ایک ادنی طالب علم کو بھی جائز نہیں پھر آپ تو ماشاء اللہ اپنے حلقہ احباب میں" علامہ" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں ۔اگر ہم بھی آپ کی روش پر چلتے تو اس کتاب کے دوسرے باب میں آپ کے ہم مسلک علماء کے حالات وکوائف کا ذکر ہرگز نہیں کرتے ۔ مولانا صاحب! یاد رہے میں نے جن اساتذہ کے سامنے زانو تلمذ طے کیا ہے انہوں نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ بیٹا بات ہمیشہ طریقے ،سلیقے اور تمیز سے اور اعتراض ہمیشہ دلیل سے کرنا ہے ۔ اور عقائد ومسائل کا ثبوت ہمیشہ قرآن وحدیث سے پیش کرنا، تاریخ سے نہیں ۔میں نے تو باب دوم میں اپنے مخالف مسلک کے علماء کا ذکر بھی بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے ۔اس لئے کہ مسلکی اختلاف سے تاریخ کا کوئی تعلق نہیں اور عقائد ونظریات کی صحت کا اثبات ،نصوص سے ہوتا ہے تاریخ سے نہیں ۔ اگر میں آپ کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس کتاب میں اپنے مخالف مسلک کے علماء کا ذکر نہ کرتا تو یاد رکھئے پھر میری یہ تحقیقی وتاریخی کتاب نہ عقائد ونظریات کی کتاب ہوتی نہ تاریخ کی کتاب کہلاتی بلکہ چوں چوں کا مربہ بن جاتی ۔

بہر حال میرے لئے تو یہ بات ہمیشہ ذہنی کوفت کا باعث رہی کہ" مؤرخ" جن عقائد ونظریات کا حامل ہوتا ہے وہ تاریخی واقعات کا پرتو واقعات پر ڈال دیتا ہے۔حالانکہ یہ ایک فاش غلطی ہے اور یہ تاریخی بددیانتی ہے۔عقائد ونظریات کی صحت کا اثبات نصوص سے ہوتا ہے نہ کہ تاریخ سے،تاریخ کا موضوع اور ہے اور عقائد ونظریات کا موضوع اور ہے۔ان کو گڈ مڈ کرنے سے نہ تاریخ،تاریخ رہتی ہے اور نہ عقائد ونظریات،عقائد ونظریات رہتے ہیں بلکہ دونوں چوں چوں کا مربہ بن جاتے ہیں۔عقائد ونظریات قطعاً تاریخ کے پابند نہیں اور نہ تاریخ،عقائد ونظریات کی پابند ہے۔اگر یہ شوشہ اور بے ہودہ استدلال آپ نے صرف راقم الحروف عنایت الرحمان ہزاروی سے مسلکی اختلاف کی وجہ سے کیا ہے تو یہ آپ کی خالص زیادتی،سینہ زوری اور فاش غلطی ہے۔

جناب من! میں نے مسلکی اختلاف کے باوجود باب دوم میں آپ کے ہم مسلک علماء کا ذکر بھی "مولانا اور صاحب" لکھ کر کیا ہے اور ان کے تفصیلی حالات وکوائف میں نے درج کیے ہیں۔کیونکہ میری یہ کتاب تاریخی کتاب ہے اور تاریخی حقائق اور عقائد ونظریات میں بہت بڑا فرق ہے" فاعلم وافهم انکنت تفهم "اللہ آپ کو سمجھ عطا فرمائے۔

قارئین! شریعت مطہرہ نے تو نسب لکھنے،جاننے اور سمجھنے کی ترغیب بھی دی ہے اور ساتھ نسب چھپانے اور غلط بتانے کی وعید بھی بیان فرمائی ہے۔جس کی کچھ تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور آئندہ سطور میں ان شاء اللہ اس کی مزید وضاحت کروں گا۔معلوم نہیں "علامہ" کے نام سے شہرت رکھنے والے اس حضرت صاحب نے کس دجل وفریب کے تحت یہ دعویٰ کیا ہے اگر مدعی کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور یقیناً ہوتی ہے" مَنِ ادَّعٰی فَعَلَيْهِ الْبَيَانِ" تو میں بزعم خود علامہ کے نام سے شہرت رکھنے والے اس جاہل مرکب کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ ۱۴ سو سالہ تاریخ اسلام کے کسی ایک عالم اور مؤرخ کی کتاب سے اس بات کا ثبوت پیش کرو کہ انہوں نے إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ سے استدلال کرتے ہوئے شجرہ نسب قلمبند کرنے کو بکواس قرار دیا ہو۔آپ صبح قیامت تک اپنے

اس بے ہودہ استدلال کو اسلاف میں سے کسی ایک بزرگ کی کتاب سے بھی ثابت نہیں کر سکتے ہاں اگر چودہ سو سال بعد آپ کو الہام ہوا ہے تو میں اس الہام کو ماننے کا مکلف نہیں ہوں۔

قارئین کرام! نسب نامے جاننے اور سمجھنے کی اہمیت آپ اس بات سے بھی لگا لیں کہ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ" ترمذی شریف" میں "بَاب مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ النَّسَبِ" کے عنوان سے مستقل باب باندھتے ہوئے حدیث رسول ﷺ نقل کرتے ہیں کہ!

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ۔ [1]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا نسب کی (اتنی) تعلیم (ضرور) حاصل کرو جس کے ذریعے اپنے رشتہ داروں سے مل سکو کیونکہ صلہ رحمی، اپنے لوگوں سے محبت، دولت کی زیادتی اور عمر کے بڑھنے کا سبب ہے۔

حدیث رسول ﷺ سے مندرجہ ذیل فوائد ثابت ہوئے۔

۱۔ شجرہ نسب کے بارے میں ضرور تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔

۲۔ اس تعلیم کے ذریعے ہی رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنا اور عزیز و اقرباء کے حقوق کا علم ہوتا ہے۔

۳۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ عزیز و اقرباء کے حقوق کا خیال اور صلہ رحمی کرنے کی بدولت عمر لمبی ہوتی ہے۔

خلیفہ دوم سسر نبی ﷺ داماد علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے!

نسب نامے سیکھو۔ عراق کے خطیبوں کی طرح نہ بن جاؤ کہ جب ان میں

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ" محدث" باب ماجاء فی تعلیم النسب، رقم: ۱۹۷۹، جلد ۳، دار الغرب الاسلامی بیروت

سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو جواب دیتے ہیں ہم فلاں شہر کے رہنے والے ہیں۔ [1]

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ نسب نامے لکھنا، جاننا اور سمجھنا ایک اچھا عمل ہے اور شریعت مطہرہ نے اس کی ترغیب دی ہے۔ اور اس کے فوائد بھی بیان فرمائے ہیں۔ فریق مخالف کے پاس اس کارخیر کو بکواس قرار دینے کے لئے کوئی دلیل نہیں، بلکہ یہ ان کی جذباتی، سطحی اور طفلانہ بات ہے۔ جب موصوف دلائل نہ ہونے کے باوجود اپنے بے ہودہ استدلال پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ مسلکی اختلاف کی وجہ سے اپنے مؤقف سے دستبردار نہیں ہو رہے تو ہم دلائل و براہین کی موجودگی میں اپنا مؤقف کیونکر تبدیل کریں یا دستبردار ہوں! بقول شاعر!

ے وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیوں پوچھیں ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

افتخار نسبی کی ممانعت

قارئین! جہاں شریعت مطہرہ نے نسب لکھنے اور جاننے کی ترغیب دی ہے۔ (جیسا کہ میں پہلے باحوالہ نقل کر چکا ہوں) وہاں نسب پر فخر کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ نسب پر فخر کرنا دورِ جہالت کی علامت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ [2]

اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حواء علیہا السلام) سے پیدا کیا۔

آیہ کریمہ کی تفسیر میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں!

---

[1] عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۷ ۳ ایضاً بحوالہ تاریخ ابن خلدون وارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴

[2] الحجرات: ۴۹/ ۱۳

نُزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ حَيْثُ قَالَ لِرَجُلٍ اَنْتَ فُلَانَة وَيُقَالُ نُزِلَتْ فِيْ بِلَالٍ مُؤَذِّنِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَفَرٌ مِّنْ قُرَيْشٍ سَهْلَ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَرْثَ بْنِ هَشَّامٍ وَاَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ قَالُوا الْبِلَالَ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ حَيْثُ سَمِعُوْا اَذَانَ بِلَالَ مَا وَجَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه غَيْرَ هٰذَا الْغُرَابُ فَقَالَ اللّٰهُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى (مِنْ آدَمَ وَحَوَّاءَ) ؎۱

یعنی ثابت بن قیس نے ایک شخص کو اس کی ماں کے ساتھ طعنہ زنی کی کہ تیری ماں فلاں عورت ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (موذن رسول ﷺ) کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ نے فتح مکہ کے وقت اذان کہی تو قریش کے ایک گروہ نے طعنہ کیا یعنی سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام اور ابوسفیان بن حرب وغیرہ نے کہ اللہ اور رسول پاک (جل جلالہ و ﷺ) کو اذان کہلوانے کے لئے بھی سیاہ فام حبشی غلام جس کی کوّے کی سی صورت ہے رہ گیا تھا کسی اور سے اذان کہلوائی ہوتی تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

قارئین! اب آپ اندازہ لگالیں دورِ جہالیت میں خاندانی تفاخر کی بیماری کس قدر عام تھی۔

لیجئے تفاخر نسبی کی ممانعت میں جانِ کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِّنْ جَهَنَّمِ، أَوْ لَيَكُونَنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِيْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِأَنْفِهِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عَيْبَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَّفَاجِرٌ شَقِيٌّ - ؎۲

یعنی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ضرور رک جائیں قومیں اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنے سے، اس لئے کہ وہ یا تو

؎۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما "صحابی رسول" تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۲۴

؎۲ امام ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ "محدث" مشکوۃ المصابیح صفحہ ۴۱۷، ۴۱۸

جھنم کے کوئلے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کیڑے سے زیادہ ہیں جو گندگی کو ناک سے دھکیلتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے دورجاہلیت کا غرور وتکبر اور آباء واجداد پر فخر تم سے دور کر دیا ہے۔ سوائے اس کے کہ یا تو وہ متقی مومن ہیں یا فاجر شقی ہیں۔

یعنی اگر تمہارے باپ دادا کافر تھے تو وہ یقینی دوزخی ہیں اگر مومن تھے تو ممکن ہے کہ ان کا خاتمہ خراب ہوا ہو اور وہ دوزخ کے کوئلے بن چکے ہوں ان کے خاندان پر فخر کرنا بڑی ہی حماقت ہے۔ اگر فخر کرو تو حضور ﷺ کے امتی ہونے پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہم گناہگاروں کو ان کا دامن نصیب فرمایا۔ ؎

برین نازم کہ ہستم امت تو

گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

نیز زمانہ جاہلیت میں لوگ باپ، دادوں پر فخر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی توفیق دے کرتم سے یہ عیب دور فرمادیا۔ [1]

عَنْ عَيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمَجَاشِعِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَیَّ اَنْ تَوَاضِعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَّلَا يَبْغِىْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ [2]

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکسار اور تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ کسی پر ظلم۔

حکیم الامت احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

اس حدیث میں حتیٰ بمعنیٰ کے ہیں یعنی عجز وانکساری اختیار کرو تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے، نہ مال میں نہ نسب وخاندان میں، نہ عزت یا جتھ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے، نہ مومن پر نہ کافر پر، ظلم سب پر حرام ہے مگر کبر وفخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر

---

[1] حکیم الامت احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ "مصنف" مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۶ صفحہ ۵۰۷

[2] امام ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ المصابیح صفحہ ۴۱۷

کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔ ۱

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ تفاخر نسبی جائز نہیں اگر کوئی شخص اپنے نسب پر فخر کرتے ہوئے دوسرے کے نسب پر اعتراض یعنی لعن وطعن کرتا ہے تو اس کے لئے حدیث رسول ﷺ میں کتنی سخت وعید سنائی گئی ہے۔ زراوہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِثْنَانِ فِی النَّاسِ ھُمَا بِھِمْ کُفْرٌ الطَّعْنُ فِی النَّسَبِ وَالنَّاحِیَۃُ عَلَی الْمَیِّتِ ۲

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں میں دو ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ کفر لگا ہوتا ہے۔ایک وہ جو کسی کے نسب پر اعتراض کرتا ہے (یعنی گھٹیا خیال کرے،ہزاروی) دوسرا وہ جو میت پر بین کرتا ہے۔

تفاخر نسبی کے متعلق کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا کہ

بر نسب نازاں شدن نادانی است

حکم او اندر تن و تن فانی است

یعنی نسب پر ناز کرنا نادانی ہے کیونکہ نسب کا تعلق تن سے ہے جو فانی ہے۔

نسب پر فخر کرنے والے انسان کے متعلق "خوشحال خان خٹک صاحب مرحوم" یوں لب کشائی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ

نامرد فخر پہ نسب نہ کا

مرد نہ مور لری نہ پلار

یعنی جو آدمی نسب پر فخر کرتا ہے وہ آدمی بہادر نہیں ہوتا، بہادر آدمی کی نہ ماں ہوتی ہے نہ باپ

تفاخر نسبی اور ایک دوسرے کے نسب پر لعن، طعن کی ممانعت میں ہم قرآن وحدیث اور دیگر بزرگوں کے اقوال وارشادات نقل کر چکے۔نسب پر فخر کرنا کسی صورت بھی مستحسن نہیں۔تفاخر نسبی

---

۱ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی "مصنف" مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۶ صفحہ ۵۰۶،۵۰۷

۲ امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ "محدث" "مسلم شریف"

کی وباء زمانہ جاہلیت میں بھی بہت عام تھی۔ چنانچہ دور جہالیت کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کے دوشعروں سے اندازہ لگالیں کہ یہ لوگ تفاخرنسبی کی وباء میں کس قدر مبتلا تھے۔

؎ اَلَا لَا یَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَیْنَا

فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِیَّةِ ۱؎

خبردار ہم سے کوئی جہالت کا معاملہ نہ کرے ورنہ ہم (ان کے ساتھ) جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کریں گے۔

اِذَا بَلَغَ الْفِطَامَ لَنَا صَبِیٌّ

تَخِرُّ لَهُ الْجَبَابِرُ سَاجِدِیْنَا ۲؎

جب ہمارا بچہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو دوسری اقوام کے بڑے بڑے سردار اس کے سامنے سجدہ ریزی کرتے ہیں۔

دور جہالیت کی تفاخرنسبی کے متعلق شاعرانہ انداز میں تفصیل زمانہ جاہلیت کے مشہور ومعروف سات قصائد کا مجموعہ بنام" السبع المعلقات وعلی حامشھا فتح المغلقات" میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں تفاخرنسبی اور ان لوگوں کا اس وباء میں مبتلا ہونے کا ثبوت اپنی جگہ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زمانہ جاہلیت کے مشہور ومعروف ان سات قصائد کو عربی ادب میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اسی وجہ سے یہ کتاب آج بھی تمام مکاتب فکر کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ تفاخرنسبی کے متعلق ہم دلائل کی روشنی میں کافی تفصیل لکھ چکے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ ہمارے پیش کردہ یا دیگر تفاخرنسبی کی ممانعت کے دلائل سے کسی صورت بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اپنا نسب یاد رکھنا، سمجھنا، قلمبند کرنا یا اس کی ترغیب دینا گناہ ہے۔ یا اس کو کہیں کسی عالم دین نے بکواس قرار دیا ہے میری نظر سے تو کسی عالم دین کی ایسی تحریر نہیں گزری۔ بلکہ میرے علم میں تو یہ ہے کہ اسلاف وآباء کی شرافت اولاد کے لئے دنیا وآخرت ہر دو میں مسلّمہ طور پر عزت کا باعث ہے۔ اور اقوام عالم میں نسب کا احترام ایک امر مسلّم ہے۔ خود قرآن و

۱؎ السبع المعلقات وعلی حامشھا فتح المغلقات صفحہ ۶۶ ۲؎ ایضاً صفحہ ۷۲

احادیث صحیحہ سے اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔سر دست چند دلائل ملاحظہ فرمائیں!
قرآن مجید سورہ کہف میں دو یتیم بچوں کی دیوار کا واقعہ،جس کے نیچے ان دونوں کا مال مدفون تھا۔حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا اس دیوار کو بلا اجرت تعمیر کرانے کا ذکر ہے۔اس کار خیر میں اللہ تعالیٰ کی جو عنایت اور رحمت کارفرما تھی۔اس کا باعث قرآن مجید نے وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا [1] (اور ان کا باپ نیک آدمی تھا) بیان فرمایا ہے۔صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں!
وہ شخص ان بچوں کی ساتویں یا آٹھویں پشت کا ایک بزرگ تھا۔ [2]
قارئین! گویا اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کے نیک اور شریف ہونے کا فائدہ اولاد کو پہنچایا اور اسی نسبی شرافت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بچوں کا لحاظ و احترام فرمایا۔اسی طرح علامہ محمود آلوسی قدس سرہ السامی امام عبد بن حمید اور ابن المنذر کے ذریعے حضرت وہب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خارجی سے دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے" سورہ کہف" یتیموں کا مال، اللہ تعالیٰ نے کیوں محفوظ رکھا؟ اس نے کہا باپ کی صالحیت اور نیکی کے باعث، آپ نے فرمایا بخدا میرے اب اور جد اکرم کی صالحیت ان کے باپ کی صالحیت سے بدرجہا بہتر تھی [3]
قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُنْكَدَرٍ إِنَّ اللهَ يَحْفَظُ بِصَلَاحِ الْعَبْدِ وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَعِشْرَتِهٖ وَأَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلِهٖ فِي حِفْظِ اللهِ مَادَامَ فِيهِمْ [4]
اس شخص کا نام کاشح تھا اور یہ شخص پرہیز گار تھا۔حضرت محمد بن منکدر نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے کی صالحیت و تقوے کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے خاندان کی نگہبانی فرماتا ہے۔اور جب تک وہ بندہ کسی مقام پر سکونت پذیر رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ

---

[1] الکھف:۱۸/۸۲ [2] علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" روح المعانی تحت زیر آیہ کریمہ
[3] علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" روح المعانی تحت زیر آیہ کریمہ
[4] علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" تفسیر مظہری تحت زیر آیہ کریمہ

اس کے پڑوسیوں کی بھی حفاظت فرماتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کی سات پشتوں کی حفاظت کرتا ہے۔اسلاف وآباءکی صالحیت سے اولاد کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے!

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؁۱

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

اس آیت کی تفسیر میں غازی کشمیر علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث نقل فرمائی ہے کہ!

اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْجَنَّةَ سَأَلَ عَنْ اَبَوَيْهِ زَوْجَتِهٖ وَوَلَدِهٖ فَيُقَالُ لَهٗ اِنَّهُمْ لَمْ يَبْلُغُوْا دَرَجَتَكَ وَعَمَلَكَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ قَدْ عَلِمْتَ لِيْ وَلَهُمْ فَيُؤْمَرُ بِاِلْحَاقِهِمْ ؁۲

جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں، باپ، بیوی اور بچوں کے بارے میں پوچھے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ تیرے درجے و عمل کو پہنچ نہ سکے تو وہ کہے گا اے پالنے والے میں اپنے لئے اور ان کے لئے نیک اعمال کرتا تھا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ انہیں اس کے ساتھ یکجا جمع کردو (یعنی ان سب کو اکھٹا کردو)

سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے!

رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ ؁۱

اے ہمارے رب! داخل فرما انہیں سدا بہار باغوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا

---

۱ الطور: ۵۲/۲۱ ۲ علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ "مفسر" تفسیر الحسنات جلد ۴ صفحہ ۲۰۰ ۳ المومن: ۴۰/۸

ہے اور جو قابل بخشش ہیں ان کے والدین، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد بے شک تو ہی سب سے زبردست حکمت والا ہے۔

یہاں فرشتوں کی دعا کا ذکر ہے۔ وہ مسلمانوں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی تیری رحمت کا دامن بڑا وسیع ہے اس لئے تو ان کی توبہ قبول فرما۔ جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے ان کو بخش دے اور انہیں عذاب جہنم سے بچالے اور انہیں جنت عدن میں داخل فرما۔ ان کے ماں، باپ، ازواج اور اولاد کو بخش دے جو مغفرت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بخشے جانے کے قابل ہیں بخشش اور مغفرت کا وہی مستحق ہوتا ہے جو ایماندار رہو۔ ان لوگوں کا متقی زاہد اور عابد ہونا ضروری نہیں کیونکہ ایسے لوگ تو بذات خود بخش دیے جاتے ہیں۔ ان کو اپنی بخشش کے لئے اپنی اولاد یا والدین کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سورۃ الرعد میں ارشاد ربانی ہے!

جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ [1]

سدا بہار باغات جن میں وہ داخل ہونگے اور جو صالح ہونگے ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد (وہ بھی داخل ہونگے) اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہونگے ان پر ہر دروازہ سے (سلامتی ہو تم پر)

ہماری پیش کردہ تینوں آیات کریمہ سے یہ بات بالکل واضح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے والدین، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو بشرطیکہ وہ ایمان کی صفت سے متصف ہوں۔ ان کاملین کے درجات اور مقامات پر فائز فرما دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے ان درجات و مقامات کے اہل نہ ہوں اور یہ عنایت محض اپنے مقبول بندوں کے دلوں کو خوش کرنے کے لئے فرمائی جاتی ہے۔ ان آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نسبی شرافت اور اسلاف و آباء کی صالحیت کا لحاظ رکھتا ہے۔ ہماری پیش

---

[1] الرعد: ۱۳/ ۲۳

کردہ تینوں آیات سے یہ بات بالکل عیاں ہو چکی کہ ایمان والوں کو ان کے آباء واسلاف کے ساتھ درجہ ومنزلت دیا جائے گا۔ (جس پر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی نقل کر چکا ہوں) تاکہ مومنوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی اولاد ان کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے انہیں فرحت وتسکین ملے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرف ونسب ہی کا احترام اور لحاظ ہے۔

قارئین! میری اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے نسب کو اعلیٰ اور دوسرے کے نسب کو ادنیٰ (گھٹیا) سمجھنا یہ کسی صورت جائز نہیں۔ قرآن واحادیث سے اس بات کی ممانعت نقل کر چکا ہوں۔ مگر ہاں یہ امر بھی یاد رہے کہ تحدیث نعمت کے طور پر اپنا نسب بیان کرنا بالکل جائز ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت ہمیں احادیث وآثار سے ملتا ہے۔ جس کی تفصیل میں گزشتہ اوراق میں بیان کر چکا ہوں۔ میں نے یہ تمام بحث جس "علامہ موصوف" کی وجہ سے تحریر کی ہے۔ ان کی خدمت میں اب میں مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ جان من فرمائیے! قرآن و احادیث اور آثار سے تو نسب بیان کرنے اور ضبط تحریر میں لانے کا ثبوت ملتا ہے۔ جسے آپ بکواس اور فضول کام کہہ رہے ہیں۔ اور ہاں اپنے دعوے پر جو دلیل آپ نے پیش کی ہے کہ "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" "بے شک اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

جناب من! مجھے سمجھ نہیں آئی کہ آپ کو یہ بات کس ٹچی ٹچی نے بتادی کہ ہم اس کے قائل نہیں؟ اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت کس میں ہے؟ یہ تو طے شدہ اور مسلّمہ بات ہے کہ جو جتنا زیادہ تقوے دار ہوگا اس کی دنیا وآخرت میں اتنی زیادہ قدر ومنزلت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتا ہے! أُنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ [1] دیکھو ہم نے کیسے بزرگی دی بعض کو بعض پر۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے! وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ [2]

---

[1] بنی اسرائیل: ۲۱/۱۷ [2] الزخرف: ۳۲/۴۳

ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر درجہ میں بلند کیا ہے۔

قارئین! اس دنیا میں فرق مراتب کو اگر نگاہ عبرت سے دیکھا جائے تو کتنے عقدے ہیں جو کھل جاتے ہیں اور کتنی غلط فہمیاں ہیں جو دور ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں یہ امتیاز موجود ہے اور یہی امتیاز اس دنیا کی زینت ہے اور طرح طرح کے رنگوں کا امتزاج ہے۔ ہر شخص کا نام، صورت، سیرت ایک دوسرے سے مختلف اور منفرد ہے۔ بزرگی اور شرف صرف اچھا اخلاق اور اچھے اعمال میں ہوتا ہے۔ یہ شرف عمر، مرتبے علم، اخلاق، دولت اور نسب میں بھی ہو سکتا ہے لیکن حقیقی قدر و منزلت کا پتہ قیامت کے دن چلے گا کہ بارگاہ الٰہی میں کس کو پذیرائی نصیب ہوئی اور صاحب لواء محمد ﷺ کے پرچم کے نیچے کسے پناہ ملی؟ اس حقیقت کے ہم معترف ہیں کہ جو جتنا زیادہ پرہیزگار ہوگا اللہ کے ہاں اس کی اتنی زیادہ عزت ہوگی۔ مگر ہماری پیش کردہ دو آیات اور موصوف کی بیان کردہ آیت کریمہ ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ'' سے کسی صورت بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شجرہ نسب اور اپنے آباء و اسلاف کے حالات و کوائف قلمبند کرنا ناجائز و گناہ بلکہ بکواس ہے۔ العیاذ باللہ

معلوم نہیں موصوف نے مندرجہ بالا آیت کریمہ شرف نسب کے خلاف کیوں اور کس طرح پیش کر دی ہم اس کو سمجھنے سے سراسر قاصر ہیں اور شاید اور بھی اس سے عاجز ہی ہوں۔ ؎

سبھی کو اپنے غم ہوتے ہیں لیکن
مجھے جو غم ہے وہ میرا نہیں ہے

بہر حال موصوف سے یہی گزارش کروں گا!

؎ در بساط نکتہ داناں خود فروشی نیست
یا سخن دانستہ گو اے مرد غافل یا خموش

یعنی نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے۔ اے مرد غافل یا تو سوچ کر بات کر یا خاموش رہ۔

راقم الحروف دلائل و براہین کی روشنی میں اہمیت نسب ثابت کر چکا ہے۔ اب اپنی اخلاقی اور

ایمانی ذمہ داری سمجھتے ہوئے موصوف کی دلیل واستدلال کا جواب پیش خدمت ہے۔

ع شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ مناوی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیھما کے حوالے سے رقمطراز ہیں!

یہ آیت (إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ) نہ تو شرف نسب کے خلاف ہے اور نہ وہ احادیث اس مضمون کے منافی ہیں جن میں فخر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (جن میں سے چند احادیث میں پہلے باحوالہ نقل کر چکا ہوں۔ ہزاروی غفرلہ) البتہ ہنود و یہود کی طرح اپنی برتری نسب کا اظہار کرنا اور از راہ تکبر دوسروں کو اپنے برابر کا انسان نہ سمجھنا بالکل ناروا اور نامناسب ہے۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اقوال کا جواب دے کر آخر میں یہ فیصلہ فرمایا ہے!

وَبِالْجُمْلَةِ شَرَفِ النَّسَبِ مِمَّا أُعْتُبِرَ جَاهِلِيَّةً وَّإِسْلَامًا [1]

یعنی خلاصہ بحث یہ ہے کہ نسب کا شرف جاہلیت اور اسلام دونوں میں معتبر تسلیم کیا گیا ہے۔

کہیے ملاں جی! ہم قرآن و احادیث اور اکابرین امت سے شجرہ نسب سیکھنے اور قلمبند کرنے کے جواز میں دلائل گزشتہ اوراق میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی پیش کردہ آیہ کریمہ اور آپ کے استدلال کا بھی تسلی بخش جواب دے چکے ہیں۔ اب کہیئے ہمارے پیش کردہ دلائل کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ ملاں جی خاموش کیوں ہو ذرا ہمت کرو کچھ تو لب کشائی کرو!

اب بھی اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ عنایت الرحمان (کاتب الحروف) ہم (مولانا موصوف) سے مناظرہ ہارے تھے اور میرے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکے تو میں اختصاراً یہی عرض کروں گا کہ یقین جانیے!! خدا نے جو ذلت اور رسوائی آخری عمر میں آپ کی گردن کا طوق بنا دیا ہے اس کو آپ ان ناپاک چالوں اور بے شرمی کے حیلوں سے نہیں ٹال سکتے۔

---

[1] سید محمود آلوسی روح المعانی: جلد ۱۳، سورہ الحجرات، دارالکتب العلمیہ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۱؎

ان پر مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری کے مصداق ہو کر عزت کی طلب فضول اور عبث ہے۔

میرا مفت کا مشورہ ہے ملاں جی اگر عمر وفا کرے تو کسی ذی علم کے پاس بیٹھ کر تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھو، شرماؤ نہیں کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔ ہنسنے دو ہنستے ہی گھر بستے ہیں۔ اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر وگے تو یہ بھی شہادت بشرط کہ صحت ایمان و حسن نیت ہو۔

نسب بدلنا گناہ عظیم

نسب کی اہمیت اور تفاخر نسبی کی تفصیل ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے۔ اب زرا اپنا نسب چھپانے یا اپنے باپ سے اعراض کرنے کے متعلق شریعت مطہرہ میں جو وعید سنائی گئی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ ۲؎

اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے بلاؤ۔ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ إِلاَّ زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ) ۳؎

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ہم ان کو صرف زید بن محمد ﷺ کہا کرتے تھے حتیٰ کہ قرآن کریم کی آیت (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ) نازل ہوگئی۔

۱؎ البقرہ: ۲/۶۱ ۲؎ الاحزاب: ۳۳/۵

۳؎ صحیح بخاری: (ت: زھیر) جلد ۶، رقم: ۴۷۸۲، باب، اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ، دار طوق النجاۃ جامعہ دمشق

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بھی ایک مسئلہ پیدا ہو گیا جنہوں نے سالم کو بیٹا بنایا ہوا تھا جب منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا سمجھنے سے روک دیا گیا تو اس سے پردہ کرنا ضروری ہو گیا نبی ﷺ نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو کہا کہ اسے دودھ پلا کر اپنا رضاعی بیٹا بنالو کیونکہ اس طرح تم اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ۱

حضور ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو یہود و منافقین میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں اور ان کی زبان طعن کھلی کہ حضور ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت زید کی بیوی سے شادی کر لی۔ اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحش حضرت زید کے نکاح میں تھیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زرخرید غلام تھے۔ آپ نے انہیں حضرت سرورِ عالم ﷺ کو ہبہ کر دیا نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا لیکن وہ حضور ﷺ ہی کی خدمت میں رہے۔ حضور ﷺ آپ پر شفقت فرماتے تھے اور اولاد کی نگرانی فرماتے، لوگ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا فرزند کہنے لگے۔ پھر جب حضرت زید اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کی موافقت نہ رہی تو انہوں نے طلاق دے دی۔ حضور ﷺ نے اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لے لیا تو مشرکین اپنے رواج کے مطابق طعن کرنے لگے۔ اس کارد اس مذکورہ آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے قارئین! زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تھا لوگ اس کو اس شخص کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ لے پالک اس شخص کی میراث کا وارث ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ آیہ کریمہ اور اس کی تفسیر کے بعد، نسب تبدیل کرنے کے متعلق احادیث میں وارد وعید بھی ملاحظہ فرمالیں!

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَمَنْ

---

۱ امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ "محدث" صحیح مسلم شریف

رَّغِبَ عَنْ أَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ ۱

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اپنے آباء سے اعراض نہ کرو، پس جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو اس نے کفر کیا۔

عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ مَنِ ادَّعٰى إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيْهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ ۲

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اپنے باپ کے غیر کی طرف نسبت کا دعویٰ کیا اور اس کو معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ! نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مولیٰ (آقا) کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔قیامت کے دن اللہ اس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا نہ نفل ۳

قارئین! میں نے وادی تناول میں چند سالوں میں کچھ خاندانوں کو اعوان اور پٹھان بنتے دیکھا ہے۔حالانکہ میں پہلے با حوالہ نقل کر چکا ہوں کہ جس طرح نسب پر فخر کرنا شریعت مطہرہ میں روا نہیں اسی طرح نسب بدلنا بھی گناہ عظیم ہے۔کیونکہ جھوٹا بننے کے علاوہ وہ شخص اپنے جد اور نسل کا انکاری ہو جاتا ہے۔آج کل تو عجیب وباء پھیلی ہوئی ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو جس خاندان، قبیلے یا قوم کا فرد کہہ دیا وہ اسی خاندان سے شمار ہوتا ہے۔اگر کوئی آدمی وادی تناول سے کراچی تک بیس خاندان تبدیل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔مگر یاد رہے ہم تفصیل کے ساتھ گزشتہ اوراق میں نقل کر چکے کہ جس طرح تفاخر نسبی منع ہے اسی طرح اپنا نسب چھپانا اور

۱ امام ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "محدث" مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۷

۲ ایضاً

۳ امام مسلم بن حجاج قشیری "محدث" مسلم شریف

تبدیل کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے ۔جس کی وباء آج کل عام ہے ۔ ہم تبدیلی نسب کے ماہرین کی خدمت میں یہ التماس ضرور کریں گے کہ ایک شریف النفس انسان سے تو یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بقائمی ہوش وحواس کسی دوسرے صحیح النسب فرد کا نسب صرف اپنے ذاتی بغض وعناد کی بناء پر بدلنے کی سعی نامشکور میں لگ جائے یا پھر اپنا نسب بدل کر کسی اور نسبت کی طرف رجوع کرے ۔ایسی اوچھی اور گھٹیا حرکت یعنی تبدیلی نسب کا ثبوت البتہ غالب کے اس شعر میں ضرور ملتا ہے جو حضرت بیدل رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فارسی شعر کا مفہوم مستعار رکھتا ہے۔ ؎

ضعف سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

قارئین! یاد رکھیے کہ تبدیلی نسب بہت بڑا گناہ ہے ۔اس لئے شریعت نے اپنے نسب سیکھنے اور جاننے کی ترغیب دی ہے ۔تو خدارا اپنے نسب کے بارے میں صحیح علم حاصل کریں ، اپنے آباء واسلاف سے اعراض کر کے دوسرے کو اپنا باپ بنا کر کفر کا ارتکاب اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن مت بنائیے ۔اس تفصیل کے بعد ہم اس کے سواء کیا کہہ سکتے ہیں کہ!

؎ اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کہ سرعام رکھ دیا ہے

پیشہ نسب نہیں

قارئین کرام! پیشہ اور قوم ،قبیلہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۔جو فہم وفراست عقل و دانش اور ذھانت وفطانت رکھنے والے افراد سے مخفی نہیں ۔روزی کمانے کے لئے مختلف کسب وفن سیکھنا مستحسن ہے ۔حضرت آدم اور حضرت شیث علیھما السلام کپڑا بنتے تھے ۔حضرت نوح علیہ السلام تجارت اور بڑھئی (ترکھان) تھے ۔حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے ۔حضرت صالح اور حضرت ہود علیھما السلام بیوپاری تھے ۔حضرت ابراھیم اور حضرت لوط علیھما السلام کاشتکار تھے ۔حضرت شعیب علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے ۔حضرت داؤد علیہ السلام زرہ

بناتے تھے۔حضرت سلیمان علیہ السلام حرفت کار اور دست کار تھے جو کھجور کے پتوں کے پنکھے اور چٹائیاں بنا کر بیچا کرتے اور بکریاں چراتے تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر بزازی رحمۃ اللہ علیہ خشت پزی کیا کرتے تھے۔ہومر، یونان کا ملک الشعراء مزارعہ تھا۔سقراط ایک بڑھئی یعنی ترکھان کا لڑکا تھا۔رومن حکومت کا ملک الشعراء فرصل ایک قلی کا فرزند تھا۔شیکسپئر ایک لکڑی فروش تھا۔امریکی صدر جنرل گرانٹ ایک چمرنگ کا بیٹا تھا بہر حال بڑے ہوں یا چھوٹے تمام نے ''الکاسب حبیب اللہ''محنتی اللہ کا دوست ہے۔
کے مصداق مختلف پیشے اپنائے۔بازی گر، بنجارہ، چمار، چھینیہ (دھوبی)، درزی، گدی، بکروال، موچی، کاسبی (جولاھا) کمہار، لوہار، ترکھان، تیلی ٹھٹیار، زرگر، چنگڑ، حجام، ہانجی، ماشکی، چھیورکمان گر، سادھو، کھٹیک (چمرنگ) خسرہ، ماچھی، معمار، سپادہ، للاری وغیرہ ہزاروں پیشے ہیں لیکن پدرم سلطان بود کہلانے والوں نے ان معزز پیشوں سے انصاف نہیں کیا ان کی اصلی قوم کے بجائے ان کو پیشہ کا نام اور سالہا سال تک پیشے ہی ان کی قوم رہے، علم و روشنی کے دور میں ان کی اصلاح ہوئی۔اس بارے میں شاعر ہفت زبان پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!
ہمارے ہاں یہاں قومیت ونسب کے بارے میں عجیب وغریب قسم کے تصورات پائے جاتے ہیں۔جو سراسر غیر اسلامی ہیں۔مثلاً یہ کہ جو شخص جس پیشے سے کسب معاش کرتا ہے اُسے اُسی نام سے پکارا جاتا ہے۔پیشے کے مطابق درجہ بندی کی جاتی ہے اور اسی پیشے کو اس کا نسب قرار دے دیا جاتا ہے۔جیسے موچی، درزی، جولاھا، نائی، میراثی، دھوبی، لوہار، قوال، قصاب، زرگر، ترکھان اور کمہار وغیرہ ظاہر ہے کہ یہ سب پیشے ہیں نسب تو نہیں، مگر اس کے باوجود انہیں بہ طور نسب سمجھا اور پکارا جاتا ہے۔عوام الناس اور جہلاء کا یہ انداز فکر تو کوئی تعجب انگیز نہیں مگر مجھے دکھ کے ساتھ حیرت ہوتی ہے جب کسی صاحب علم و دانش اور اہل قدر ومنزلت سے اس قسم کی سوچ کا اظہار ہوتا ہے۔میں نے اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بہ ظاہر

مہذب لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ چھوڑیے صاحب! فلاں تو دو پیسے کا موچی یا دو پیسے کا میراثی ہے۔ ^ل^

ایسا کہنے سے جہاں کچھ لوگوں کو وقتی طور پر ذہنی سکون ملتا ہے۔ وہاں کچھ انسان دوست، شائستہ، حقیقی تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں کو ذہنی کوفت بھی ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس جذباتی اذیت سے وہ لوگ زیادہ تردد سے دوچار ہوتے ہیں۔ جو قرآن وحدیث کے علاوہ بزرگان دین اور اکابرامت کی سیرت کا علم بھی رکھتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھانا سنت داؤدی ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ انسان بنیادی ضروریات حیات کی فراہمی کے لئے جو حلال اور جائز ذریعہ معاش اختیار کرے، وہ اس کا نسب تو نہیں بن جاتا اور جو لوگ ادنیٰ پیشے والوں کو گھٹیا اور پست قومیں تصور کرتے ہیں۔ وہ دراصل خود پست ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جب آپ کسی کی زبان سے ایسے حقارت انگیز الفاظ سنیں، تو سمجھ لیجئے کہ یہ شخص یا تو خود گھٹیا ہے یا بری طرح احساس کمتری کا شکار ہے۔ کم عقل وکم علم ہے یا پھر عظمت انسان سے ابھی ناآشنا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے۔ ؎

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

کیا بڑے انسانوں کی یہی علامات عظمت ہوا کرتی ہیں کہ خود تو عالی نسب بن کر دوسروں سے اپنی پوجا پاٹ کروائیں اور دوسروں کو دائرہ انسانیت سے بھی خارج سمجھیں۔ یہ صورت حال کچھ تو صدیوں تک مسلمانوں کے ہندوؤں سے باہمی معاشرتی اور سماجی اختلاط کا نتیجہ ہے۔ جن کی سوسائٹی کی بنیاد ہی ذات پات کی تقسیم پر رکھی گئی ہے اور کچھ انگریزی سامراج کے دور

ل یہ حال صرف قبلہ پیر صاحب کا نہیں بلکہ راقم الحروف بھی بہت سے بظاہر علم ودانش اور فہم وفراست رکھنے والوں کو جانتا ہے جو ایسے کلمات بولتے ہیں۔ مجھے حیرت بالائے حیرت ہوتی ہے کہ ایسے کلمات صاحبان علم کی زبان سے کیسے سرزد ہوتے ہیں۔ ہزاروی عفی عنہ

غلامی کی یادگار۔

کسب معاش کے ضمن میں ایک صحیح اور مستند روایت ملاحظہ کیجئے!

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرَبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ. خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَاَنَّ نَبِيَّ اللّٰہِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ [1]

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہاتھ کی کمائی سے حاصل کیے ہوئے طعام سے اچھا کسی نے نہ کھایا اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی جناب داؤد علیہ السلام بھی ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنا کر بیچا کرتے تھے)

ہمارے معاشرے میں جن اقوام کو ادنیٰ، کم تر یا نچلی قومیں کہا جاتا ہے۔ وہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق شرف انسانیت اور ذریت آدم ہونے کے اعتبار سے معاشرے کے خاندانی اور معزز افراد کے ساتھ برابر کی شریک وسہیم ہیں، البتہ قدرت نے نوع انسانی میں صلاحیتوں، فطری رجحانات اور استعداد کی کمی بیشی کا جو فرق رکھا ہے وہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ بقول شاعر!

؎ فریدا مہندی رانگلی جولائی سگل جہاں
اکناں نوں رنگ چڑھ گیا اک رہ گئے امن امان [2]

قارئین! پیشہ نسب نہیں اور اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسرے کو گھٹیا خاندان سے تصور کرنا بحیثیت مومن ہماری بہت بڑی کمزوری ہے۔ لہٰذا اپنا نسب جاننے، سمجھنے اور ضبط تحریر کرنے میں ہمیں تگ و دو کرنی چاہیے لیکن کسی دوسرے فرد یا خاندان کو ادنیٰ یا گھٹیا نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ

---

[1] امام ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "محدث" "مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۱

[2] پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ "مصنف" نام ونسب صفحہ ۹،۷

شریعت مطہرہ میں کسی صورت جائز نہیں۔

خلاصہ کلام!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے نسب وخاندان کو اعلیٰ اور دوسرے کے نسب کو گھٹیا سمجھنا یہ کسی صورت جائز نہیں۔ قرآن واحادیث سے اس بات کی ممانعت ہم نقل کر چکے ہیں مگر ہاں یاد رہے تحدیث نعمت کے طور پر اپنا نسب بیان کرنا بالکل جائز ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت ہمیں قرآن و احادیث اور آثار سے ملتا ہے۔ جس کی تفصیل ہم گزشتہ اوراق میں نقل کر چکے۔ قرآن مجید میں مختلف آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح انداز میں انسان کو اس کی حیثیت، مقام اور فرائض سے آگاہ فرمایا ہے۔ اور قوم، قبیلہ کا مقصد بھی بتایا ہے۔ ان تمام آیات کریمہ اور ان کا ترجمہ وتفسیر نقل کرنے سے کتاب کی مخاصمت کا خوف دامن گیر ہے۔ اس لئے میں یہاں صرف آیات کا نقشہ درج کرتا ہوں۔ تفصیل کا شوق و ذوق رکھنے والے حضرات کتب تفاسیر کا مطالعہ کریں۔ نقشہ آیات ملاحظہ کیجئے!

نمبر شمار	نام سورة	سورة نمبر	آیت نمبر
۱	البقرہ	۲	۴۷،۴۸،۴۹،۵۰،۶۰،۶۳،۶۴،۶۵،۶۶،۲۲۱،۲۵۳
۲	آل عمران	۳	۳۳،۳۴،۴۲،۴۳،۵۹،۱۴۰
۳	النساء	۴	۲۳،۲۴،۲۵،۹۰،۹۱
۴	المائدہ	۵	۸،۵۴
۵	الانعام	۶	۲
۶	الاعراف	۷	۱۱،۱۶۶،۱۸۹
۷	الحجر	۱۵	۲۸،۲۹،۳۰،۳۱،۳۲،۳۳،۳۴
۸	الکھف	۱۸	۳۷
۹	طہ	۲۰	۵۵

۱۰	المؤمنون	۲۳	۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۵۲، ۵۳، ۵۴
۱۱	السجدہ	۳۲	۶، ۷، ۸، ۹
۱۲	الاحزاب	۳۳	۶، ۲۱، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۴۰
۱۳	یٰسین	۳۶	۷۷، ۷۸، ۷۹
۱۴	الصفت	۳۷	۱۱
۱۵	الحجرات	۴۹	۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳
۱۶	الرحمان	۵۵	۱۴، ۱۵، ۱۶
۱۷	الممتحنہ	۶۰	۳، ۴، ۵، ۶
۱۸	التحریم	۶۶	۱۰، ۱۱، ۱۲
۱۹	القیامہ	۷۵	۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰
۲۰	اللھب	۱۱۱	۱، ۲، ۳، ۴، ۵

یہ تمام بحث جس نام نہاد علامہ صاحب کی وجہ سے تحریر میں لائی گئی ہے ۔ ان سے اب میرا سوال یہ ہے کہ جناب فرمائیے !!! قرآن و احادیث اور اکابر امت کے دلائل سے تو نسب نامے بیان کرنے اور لکھنے کی ترغیب ملتی ہے ۔ جسے آپ بکواس کہہ رہے ہیں ۔ میں نے اپنے مؤقف میں دلائل پیش کیے ہیں ۔ شجرہ نسب کی شرعی حیثیت و اہمیت بیان کرنے میں شدت و عصبیت سے کام نہیں لیا بلکہ دلائل سے بات کی ہے ۔ اور طنز ونشتر کے تیر نہیں چلائے ۔ دیکھئے علامہ موصوف میرے دلائل کے جواب میں دلائل سے بات کرتے ہیں یا بقول شاعر! ؎

اک تبسم ہزار شکوؤں کا
کتنا پیارا جواب ہوتا ہے

ہاں یہ سچ ہے کہ موصوف نے بہت سی کتابیں جمع کر رکھی ہیں اور وہ بہت بڑے کتب خانے

کے مالک ہیں ۔لیکن میں عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ ملاں جی کتب داری اور کتب بینی میں بہت بڑا فرق ہے ۔جناب زراملاطفت فرمائیے کہ جو دعویٰ آپ نے کیا ہے کہ شجرہ نسب اکھٹا کرنا یعنی ضبط تحریر میں لانا (یا قلمبند کرنا) بکواس ہے ۔ایسی بات تو علم و دانش ،فہم و فراست رکھنے والا شخص نہیں کرسکتا۔ماشاء اللہ آپ تو" علامہ" کے نام سے شہرت رکھتے ہیں پھر یہ بات آپ کی زبان سے کیسے سرزد ہوگئی ۔یقین جانیے مجھے دکھ کے ساتھ حیرت بھی ہوئی ہے بہر حال حضرت جی اپنے اس دعوے پر ۱۴سو سالہ تاریخ میں سے کوئی ایک روایت ہی پیش کر دیجیے ۔آپ نے اس نشت میں بھی صرف دعویٰ کیا تھا ۔اور مندرجہ بالا آیہ کریمہ (إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ) کی تفسیر میں کسی مفسر کا حوالہ پیش نہیں کیا تھا۔اور صرف دعوے سے تو اہل علم حضرات امام بخاری علیہ الرحمہ جیسے امیر المؤمنین فی الحدیث کی بات ماننے کے لئے بھی آسانی سے تیار نہیں ہو سکتے تو حضرت صاحب کے نرے دعوے کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں ۔اپنے دعوے پر دلیل پیش کریں !! میں نے تو آج تک نہ کوئی ایسا جملہ پڑھا نہ سنا جس میں شجرہ نسب کو محفوظ و قلمبند یا یاد کرنے کو بکواس قرار دیا ہو۔ایسی کوئی روایت کم از کم میری نظر سے نہیں گزری اور نہ میں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم دین سے ایسی کوئی روایت سنی ہے ۔ہاں اگر چودہ سو سال بعد آپ کو الہام ہوگیا ہو تو میں اس کو تسلیم کرنے کا مکلف نہیں ۔وہ آپ جانیں اور آپ کی قبر ۔ہاں یاد آیا موصوف کو اپنی تحقیق و منطق دانی پر بڑا غرور ہے اور اس کے نشے میں وہ چور چور ہیں لیکن الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بندہ ناچیز کو بھی کتب بینی سے خاصا لگاؤ ہے اور بات سمجھنے کا سلیقہ بھی ۔

ان کو غرورِ حسن ہے مجھ کو سرورِ عشق
وہ بھی نشے میں چور ہیں میں بھی پیئے ہوئے

اللھم ارنا الحق حقاً وّارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں پر ایک نظر

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جدامجد مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف کے چار قلمی شجرے میرے پیش نظر ہیں۔

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا پہلا قلمی شجرہ:

عم محترم مولانا محمد جان کا قلمی شجرہ

دوسرا، مولانا عبدالقیوم عرف سائیں استاد کا قلمی شجرہ

تیسرا، مولانا گوہر رحمان مردان کا مرتب شدہ شجرہ

چوتھا، مؤلف کتاب ارمغان افغان، قاضی عبدالخالق (گاؤں شیڑہ) کا مرتب کردہ شجرہ نسب میں پہلے ان شجروں کا بیان پھر سقم پھر تردید لکھوں گا۔ بعد اس کے جو روایت میری تحقیق کے مطابق پایہ صحت کو پہنچی درج کر کے شجرہ نسب مرتب کروں گا۔ مگر یاد رہے میری رائے و تحقیق سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کسی بھی محقق کی تحقیق حرف آخر کا درجہ تو نہیں رکھتی اور پھر بندہ ناچیز تو محقق ہونے کا دعوے دار بھی نہیں۔ اب آئیے قلمی شجروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مولانا محمد جان (گلی رحمکوٹ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی شجرہ مجھے بتوسط والد محترم مولانا عزیز الرحمان اطال اللہ عمرہ سے ملا ہے۔ جس میں مولانا عبدالکریم جدامجد قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے چار فرزند:

(۱) عزیز اللہ (۲)۔حیات اللہ (۳)۔مراد اللہ (۴)۔سلام دین

درج ہیں۔ مگر شومئی قسمت کہ مولانا محمد جان نے اس کے نیچے کے ناموں میں صرف اپنے شجرے یعنی عزیز اللہ کی اولاد کے نام درج کیے اور پھر عزیز اللہ کے تین بیٹوں میں سے بھی صرف علی بابا کے نیچے کے نام لکھے ہیں۔ باقی دو اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے تین اجداد کی اولاد کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہو سکے کہ موصوف کے نزدیک مولانا عبد

الکریم کے تین بیٹوں اورعزیز اللہ کے باقی ماندہ دوصاجزادوں کی کتنی کتنی اولاد تھی اوران کے اسماء کیا تھے؟

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا دوسرا قلمی شجرہ:

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا دوسرا قلمی شجرہ" دیوبندی مکتبہ فکر کے ممتاز عالم دین مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد (کُلبَند شَریف، چمراسی) کے ہاتھ کا لکھا مجھے ان کے صاجزادے مولانا محمد زاہد (کُلبَند شَریف، چمراسی) سے ملا ہے۔

اس شجرے میں بھی قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے جد امجد مولانا عبد الکریم قدس سرہ السامی کے چار صاجزادوں کے اسماء

(۱)عزیز اللہ (۲)۔حیات اللہ (۳)۔مراد اللہ (۴)۔سلام دین

درج ہیں۔لیکن شومئی قسمت کہ مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد نے بھی نیچے کے ناموں میں صرف عزیز اللہ کے تین بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔جس طرح مولانا محمد جان کے قلمی شجرے میں ذکر ہے۔اسی طرح مولانا موصوف کے قلمی شجرے میں بھی عزیز اللہ کے تین فرزندوں

(۱)۔علی (۲)۔محمد (۳)اورفاروق کے اسماء درج ہیں اور پھر صرف علی بابا سے نیچے کے نام اپنے نام تک درج کیے ہیں۔یعنی موصوف کے شجرے میں بھی حیات اللہ، مراد اللہ، سلام دین اورعزیز اللہ کے دو بیٹوں محمد اور فاروق کی اولاد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ان دونوں بزرگوں نے صرف اپنا شجرہ نسب لکھا ہے باقی قوم کا شجرہ نسب مرتب نہیں کیا۔کاش یہ دونوں بزرگ باقی اسلاف کے اخلاف کے اسماء بھی درج کرتے۔معلوم نہیں ان علماء نے اس طرف توجہ کیوں نہیں دی؟ان دونوں قلمی شجروں میں بالکل اتفاق ہے اورکسی ایک نام میں بھی اختلاف نہیں۔مولانا عبد الکریم قدس سرہ السامی کے چار فرزند تولد ہوئے۔یہ بات ان دونوں قلمی شجروں میں بھی درج ہے اورقوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے نقد متواتر میں بھی یہ روایت چلی آرہی ہے۔آج بھی اس قوم کی اکثریت، علماء ومشائخ اور بزرگ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے جد امجد مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند متولد ہوئے

تھے۔موجودہ بزرگوں میں سے جو اس بات کے قائل ہیں ان میں سے چند ایک کے نام پیش خدمت ہیں۔

۱۔مولانا قاضی محمد اسماعیل (گلی رحمکوٹ)

۲۔والد مؤلف کتاب مولانا عزیز الرحمان (گاؤں گلی رحمکوٹ)

۳۔مولانا محمد ایوب (کُلُبَند شریف چمراسی)

۴۔محمد مسکین بابا (گاؤں ڈنہ)   ۵۔مولانا غلام سرور (گاؤں سُنج)

۶۔ملک خلیل الرحمان (گاؤں ڈنہ)

کے علاوہ بھی بہت سارے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے اکابر ہیں جو مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ کے چار فرزندوں والی روایت بیان کرتے ہیں۔ [۱]

یہاں یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ مولانا عبدالحق (گاؤں شوشنی) مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا طاہر اللہ عرف تیر اللہ بتاتے ہیں اور پھر طاہر اللہ کے چار فرزند (۱)۔عزیز اللہ (۲)۔حیات اللہ (۳)۔مراد اللہ (۴)۔سلام دین کا ذکر کرتے ہیں۔بہرحال قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے اکثر بزرگ، علمائے کرام اور مشائخ عظام کا بیان مذکورہ بالا دو قلمی شجروں کے بالکل موافق ہے کہ ہمارے جد امجد مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی کے چار فرزند تولد ہوئے تھے۔ جن کے اسماء میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ان میں سے کس بزرگ کے کتنے بیٹے تھے یہ آگے چل کر بیان کروں گا۔

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا تیسرا مرتب شدہ شجرہ:

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا تیسرا مرتب شدہ شجرہ مولانا گوہر رحمان (مردان) کا ہے۔جو مختلف کتب و رسائل میں منصہ شہود پر جلوہ گر بھی ہو چکا ہے۔اس شجرے میں قوم مانکیال کے جد امجد مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے درج ہیں۔جن کے اسماء (۱)۔عزیز اللہ

---

[۱] مَنْ شَاءَ بِالتَّفْصِيْلِ فَلْيَرْجِعْ مَشَائِخَ الْقَوْمِ

(۲)۔حیات اللہ (۳)۔محمد گل لکھے گئے ہیں۔ [1]

چونکہ یہ شجرہ مرتب ہو کر مختلف کتب و رسائل میں شائع ہو چکا ہے ۔اس لئے اس پر ذرا تفصیلی گفتگو کرتا ہوں ۔اس شجرے کے مرتب مولانا گوہر رحمان تو آج بقید حیات نہیں کہ ان سے ملاقات کر کے اس بارے میں استفسار کیا جائے ۔تاہم اس شجرہ نسب کے متعلق موصوف کے چھوٹے بھائی مولانا محمد ہارون (خطیب جامع مسجد قلندر آباد) سے میری ملاقات دسمبر ۲۰۱۰ء کی کسی تاریخ کو جامع مسجد قلندر آباد کے شمال جانب واقع ایک کمرے میں ہوئی ۔جس میں موصوف دن کا اکثر وقت گزارتے ہیں ۔میں نے اپنا تعارف کروانے کے بعد اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو بہت خوش ہوئے ۔اس نشست میں موصوف سے میری جو گفتگو ہوئی وہ یہاں قلمبند کرتا ہوں ۔موصوف کا نام لکھوں گا اور اپنے نام کی جگہ راقم الحروف لکھوں گا۔اس بیٹھک کا کچھ احوال آپ بھی ملاحظہ فرمائیں!

راقم الحروف: کاکا، [2] مولانا گوہر رحمان نے جو شجرہ مرتب کیا یہ وہ کہاں سے لائے تھے؟ یا کن اکابر سے سن کر مرتب کیا تھا؟ کیونکہ مولانا موصوف ایام طفولیت یا مراہقانہ عمر میں اپنے اصلی وجدی وطن گُلبَند شَرِیف، چمراسی سے مہاجرت اختیار کرنے کے بعد ساری زندگی پھر اپنے آبائی وجدی گاؤں چمراسی نہیں گئے ۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! آپ کی بات بالکل درست ہے ۔شیخ القرآن مولانا گوہر رحمان اپنے اصلی وجدی گاؤں " گُلبَند شَرِیف، چمراسی" سے ہجرت کرنے کے بعد ساری زندگی پھر چمراسی نہیں گئے ۔موصوف کو یہ شجرہ میں نے مرتب کر کے دیا تھا۔

راقم الحروف: چچا! ابھی آپ ایام طفولیت میں تھے کہ آپ کے سر سے والد کا شفیق

---

[1] الشیخ کلیم اللہ "مرتب"، تذکرہ شیخ الاسلام صفحہ ۱۶

[2] ہمارے خاندان میں چچا محترم کو کاکا کہہ کر پکارتے ہیں ۔چونکہ مولانا محمد ہارون صاحب، میرے والد محترم مولانا عزیز الرحمان صاحب کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور ایک رشتے میں چچا زاد بھائی بھی لگتے ہیں ۔اس لئے ہم ان کو "کاکا" کہہ کر ہی مخاطب کرتے ہیں ۔لیکن میں یہاں ادباً لفظ چچا ہی استعمال کروں گا۔

سایہ اُٹھ چکا تھا اور آپ دونوں بھائی ایام طفولیت یا مراہقانہ عمر میں حصول تعلیم کی غرض سے اپنے اصلی وجدی گاؤں "گُلبَند شَریف، چمراسی" سے ترک سکونت کر چکے تھے۔ تو آپ نے یہ شجرہ کہاں سے یا کن اکابر سے نقل کر کے مرتب کیا؟

مولانا محمد ہارون: کیوں بیٹا! میرے مرتب کردہ شجرے میں کوئی غلطی ہے؟ مجھے صحیح یاد نہیں کہ یہ شجرہ مجھے کہاں سے ملا تھا؟ غالباً کسی کتاب میں لکھا ہوا ملا تو میں نے بھی تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی اور مِن وَعَن مولانا گوہر رحمان کو دے دیا۔

راقم الحروف: چچا! آپ کے مرتب کردہ شجرے میں چند خامیاں ہیں۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! وہ کیا؟

راقم الحروف: چچا! آپ کے ماموں زاد بھائیوں: علامہ قاضی محمد اسماعیل، مولانا محمد جان، مولانا عزیز الرحمان، مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد، مولانا محمد ایوب کے علاوہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے خاندانوں میں سے محمد مسکین بابا (ڈنہ)، ملک خلیل الرحمان (ڈنہ)، مولانا غلام سرور (سُنج) اور دیگر کئی بزرگوں کے بیان کے مطابق مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے۔ عزیز اللہ، حیات اللہ، مراد اللہ، سلام دین جبکہ آپ کے مرتب کردہ شجرے میں تین بیٹوں کا ذکر ہے اور یہ بات آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کے ماموں زاد بھائیوں میں سے سوائے میرے والد محترم کے باقی چاروں (مولانا اسماعیل، مولانا محمد جان، مولانا عبد القیوم، مولانا محمد ایوب) حضرات آپ سے عمر میں بڑے تھے اور ہیں انہوں نے ظاہر ہے اپنا شجرہ نسب اپنے آباء علامہ قاضی عبد المستعان اور علامہ قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہما سے سن کر ہی مرتب اور یاد کیا ہوگا۔ لہذا مجھے آپ کے مرتب کردہ شجرے سے مذکورہ بالا بزرگوں کا مرتب شدہ اور بیان کردہ شجرہ قوی اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! میں نے جو شجرہ نسب مرتب کر کے مولانا گوہر رحمان کو دیا تھا۔ مجھے جو ملا وہ میں نے من وعن ویسے ہی ان کو دے دیا۔ قلت وقت اور کثرت مصروفیت کی وجہ سے مجھے اس شجرے پر تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

راقم الحروف: چچا حضور! بصد ادب واحترام مجھے آپ کا مرتب شدہ شجرہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔آپ کی روایت کے مطابق مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے مجھے یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے اور یہ پایہ اثبات و اعتماد کے قابل نہیں۔آپ کی بیان کردہ روایت میں پوری قوم مانکیال اکوزئی کا ایک فرد بھی آپ کے ساتھ نہیں بلکہ آپ اکیلے ہیں۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں قلت وقت اور کثرت مصروفیت کی وجہ سے تحقیق نہیں کرسکا۔اب مجھے صحیح یاد بھی نہیں کہ یہ شجرہ مجھے کہاں سے ملا تھا؟

راقم الحروف: چچا! آپ کے مرتب شدہ شجرے میں مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیٹے کا نام محمد گل درج ہے۔یہ مولانا موصوف کے بیٹے تھے یا پڑپوتے؟

مولانا محمد ہارون: مسکراتے ہوئے بیٹا! آپ کے سوال کے اندر ہی اس کا جواب ہے۔جیسا کہ آپ سوال میں پوچھ چکے ہیں کہ میرے مرتب شدہ شجرے میں محمد گل مولانا موصوف کا بیٹا درج ہے تو ظاہر ہے وہ مولانا موصوف کا بیٹا ہی تھا پڑپوتا نہیں تھا۔

راقم الحروف: چچا! محمد گل کی اولاد شوشنی گاؤں میں آباد ہے اور ان کا دعوی ہے کہ محمد گل،مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ کے بیٹے نہیں پڑپوتے تھے۔مولانا عبدالکریم کے بیٹے مراد اللہ، مراد اللہ کے بیٹے نجم الدین اور نجم الدین کا بیٹا محمد گل تھا۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟

راقم الحروف: چچا! یہ بات قوم مانکیال اکوزئی کے کئی بزرگوں کے علاوہ خود محمد گل کے پڑپوتے اور آپ کے خالہ زاد بھائی مولانا عبدالحق (شوشنی) عمر تقریباً (۹۹) سال نے مجھے بتائی ہے۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! ہوسکتا ہے میرے مرتب شدہ شجرے میں بھولے سے دو نام رہ گئے ہوں۔میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ میرا مرتب شدہ شجرہ سو فیصد درست ہے۔

راقم الحروف: چچا! حیات اللہ اور محمد گل کے کتنے کتنے بیٹے تھے اور ان کے اسماء

کیا تھے؟ اگر آپ کے علم میں ہوں تو؟

مولانا محمد ہارون: بیٹا! یہ میرے علم میں نہیں۔

راقم الحروف: چچا! آپ کے مرتب کردہ شجرے میں عزیز اللہ کے بیٹوں میں تین نام وہ درج ہیں۔ جن کو اہل گُلبَند شریف یعنی گُلبنڑیں خیل کے قلمی شجروں میں بھی میں نے نہیں پایا اور نہ ہی اہل گُلبَند شریف کے موجودہ اکابر ان کو اپنا اجداد تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا گوہر رحمان سے سہو ہوا ہے۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! وہ نام کون کون سے ہیں؟

راقم الحروف: چچا! آپ کے مرتب شدہ شجرے میں عزیز اللہ کا بیٹا قادرین اور قادرین کا بیٹا مہدین اور مہدین کا بیٹا صابرین درج ہے۔ جبکہ میرے پاس اہل گُلبَند شریف کے دو علماء اور آپ کے ماموں زاد بھائیوں مولانا محمد جان اور مولانا عبد القیوم عرف سائیں استاد کے قلمی شجروں میں عزیز اللہ کا بیٹا علی المعروف شھید بابا اور علی کا بابا اسماعیل المعرف چھڑئ والا بابا اور اسماعیل کا بیٹا وصی اللہ لکھا ہوا ہے اور موجودہ اکابرین اہل گُلبَند شریف عرف گُلبنڑیں کی روایت کے مطابق یہی نام صحیح و درست ہیں۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! مجھے اپنا مرتب شدہ شجرہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ باقی آپ کو تحقیق کا حق حاصل ہے۔

راقم الحروف: چچا! آپ کے مرتب کردہ شجرے میں مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کے علاوہ اہل گُلبَند شریف عرف گُلبنڑیں کے اجداد کے اسماء میں بھی اختلاف ہے۔ آپ کے بیان کردہ شجرے میں علی نام ہی درج نہیں ہے جو شہید بابا کے نام سے مشہور ہیں اور باقی تین نام آپ کے شجرے میں ایسے درج ہیں جنہیں اہل گُلبَند شریف عرف گُلبنڑیں کے موجودہ اکابرین ان ناموں سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں اور اہل گُلبَند شریف کے دو عظیم علماء کے قلمی شجروں میں بھی ان کا ذکر نہیں اس کے علاوہ آپ کے مرتب شدہ شجرے میں وصی اللہ کا بیٹا حبیب اللہ درج ہے۔ جبکہ اہل گُلبَند شریف عرف گُلبنڑیں کے قلمی

شجروں اور موجودہ اکابرین کی روایت کے مطابق وصی اللہ کا بیٹا بر اللہ تھا۔ حبیب اللہ وصی اللہ کا پوتا تھا۔ آپ کے مرتب شدہ شجرے میں اور باقی قلمی شجروں میں بمع اہل گُلبَند شریف اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ بزرگوں کی روایات میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ایک طرف آپ اکیلے ہیں اور دوسری طرف پوری قوم اور گُلبنڑیں کے قلمی شجروں اور موجودہ بزرگوں کا بیان ہے تو پھر آپ کا مرتب کردہ شجرہ کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے؟ جبکہ آپ کو اس کا ماخذ بھی صحیح یاد نہیں؟

مولانا محمد ہارون: بیٹا! جس کو جو روایت ملی یا جس نے اپنے آباء واجداد سے جیسے سنا اس نے اسی کے مطابق شجرہ مرتب کیا۔ ماشاء اللہ شجرہ نسب میں، میری معلومات سے زیادہ آپ جانتے ہیں۔ کیونکہ آپ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف پر کافی تحقیق کر چکے۔ لہٰذا آپ اپنی تحقیق کے مطابق شجرہ نسب مرتب کریں اور میرے مرتب شدہ شجرے سے اختلاف رائے رکھنا ہر صاحب علم کے لئے جائز ہے۔

راقم الحروف: چچا! آپ کے مرتب کردہ شجرے سے میں اختلاف رائے رکھتا ہوں اس میں کچھ خامیاں ہیں جو میں آپ کے سامنے بصد ادب واحترام عرض کر چکا ہوں۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! میں نبی نہیں کہ میرے قول سے اختلاف کفر ہو۔ ہر دور میں صاحب علم لوگوں کا اختلاف رہا ہے پھر تحقیق کا دروازہ تو بند نہیں۔ آپ کو تحقیق کرنے اور میرے مرتب شدہ شجرے سے اختلاف رکھنے کا پورا حق ہے اور میں اس بات کا معترف ہوں کہ میں نے شجرہ نسب پر تحقیق نہیں کی۔

راقم الحروف: چچا! قوم مانکیال تنولی قوم کی شاخ ہے؟

مولانا محمد ہارون: نہیں بیٹا! مانکیال، تنولی قوم کی شاخ نہیں بلکہ اکوزئی پٹھان ہے۔

راقم الحروف: چچا! ''الافغان تنولی'' کے مصنف غلام نبی خان نے مانکیال قوم کو تنولی لکھا ہے اور اپنی کتاب میں وہی شجرہ درج کیا ہے جو مولانا گوہر رحمان کا مرتب کردہ ہے جو بقول آپ کے مولانا موصوف کو آپ نے مرتب کر کے دیا تھا۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! غلام نبی خان میرے غریب خانے (جامع مسجد قلندر آباد) میں تشریف لائے تھے اور میں نے ہی ان کو یہ شجرہ مرتب کر کے دیا تھا لیکن انہوں نے قوم مانکیال کو تو تنولی نہیں لکھا۔

راقم الحروف: چچا! آپ کے پاس ان کی کتاب الافغان تنولی موجود ہے یا آپ کی نظر سے گزری ہے؟

مولانا محمد ہارون: جی ہاں بیٹا! میں نے ان کی کتاب پڑھی ہے اس میں ہماری قوم کو تنولی نہیں لکھا گیا۔

راقم الحروف: چچا! آپ نے موصوف کا یہ جملہ جو انہوں نے صفحہ ۳۳۳ پر لکھا ہے پڑھا ہے "حضرت مولانا گوہر رحمان بن محمد شریف قوم تنولی" [۱]

مولانا محمد ہارون: جی ہاں بالکل پڑھا ہے۔

راقم الحروف: چچا! معاف کرنا جب مولانا گوہر رحمان تنولی قوم کے فرد ہوئے تو میں اور آپ؟ موصوف کی تحریر سے مانکیال قوم کا تنولی ہونا عیاں ہوتا ہے کہ نہیں؟

مولانا محمد ہارون: بیٹا! آپ کی بات میں وزن ہے۔

راقم الحروف: چچا! میری بات میں وزن نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ غلام نبی خان نے قوم مانکیال کو تنولی لکھا ہے۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! میری اس طرف توجہ نہیں گئی، غلام نبی خان سے غلطی سرزد ہوگئی ہے مانکیال تنولی قوم کی شاخ نہیں بلکہ اکوزئی پٹھان ہیں۔

راقم الحروف: چچا! اب اجازت دیجیے اگر زندگی نے وفا کی تو آپ کے پاس پھر آؤں گا۔

مولانا محمد ہارون: بیٹا! آپ بہت اچھا کام کر رہے ہو میری دعا ہے اللہ کریم آپ کو آپ کے نیک ارادوں میں کامیاب و کامران کرے۔ جب آپ کی یہ تاریخی کتاب مکمل ہو اور منصہ

---

[۱] **غلام نبی خان صاحب "مؤرخ" الافغان تنولی صفحہ ۳۳۳**

شہود پر جلوہ گر ہو جائے تو مجھے ایک کتاب ضرور دینا تاکہ میں اپنے مرتب شدہ شجرے کی اصلاح کر سکوں۔

راقم الحروف: ان شاء اللہ چچا ضرور!!!!!

قارئین! یہ بات تو بالکل عیاں ہوگئی کہ مولانا گوہر رحمان کو یہ شجرہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد ہارون نے مرتب کر کے دیا تھا جو انہوں نے من وعن اپنے حالات زندگی میں درج کر دیا۔ جس کی خامیاں اور کمزوریاں میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

قارئین! میں انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولانا گوہر رحمان نے تحقیق کا کام نہیں کیا یا دینی، علمی اور سیاسی مصروفیات کی وجہ سے ان کو شجرہ نسب کی تحقیق و ریسرچ کرنے کا وقت نہیں ملا۔ کیونکہ مولانا موصوف نے بڑی مصروف زندگی گزاری ہے۔ اس وجہ سے ان کو جو پہنچا انہوں نے وہی مقرر کر لیا اور صحیح و غلط میں میزان تحقیق قائم نہ کیا جس کی وجہ سے وہ اصل امر سے دور ہو گئے اور جو کچھ مقرر کیا وہ غلط مقرر ہوا۔ مولانا گوہر رحمان کی دینی، علمی اور سیاسی مصروفیات کا اندازا آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ موصوف نے اپنے آبائی و جدی وطن گُلَبَند شَرِیف، چمراسی کو ایام طفولیت یا مراہقانہ عمر میں خدا حافظ کہا تو پھر ساری زندگی اپنے آبائی وطن جانے کا موقع نہیں ملا۔ میں بصد ادب و احترام یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جب مولانا موصوف ایام طفولیت یا مراہقانہ عمر میں ہی اپنے اصلی و جدی وطن "گُلَبَند شَرِیف، چمراسی" سے مہاجرت اختیار کر چکے اور پھر ساری زندگی اصلی و جدی وطن واپس ہی نہیں گئے تو ان کا مرتب شدہ شجرہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ رہی بات موصوف کے برادر اصغر مولانا محمد ہارون صاحب کی تو میں اپنے اور ان کے درمیان ہونے والی بیٹھک کا احوال پہلے بیان کر چکا ہوں وہ بھی اس مرتب شدہ شجرے کا ماخذ بتانے سے عاجز ہی ہیں۔ لہٰذا میرے نزدیک ان دونوں بزرگوں کا مرتب کردہ شجرہ صحیح نہیں، اس میں غلطیاں ہیں جن کی تفصیل میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اہل گُلَبَند شَرِیف کے موجودہ اکابرین میں سے کوئی بھی مذکورہ مرتب شدہ شجرے کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ شجرہ اعتبار سے ساقط ہوا۔

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا چوتھا اور اہم قلمی شجرہ:

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں میں سے چوتھا اور اہم شجرہ قاضی عبد الخالق گاؤں شیڑھ U/C بانڈی شنگلی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ کا ہے۔ جو ان کی کتاب ارمغان افغان (قلمی نسخہ) میں درج ہے۔قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تولد ہوئے تھے۔عزیز اللہ اور طاہر اللہ عرف تیر اللہ پھر قاضی موصوف طاہر اللہ کا ایک بیٹا حیات اللہ اور حیات اللہ کے چھ بیٹے رسال، مراد اللہ، رحم الدین، سمندر، سلام دین، سراج الدین بتاتے ہیں۔ ۱

قاضی موصوف کا مرتب شدہ شجرہ بھی گفتگو سے مستثنیٰ نہیں۔میرے خیال میں قاضی عبد الخالق نے تحقیق ہر چند کی ان تک صحیح احوال بھی پہنچے آخر جو کچھ پہنچ گیا وہی مقرر کیا اور نہ ہونے سے اسی کا ہونا بہتر تصور کیا۔پس بسبب معذوری عدم توجہ کہ اصل امر سے آگاہ نہ ہوئے اور جو کچھ مقرر کیا اس میں کچھ غلطی سرزد ہوگئی۔

قارئین! قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی صدری روایت جو پشتوں سے نقد متواتر چلی آ رہی ہے کہ مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عزیز اللہ کی اولاد عنزوڑے (المعروف کُلبنَڑیں) حیات اللہ کی اولاد حیاتوڑے، مراد اللہ کی اولاد مرادوڑے اور سلام دین کی اولاد کو سلاموڑے کہتے تھے اور آج بھی کہتے ہیں۔سوائے عزیز اللہ کی اولاد کے باقی تمام بزرگوں کی اولادیں آج بھی قوم مانکیال میں انہی القابات سے شہرت رکھتی ہیں۔بس عزیز اللہ کی اولاد کُلبنَڑیں کے نام سے موسوم ہے ۲

ہماری اس قومی روایت کا ذکر مؤلف ارمغان افغان نے بھی کیا ہے۔

---

۱ قاضی عبد الخالق صاحب "مؤرخ" ارمغان افغان قلمی نسخہ

۲ قَدَّمْتُ مَا يَكْفِيْ وَيَشْفِيْ

چنانچہ موصوف لکھتے ہیں!

(مولانا) عبدالکریم بابا کا مولد مانکا (مانکو یا منکر، ہزاروی) نامی گاؤں تھا اسی بناء پر ان کی اولاد مانکیال کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ان کے بیٹے عزیز اللہ کی اولاد کو عنزوڑے اور مراد اللہ کی نسل مرادوڑے اور حیات اللہ کی اولاد حیاتوڑے اور سلام دین کی اولاد سلاموڑے کہلاتی ہے [1]

قاضی موصوف پر حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ انہوں نے آخر میں ذکر صرف چار کا کیا ہے۔ جبکہ نام موصوف نے عزیز اللہ اور حیات اللہ کے علاوہ چھ لکھے ہیں۔ اگر قاضی موصوف کی دو بیٹوں والی روایت کو تسلیم کر دیا جائے کہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تھے۔ عزیز اللہ اور طاہر اللہ، عزیز اللہ کی اولاد کو عنزوڑے کہتے ہیں۔ جبکہ طاہر اللہ کا ایک ہی بیٹا تھا حیات اللہ جس کی اولاد کو حیاتوڑے کہتے تھے اور ہیں۔ تو پھر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ قاضی موصوف کی بیان کردہ روایت کے مطابق تو مراد اللہ اور سلام دین بھی حیات اللہ کے بیٹے تھے پھر ان کی اولادوں کا اپنے آپ کو مرادوڑے اور سلاموڑے کہلانا چہ معنی دارد؟ یہ بھی تو موصوف کے نزدیک حیات اللہ کے بیٹے تھے اور موصوف نے خود لکھا کہ حیات اللہ کی اولاد حیاتوڑے کہلاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قاضی عبدالخالق کا مطلب یہ تھا کہ حیات اللہ کے بیٹے مراد اللہ کی اولاد مرادوڑے اور سلام دین کی اولاد سلاموڑے کہلاتی ہے۔ جبکہ باقی چار بیٹوں رسال، سمندر، سراج الدین، اور رحم الدین کی اولادیں حیاتوڑے کہلاتی ہیں۔ تو پھر قاضی موصوف کی تحریر ایسے ہونی چاہیے تھی کہ مولانا عبدالکریم کے بیٹے عزیز اللہ کی اولاد عنزوڑے (المعروف گُلبَنڑِیں) اور عزیز اللہ کے بھتیجے حیات اللہ یا طاہر اللہ کے فرزند حیات اللہ کے چار بیٹوں رسال، سمندر، سراج الدین اور رحم الدین کی اولادیں تو حیاتوڑے کہلاتی ہیں۔ جبکہ

---

[1] قاضی عبدالخالق صاحب "مؤرخ" ارمغان افغان/قلمی نسخہ

حیات اللہ کے ہی ایک بیٹے مراد اللہ کی نسل مرادوڑے اور دوسرے بیٹے سلام دین کی اولاد سلاموڑے کہلاتی ہے ۔لیکن قاضی موصوف کی تحریر ایسے نہیں بلکہ قاضی موصوف کی تحریر اور جملوں پر تھوڑا سا غور وفکر کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا چاروں بزرگ مولانا عبدالکریم کے بیٹے تھے ۔ زرا موصوف کی تحریر ایک مرتبہ پھر ملاحظہ کریں ۔موصوف لکھتے ہیں !

(مولانا) عبدالکریم بابا کا مولد مانکا (مانکو یا منکر) نامی گاؤں تھا اسی بناء پر ان کی اولاد مانکیال کے نام سے یاد کی جاتی ہے ۔ ان کے بیٹے عزیز اللہ کی اولاد عنزوڑے، مراد اللہ کی اولاد مرادوڑے، حیات اللہ کی اولاد حیاتوڑے اور سلام دین کی اولاد سلاموڑے کہلاتی ہے۔

قارئین! خط کشیدہ عبارت کو بغور پڑھیں تو آپ پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ قاضی موصوف بھی یہاں عزیز اللہ، مراد اللہ، حیات اللہ اور سلام دین کو مولانا عبدالکریم کے بیٹے لکھ گئے ہیں ۔

غالباً ایسے ہی موقع پر کسی رسیدہ فکر نے کہا ہے کہ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک ماہ کنعان کا

تعجب و حیرت اس بات پر ہے کہ قاضی موصوف آگے مزید لکھتے ہیں کہ بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ سلام دین مانکیال نہیں ہے ۔معلوم نہیں قاضی موصوف کی قلم سے یہ تضادات کیسے اور کیونکر سرزد ہو گئے؟ بہر حال قاضی موصوف کے ان الفاظ سے کہ ان کے بیٹے عزیز اللہ کی اولاد عنزوڑے مراد اللہ کی اولاد مرادوڑے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ موصوف بہ سبب معذوری عدم توجہ اصل امر سے آگاہ نہیں ہوئے ۔اگر قاضی موصوف ہماری خاندانی وقومی روایت (جو انہوں نے خود بھی نقل کی) پر تھوڑا سا غور وفکر کرتے تو ان پر آفتاب کی طرح واضح ہو جاتا کہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے ۔میں قاضی موصوف کے علم، علمی معلومات اور

تقدس کا قائل ہوتے ہوئے بھی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قاضی صاحب نے اپنی ہی دونوں تحریروں (مولانا عبدالکریم کے دو بیٹے اور دوسری عزیز اللہ کی اولاد عنز وڑے، مراد اللہ کی اولاد مراد وڑے۔۔۔۔۔۔۔) پر غور وفکر نہیں کیا۔ اگر وہ تھوڑا سا توجہ فرماتے تو ان پر بھی یہ واضح ہو جاتا کہ میری دونوں تحریریں آپس میں متضاد ہیں۔ بہر حال قاضی عبدالخالق کی اتنی بات سے تو میں اتفاق کرتا ہوں کہ عزیز اللہ کی اولاد کو عنز وڑے، مراد اللہ کی اولاد کو مراد وڑے حیات اللہ کی اولاد حیا توڑے اور سلام دین کی نسل سلاموڑے کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ میری خاندانی وقومی روایت ہے اور یہ آفتاب کی طرح بالکل روشن ہے اور آج بھی قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی میں آپس کی شناخت کے لیئے عنز وڑے یعنی گُلبنڑیں، مراد وڑے، حیا توڑے اور سلاموڑے کے جدا جدا ناموں سے بھی گاہے گاہے یاد کیے جاتے ہیں۔ لیکن مشترک اور مجموعی نام مانکیال اکوزئی یوسف زئی ہے۔ لیکن قاضی موصوف کی اس بات سے میں قطعاً اتفاق نہیں رکھتا کہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تھے اس کی پہلی وجہ یہ کہ ہمارے خاندانی وقومی قلمی شجروں میں مولانا عبدالکریم قدس سرہ کے چارفرزندوں کا ذکر ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابر، علماء ومشائخ اور بزرگ حضرات کی اکثریت آج بھی قائل ہے کہ مولانا عبدالکریم قدس سرہ السامی کے چارفرزند ارجمند تولد ہوئے تھے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ حق اکثریت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اَلْقَاعِدَۃُ الْمُقَرَّرَۃُ اَنَّ الصَّوَابَ مَعَ الْاَکْثَرِ۔ تیسری وجہ یہ کہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی قومی روایت ہے کہ عزیز اللہ کی اولاد عنز وڑے، مراد اللہ کی اولاد مراد وڑے، حیات اللہ کی اولاد حیا توڑے اور سلام دین کی نسل سلاموڑے کہلاتی ہے۔ یاد رہے عزیز اللہ بابا کی اولاد عنز وڑے کے علاوہ گُلبنڑیں کے لقب سے بھی شہرت رکھتی ہے جس کی تفصیل اہل گُلبند کون؟ کے عنوان کے تحت میں بیان کر چکا ہوں۔

قارئین! قاضی موصوف کے قلمی شجرے پر میرے تجزیے کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی صاحب

کے قلمی شجرے میں تضادات ہیں ۔مثلاً پہلے قاضی صاحب مولانا کے دو بیٹے ثابت کرتے ہیں پھر ان کی تحریر سے ہی چار کا ثبوت ملتا ہے ۔عنزوڑے ، حیاتوڑے ، مرادوڑے اور سلاموڑے پھر آگے لکھتے ہیں ۔سلام دین مانکیال نہیں ۔ پہلے سلام دین کی اولاد کو سلاموڑے لکھتے ہیں بعد میں کہتے ہیں بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ یہ مانکیال نہیں ۔فیاللعجب

قارئین! یاد رہے ان چار قلمی شجروں کے علاوہ بھی زبانی شجرے (نسب) سننے میں آئے ہیں چونکہ وہ کتابت میں نہیں پہنچے تھے لہٰذا میں نے بھی ان سے یہاں کتابت نہیں کی ۔

ماحصل : ساری تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ اول الذکر دو قلمی شجروں اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابر علماء ومشائخ حضرات کے قول اور ہماری صدری روایت سے جو میں نے نتیجہ اخذ کیا ہے اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے عزیز اللہ، حیات اللہ، مراد اللہ، سلام دین پھر قلمی شجروں اور اہل گُلبَند شَریف کے موجودہ مشائخ کے بیان کے مطابق عزیز اللہ کے تین بیٹے علی محمد اور فاروق جبکہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ بزرگوں کے بیان کے مطابق حیات اللہ کے چار فرزند تھے ۔ رسال، سمندر، سراج الدین اور چوتھے کا نام معلوم نہیں ۔مراد اللہ کے دو فرزند نجم الدین اور رحم الدین جب کے سلام دین کا ایک بیٹا برکات پیدا ہوا ۔بعض بزرگوں کے بیان کے مطابق دو بیٹے تولد ہوئے تھے برکات اور فقیر، یہاں تک قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے دو عظیم اور جلیل القدر علمائے کرام مولانا محمد جان اور مولانا عبدالقیوم کے قلمی شجروں اور اس کے آگے موجودہ مشائخ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے بیان اور میری تحقیق کو تسلیم کیا جائے جو بندہ ناچیز اوپر درج کر چکا ۔اور اس سے آگے مؤلف ارمغان افغان قاضی عبدالخالق کے مرتب شدہ شجرے کو اس کے ساتھ ملا لیا جائے تو پھر نیچے کے ناموں میں بہت کم اختلاف پایا جاتا ہے ۔ بہرحال میرے نزدیک حق وصواب چار بیٹوں والی روایت ہے ۔یہی احوط واسد ہے اور میں اسی کے مطابق شجرہ نسب مرتب کروں گا اس کی وجوہات میں پہلے بیان کر چکا ہوں ۔

تاہم ایک مرتبہ پھران وجوہات کا خلاصہ ملاحظہ فرمالیں۔

ع شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

بندہ ناچیزاپنے آپ درایہ اورشہریت روایت کے باعث پہلی روایت (کہ چار بیٹے تھے) کی جانب زیادہ مائل ہے۔لیکن احتیاط اوراس عظیم روایت کے باعث وہاں دوقلمی شجروں کے علاوہ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی اکثریت کا بیان بھی ہے۔میرا میلان پہلے قول کی طرف ہے۔علی توفیق المعول!

قارئین! ہرصاحب علم کو میری رائے اورتحقیق سے اختلاف کا پوراحق ہے اورمیں نے اہل عرب کی روش پر چلتے ہوئے تمام روایات کا ذکر کیا ہے۔چونکہ مختلف روایات کا ذکر کرنا اہل عرب کا ادب ہے اور پوشیدہ رکھنا دوامر پر متحمل ہوتا ہے۔ایک قلت استعداد اورکم علمی دوسری رعایت وجانب داری اور یہ اہل کمال کا نقصان ہے لاسیما مؤرخ کے لئے عیب ہے۔ لہذامیں نے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے قلمی شجروں کی تمام روایات کا ذکراوران پر طائرانہ نظربھی ڈالی ہے۔قارئین کے نزدیک ان روایات میں سے یا میرے مرتب شدہ شجرے میں سے جوقوی اورثقہ ثابت ہوجائے وہ وہی اختیار کریں۔

نوٹ:

عام رواج یہی ہے کہ شجرہ نگار نیچے سے شروع ہوتے ہیں اورفلاں بن فلاں سے شجرے لکھتے ہیں میں نے یہ نام اوپر سے شروع کیے ہیں۔یعنی حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لے کراپنے نام تک شجرہ دیا ہے۔مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے اس قدر بیٹے تھے ان کے دوسرے بیٹوں کا شجرہ چھوڑ دیا ہے اس طرح نیچے آتے ہوئے ہراس شخص کی اولاد سے آگے صرف اسی کا نام لکھا ہے۔جوہمارے اجداد میں آتا ہے باقی کو چھوڑ دیا ہے۔لیکن ہاں مولاناعبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے نیچے تمام قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا شجرہ مرتب کیا ہے اللہ کریم میری اس کاوش ومحنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطافرمائے۔اوران بزرگوں کے طفیل بندہ عاصی اورتمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے آمین۔

مکمل شجرہ نسب قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابرین علماء ومشائخ اور بزرگ حضرات کا بیان ہے کہ ہمارے نقد متواتر میں یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ حیات بابا کہ چار فرزند تھے لیکن چوتھے کا نام اور اس کی اولاد کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ بندہ ناچیز نے حیات بابا کے تین فرزندوں کے مکمل شجرے گزشتہ صفحات میں مرتب کیے ہیں۔ تاہم چوتھے بیٹے کے بارے میں کافی کوشش وبسیار کے باوجود معلوم نہیں ہوسکا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ چوتھے بزرگ فقیر محمد بن حبیب گل کے جدامجد ہوں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ یہ گھرانہ بھی قوم مانکیال سے ہی تعلق رکھتا ہے مگر ان کا شجرہ مانکیال قوم کی کسی شاخ سے نہیں مل رہا اور ہماری قومی روایت کے مطابق حبیب گل بابا کے آباؤ اجداد تقریباً ۶، ۷ پشتوں سے ایک ایک ہی آ رہے ہیں۔ مطلب

ہر بزرگ کو اللہ نے اولاد نرینہ واحد ہی عطاء کی ہے ۔ مجھے حبیب گل بابا کے اوپر کے جتنے نام معلوم ہو سکے ہیں ان کے حساب سے یہاں شجرہ نسب مرتب کرتا ہوں مجھے امید ہے آنے والا مؤرخ اس بارے میں مزید تحقیق فرمائے گا اور میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے ان کا مزید شجرہ (یعنی اوپر کے نام) مل گئے تو اگلے ایڈیشن میں شامل اشاعت کر دوں گا۔

ان شاء اللہ

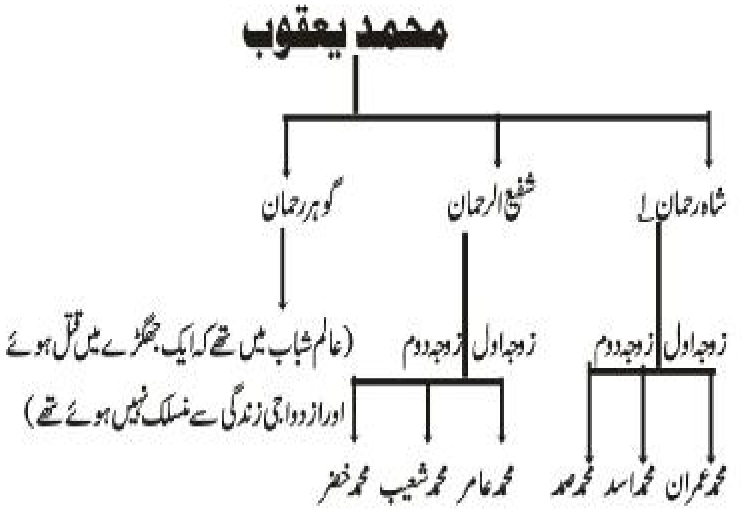

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ بزرگوں کا بیان ہے کہ جمعہ خان تحصیل اوگی گاؤں پھام گلی میں رہتا تھا۔اس کے دو پوتوں ملک آمان اور گوہر رحمان نے گاؤں شنگاری کو اپنا مسکن بنایا اور یہاں آباد مولوی محب اللہ کی بیٹی سے گوہر رحمان کا نکاح ہوا اور یہ گاؤں شنگاری میں ہی رہنے لگے۔ان کے ساتھ قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا رشتہ ہے یہ مانکیال قوم کے نسبی نہیں لیکن اس خاندان کا دعوٰی ہے کہ ہم قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے تعلق رکھتے ہیں۔قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابران کو قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کا خاندان تسلیم نہیں کرتے۔جبکہ ان کا دعوٰی ہے کہ ہم مانکیال قوم سے ہی تعلق رکھتے ہیں مگر یہ افراد بھی جمعہ خان کے اوپر کے ناموں سے واقف نہیں۔ان کا نسبی تعلق قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی سے ہے یا نہیں؟ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے اس خاندان کا جو شجرہ مجھے خانیزمان بن گوہر رحمان سے ملا ہے۔وہ یہاں نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں!

---

۱ یہ میری والدہ کے ماموں زاد بھائی ہیں۔

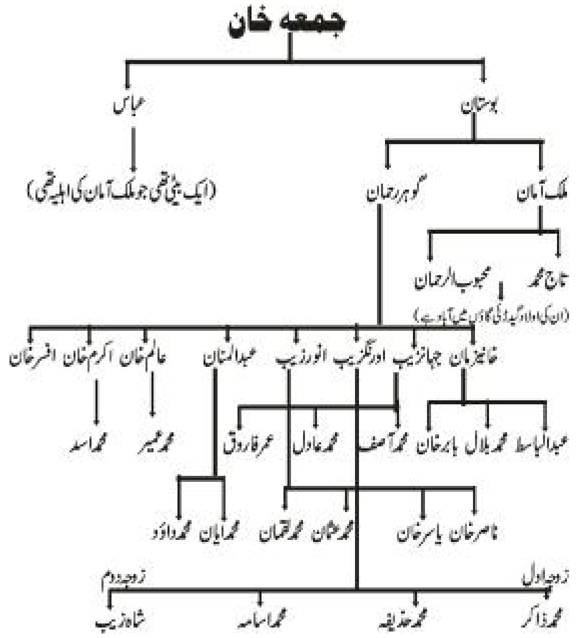

قارئین! میرے مرتب شدہ شجرہ نسب کو قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے موجودہ اکابر، مشائخ اور علماء حضرات صحیح تسلیم کر چکے ہیں۔ ان میں سے چند بزرگوں کے نام ملاحظہ فرمائیں! مولانا محمد اسماعیل صاحب، عمر تقریباً ۹۶ سال (گاؤں گلی رحمکوٹ) والد محترم مولانا عزیز الرحمان صاحب، عمر تقریباً ۶۸ سال (گاؤں گلی رحمکوٹ) مولانا سعید الرحمان صاحب عمر تقریباً ۵۷ سال (گاؤں گلی رحمکوٹ) مولانا محمد ایوب صاحب، عمر تقریباً ۷۸ سال (کُلبَند شَرِیف، گاؤں چمراسی) مولانا محمد مسکین صاحب، عمر تقریباً ۷۵ سال (گاؤں شنگاری) محمد مسکین بابا عمر تقریباً ۹۵ سال (گاؤں ڈنہ) ان کے علاوہ مولانا غلام سرور صاحب (گاؤں سُنج) اور قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی تاریخ کے چلتے پھرتے انسائیکلوپیڈیا ملک خلیل الرحمان صاحب (گاؤں ڈنہ) بھی میرے مرتب کردہ شجرے کی تائید وتوثیق کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے افراد ہیں جنہوں نے میرے مرتب شدہ شجرے کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

اپنی تحقیق وکاوش اور اکابرین قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی تائید وتوثیق کے باوجود میرا ہرگز یہ دعوٰی نہیں کہ میرا مرتب شدہ شجرہ نسب بالکل صحیح اور غلطی سے مبرّا ہے۔ کیونکہ انساب بنی آدم میں بہت اختلاف ہے نسب نامہ خاندان وقوم بہ سبب بعد عہد کے ہر چند صحیح بھی مقرر کیا جائے پھر بھی اس کی صحت میں کلام ہے۔ کیونکہ نص قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ [۱]

اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت مذکورہ کو پڑھتے اور فرماتے!

كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ۔

قارئین! عرض یہ کہ انساب بنی آدم کا بیان کرنا اور پھر اس نسب نامے کے صحیح ہونے اور غلطی سے مبرا ہونے کا دعوٰی کرنا یہ خلاف نص قرآنی وکلام نبوی اور اقوال اصحابی ہے زیر آنکہ قرونا بین ذلك كثيرا کا گزر جانا بہ مصداق کا وجدنا احد یعرف ماوراء کا ہوتا ہے اور آباء لا یعرفون فقہائے اسلام کا مسئلہ چلا آتا ہے۔

بندہ ناچیز نے جو کچھ لکھا وہ اپنی حتی الامکان پوری تحقیقات سے کام لے کر آخر صحیح روایت کے مطابق شجرہ نسب مرتب کیا ہے۔ ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی صاحب علم کی تحقیق مجھ سے زیادہ ہو کیونکہ نص قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ [۲]

اور ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔

اس لئے محققین ومؤرخین اور صاحب علم حضرات کی بارگاہ میں عاجزانہ التماس ہے کہ وادی تناول کی ان اقوام کے بارے میں بھی اپنی اقلام کو حرکت دیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے یہاں دین اسلام کا علم بلند کیا۔

---

[۱] ابراہیم: ۸/۱۴ [۲] یوسف: ۷۶/۱۲

ایک گزارش

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے بااثر اور صاحب دولت حضرات سے میری استدعا ہے کہ اپنے اکابر مشائخ اور اولیاء کی قبور پر توجہ فرمائیں اور ان پر گنبد بنوائیں۔ ان افراد نے وادی تناول میں دین متین کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا۔ کیونکہ یہ ہمارے اکابر تھے اور بقول مولانا شبلی دنیا میں اگر قومیں زندہ ہے تو بزرگوں کے کارنامے یاد رکھنے سے اور مر گئی ہیں تو بزرگوں کے نام بھول جانے سے۔

ان اولیاء کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔ جن کی قبور پر توجہ دینے اور گنبد بنوانے کی میری عاجزانہ استدعا ہے۔

(۱) علامہ قاضی علی المعروف شہید بابا گاؤں شوشنی میں مدفون ہیں۔

(۲) علامہ قاضی محمد اسماعیل بابا المعروف چھُرِیْ والابابا گاؤں چمراسی میں مدفون ہے

(۳) ملاشیر بابا گاؤں ڈنہ میں مدفون ہے۔

(۴) شیخ بابا ضلع تورغر گاؤں ٹیگر ام میں مدفون ہے۔

(۵) شعیب بابا گاؤں بیر بٹ میں مدفون ہے۔

(۶) علامہ قاضی صفی اللہ بابا گاؤں گلی رحمکوٹ میں مدفون ہے۔

حرف آخر

آخر میں گزارش ہے کہ کسی علاقے یا قوم کی تاریخ مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس علاقے یا قوم کی پرانی دستاویز بالکل ناپید ہوں اور صدیوں سے اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی ہو بدیں وجہ زیر مطالعہ اوراق میں فروگزاشتوں کا ہونا ناگزیر ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ میں نے حتی الامکان موجودہ نسلوں تک تمام بچوں کے اسماء شجرے میں درج کیے ہیں تاہم ہوسکتا ہے کہ بعض بچوں کے نام بھولے سے رہ گئے ہوں یا کسی صاحب کا نام غلط درج ہوگیا ہو لہٰذا تمام بھائیوں اور خاندان کے ذمہ داران افراد سے عاجزانہ

التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی کتاب میں باقی ماندہ بچوں کے اعلام اگر مجھ سے رہ گئے ہوں تو درج کریں اور آئندہ جب بھی اللہ مجدہ الکریم آپ کو یا آپ کے خاندان میں کسی کو بھی اولاد نرینہ جیسی عظیم نعمت سے نوازے تو برائے کرم ان بچوں کے اعلام/ اسماء لکھتے رہیں، یہ آپ کی ذمہ داری ہے شجرہ نسب کو محفوظ رکھنے، جاننے اور لکھنے کے متعلق میں تفصیل پہلے بیان کر چکا ہوں بہر حال اس کتاب میں فروگزاشتوں کا ہونا ناگزیر ہے۔اسی بناء پر قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان پر ہمدردانہ نظر ڈالیں اور نکتہ چینی کرنے کے بجائے مجھے میری کوتاہیوں اور فروگزاشتوں کی طرف متوجہ کریں اور مستند معلومات اور اپنے نیک مشوروں سے مجھے مستفید ہونے کا موقع دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن کو اور زیادہ دلچسپ بنایا جاسکے۔

خادم العلماء والطلباء
عنایت الرحمان ہزاروی گولڑوی عفی عنہ
موضع رحمکوٹ گاؤں گلی شریف
تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

تذکرہ نگار کا شجرہ نسب

صحابی رسول حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ
↓
سرابن
↓
خیرالدین
↓
قند
↓
خشی
↓
مندے
↓
یوسف
↓
اکو
↓
ابا
↓
الیاس
↓
عثمان
↓
مولانا عبدالکریم
↓
قاضی عزیزاللہ
↓
قاضی علی
↓
قاضی اسماعیل
↓
قاضی وصی اللہ
↓
قاضی بیراللہ
↓
قاضی حبیب اللہ

قاضی صفی اللہ
↓
قاضی عبدالمستعان (۱۹۶۵_۱۸۶۵)
↓
مولانا عزیزالرحمان (۱۹۴۳)
↓

- عطاءالرحمان (۱۹۸۸_۳_۳)
  - حسن عطاء (۲۰۱۲_۳_۵)
  - عبداللہ عطاء (۲۰۱۵_۲_۲۰)
- عنایت الرحمٰن (۱۹۹۰_۱۱_۱۴) (مؤلف)
- حافظ محمد لقمان (۲۰۰۰_۱۱_۲۴)
- محمد نعمان (۲۰۰۵_۱۱_۴)

اقوال ہزاروی

۱۔ پیار و محبت کرنے والوں سے تو ہر ایک پیار و محبت کرتا ہے۔ کبھی نفرت کرنے والوں سے انس کر کے دیکھو کتنا سکون ملتا ہے۔

۲۔ احسان کرنے والوں سے احسان کرنا کوئی نئی بات نہیں، بدی کرنے والوں سے احسان کرو پھر دیکھو آپ کے دوستوں میں کس قدر اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ زندگی میں جھوٹ بولنا چھوڑ دو کامیابی آپ کا مقدر ہوگی۔

۴۔ زندگی میں وفا کرنی ہے تو اپنے رب سے کرو جہاں سے بے وفائی کا گمان بھی نہیں۔

۵۔ نفرت، کدورت، بغض اور حسد کرنے والوں سے پیار، محبت اور انس کرو۔ وہ خود تمہارے طریقے پر چلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

۶۔ دوستی میں کبھی غلط فہمی مت پیدا ہونے دینا۔ اگر پیدا ہو جائے تو اسے جلد از جلد ختم کرو ورنہ دوستی کو دشمنی میں تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی۔

۷۔ اپنے خالق و مالک سے وفا کرو نتیجہ یہ ہوگا کہ زندگی میں کوئی آپ سے بے وفائی نہیں کرے گا۔

۸۔ دوسروں کے بزرگوں کا احترام کرو دنیا آپ کے بزرگوں کا احترام کرے گی۔

۹۔ دوسروں کی عزت کرنے سے اپنی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۰۔ دشمن سے بدلہ لینے سے بہتر ہے اسے معاف کر کے اپنا رفیق بنا لو۔

۱۱۔ دشمن کی خوبی کو مخفی رکھنا کم ظرفی کی علامت ہے۔

۱۲۔ ظالم کے سامنے جھکنا خود ظلم کروانے کے مترادف ہے۔

۱۳۔ مظلوم کی حمایت کرو چاہے ظالم کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو۔

۱۴۔ اپنے محبین و محسنین کو اپنے سے جدا مت ہونے دینا۔

۱۵۔ زندگی میں وفا نبھانے والوں کو ہمیشہ یاد رکھنا یہ میری زندگی کا ایک اہم اصول ہے۔

۱۶۔دوست وہ ہے جس میں چار خصلتیں ہوں۔دیانت داری،وفاداری،سچائی اورتابعداری۔

قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے اعلام کتاب کے سنین وفات اور مدفن

قارئین کے افادہ کے لئے قوم مانکیال اکوزئی یوسف زئی کے اعلام کتاب میں سے جن حضرات کے سنین وفات اور مدفن دستیاب ہوسکے ہیں۔یہ ترتیب حروف تہجی یہاں الگ دیے جارہے ہیں۔مجھے امید ہے کہ تحقیق و تفتیش سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم قارئین میری اس محنت کو یقیناً مفید طلب پائیں گے۔

نمبر شمار	شخصیات	ولدیت	سن وفات ھ/ء	مدفن
	الف			
۱	محمد اسماعیل،مولانا	قاضی عبدالمستعان	۱۷ اگست ۲۰۱۲ء	گاؤں گلی رحمکوٹ UC شیر گڑھ تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۲	احسان الحق،مولانا	مولوی سید احمد	۱۱ اپریل ۲۰۰۸ء	محلہ چچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک
۳	انعام علی	مولوی عطاء الرحمان	۲۳ نومبر ۲۰۱۶ء	گاؤں گلی رحمکوٹ
۴	محمد اسلم	عبدالجمیل	۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء	گاؤں چمراسی UC باڈی شنگلی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ
۵	اورنگزیب	عبدالحکیم	۱۶ فروری ۱۹۹۵ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۶	اسرار احمد	محمد فاروق	۱۶ اکتوبر ۲۰۰۵	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۷	احمد سید،مولوی	گل سید	اندازاً ۱۹۸۰ء	گاؤں جبڑ UC باڈی شنگلی
۸	محمد اسحاق	بہرام خان	۲۸ فروری ۲۰۱۲ء	بسنگڑ گلی, جبڑ UC باڈی شنگلی
۹	احمد خان	مہربان	۵ جولائی ۱۹۸۳ء	بسنگڑ گلی, جبڑ UC باڈی شنگلی
	ب			
۱۰	بدیع الزمان	عبدالحنان	جولائی ۲۰۰۵ء	گاؤں چمراسی UC باڈی شنگلی

۱۱	بہرام	مہربان	۳۰جولائی ۱۹۸۱ء	بسنگڑگلی, جبڑ UC باڈی شنگلی
	ت			
۱۲	محمد تاج	فقیر	۱۹جنوری ۲۰۱۴ء	بسنگڑگلی, جبڑ UC باڈی شنگلی
	ج			
۱۳	محمد جہانزیب	غلام جان	۲۱مئی ۲۰۱۲ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
	ح			
۱۴	حبیب خان	فیض الرحمان	۱۹فروری ۱۹۹۷ء	گاؤں چراسی UC باڈی شنگلی
۱۵	محمد حسین	عبدالرحمان	۱۹۴۸ء	گاؤں شوشنی UC باڈی شنگلی
۱۶	حبیب الرحمان	عبدالزمان	۱۶اکتوبر ۲۰۰۵ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۱۷	حضرت گل	عبدالرحیم	۲۱ستمبر ۲۰۱۱ء بدھ	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۱۸	حیدر زمان	خان گل	۱۳ستمبر ۲۰۰۳ء	گاؤں کھماڑیاں UC شیر گڑھ
۱۹	حضرت احمد	دادگل	۲مئی ۱۹۸۰ء	بسنگڑگلی, جبڑ UC باڈی شنگلی
	خ			
۲۰	خالد محمود	عبدالمالک	۱۳دسمبر ۲۰۱۲ء	محلہ چھچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک
۲۱	خلیل الرحمان	فضل احمد	۱۷جنوری ۲۰۱۶ء	گاؤں چراسی UC باڈی شنگلی
۲۲	خلیل الرحمان	محمد صدیق	۵مئی ۲۰۰۱ء	گاؤں چراسی UC باڈی شنگلی
۲۳	خانیزمان	عبدالغفور	۷نومبر ۱۹۹۵ء	گاؤں چراسی UC باڈی شنگلی
	ر			
۲۴	رفیع اللہ	احمد حسین	۲دسمبر ۱۹۸۲ء	گاؤں شوشنی UC باڈی شنگلی
	ز			
۲۵	محمد زبیر	خانیزمان	۱۸مئی ۲۰۱۶ء	گاؤں چراسی UC باڈی شنگلی

	س			
۲۶	سردار محمد	ملک آمان عرف مانا	۱۶اپریل ۲۰۱۶ء جمعہ	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۲۷	سمیع الحق، مولوی	محمد صلاح	اندازاً ۱۹۴۵ء	گاؤں رحمکوٹ UC شیر گڑھ
۲۸	سید احمد، مولوی	غلام حسین، مولانا	۲۰اکتوبر ۱۹۴۰ء	محلہ چچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک
۲۹	سید رسول	نور گل	۲۳مارچ ۱۹۶۶ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۳۰	سید رسول	عبدالمنان، مولوی	۱۶جنوری ۲۰۰۸ء	گاؤں گلدار UC بانڈی شنگلی
	ش			
۳۱	محمد شریف اللہ	حضرت اللہ، قاضی	اندازاً ۱۹۴۳ء	چِھرِی شریف گاؤں چمراسی
۳۲	محمد شریف، مولوی	گل سید	۱۱اپریل ۱۹۶۵ء	گاؤں جبڑ UC بانڈی شنگلی
	ص			
۳۳	صدیق اللہ	محمد حسین	۱۲دسمبر ۲۰۰۲ء	گاؤں شوشنی UC بانڈی شنگلی
۳۳۴	صاحب گل	عبدالجلیل	۱۹۹۳ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۳۵	محمد صدیق	گلزار احمد	۲۱دسمبر ۱۹۹۶ء اتوار	گاؤں گلدار UC بانڈی شنگلی
	ع			
۳۶	عصمت اللہ، قاضی	صفی اللہ، قاضی	۳ محرم ۱۳۸۴ھ	چِھرِی شریف گاؤں چمراسی
۳۷	قاضی عبدالمستعان	قاضی صفی اللہ	۱۳اپریل ۱۹۶۵ء	گاؤں گلی رحمکوٹ UC شیر گڑھ
۳۸	عبدالقیوم، مولوی	عصمت اللہ، قاضی	۳۰جولائی ۱۹۸۱ء	چِھرِی شریف گاؤں چمراسی
۳۹	عبدالمنان، غازی	غلام یحییٰ، مولوی	۲۴نومبر ۲۰۰۳ء	محلہ چچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک
۴۰	عظیم اللہ، مولوی	قاضی عصمت اللہ	۱۳اپریل ۱۹۹۱ء ہفتہ	چِھرِی شریف گاؤں چمراسی
۴۱	عزیز اللہ	محمد حسین	۱۵اپریل ۱۹۹۳ء	گاؤں شوشنی UC بانڈی شنگلی
۴۲	عبدالکریم، مولوی	عبدالرحمان	۱۹۵۰ء اندازاً	گاؤں شوشنی UC بانڈی شنگلی

۴۳	عبدالحق، مولوی	عبدالکریم، مولوی	۱۲ نومبر ۲۰۱۶ء	گاؤں شوشنی UC باٹڈی شنگلی
۴۴	عبدالحلیم	عبدالحیٔ	۳۱ جولائی ۱۹۸۸ء	گاؤں شوشنی UC باٹڈی شنگلی
۴۵	عزیزالرحمان	محمد صادق	۳ مارچ ۲۰۱۱ء	گاؤں چمراسی UC باٹڈی شنگلی
۴۶	عزیزالرحمان	خانم اللہ (خانی ملا)	۲۴ جولائی ۲۰۰۸ء	گاؤں چمراسی UC باٹڈی شنگلی
۴۷	عبدالستار		۲۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء	گاؤں چمراسی UC باٹڈی شنگلی
۴۸	عبدالرسول	نورگل	۲۲ اپریل ۱۹۹۹ء	گاؤں چمراسی UC باٹڈی شنگلی
۴۹	عبدالغفور، ملک	ملک صابرین	۲۸ اپریل ۱۹۹۳ء	گاؤں ڈنہ UC باٹڈی شنگلی
۵۰	عبدالغفار، مولوی	عبداللہ، مولوی	۶ جنوری ۱۹۹۲ء	گاؤں ڈنہ UC باٹڈی شنگلی
۵۱	عمر خطاب	عبدالجبار، مولوی	۷ اکتوبر ۱۹۷۲ء	گاؤں ڈنہ UC باٹڈی شنگلی
۵۲	عبدالقیوم	عبدالمنان/مولوی	۱۸ فروری ۲۰۰۸ء	گاؤں گلدار UC باٹڈی شنگلی
۵۳	عبدالمنان، مولوی	عباس گل	۱۴ جولائی ۱۹۹۲ء	گاؤں گلدار UC باٹڈی شنگلی
۵۴	عبدالمتین	عبدالمنان، مولوی	اندازاً ۱۹۸۶ء	گاؤں چھوٹی سُنج UC باٹڈی شنگلی
۵۵	عبدالمنان، مولوی	عبدالعزیز	۲۲ فروری ۱۹۸۲ء	گاؤں بڑی سُنج UC باٹڈی شنگلی
۵۶	عبدالمجید	عبدالمنان، مولوی	۱۹۸۶ء اندازاً	گاؤں سنمبل بوٹ اوگی ضلع مانسہرہ
۵۷	عبدالواحد	غلام نبی	۱۲ جنوری ۲۰۰۹ء	گاؤں ڈمکہ UC باٹڈی شنگلی
۵۸	عزیزالرحمان	عبدالقیوم	۶ نومبر ۲۰۱۰ء ہفتہ	گاؤں گلدار UC باٹڈی شنگلی
۵۹	عبدالجبار، مولوی	عبداللہ مولوی	۱۹۷۳ء	گاؤں ڈنہ UC باٹڈی شنگلی
	غ			
۶۰	غلام محمد، مولوی	مولانا غلام یحییٰ	۱۰ جون ۱۹۷۳ء منگل	محلہ چھچھ برہ زئی حضرو ضلع اٹک
۶۱	غلام یحییٰ	محمد صلاح	۱۸ جولائی ۱۹۸۲ء	گاؤں رحمکوٹ UC شیر گڑھ
۶۲	غلام رسول	عبدالحنان	۱۹ جون ۱۹۹۰ء	گاؤں شوشنی UC باٹڈی شنگلی

۶۳	غلام سرور	حیات النبی	۹ مارچ ۲۰۰۲ء	گاؤں ڈنہ UC بانڈی شنگلی
۶۴	غلام جان	احمد	۲۸ جنوری ۲۰۰۱ء	گاؤں ڈنہ UC بانڈی شنگلی
۶۵	غلام نبی، مولوی	عبدالمنان	۲۹ مارچ ۲۰۰۰ء	گاؤں گلدار UC بانڈی شنگلی
۶۶	غلام رسول، مولوی	عبدالمنان	۱۸ جنوری ۲۰۱۵ء	گاؤں گلدار UC بانڈی شنگلی
۶۷	غلام رسول	عبدالغفور	۲۴ نومبر ۲۰۰۸ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
	ف			
۶۸	فضل الرحمان	یحییٰ گل	۱۸ جون ۲۰۱۲ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۶۹	فقیر محمد	حیات گل	۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء منگل	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۷۰	فضل حق	عبدالقدوس	۲ مارچ ۱۹۹۴ء	گاؤں شوشنی UC بانڈی شنگلی
۷۱	فضل الرحمان	عبدالمعروف	۵ دسمبر ۲۰۰۵ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۷۲	فقیر محمد	حضرت احمد	۲۵ دسمبر ۲۰۰۱ء	بسنگڑ گلی، جبڑ UC بانڈی شنگلی
	گ			
۷۳	مولوی گوہر رحمان	شریف اللہ، مولوی	۱۸ مارچ ۲۰۰۳ء	مردان
۷۴	گوہر رحمان	محمد یعقوب	۷ جنوری ۱۹۹۰ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۷۵	گل زمان	عبدالغفور	۱۸ اپریل ۲۰۰۷ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۷۶	گلاب خان	حبیب گل	۱۰ جولائی ۲۰۱۶ء	گاؤں چمراسی UC بانڈی شنگلی
۷۷	گل نبی	غلام	۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء	گاؤں ڈمکہ UC بانڈی شنگلی
	م			
۷۸	محمد جان، مولوی	قاضی عبدالمستعان	۱۹۶۳ء	گاؤں گلی رحمکوٹ UC شیر گڑھ
۷۹	موضع خان	احمد	۱۵ مارچ ۱۹۹۰ء	گاؤں شوشنی UC بانڈی شنگلی
۸۰	محمود خان	احمد	۲۵ اگست ۲۰۱۶ء	گاؤں شوشنی UC بانڈی شنگلی

۸۱	محمد مسکین	خانم اللہ	۲۰ مئی ۲۰۰۶ء	گاؤں چمراسی UC باڈی شنگلی
۸۲	محمد مسکین	نور احمد	۲۴ جولائی ۲۰۱۵ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۸۳	محمود خان	عبدالرزاق	۲۲ فروری ۲۰۱۲ء	گاؤں چمراسی UC باڈی شنگلی
۸۴	ملک آمان	احمد	۲۲ دسمبر ۲۰۱۶ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
	ن			
۸۵	محمد نثار	خطاب الرحمان	۱۰ مارچ ۲۰۱۷ء جمعہ	شیر پاؤ قبرستان کراچی
	ی			
۸۶	محمد یوسف، کیوان	غلام جان	۲۸ نومبر ۲۰۱۶ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۸۷	محمد یعقوب	رحیم گل	۱۶ اگست ۱۹۹۴ء	گاؤں ڈنہ UC باڈی شنگلی
۸۸	محمد یعقوب	عبدالحلیم	۲۰۰۲ء	گاؤں گیدڑئی UC شیرگڑھ

ماخذ ومراجع

تذکرہ مانکیال اکوزئی یوسف زئی کی تیاری میں درج ذیل ماخذ وکتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف/مصنف
۱	قرآن مجید	کلام باری تعالی
۲	تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
۳	تفسیر خزائن العرفان	مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ)
۴	تفسیر الحسنات	غازی کشمیر علامہ سید محمد احمد قادری (متوفی ۱۳۸۰ھ
۵	تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ)
۶	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ)
۷	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری (متوفی ۱۹۹۹ء)
۸	صحیح بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)
۹	صحیح مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۰ھ)
۱۰	جامع ترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)
۱۱	مشکوۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ)
۱۲	مسند احمد	امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)
۱۳	مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح	علامہ احمد یار خان نعیمی (متوفی ۱۹۷۱ء)
۱۴	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)
۱۵	فتاوی رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ)

۱۶	فتاوی دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمان دیوبندی
۱۷	تفہیم المسائل جلد ۶	مولانا گوہر رحمان (متوفی ۲۰۰۳ء)
۱۸	السبع المعلقات	حسین بن احمد الزوزنی
۱۹	تلخیص المفتاح	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (متوفی ۷۹۱ھ)
۲۰	تاریخ فرشتہ	ابوالقاسم محمد فرشتہ
۲۱	تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی	نعمت اللہ ہروی
۲۲	تاریخ طبری	محمد بن جریر طبری
۲۳	تذکرہ سادات ترمذی	سید عبدالاحد شاہ سیفی
۲۴	اخبار الصنادید	حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری
۲۵	نام ونسب	پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑی (متوفی ۲۰۰۹ء)
۲۶	تذکرہ علماء ومشائخ سرحد جلد اول	سید امیر شاہ قادری
۲۷	تواریخ حافظ رحمت خانی	خان روشن خان (متوفی ۱۹۸۸ء)
۲۸	یوسف زئی قوم کی سرگزشت	خان روشن خان (متوفی ۱۹۸۸ء)
۲۹	تذکرہ، پٹھانوں کی اصلیت	خان روشن خان (متوفی ۱۹۸۸ء)
۳۰	دامن اباسین	سکندر خان
۳۱	اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا	انجم سلطان شہباز
۳۲	الافغان تولی	غلام نبی خان
۳۳	تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی
۳۴	تاریخ ہزارہ	منصف سحاب خان

۳۵	تاریخ گوجراں	حافظ عبدالحق سیالکوٹی
۳۶	تناول میں بسنے والی اقوام	مقالہ نگار شاہ پیر
۳۷	پشتون اپنی نسل کے آئینے میں	سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل
۳۸	سمہ اور سوات کے قدیم باشندے	ڈاکٹر قابل خان خٹک
۳۹	ارمغان افغان/قلمی نسخہ	قاضی عبدالخالق (متوفی ۱۹۸۱ء)
۴۰	تاریخ الافغان	محمد اسلم خان جدون
۴۱	تاریخ افاغنہ	محمد ایوب خان
۴۲	تاریخ افغان یوسف زئی	اللہ بخش یوسفی
۴۳	حیات پیر بابا	محمد شفیع صابری
۴۴	دی پٹھان	الف کیرو
۴۵	شخصیات سرحد	پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور
۴۶	فوائدالبہیہ فی تراجم الحنفیہ	مولانا عبدالحیؒ
۴۷	تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون متوفی (۸۰۸ھ)
۴۸	تاریخ گھکڑاں	راجہ دائرالزمان
۴۹	د پښتو ادبیتو تاریخ	پروفیسر عبدالحیؒ حي
۵۰	پشتو ادب (مقالہ) بشمولہ اٹک کے اس پار	اجمل خٹک
۵۱	یوسف زئی افغان	اللہ بخش یوسفی
۵۲	تذکرہ صوفیائے سرحد	اعجاز الحق قدوسی
۵۳	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمان سیوھاری دیوبندی

۵۴	شہیدان ناموس رسالت ﷺ	محمد متین خالد
۵۵	ارواح ثلاثہ	مولانا شرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ)
۵۶	تذکرہ شیخ الاسلام	الشیخ کلیم اللہ
۵۷	لسان العرب	جمال الدین ابن منظور افریقی (متوفی ۷۱۱ھ)
۵۸	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
۵۹	حیات وخدمات مولانا گوہر رحمان	ڈاکٹر عطاء الرحمان

ماہوار جرائد

نمبر شمار	جریدہ	تاریخ اشاعت
۱	جریدۃ الاتحاد، لاہور	اپریل ۲۰۰۳ء
۲	ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح، لاہور	المعروف گوہر زمان نمبر، جولائی ۲۰۰۳ء

روزنامے

نمبر شمار	روزنامہ	تاریخ اشاعت
۱	روزنامہ مشرق، لاہور	۱۸ مارچ ۲۰۰۹ء
۲	فکر وطن، حضرو اٹک	(ہفت روزہ) ۲۰ جولائی ۲۰۰۶ء

مصنف کی دیگر کتب

۱۔الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ ۲۔اربعین رحمانیہ

۳۔اوضح البیان فی جواز الحیلۃ والاسقاط مع دوران القرآن

۴۔عنایت الفتاویٰ ۵۔دھوکہ مت کھائیے

دستار فضیلت کے موقع پر اپنے والد اور استاد قاری محمد الیاس کے ساتھ

مفتی عنایت الرحمٰن جامعہ نظامیہ شیخو پورہ میں اپنی دستار فضیلت مورخہ ۲۰۱۵ء
کے موقع پر والد گرامی اور چھوٹے بھائی حافظ محمد لقمان کے ساتھ

تذکرہ نگار حضرت اخون سالک بابا علیہ الرحمہ کے مزار پر
کابل گرام ضلع شانگلہ میں فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

تذکرہ نگار حضرت اخون سالک بابا اور اپنے جدامجد مولانا عبدالکریم
اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر کابل گرام ضلع شانگلہ میں

حضرت اخون سالک اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر کابل گرام
ضلع شانگلہ میں
ملک خلیل الرحمٰن (دائیں) مولانا محمد زاہد (درمیان) میں

تذکرہ نگار کے والد مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
اپنے پوتے اور پوتیوں کے ہمراہ

تذکرہ نگار کے چھوٹے بھائی محمد نعمان

تذکرہ نگار مفتی عنایت الرحمٰن ہزاروی صاحب خطاب فرماتے ہوئے

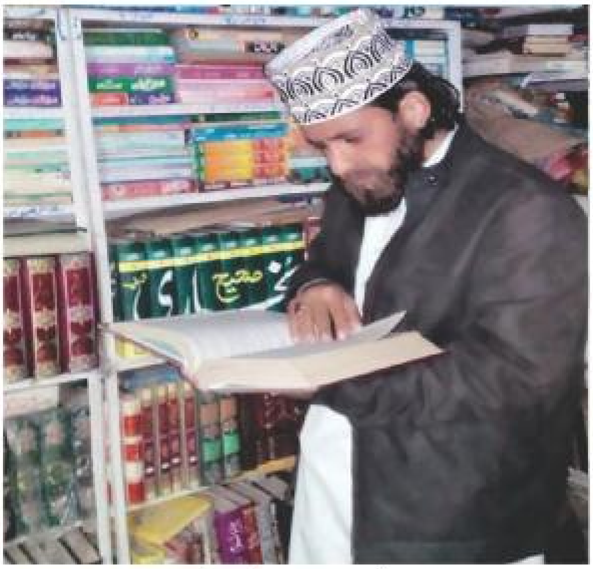

تذکرہ نگار جامعہ غوثیہ حسنیہ واہ کینٹ کی لائبریری میں